مُرتّب
عُمر فاروق قدوسی

خُطبات

شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

خطبات

شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

خطباتِ

شہیدِ اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

عمر فاروق قدوسی

مکتبہ قدوسیہ
غزنی سٹریٹ
اردو بازار
لاہور۔ پاکستان

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت

کی

نشر و اشاعت

کے لیے

کوشاں

اشاعت ——— 2004ء

مکتبہ قدوسیہ

ابوبکر قدوسی نے موٹروے پریس سے چھپوا کر شائع کی۔

رحمان مارکیٹ ◎ غزنی سٹریٹ ◎ اردو بازار ◎ لاہور پاکستان

Ph:042-7230585-7351124
Email: qadusia@brain.net.pk

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ	۷
اسلام کیا ہے؟	۲۱
اہل حدیث کی دعوت	۳۱
محمد بن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک (ﷺ)	۳۸
رسول انقلاب	۴۹
سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب	۶۸
حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک متفق علیہ شخصیت	۹۰
سیرت عمر فاروقؓ	۱۰۷
خطبہ ثانیہ	۱۰۳
سیرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۴
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت اور کارنامے	۱۴۸
حقائق کی نقاب کشائی	۱۶۹
واقعہ کربلا - پس منظر	۱۹۰
واقعہ کربلا	۲۳۰

اختلافات کا حل	٢٦٣
فرقہ واریت کا خاتمہ	٢٨٥
مرزائیت کیا ہے؟	٣٠٣
حقوق العباد کی اہمیت	٣٣٠
نماز کی اہمیت	٣٤٩
معاشرے کی تباہی کے اسباب	٣٦٣
علماء اور طلباء سے خطاب	٣٧٩
فکر آخرت اور اس کے تقاضے	٣٩٦
استقامت آخری خطبہ جمعہ	٤٢٦

حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمتہ اللہ علیہ

ابتدائی حالات اور تعلیم:

امام العصر حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید ۳۱ مئی ۱۹۴۵ء کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سیالکوٹ کے محلّہ احمد پورہ میں ہوئی۔ اس محلے کا نام آپ کے دادا احمد دین کے نام پہ رکھا گیا۔ اس زمانے میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے علم و فضل کا بڑا شہرہ تھا۔ اس لئے آپ کے والد حاجی ظہور الٰہی صاحب بھی مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے علم و فضل کے گرویدہ ہو گئے نہ صرف گرویدہ ہوئے بلکہ ان کے دروس اور پند و نصائح سے متاثر ہو کر اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر اللہ نے بیٹا دیا تو اس کو نبی آخر الزمان ﷺ کے دین کا طالب علم بناؤں گا۔ چنانچہ اسی سوچ کے نتیجہ میں حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر کو قریباً ساڑھے سات سال کی عمر میں پرائمری کلاس سے فراغت کے بعد مسجد بازار پنساریاں سیالکوٹ میں حفظ کے لئے داخل کرا دیا گیا۔ اس طرح آپ نے ۹ برس کی عمر میں حفظ قرآن کا دشوار مرحلہ طے کر لیا۔ اسی سال آپ نے اس کم عمری کے باوجود رمضان المبارک میں قرآن پاک سنایا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف دینی مدارس میں ابتدائی علوم سے آگاہی حاصل کی۔ پھر آپ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ چلے آئے کہ وہاں برصغیر پاک و ہند کے نامور محدث حضرت العلام حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمتہ اللہ علیہ شمع حدیث کو فروزاں کئے ہوئے تھے اور دور دور سے پروانے کھنچے چلے آ رہے تھے۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شامل تھے۔ جامعہ اسلامیہ میں آپ نے کتب حدیث سے فراغت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں مولانا شریف اللہ سے فلسفہ اور منطق کی تعلیم حاصل۔ اس طرح ۱۹۶۰ء تک آپ اپنی دینی تعلیم مکمل کر چکے تھے۔ اسی سال آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے عربی میں بی۔ اے آنرز کی ڈگری بھی

حاصل کر لی تھی۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے ایم۔اے فارسی اور ایم۔اے اردو کی ڈگریاں حاصل کر لیں۔ پھر آپ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کر کے سعودی عرب چلے گئے۔ ان دنوں مدینہ یونیورسٹی کا ابھی آغاز ہی تھا' اس لئے اس کا تعلیمی معیار بہت بلند تھا اور بہت ہی ذہین و فطین طلباء کو داخلہ دیا جا رہا تھا۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ شہید علامہ احسان الٰہی ظہیر نے خالصتاً اپنی خداداد صلاحیتوں' ذہانت اور علمی برتری کی بناء پر حاصل کیا۔ اس میں کسی خاص فرد کی کوششوں کو دخل نہ تھا اور نہ ہی ان دنوں جامعہ سلفیہ کا جامعہ اسلامیہ سے معادلہ تھا۔ یہ تو بعد میں ہوا تھا۔

آپ نے چار سال کا عرصہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں گزارا اور مدینہ یونیورسٹی میں جو وقت گزارا وہ بڑا ہی بھرپور وقت تھا۔ آپ یونیورسٹی کے نمایاں ترین طالب علم کی حیثیت کے حامل تھے۔ مدینہ یونیورسٹی میں آپ نے صرف پڑھا ہی نہیں بلکہ طالب علم ہونے کے باوجود اپنے اساتذہ کی جگہ پڑھایا اور آپ کے ان لیکچرز میں آپ کے اساتذہ بھی شریک ہوئے جو کہ واقعتاً ایک اعزاز کی بات ہے۔ اس کا ذکر آپ انہی کی زبانی سنئے۔

''مدینہ یونیورسٹی کی تدریس کے دوران میں نے محسوس کیا کہ یونیورسٹی کے اساتذہ قادیانیت کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتے تھے۔ یونیورسٹی کے نصاب میں ادیان و فرق کا موضوع بھی شامل تھا اور اس موضوع پر ہفتے میں ایک پیریڈ ہوا کرتا تھا۔ ادیان وفرق کے موضوع پر ہمارے عرب اساتذہ جب بھی لیکچر دیتے تو بعض فرقوں سے متعلق ان کی معلومات اس قدر کم ہوتی تھیں کہ وہ محض الفاظ کے سہارے اپنا لیکچر پورا کر دیتے تھے۔ ان فرقوں سے متعلق زیادہ لٹریچر چونکہ برصغیر پاک و ہند میں ہی چھپا تھا اور وہ بھی اردو زبان میں اس لئے یونیورسٹی کے عرب اساتذہ کی معلومات بطور خاص نہ ہونے کے برابر تھیں۔ میں نے قادیانیت پر عربی اخبارات و جرائد میں مضامین لکھنے کا سلسلہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء کی راہنمائی کے لئے شروع کیا۔ دراصل میرے یہ مضامین میرے وہ لیکچر تھے جو میں نے اپنی کلاس کے طلباء کو اپنے اساتذہ کی جگہ دینے شروع کئے تھے۔''

بعد میں آپ نے ان لیکچرز کو ایک کتاب کی صورت دے دی اور یہ کتاب آپ کے زمانہ طالب علمی میں ہی چھپ گئی۔ اس کے ٹائٹل پہ آپ کے نام کے ساتھ ''خریج الجامعۃ

الاسلامیہ'' کے الفاظ بھی درج کئے گئے جو کہ آپ کے لئے ایک اعزاز کی بات تھی حالانکہ آپ ابھی مدینہ یونیورسٹی سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔

آپ مدینہ یونیورسٹی سے اعلیٰ اعزاز کے ساتھ فارغ ہوئے۔ آپ نے ۹۲ ممالک کے طلباء میں سے ۹۳٫۵ فیصد نمبر حاصل کر کے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد آپ کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے شیخ ابن باز جو کہ ان دنوں یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے' نے آپ کو مدینہ یونیورسٹی میں ہی درس وتدریس کے فرائض انجام دینے کی پیش کش کی' لیکن آپ نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ اپنے علم سے اپنے ملک اور اپنی قوم کو فائدہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ آپ حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہزاروں روپے کی پیشکش کو ٹھکرا کر پاکستان واپس لوٹ آئے۔ شاید اس کا اجر اللہ نے آپ کو پاکستان میں ہی معاشی خوشحالی کی صورت میں دیا۔

پاکستان واپس آ کر آپ نے چند مزید مضامین میں ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں اور کراچی یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کی۔ سعودی عرب سے واپسی کے بعد آپ چینیانوالی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے اور ہفت روزہ الاعتصام کی ادارت بھی آپ کے سپرد کر دی گئی۔ آپ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے سید داؤد غزنوی کی مسند کی پیش کش کی اور ساتھ ہی ساتھ الاعتصام کی ادارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کئے۔

اس سلسلے میں آپ کی شیخ محمد اشرف مرحوم سے پہلی ملاقات میاں عبدالعزیز مالواڈہ کی کوٹھی میں ہوئی۔ حضرت مولانا سلفی نے شیخ اشرف صاحب کو علامہ صاحب کے متعلق بتلایا کہ وہ مسجد میں خطبہ کے فرائض انجام دیں گے لیکن شیخ صاحب مرحوم نے علامہ صاحب کی موجودگی میں ہی اپنے تردد اور اپنی ہچکچاہٹ کا اظہار کر دیا کہ مجھے یقین نہیں کہ اس نوآموز نوجوان کی وجہ سے جامع چینیانوالی کی رونق رفتہ واپس آ سکے گی۔ لیکن مولانا اسماعیل سلفی کے اصرار پہ وہ حضرت علامہ شہید کو دو تین ہفتے تک ''برداشت'' کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور پھر یہ دو تین ہفتے کبھی بھی ختم نہ ہوئے حتیٰ کہ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے۔ آپ نے مسجد کی روایات ہی بدل دیں اور چینیانوالی اب تنگی داماں کا شکوہ کرنے لگی۔ بلکہ بعض اوقات رمضان المبارک میں نمازیوں کو جمعہ کی نماز کے لئے جگہ ہی نہ

ملتی اور لوگوں کو مایوس واپس جانا پڑتا۔ آپ ساڑھے بارہ بجے خطبے کا آغاز فرماتے لیکن لوگ دس بجے ہی پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کے لئے مسجد پہنچ جاتے تھے۔

میدان سیاست میں آمد:

سیاست سے تو آپ کو اس زمانے سے ہی دلچسپی تھی جب آپ ابھی طالب علم ہی تھے لیکن عملی سیاست میں آپ اس وقت آئے جب ایوب خان کے خلاف تحریک چل رہی تھی۔ آپ کا آغاز انتہائی شاندار تھا جو آپ نے عید کے ایک سحر انگیز خطبے سے کیا۔ یہ آپ کی پہلی سیاسی تقریر تھی اور اس ایک تقریر نے ہی آپ کو صف اول کے خطیبوں میں کھڑا کر دیا۔

اس کے بعد آپ نے باقاعدہ سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ ایوب خان کے بعد جنرل یحییٰ خان کے دور میں بھی آپ نے اپنی تحریر اور تقریر سے حکومت کی بداعمالیوں پر گرفت کی۔ اس کے نتیجہ میں آپ پر کئی ایک مقدمات قائم ہوئے لیکن یہ مقدمات آپ کے حوصلے کو کم کرنے کی بجائے آپ کے عزم اور استقلال میں اضافہ کا موجب بنے۔ آپ کو راہ حق سے ہٹانے کی بجائے راہ حق کو اور زیادہ مضبوطی سے اختیار کرنے کی وجہ ٹھہرے۔ آپ کے اپنے الفاظ میں "جیسے جیسے مقدمات بنتے گئے میرا سیاست کا ذوق کندن ہوتا رہا۔"

حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار تھے۔ پاکستان سے محبت ان کے ایمان کا حصہ تھی اور اس کے ثبوت میں ان کا صرف وہی خطبہ کافی ہے جو انہوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی پر دیا تھا۔ آپ نے آنسوؤں اور سسکیوں میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ سننے والے بھی اپنے جذبات پہ قابو نہ رکھ سکے تھے اور بے اختیار رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

"آج ہماری اٹھی ہوئی گردنیں جھک گئی ہیں۔
آج ہمارے تنے ہوئے سینے سکڑ کر رہ گئے ہیں۔
آج ہماری آوازیں کجلا گئی ہیں۔
آج ہماری روحیں مرجھا گئی ہیں۔
آج ہمارے دل بیٹھ گئے ہیں۔
آج ہمارے اعصاب ٹوٹ گئے۔

آج ہمارے جسم چھلنی ہو گئے۔

آج ہمارے دل زخمی ہو گئے' آج ہمارے جگر پھٹ کر رہ گئے ہیں۔آج ہم پہ جو گزری ہے نہ آسمان اس کو جان سکتا ہے نہ زمین اس کو محسوس کر سکتی ہے۔

کعبے کے رب کی قسم! میرا ایک بچہ ہے اگر وہ مر جاتا' کٹ جاتا' مجھے اتنا صدمہ نہ ہوتا۔ آج ہم زندہ کیوں ہیں؟ کاش آج سے پہلے ہم مر گئے ہوتے۔''

جب ذوالفقار علی بھٹو نے بنگلہ دیش منظور کا اعلان کیا تو آپ نے بڑی شدت کے ساتھ بنگلہ دیش نامنظور تحریک میں حصہ لیا۔اس کا سبب آپ کے وہی جذبات تھے جن کا اظہار آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔چنانچہ آپ نے اپنی خطابت کی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا اور تحریک کے جلسوں میں اپنی لاجواب خطابت سے ایک عجیب ہی رنگ پیدا کر دیا۔

میدان سیاست میں پریشانیوں اور تکلیفوں کا سامنا تو آپ کو یحییٰ خان کے دور میں ہو چکا تھا لیکن اب ایک ایسا دور شروع ہو رہا تھا جس میں آپ پر مصائب اور آلام کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔آپ کی تقریروں کی کاٹ میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔حکومت کے خلاف آپ کا لہجہ ہر گزرتے دن کے ساتھ سخت ہو رہا تھا جب کہ عوامی حکومت اپنی طاقت کے نشے میں مدہوش تھی۔اس کو یہ سب کچھ کیسے گوارہ تھا کہ ایک ایسا شخص جس کا کوئی خاص سیاسی پس منظر نہ تھا اور نہ ہی وہ جاگیردار یا سرمایہ دار تھا اور کسی سیاسی پارٹی سے اس کا تعلق نہ تھا اور وہ صرف اللہ کے سہارے ایک ظالم و جابر حکومت کے ساتھ ٹکر لے رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے اس کی بدعنوانیوں کو عوام پہ آشکار کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

چنانچہ حکومت وقت کے خلاف تقریروں کے جرم میں آپ پر متعدد مقدمات دائر کئے گئے اور آپ کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔چاہئے تو یہ تھا کہ آپ کی جماعت کی طرف سے آپ کی گرفتاری کی مذمت کی جاتی لیکن صورت حال اس کے برعکس تھی اور بہت الم ناک تھی جس کا ذکر آپ نے اپنے آخری انٹرویو میں بھی کیا ہے

''جمعیت اہل حدیث کے ان نام نہاد کرتا دھرتا مولویوں نے جو حضرت سید مولانا داؤد

غزنوی اور مولانا اسماعیل سلفی کے بعد سے جمعیت اہل حدیث پر غاصبانہ طور پر قابض ہو گئے تھے' بدقسمتی سے انہوں نے جمعیت اہل حدیث کے پلیٹ فارم سے دی گئی میری قربانیوں کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے ملک غلام مصطفیٰ کھر کی ترغیب پر اس امر کا اعلان کر دیا کہ میرا جمعیت اہل حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں گرفتار ہوا تو میری گرفتاری پر ملک کے اخبارات و جرائد میں احتجاج ہوا۔ ماسوائے اس جریدے کے جس کا مدیر اعلیٰ میں خود تھا۔ میں نے جمعیت اہل حدیث کے ترجمان جریدے الاعتصام کو اپنے لہو سے سینچا تھا' اپنے قلم سے اس کی آبیاری کی تھی' مگر جب بھٹو حکومت نے مجھ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو الاعتصام کے علاوہ ہر دینی جریدے نے میری گرفتاری پر احتجاج کیا''

چنانچہ آپ کو دونوں طرف سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت بھی دشمن تھی اور اپنے بھی لاتعلقی کا اعلان کر رہے تھے ۔

اپنے بھی ہیں ناراض بیگانے بھی ہیں ناخوش

جگہ جگہ آپ پر مقدمات قائم تھے کیونکہ ایک خطیب کی حیثیت سے آپ کو ہر جگہ بلایا جاتا تھا اور جہاں آپ جاتے واپسی پر کسی نہ کسی مقدمے کی صورت میں حکومت سے تحفہ لے کر واپس آتے۔ آپ کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا کیونکہ کوئی سیاسی جماعت آپ کی پشت پر نہ تھی۔ ایسے حالات میں آپ کے لئے کسی سیاسی جماعت میں شمولیت کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ چنانچہ آپ اصغر خان کی تحریک استقلال میں شامل ہو گئے اور اس کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات بن گئے۔ تحریک استقلال میں شمولیت سے آپ کے مقدمات کی پیروی تحریک کی ذمہ داری بن گئی۔ آپ کو خارزار سیاست کی آبلہ پائیوں کا اندازہ تو یحییٰ خان کے دور میں ہی ہو گیا تھا' لیکن ان کٹھنائیوں سے آپ کا صحیح واسطہ بھٹو کے دور حکومت میں پڑا۔ آپ نے ان تمام مصائب اور آلام کا ہمت' حوصلے' جرأت' دلیری' بے خوفی' استقلال اور استقامت سے سامنا کیا اور کسی بھی لحہ اپنے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں آپ نے ختم نبوت کی تحریک میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ آپ تحریک ختم نبوت کے مرکزی قائدین میں سے تھے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک میں بھی آپ کا حصہ کسی سے کم نہ تھا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں' مقدمات جھیلے۔ بھٹو

کے دور حکومت میں آپ کو ۴۵ سے زیادہ مقدمات کا سامنا کرنا پڑا' جن میں قتل کے مقدمات بھی شامل تھے۔ جب اصغر خان نے تحریک استقلال کو پی۔ این۔ اے سے علیحدہ کر دیا تو آپ بھی تحریک سے علیحدہ ہو گئے۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے اقتدار کے آغاز میں اسلام کے نفاذ کا نعرہ بلند کیا' جس سے دینی جماعتیں ضیاء الحق کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہو گئیں اور یہ فطری بات تھی کیونکہ انہوں نے بھٹو کا دور دیکھا تھا' جو جبر کا دور تھا' استبداد کا دور تھا' جبکہ ضیاء الحق اپنے آپ کو ایک اسلام پسند جرنیل کے طور پر سامنے لایا اور علماء کا قدردان ظاہر کیا۔ لیکن صاحب بصیرت علماء اس کے مکر و فریب اور کذب و افتراء سے بہت جلد آشناء ہو گئے اَن میں سرفہرست حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید تھے۔ آپ ابتداء میں علماء کی مشاورتی کونسل کے رکن بنے لیکن ضیاء الحق کی حقیقت کو جان کر سب سے پہلے آپ نے کونسل سے استعفیٰ دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی تقریروں میں ضیاء الحق کی پالیسیوں کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا اور اس سلسلے میں کمال جرأت کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ آپ اس جرم میں شہادت کے مرتبے پہ فائز ہو گئے۔ آپ نے اپنی تقریروں خصوصاً جلسہ ہائے عام میں ضیاء الحق کے خلاف بڑا سخت لب و لہجہ اپنایا۔ آپ نے اس دور میں حق کا علم بلند کئے رکھا جب بڑے بڑے جغادری سیاست دان ملک چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ واقعتاً آپ کی تقریروں سے جمہوریت پسندوں کو حوصلہ ملتا تھا اور وہ جمہوریت کی جدوجہد کے لئے اپنے اندر ایک نیا ولولہ' ایک نیا جوش اور ایک نیا جذبہ محسوس کرتے تھے۔ آپ کی اس حق گوئی سے گھبرا کر حکمرانوں نے وہی طریقہ اختیار کیا تھا جو ان سے پہلوں نے احمد بن حنبلؒ اور ابن تیمیہؒ کے ساتھ کیا۔ اس دور میں بھی آپ پر بے شمار مقدمات بنے۔ آپ کو ٹیکسوں کے چکر میں الجھایا گیا۔ آپ غیر ممالک کے دورے پر ہوتے اور پاکستان واپسی پر آپ کے خلاف مقدمات بنے ہوئے ہوتے۔ آپ کی جائیداد کی قرقی کے مقدمات بنائے گئے لیکن آپ نے کلمہ حق کہنے سے گریز نہ کیا۔ حتیٰ کہ حکمران مجبور ہو گئے کہ حق کی آواز کو خاموش کئے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو یوم پاکستان کے موقع پر اس آواز کو خاموش کر دیا گیا جس نے ہر دور کے طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے اس کا مقابلہ کیا' جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کو بلند کیا اور کبھی بھی مداہنت کا راستہ

اختیار نہ کیا۔

زخمی ہونے کے فوراً بعد چند روز آپ میو ہسپتال میں زیرِ علاج رہے' اس دوران سعودی عرب اور عراق کی طرف سے آپ کے علاج کی پیش کش کی گئی۔ ریاض اور بغداد کے ہوائی اڈوں پر طیارے آپ کے لئے تیار تھے' لیکن سعودی عرب کو ترجیح دی گئی اور ۲۸ مارچ کو آپ کو سعودی عرب کے خصوصی طیارے کے ذریعے ریاض لے جایا گیا۔ دورانِ سفر آپ کی حالت ٹھیک تھی لیکن وہاں جا کر خراب ہو گئی۔ آپ کے خون کا دباؤ کم ہونا شروع ہو گیا اور ۳۰ مارچ کو فجر کی نماز کے وقت آپ خون کے دباؤ کی شدید کمی کے باعث انتقال فرما گئے۔ جدید ذرائع ابلاغ کی بدولت کچھ ہی لمحوں میں آپ کے انتقال کی خبر دنیا بھر میں پھیل گئی اور آپ کے کڑوڑوں چاہنے والوں کو سوگوار کر گئی۔ آپ کو جنت البقیع میں ہی دفن کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ریاض میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ آپ کے نہایت مشفق استاد اور عالم اسلام کی نامور شخصیت مفتی اعظم عبدالعزیز بن بازؒ نے پڑھائی۔ آنسوؤں اور سسکیوں میں آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ لوگ پرنم آنکھوں سے آپ کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔

اس دوران ذرائع ابلاغ سے یہ اعلان کیا جا چکا تھا کہ نماز مغرب کے بعد مسجد نبی ﷺ میں اس عاشق رسول کا دوبارہ جنازہ ہو گا اور جنت البقیع میں تدفین کی جائے گی۔ چنانچہ آپ کی میت ریاض سے مدینۃ النبی لائی گئی۔ مغرب کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو کہ امڈا ہوا تھا اور لوگوں کی اکثریت بہت زیادہ ہجوم ہونے کے باعث آپ کا آخری دیدار بھی نہ کر سکی۔ مسجد نبوی کے امام فضیلۃ الشیخ عبداللہ زاحم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ آہوں اور سسکیوں سے مسجد گونج رہی تھی اور وہ عاشق رسول' دوستوں کی محبتوں اور دشمنوں کی عداوتوں سے بے نیاز ابدی نیند سو رہا تھا۔ تاریخ کا ایک روشن باب ختم ہو چکا تھا۔ آپ کو جنت البقیع کے اس حصے میں دفن کیا گیا جس حصے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبریں تھیں۔ اس طرح اللہ نے آپ کی وہ دعا بھی پوری فرما دی جو آپ نے شہادت سے چند سال پیشتر مانگی تھی کہ جب ایک میت کی بقیع کے عام حصے میں تدفین ہوئی تو چند دوستوں کے ہمراہ اصحاب النبی کی قبور کی طرف آ گئے۔ اس وقت معروف عالم دین مولنا

عبدالمجید شاہ ندیم' معروف صحافی خوشنود علی خاں اور آپ کے بعض دیگر دوست بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ چلتے چلتے آپ نے ایک پتھر کو ہلکی سی ٹھوکر ماری اور کہنے لگے کہ اللہ! تیری رحمت سے کیا بعید ہے کہ تو ہمیں بھی۔ یہاں جگہ عطا فرمادے۔شاید وہ قبولیت کی گھڑی تھی کہ جنت البقیع میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کو امام مالک کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

آپ کی بے شمار خوبیوں میں سے جس خوبی کا ذکر اس وقت مقصود ہے وہ ہے آپ کی خطابت۔ آپ ایک نامور اور بے مثال خطیب تھے۔ خطابت کا شوق بچپن سے ہی تھا اور اس کی وجہ آپ کا ماحول اور خاندانی حالات تھے۔ آپ کے گھر میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت کا چرچا تھا اور سیالکوٹ ویسے بھی احرار کا ایک مرکز تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کا شوق بڑھتا گیا۔ مدینہ یونیورسٹی میں قیام نے آپ کے اس شوق کو جلا بخشی۔ حج کے ایام میں آپ باب السعود کے پاس کھڑے ہو کر اردو بولنے والوں کے لئے حج کے مسائل بیان کرتے اور اس طرح اپنے شوق کی تکمیل کیا کرتے تھے۔ یونیورسٹی کا ماحول عربی تھا اور آپ کو ویسے بھی عربی زبان وادب سے گہری دلچسپی تھی۔ آپ یونیورسٹی میں اس لئے بھی ممتاز حیثیت کے حامل تھے کہ عجمی ہونے کے باوجود عرب طالب علموں سے زیادہ آپ کو عربی پر عبور تھا۔ چنانچہ وہیں پر آپ نے عربی زبان میں خطابت کا آغاز کیا اور اس میں اتنا ملکہ حاصل کیا کہ آپ عربی کے بھی بے نظیر خطیب ٹھہرے۔ اس کی شہادت عالم اسلام کی مایہ ناز علمی شخصیت ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے دی۔ علامہ شہید اپنی کتاب سفر حجاز میں ان دنوں کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''دوسری مرتبہ جب کہ مسجد نبوی کے باب السعود میں نماز مغرب کے بعد حسب معمول عربی میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا' آیات جہاد تلاوت کیں۔ فلسطین' کشمیر' قبرص اور اریٹیریا کے پس منظر میں اپنے ماضی کو آواز دی۔ بھیڑ بڑھتی اور آنکھیں بھیگتی چلی گئیں۔ سامنے شہنشاہ دو عالم' اپنے دو سالاروں سمیت استراحت فرما۔ پڑوس میں ہی بائیں طرف' جنت البقیع میں سلطنت روم ویونان کے روندنے والے اور ایران و توران کو مسلنے والے محو خواب' پیش منظر میں بنو قریظہ و بنو نضیر کی اولاد! دھمکیاں؟

سسکیاں' آہوں اور کراہوں میں بدل گئیں۔ ایک ماتم بپا ہو گیا۔ پورا حرم امڈ آیا۔

اذان عشاء نے سلسلہ تقریر منقطع کرنے پر مجبور کر دیا۔ نماز کھڑی ہو گئی لیکن میرے یمین و یسار سسکیاں گونجتی رہیں۔ ادھر سلام پھری ادھر لوگ پل پڑے۔ عربوں کے ہاں اظہار محبت کے لئے ماتھے کو چومتے اور ناک پر بوسے دیتے ہیں۔ آدھ گھنٹے تک نشانہ ستم بنا رہا۔ کچھ بھیڑ چھٹی تو ایک انتہائی خوبصورت اور وجیہ عرب' چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی رکھے' دو جوانوں کے سہارے آگے بڑھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ایک حصہ جسم پر فالج کا اثر ہے۔ اس نے آتے ہی میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ پوچھا

کہاں سے؟

میں نے جواب دیا.......... پاکستان سے۔

پاکستان سے؟ انہوں نے حیرت و استعجاب سے دھرایا۔

جی ہاں۔ میں نے جواب دیا

مجھے اپنے سینے سے بھینچتے ہوئے بولے۔

''پاکستانی ایسے ہی باکمال ہوتے ہیں۔ جوان لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں عالم عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم مجھ سے بھی بڑے خطیب ہو۔''

یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضرت علامہ شہید کی عمر بمشکل ۲۵ برس تھی اور ابھی آپ میدان خطابت کے باقاعدہ شہسوار نہ تھے۔ اسی مسجد نبوی میں آپ نے ایک بار پھر اپنی شعلہ بیانی اور سحر افشانی کا مظاہرہ کیا کہ جب یہودیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور مسجد نبوی کی روشنیاں گل کر دی گئیں اور اندھیرے میں نمازیں ادا کی گئی۔ آپ نے سفر حجاز میں اس کا تذکرہ کچھ یوں کیا ہے

''اس روز پہلی مرتبہ حرم نبوی کے مینار روشنی کے چراغوں سے محروم رہے۔ بتیاں گل کر دی گئیں اور اندھیرے میں نماز مغرب' عشاء اور فجر ادا کی گئی۔ اللہ! یہ دن بھی آنا تھا۔ میرے دل سے ہوک نکلی اور میں نماز فجر کے بعد روضہ اطہر کے پڑوس میں دل کے داغ نمایاں کرنے لگا۔

''کبھی دنیا مدینہ سے آنے والے قافلوں کے قدموں کے چاپ سنا کرتی تھی اور آج ہم مدینہ کے راستوں پر یہودیوں کی یلغار کی خبریں سن رہے ہیں۔ تب ہم اسلام کے صحیح

معنوں میں علمبردار اور گنبد خضراء کے مکین کے حقیقتاً پیروکار تھے اور آج اسلام کو ہم نے چھوڑ دیا اور رحمت و نصرت رب ہم سے منہ موڑ گئی۔

اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ گریباں پھٹ گئے' دامن چاک ہو گئے اور حرم نبوی' الجہاد الجہاد کے نعروں سے گونجنے لگا۔ اور ادھر میں یونیورسٹی پہنچا' ادھر سعودی سی آئی ڈی کا نمائندہ حکم سرکاری لئے آ گیا کہ اس پاکستانی طالب علم کو آئندہ حرم نبوی یا کسی دوسرے مقام پر جنگ کے موضوع پر تقریر کی اجازت نہیں' جو جذبات سے کھیلتا' شعلے اگلتا اور آگ برساتا ہے۔''

یہ ان دنوں کے تذکرے ہیں جب آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں طالب علم تھے۔ سعودی عرب سے واپسی پر آپ مسجد چینیانوالی کے خطیب مقرر ہوئے۔ اس حیثیت سے آپ نے مینار پاکستان کے ساتھ اقبال پارک میں عید کا تاریخی خطبہ دیا۔ لوگ آپ کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار تھے کہ آپ سید داؤد غزنوی کی مسند کا حق صحیح طور پر ادا نہ کر سکیں گے' چونکہ ان دنوں ایوب خان کے خلاف تحریک عروج پر تھی اس لئے لوگوں کی نظریں اقبال پارک میں عید کے اجتماع پر تھیں۔ آپ کے سامعین میں اردو کے مایہ ناز خطیب آغا شورش کاشمیری' میاں عبدالعزیز مالواڈہ اور میاں محمود علی قصوری ایسی معروف سیاسی شخصیات بھی شامل تھیں۔ آپ کا خطبہ عید سن کر آغا شورش کاشمیری نے جو تبصرہ فرمایا' اس کا ذکر آپ نے اپنے انٹرویو میں کیا ہے

''مجھے یاد ہے کہ آغا شورش کاشمیری مرحوم بھی عید کا خطبہ سننے والوں میں موجود تھے۔ نماز عید کے بعد وہ مجھے میاں عبدالعزیز مالواڈہ کی ہمراہی میں ملے اور کہنے لگے میں خود بھی فن خطابت میں بہت زیادہ دسترس رکھتا ہوں مگر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ احسان الٰہی اگر تم آئندہ سے خطابت چھوڑ دو تو تمہاری صرف اس ایک تقریر سے تمہیں برصغیر پاک و ہند کے چند بڑے خطیبوں میں شمار کیا جائے گا۔ میاں عبدالعزیز مالواڈہ نے مجھے تھپکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر ہندوستان کے بڑے بڑے خطیبوں اور سیاست دانوں کی معرکہ آراء تقاریر اکٹھی کی جائیں تو ان میں جو تقریر سرفہرست رکھی جائے گی وہ یہی ہوگی۔''

اردو اور عربی کے اپنے دور کے عظیم خطباء کا یہ خراج تحسین کوئی مبالغہ نہ تھا بلکہ حقیقت پر

مبنی تھا۔تحریک ختم نبوت کا بادشاہی مسجد میں جلسہ عام تھا۔لوگوں کا تا حد نگاہ ہجوم تھا۔اس جلسے کی صدارت کے فرائض مولانا یوسف بنوری انجام دے رہے تھے اور مولانا مودودی تقریر کر رہے تھے۔اس دوران مفتی محمود جلسہ گاہ میں آئے تو ان کے حامیوں نے مودودی صاحب کی تقریر سننے کی بجائے مفتی محمود کا پرجوش استقبال شروع کر دیا۔احباب جماعت اسلامی کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ ان کے ''امیر'' پر کسی ''درویش'' کو ترجیح دی جائے۔ایک لمحے میں ہی ختم نبوت کی ناموس کے تحفظ کے لئے قربان ہونے والے آپس میں دست و گریباں ہونے لگے۔جلسہ ہنگامہ آرائی کا شکار ہو گیا' کسی کے کنٹرول میں نہ رہا۔ایسے موقع پر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے سٹیج سیکرٹری سے مائک خود سنبھال لیا اور اپنی خطابت کی سحر آفرینی سے ڈیڑھ دو منٹ میں اس طرح جلسہ کو کنٹرول کر لیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

کچھ اسی طرح کا واقعہ ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء میں ایم۔آر۔ڈی کے جلسہ موچی دروازہ میں بھی پیش آیا۔وہاں پر بھی جلسہ ہنگامہ آرائی کا شکار ہو چکا تھا۔میری عمر اس وقت چودہ سال تھی۔سیاست اور سیاسی جلسوں میں دلچسپی بدرجہ اتم تھی۔اس لئے میں بھی اس جلسے میں شریک تھا۔ہوا یہ کہ کسی نے شرارت سے جلسے میں کریکر چلا دیئے۔پے در پے چند دھماکوں سے لوگ سخت بوکھلا گئے۔جس کا جدھر منہ آیا بھاگ اٹھا۔ایک لحہ پہلے لوگ بڑی دلجمعی سے ملک محمد قاسم جو کہ مسلم لیگ قاسم گروپ کے سربراہ تھے' کی تقریر سن رہے تھے۔اور اب وہ بری طرح منتشر تھے۔ملک قاسم اپنی سی کوشش کر رہے تھے لیکن مجمع ان کے کنٹرول میں نہیں آ رہا تھا۔علامہ شہیدؒ نے جب ملک صاحب کی کوششوں کو بے اثر دیکھا تو اپنی نشست سے اٹھے اور ملک صاحب کو ڈائس سے ہٹایا اور خود مائک سنبھال لیا۔مائک سنبھالتے ہی آپ نے بڑے گرج دار لہجے میں دوبارہ کہا ''سنو!''

پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگے

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے ڈائس پر ملک قاسم سے مائک خود حاصل کیا اور صرف یہی لفظ کہے:

"جو ضیاء الحق کا یار ہے وہ کھڑا رہے اور جو اسلام اور جمہوریت کا وفادار ہے' وہ بیٹھ جائے' ان سطور کا راقم اس واقعے کا عینی شاہد ہے۔

آپ کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ بدنظمی خود بخود ختم ہوگئی اور جلسہ میں سکون ہوگیا۔

اسی طرح کے بکھرے ہوئے جلسے کو کنٹرول کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ آپ جب مائک پر آتے تو حاضرین ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ مجمع ایسے معلوم ہوتا جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ عموماً آپ کی تقریر' پروگرام کے آخر میں ہوتی تھی اور مجبوراً ہوتی تھی کیونکہ آپ کی تقریر کے بعد مجمع جم کر بیٹھتا ہی نہ تھا اور لوگ اٹھنا شروع ہو جاتے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں:

یہ جنوری ۱۹۹۲ء کی بات ہے جب میں نے حضرت علامہ شہید کے خطبات کتابی صورت میں مرتب کرنے کا پروگرام بنایا۔ علامہ شہید کے بعض چاہنے والوں نے ان کے خطبات مختلف رسائل کی صورت میں شائع کئے تھے۔ ان میں صحت الفاظ کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ نہ ہی وہ طباعت کے جدید انداز کے مطابق تھے۔ لیکن علامہ شہید کے یہ خطبات' یہ کام میرے لئے ایک لحاظ سے بہت آسان تھا کہ اگر میں خطبات کی ترتیب میں صحت کا التزام نہ رکھتا جس طرح کہ ان لوگوں نے کیا جنہوں نے اس سے پہلے علامہ شہیدؒ کی اکا دکا تقریریں رسالوں کی شکل میں طبع کی تھیں۔ ان رسائل میں کئی کئی جملے جو آپ نے دوران خطبہ ارشاد فرمائے تھے' نہ لکھے گئے اور لکھنے والے حضرات نے بھی' کئی مقامات پر اپنا خطابت کا شوق پورا کرنے کی کوشش کی۔

امید ہے کہ یہ خطبات لوگوں کے عقائد' اعمال اور اخلاق کے سنوارنے کا سبب بنیں گے۔ اس کے علاوہ ان خطبات سے اصحاب رسول کے تنقیص کرنے والوں کے مقابلہ کے لئے لوگوں کو ایسے حقائق کا علم ہوگا' جن کا جواب کسی شخص کے پاس نہیں ہے۔ ان شاء اللہ

ابھی میں نے اپنے کام کا آغاز کیا ہی تھا کہ انہی دنوں شہید اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ اچانک انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون○ آج اگر وہ زندہ ہوتیں تو یقیناً یہ مجموعہ دیکھ کر بہت خوش ہوتیں۔ میں اس مجموعے کا انتساب

بھی انہی کے نام کر رہا ہوں کہ وہ علامہ شہید رحمہ اللہ کی ہر خوشی اور غم کی رفیق تھیں۔

میں اپنے بھائی جناب عبد المجید شاکر جو کہ حضرت علامہ شہید کے پرانے اور انتہائی مخلص رفقاء میں سے ہیں' کا تہہ دل سے ممنون ہوں بلکہ سب کو ان کا احسان منداور شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے محض ذاتی شوق کی خاطر حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے خطبات کو محفوظ رکھا اور ریکارڈنگ کے لئے دور دراز کے سفر طے کئے۔ انہوں نے اپنا سارا ریکارڈ میرے سپرد کر دیا' بلکہ خطبات کے انتخاب میں میری راہ نمائی بھی کی۔ اس طرح یہ خطبات کتابی صورت میں آپ تک پہنچے ہیں۔ اس کے علاوہ میں اپنے بھائی جناب ابو بکر قدوسی کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کے ایماء پر میں نے یہ کام شروع کیا اور ان کے تعاون سے میں اپنے کام سے فارغ ہوا۔

آخر میں بارگاہ رب العالمین میں یہ التماس ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کا صحیح عمل کرنے والا بنائے۔ میرے والد محترم حضرت مولانا عبد الخالق قدوسی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ ۲۳ مارچ کے سانحہ میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے تھے' اس نیکی کے اجر میں برابر کا شریک فرمائے۔ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کی قبر میں جنت کی کھڑکیوں میں سے کھڑکی کھول دے اور کل قیامت کے دن عرش کا سایہ اور آقا علیہ السلام کی سنگت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

عمر فاروق قدوسی
۳۰ اپریل ۱۹۹۲ء

اسلام کیا ہے؟

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ○ (آل عمران-۱۹)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک' خالق کائنات' مالک ارض وسماء' کے لئے ہیں اور لاکھوں' کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی' اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ' مبارکہ' مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہنمائی کا بندوبست فرمایا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس کائنات میں اللہ کے آخری پیغمبرؑ آخری نبیؑ اور آخری رسولؐ بنا کر مبعوث کئے گئے اور رب کائنات نے آپ کے ذریعے اہل کائنات کو' ان کی ہدایت اور ان کی راہنمائی کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات اور ایک مکمل نظام زندگی عطا کر کے بھیجا۔ امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا والوں کے سامنے جو ضابطہ اور جو نظام پیش کیا' خداوند عالم نے اسے اپنے کلام مجید کے اندر اسلام سے تعبیر کیا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

کہ لوگو! سرور گرامی' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس کائنات میں تشریف لے آنے کے بعد اب اللہ کی بارگاہ میں کوئی نظام قابل قبول ہے تو وہ صرف اسلام کا ہے۔

اسلام کسے کہتے ہیں؟ آج کے خطبہ میں اختصار کے ساتھ اس پر گفتگو ہو گی۔

اسلام عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا لفظی ترجمہ ہے' تسلیم کرنا' مان لینا۔ اسی سے اسلام لانے والے کو مسلم کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں بنیادی طور پر مسلم کا لفظ اس اونٹ کے

لئے استعمال ہوتا ہے جس کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی ہو اور اس کا سرا کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو۔ یعنی اس اونٹ کو مسلم کہا جاتا ہے جو اپنی مرضی سے نہ چل سکتا ہے' نہ رک سکتا ہے' نہ اٹھ سکتا ہے' نہ بیٹھ سکتا ہے' نہ حرکت کر سکتا ہے' نہ سکون پذیر ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ اونٹ تبھی حرکت میں آتا ہے جب کہ نکیل تھامنے والا اسے حرکت میں لاتا ہے۔ اسی وقت بیٹھتا ہے جب مہار تھامنے والا اسے بیٹھنے کو کہتا ہے۔ اسی وقت اٹھتا ہے جب اٹھانے والا اس کو اٹھاتا ہے۔ اس لفظ کو اس شخص کے لئے استعمال کیا گیا جس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے لائے گئے نظام حیات کو تسلیم کیا۔ اسے مسلم کہا گیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے آپ کو کسی ایسے نظام کے تابع کر دیا ہے' جس کی باگ ڈور' جس کی نکیل اور مہار اس کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اس نظام کے بھیجنے والے رب العالمین کے ہاتھ میں ہے یا اس نظام کے لانے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔

ایک مومن' ایک مسلمان وہاں بیٹھتا ہے جہاں اللہ' رسول اسے بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس جگہ رکتا ہے جہاں اللہ' رسول اسے رکنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس جگہ نہیں ٹھہرتا جہاں رب' رسول اسے نہیں ٹھہرانا چاہتے۔ اس جگہ نہیں بیٹھتا جس جگہ اللہ اور رسول اسے بیٹھے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ یہ ایک مسلمان کی موٹی سی تعریف ہے اور اس طرح کے انسان کو جس نے اپنی خواہشات کو اللہ اور رسول کے حکم کے تابع کر دیا ہو' مسلم کہا جاتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا يُؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

لوگو! کوئی شخص اس وقت تک مومن کہلانے کا حق نہیں رکھتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو میرے حکم کے تابع نہیں بنا لیتا۔

مومن وہ ہے جس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو بلکہ اس نے اپنی خواہشات کو کچل کر اپنی مرضی کو ختم کر کے اسے اللہ' رسول کے تابع بنا دیا ہو' وہ شخص تو مومن ہے۔ اور جو شخص اپنی خواہشات' اپنی مرضی اور اپنے ارادوں کو اللہ اور رسول کے حکم سے بالا سمجھتا ہے' قرآن اور حدیث کی رو سے وہ شخص مومن اور مسلمان کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ یہی بات رب العالمین نے بائیسویں پارے میں ارشاد کی ہے۔ فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ (احزاب:۳۶)

مومن وہ ہیں جن کا اللہ' رسول کے مقابلے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

جو اللہ' رسول کے احکامات کے مقابلے میں اپنے اختیارات کو باقی رکھتا یا باقی سمجھتا ہے' وہ شخص مومن نہیں ہے۔

قرآن پاک نے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ مومن اور مسلمان صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے اپنے اختیارات ختم ہو چکے ہوں اور اس نے اپنے نفس پر' اپنی جان پر' اپنے جسم پر' اللہ تعالیٰ کے حکم کی بالادستی کو تسلیم کرلیا ہو اور اپنی خواہشات کو کچل کر اسے محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے تابع بنالیا ہو۔

روزہ ان اختیارات کے کچلنے اور ان خواہشات کے خاتمے کا ایک چھوٹا سا سمبل (Symbol) ہے' ایک معمولی سا نمونہ ہے۔ انسان کا جی کھانے کو چاہتا ہے' انسان کا دل گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈی چیز پینے کو چاہتا ہے۔ انسان فطری خواہشات کو پورا کرنے کے لئے حلال راستوں کی تلاش میں رہتا ہے لیکن اللہ کے حکم پر' رسول کے فرمان پر اپنی خواہش کو کچلتا ہے' اپنے من کو مارتا ہے' اپنے ارادوں کو ختم کرتا ہے' اپنے اختیارات کو مکمل طور پر نفی میں تبدیل کرتا ہے اور اس بات کا اظہار اور اعلان کرتا ہے کہ میں نے اپنے جسم پر' اپنی روح پر' اپنے ارادوں پر' اپنی خواہشات پر اپنے اللہ کے حکم کو غالب کرلیا ہے۔ اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو غالب کرلیا ہے کہ رب نے کہا ہے پیاس لگے تو پانی نہ پیو۔ بھوک لگے تو کھانا نہ کھاؤ' گرمی لگے تو برداشت کرو اور صبر کرو۔ حرام خواہشات تو حرام خواہشات ہیں' حلال خواہشات کو بھی ترک کردو۔

روزہ ترک حلال کا نام ہے۔ حرام کے ترک کا نام نہیں ہے۔ حرام ترک کرنا تو ایک مومن اور ایک مسلمان کے لئے عام دنوں میں بھی اتنا ہی لازمی اور ضروری ہے جتنا رمضان المبارک کے مہینے میں ہے لیکن روزہ تو کہتے ہیں ترک حلال کو۔ ترک حرام کو روزہ نہیں کہتے۔

کھانا حلال ہے' پینا حلال ہے' خواہشات کو صحیح طریقہ پر ادا کرنا حلال ہے لیکن انسان اپنے آپ کو اللہ کی مرضی کے تابع بنا کر حلال کو بھی ترک کردیتا ہے۔ حرام سے اجتناب کرنا تو

بڑی بات ہے۔ یہ انسان کو تربیت دینے کے لئے مظہر ہے کہ دیکھو مسلمان کسے کہتے ہیں؟

مسلمان اس کو کہتے ہیں' اللہ رسول حکم دیں یہاں رک جاؤ تو رک جائے۔ یہ سوال نہ کرے یہاں رکنا ٹھیک ہے کہ نہیں ہے؟ اللہ' رسول کہیں چل پڑو تو چل پڑے۔ یہ سوال نہ پوچھے کہ یہاں چلنا مناسب ہے کہ نہیں ہے؟

اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔

کوئی مومن مرد' کوئی مومن عورت اس وقت تک ایمان دار کہلانے کا حق نہیں رکھتے جب تک کہ اللہ' رسولؐ کے مقابلے میں اپنے سارے اختیارات کو ختم نہیں کر دیتے ہیں۔ اس کا نام اسلام ہے۔ اس بات کی روشنی میں ہمیں اپنی زندگیوں کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ دیکھنا چاہئے کہ ہماری زندگی کا طرز عمل' ہماری بود و باش' ہماری نشست و برخاست' اٹھک بیٹھک ہمارا کھانا پینا' ہمارا چلنا پھرنا' ہمارا بولنا چالنا' ہمارا سونا جاگنا یہ اللہ کے' رسول کے احکام کے مطابق ہے کہ نہیں ہے؟

اگر تو یہ سب کچھ اللہ' رسول کے احکام کے مطابق ہے تو ہمیں اسلام مبارک ہو۔ مسلمان ہونا ہمارے لئے بابرکت ہو۔ لیکن اگر اٹھتے بیٹھتے اپنی مرضی سے سوتے جاگتے اپنی خواہش سے کھاتے پیتے اپنے ارادے سے' چلتے پھرتے اپنی مرضی سے ہیں تو جان لو کہ مسلم کے لفظ کا اطلاق ہم پر کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نظروں کو آوارگی سے روکا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے زبان کو غیبت' چغلی اور جھوٹ سے روکا ہے۔ اللہ رب العزت نے قدموں کو برائی کی طرف اٹھنے سے روکا ہے۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھوں کو ناجائز مال کی طرف لپکنے سے روکا ہے۔ اللہ رب العزت نے دل اور دماغ کو شیطان کی آماجگاہ بنانے سے روکا ہے۔ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جذبات کو ناجائز چیزوں کا گہوارہ بننے سے روکا ہے۔ اگر ہم یہ سب کچھ نہیں کرتے اور پھر اپنے آپ کو مومن اور مسلمان کہلاتے ہیں تو ہمارا حال ان لوگوں سے مختلف نہیں ہے جن کے بارے میں رب کائنات نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

یَشْعُرُوْنَ۔(البقرہ-۹)

اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں' مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔فرمایا نہ رب کو دھوکہ نہ ایمان داروں کو دھوکا۔دھوکے میں اگر مبتلا کر رکھا ہے تو انہوں نے اپنے نفسوں کو مبتلا کر رکھا ہے۔

لوگو! یاد رکھو اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔میرے وہ بھائی اور دوست' میری وہ مائیں اور بہنیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام صرف رمضان المبارک کے روزوں کے رکھ لینے کا نام ہے۔باقی گیارہ مہینے پوری آزادی ہے۔جو جی میں آئے کریں' جو دل میں آئے نہ کریں یا رمضان کا روزہ رکھ لیں اور دن جس طرح جی میں آئے گزاریں' رات جس طرح دل میں آئے بتائیں۔سمجھ لیں کہ انہوں نے ایمان کو سمجھا ہے نہ اسلام کو اور نہ ہی روزہ ان کو قیامت کے دن کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔اس شخص کا کوئی روزہ نہیں ہے۔

میری بات کو توجہ کے ساتھ سن کر پلے باندھ لو۔جو شخص گیارہ مہینے رب کی نافرمانی میں زندگی گزارتا ہے۔ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھ کر اپنے آپ کو سمجھ لیتا ہے کہ وہ جنتی بن گیا ہے' مومن اور مسلمان ہو گیا ہے یہ اس کی بھول ہے۔اس لئے کہ اس نے اسلام کو ایک ٹنڈا منڈا (ادھورا) دین سمجھا ہے جس کا سال کے گیارہ مہینوں میں تو کوئی تعلق نہیں۔صرف ایک مہینے میں اس کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔یہ انتہائی غلط فہمی' غلط سوچ اور غلط فکر کا نتیجہ ہے۔

مومن وہ ہے جو کہ بارہ مہینے اپنی زندگی رب کی مرضی' نبی ﷺ کے احکامات کے مطابق گزارتا ہے۔جس نے گیارہ مہینے غفلت میں' بغاوت میں' سرکشی میں' اللہ کی نافرمانی میں' نبی پاک ﷺ کے احکامات کی روگردانی میں گزارے' اس کو یہ مہینہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔یہ مہینہ صرف مومنوں کے لئے' مسلمانوں کے لئے باعث رحمت بنا کے بھیجا گیا ہے۔جو مومن نہیں ہیں' جو مسلمان نہیں ہیں ان کے لئے یہ مہینہ کوئی فائدہ مند نہیں ہے۔

اس کی مثال موسم بہار کی مثال ہے۔موسم بہار میں بادل اٹھتے ہیں' خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں' بارشیں برستی ہیں لیکن ہر زمین کو فائدہ نہیں پہنچتا۔بارش سے ہر زمین تروتازہ نہیں ہوتی' ہر زمین پہ سبزہ نہیں اگتا۔کلرزمین' شور زمین پر بارش پڑنے سے اس کے شور میں اضافہ ہوتا ہے۔وہ زمین ہریاول میں' سبزہ زار میں تبدیل نہیں ہوتی۔صرف وہ زمین موسم بہار سے فائدہ اٹھاتی ہے جو زمین فصلوں کے لئے قابلیت رکھتی ہے۔

امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے دلوں کو زمینوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔آپ نے فرمایا کافر کا دل اس کلر' بنجر اور شور زمین کی طرح ہے جس پر مہینوں بارش برس جائے اس زمین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔فرمایا منافق کا دل اس زمین کی طرح ہے جس زمین کے اندر گڑھے پڑے ہوئے ہوں۔وہ زمین بارش کا پانی اپنے اندر جمع تو کر لیتی ہے' جانور اس سے پانی پی کر اپنی پیاس کو تو بجھا لیتے ہیں لیکن اس زمین کو پانی کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ گڑھوں میں بدلی ہوئی زمین نے کونسی انگوریوں کو اگانا ہے؟ کون سی فصلوں کو پیدا کرنا ہے؟

امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن کا دل سرسبز و شاداب کھیتوں کی طرح ہے۔اس زمین کی طرح جو پیاسی آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھتی رہتی ہے کہ رب کی رحمت کا قطرہ برسے' اسے اپنے اندر جذب کرے اور جذب کر کے اپنے دامن میں چھپی ہوئی خیر و برکات کو اگل دے کہ ساری کائنات اس سے مستفید ہو۔بعینہ مومن کا دل اس طرح کا ہے۔موسم بہار یعنی رمضان کا مہینہ آتا ہے' اس دل کو سرسبز و شاداب کر کے چلا جاتا ہے۔لیکن اگر دل مردہ ہے' دل اللہ' رسول کا باغی ہے' دل نبی کا نافرمان ہے تو اس دل کو رمضان کے روزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مسئلہ یاد رکھو۔اگر کسی شخص نے گیارہ مہینے نماز ادا نہیں کی ہے اور اللہ کے احکامات کو تسلیم نہیں کیا ہے تو اسے رمضان کے مہینے کے روزوں کا کوئی ثواب نہیں ہے۔صرف اس شخص کو ثواب ہے جس نے اس مہینے کے روزے رکھ کر اپنی اگلی زندگی کو اللہ کے احکام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔جس نے ارادہ کیا کہ اب تک جو غلطی ہو گئی سو ہو گئی' اب تک جو بھول ہو گئی سو ہو گئی' اب تک جو خطاء ہو گئی سو ہو گئی' اب تک جو لغزش ہو گئی سو ہو گئی' اب اگر زندگی گزاروں گا تو رب کے احکامات کے مطابق گزاروں گا۔اور پھر اس نے صرف رمضان کے روزوں کو ہی فرض نہیں سمجھا بلکہ اس نے جانا کہ سب سے اول اسلام کی شرط یہ ہے کہ اللہ کی توحید میں خلل نہ ڈالا جائے' محمد رسول اللہ ﷺ کو بلا شرکت غیرے اپنا امام' اپنا ہادی' اپنا رہبر' اپنا مقتدا اور اپنا راہنما تسلیم کیا جائے۔جس طرح رب کی توحید میں' رب کی الوہیت میں' رب کی ربوبیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا جاتا' اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی

امامت ورسالت ونبوت میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ کوئی شخص کائنات میں ایسا نہیں ہے جس کی بات محمد رسول اللہ ﷺ کی بات کے مقابلے میں کوئی حیثیت رکھتی ہو۔ ایک انسان اللہ کی وحدانیت کا قائل ہے' اللہ کی ربوبیت کو مانتا ہے' اللہ کی الوہیت پر یقین رکھتا ہے لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت میں شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔

کس طرح؟

کلمہ تو مدینے والے کا پڑھتا ہے لیکن حکم کسی اور کا مانتا ہے' فرمان کسی اور کا تسلیم کرتا ہے۔ اس نے شرک فی الرسالت کا ارتکاب کیا اور وہ لوگ جو امامت کے لئے' راہنمائی کے لئے' راہبری کے لئے مدینے کو چھوڑ کر کسی اور بستی کی طرف دیکھتے ہیں انہوں نے محمد ﷺ کی رسالت کو صحیح طور پر تسلیم نہیں کیا ہے۔ چاہے وہ بستی' بصرے کی ہو' چاہے کوفے کی' چاہے بغداد کی ہو' چاہے شام کی' چاہے ہندوستان کی ہو' چاہے بریلی کی' جس شخص نے اپنی دینی راہنمائی کے لئے مدینے کو چھوڑ کر کسی اور بستی کی طرف دیکھا اس کا اسلام درست نہیں ہے۔ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو صحیح معنوں میں تسلیم نہیں کیا۔ تسلیم اس نے کیا جس نے اپنی راہنمائی کے لئے دیکھا یا عرش والے کے قرآن کی طرف دیکھا یا مدینے والے کے فرمان کی طرف دیکھا۔ جس نے ان دونوں چیزوں کو چھوڑ کر کسی بڑے سے بڑے انسان' کسی بڑے سے بڑے بزرگ' کسی بڑے سے بڑے عالم' کسی بڑے سے بڑے محدث' کسی بڑے سے بڑے فقیہ کی طرف دیکھا رب کعبہ کی قسم! وہ نہ مومن ہے اور نہ مسلمان ہے۔

مومن اور مسلمان وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ مدینے والے کے حکم کے مقابلے میں بصرے' کوفے' بغداد' بریلی' سہارنپور اور کسی دوسرے شہر کی بات کو ماننا تو بڑی بات ہے اس کی طرف پلٹ کے دیکھنا بھی حرام ہے۔ جس نے کسی اور کی طرف پلٹ کے دیکھنا بھی گوارا کر لیا اس نے محمد ﷺ کی رسالت میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرا لیا اور اس نے نبی کی ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ اس نے اپنے عمل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ میں رحمت کائنات پیغمبر عربی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتا۔ اگر وہ خاتم النبیین سمجھتا' اگر وہ نبی پر نبوتوں کو ختم سمجھتا تو نبی کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف دیکھنا گوارا نہ کرتا۔ اور آج ایک بڑا اہم مسئلہ آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔ اس کو یاد رکھئے گا۔

دنیا کے اندر ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی جو رسم چلی ہے وہ صرف مرتدوں سے نہیں چلی ۔اس گناہ کے اندر کئی اپنے لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے ختم نبوت کے عقیدے کا زبان سے اقرار تو کیا لیکن عملی طور پر غیر نبی کو نبی کے مقام پر رکھ کر ختم نبوت کا انکار کیا۔ ختم نبوت کا قائل صرف وہ شخص ہے جو اپنی زبان اور اپنے عمل سے محمد ﷺ کے بعد کسی کی بات کو قابل حجت نہیں سمجھتا۔ جو نبی کے بعد کسی اور کی بات کو حجت سمجھتا ہے وہ عملی طور پر نبوت کا منکر ہے اس نے عملی طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم الرسالت کا انکار کیا ہے۔

مومن وہ ہے' ختم نبوت کا قائل وہ ہے' اللہ کے رسول کی رسالت کا ماننے والا وہ ہے جو نبی کے بعد کسی کی بات کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھنے کی جرات نہ کرے اور ظلم کی بات ہے' افسوس کی بات ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے نبی' اللہ کے پیغمبر' اللہ کے رسول' ناطق وحی' وحی سے بولنے والے اپنی حدیث میں یہ ارشاد کریں

لو کان موسی حیا لما وسعه الا اتباعی

او میری امت کے لوگو! اگر موسیٰ بھی زندہ ہو کے آجائے اس کا حکم بھی نہیں چلے گا۔ چلے گا تو محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم چلے گا۔

نبی یہ کہے کہ کوئی نبی بھی آجائے' میرے آجانے کے بعد اس کا حکم بھی نہیں چل سکتا اور ہم مسلمان کہلانے والے امتیوں کی بات کو نبی کے مقابلے میں پیش کریں۔ پھر ہم سوچیں کہ ہمارا ایمان کیا ہے؟

اگر موسیٰ کلیم اللہ جیسا جلیل القدر پیغمبر رسول وہ نبی کے بعد آجائے' اس کی بات نہیں چل سکتی تو کسی امتی کی کیسے چل سکتی ہے؟

آج ہماری گمراہی کے کئی اسباب ہیں۔ کہ

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے میرے گھر کے چراغاں نے مجھے

ہم نے نبوت پر ڈاکے ڈالنے کے راستے خود کھولے ہیں۔ ہم نے جب کہا کہ نبی کی بات کو رہنے دو' فلاں فقیہ کی بات کافی ہے' فلاں امام کی بات کافی ہے' فلاں محدث کی بات کافی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے نبی کی نبوت اور امامت کو آج تک باقی نہیں مانا۔

اگر آج تک مانتے تو کسی اور امام کی بات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ ہوتی۔

ساتھ ہی ساتھ یہ عقیدہ بھی درست کرلو کہ جس طرح دین کے کسی معاملے میں محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی بات کی طرف توجہ دینا سرور کائنات کی ختم نبوت اور رسالت کا انکار کرنا ہے اسی طرح نظام حیات کے معاملے میں اسلام کے سوا کسی اور ازم کو ماننا کسی اور نظام کو ماننا' یہ خدا کی توہین کے مترادف ہے۔ اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو رب العزت نے اسلامی نظام عطا کر کے بھیجا اور اس نظام کو کہا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ:۳)

کہ میں نے قیامت تک کے لئے تمہارے لئے اسلام کو پسند کرلیا ہے۔

اب اگر کوئی آتا ہے اور کہتا ہے کہ اسلام کی بجائے سوشلزم کی ضرورت ہے' کمیونزم کی ضرورت ہے' بھٹوازم کی ضرورت ہے' ضیاء ازم کی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے نظام کو کافی نہیں سمجھتا۔ اس نے اللہ کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ آخری پیغمبر اور اسلام آخری دین ہے۔ اسلام کے سوا کوئی ضابطہ حیات نہ مانا جائے گا۔

امام مانا جائے گا تو اکیلے مدینے والے محمد رسول اللہ ﷺ کو مانا جائے گا اور نظام مانا جائے گا تو احکم الحاکمین کی طرف سے اتارے ہوئے اسلام کو مانا جائے گا۔ ان دو چیزوں کے علاوہ تیسری کسی چیز کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور جو شخص ان دونوں چیزوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف بھٹکتا ہے' چاہے دین کا دعویٰ کرے' چاہے بے دینی کا دعویٰ کرے وہ قیامت کے دن رب کی بارگاہ میں سرخرو نہیں ہوسکتا۔

بات آئی ہے تو مکمل سن لو۔

اسی طرح جو شخص رمضان کے روزوں کو تو فرض سمجھتا ہے اور اس کے ترک کرنے والے کو گنہگار سمجھتا ہے اور نماز کے چھوڑنے کو جائز سمجھتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو پیغمبر بنانے کی سازش کی ہے۔ کیونکہ یہ حق اللہ نے کسی کو نہیں دیا کہ وہ اس کے کسی فریضے کو ختم کر دے' کسی چیز کو جائز کر دے' کسی کو ناجائز۔ کسی چیز کے جائز اور ناجائز بنانے کا حق احکم الحاکمین نے رحمت العالمین کو بھی نہیں دیا۔ کسی چیز کو جائز و ناجائز کرنے کا حق اللہ نے اپنے

نبی' اپنے رسول کو بھی عطا نہیں کیا۔ یہ حق اللہ نے صرف اپنے پاس رکھا ہے۔

اور قرآن اس پر گواہ ہے۔ اٹھائیسواں پارہ سورہ تحریم قرآن مجید میں رب نے کہا ہے' کہ ایک دفعہ نبی کی زبان سے نکل گیا کہ میں نے آج سے اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا ہے' شہد نہیں پیوں گا' آسمان سے جبرائیل آ گیا

يَآيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔ (تحریم:۱)

اے نبی! اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے کا تجھے بھی حق حاصل نہیں ہے۔

پیغمبر کو نہیں ہے ضیاء الحق تجھ کو کہاں سے مل گیا ہے؟

تو نے اپنا نظام بنا لیا تو نے زکوٰۃ سے لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا۔ یہ بے شرم ضیاء الحق' رمضان کے مبارک مہینے میں کل کے اخبارات میں اس نے دوبارہ چھپوایا کہ جو نیشنل بیئرر بانڈ خریدے گا میں نے اس کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے۔ غلام احمد قادیانی' اس نے تو نبوت کا دعویٰ کیا تھا' یہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ کسی حکمران کو' کسی بے غیرت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اللہ کے فرائض کے اندر ترمیم کی جرأت کر سکے۔ کسی کو اللہ کے واجبات' اللہ کے فرائض کو ختم کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح مسلمانو! تم اپنے آپ کو دیکھو۔ تم نے جو اپنے آپ کو گیارہ مہینے کی نمازیں معاف کر لی ہیں۔ تم کہاں سے خدا بن بیٹھے ہو؟

تم نے سمجھا ہے کہ گیارہ مہینے نماز نہ پڑھو' کوئی بات نہیں ہے۔ روزے رکھ لو' زکوٰۃ نہ دو' کوئی بات نہیں۔ سن لو وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا جس نے اللہ کے حلال کو حرام' اللہ کے حرام کو حلال' اللہ کے فرائض کو ترک اور اللہ کی منہیات کا ارتکاب کیا۔ جنت میں وہی جائے گا' رب کے عرش کے نیچے وہی سایہ پائے گا' رحمت کائنات کے ہاتھ سے حوض کوثر کا پانی وہی پیئے گا' حضورؐ کی معیت میں جنت الفردوس میں وہی جائے گا جس نے مکمل طور پر اسلام کو تسلیم کیا۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں مکمل اسلام کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اہل حدیث کی دعوت

خطبہ مسنونہ کے بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ (الحجرات:۱،۲)

حضرات! حقیقی بات یہ ہے کہ میں خود بھی انتہائی تھکا ہوا اور میرا جسم اور گلا بھی تھکا ہوا ہے۔ آج ہی میں کراچی سے لاہور پہنچا ہوں۔ کل ساہیوال میں ہمارا جلسہ عام بھی ہے۔ اس کے انتظامات کے لئے میں کراچی سے جلدی آ گیا تھا۔ رات ہی کو ایک جلسے سے ساڑھے تین بجے کے قریب واپس ہوٹل پہنچا۔ پھر صبح آٹھ بجے کی فلائٹ تھی' اس لئے نماز کے بعد سونے کی بھی فرصت نہ ملی۔ ساہیوال کے جلسہ عام کے انتظامات کے لئے دفتر پہنچا کہ اتنی دیر میں خبر آئی کہ ہماری جماعت کے نامور عالم اور خطیب حضرت مولانا حافظ عبدالغفور صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ جمعیت اہل حدیث پاکستان کے صوبہ پنجاب کے امیر اور ہماری جماعت کے انتہائی نامور بزرگ اور سرکردہ علماء میں سے ایک تھے۔ میرا خیال یہ تھا کہ میں معذرت کر لیتا لیکن مجھے کچھ اس طرح کی آوازیں سنائی دیں کہ جناب ہم احسان الٰہی ظہیر کو اس علاقے میں نہیں آنے دیں گے[1] میرا خیال یہ ہے کہ ابھی تلک اہل حدیثوں نے رب کے سوا کسی کو

---

[1] ان دنوں جماعت اسلامی کی جمعیت اہل حدیث سے چپقلش عروج پر تھی۔ جماعت اسلامی جنرل ضیاء الحق کے ایماء پر شریعت بل کی حمایت میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہی تھی۔ جب کہ علامہ شہید

قادر و مختار نہیں سمجھا ہے۔ لاہور میں یہ میرے لئے پہلی دفعہ ایسی بات سننے میں آئی ہے۔

ہم نے اس ملا ہور میں اللہ کے فضل و کرم سے اٹھارہ سال بتائے ہیں۔ ان اٹھارہ سالوں میں پیپلز پارٹی کی جابرانہ حکومت کو بھی دیکھا ہے اور یحییٰ خان کے دور کو بھی دیکھا ہے۔ ایوب خان کا دور بھی دیکھا ہے اور اب ضیاء الحق کا دور بھی دیکھ رہے ہیں۔ کم از کم ہم فقیروں کے بارے میں کبھی کسی کو یہ کہنے کی جرات نہیں ہوئی ہے کہ وہ ہماری قسمت اور

گذشتہ سے پیوستہ

شریعت بل کے نمایاں ترین ناقدین میں سے تھے۔ آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے شریعت محاذ کے دلائل کا تار و پود بکھیر کے رکھ دیا۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں بڑے بڑے جلسہ ہائے عام میں آپ نے شریعت بل کی مخالفت کی اور ثابت کیا کہ شریعت محمدی اور شریعت بل دو علیحدہ چیزوں کا نام ہے۔ احباب جماعت اسلامی کا یہ عمومی رویہ ہوتا ہے کہ شریعت کی جو تعبیر مولنا مودودی یا دیگر اکابرِ جماعت کریں، وہی عین اسلام ہے باقی سب کفر۔ کسی بھی سیاسی یا دینی تحریک کے لئے وہ قیادت کے امیدوار ہوتے ہیں۔ علامہ شہید کی شریعت بل کی مخالفت کی وجہ سے جماعت اسلامی کی قیادت کے لئے بڑی دشواریاں پیدا ہوئیں۔ جماعت اسلامی کی طرف سے مارشل لاء کی غیر مشروط حمایت کی وجہ سے رائے عامہ بھی ان کے خلاف تھی۔ جب کہ علامہ شہید مارشل لاء کے بھی سخت ترین ناقد تھے۔ اس لئے انہیں ''حریت فکر کا مجاہد'' سمجھا جاتا تھا۔ شریعت محاذ اور جماعت اسلامی نے خاصی کوشش کی کہ اہل حدیث علماء میں بھی شریعت بل کے حوالے سے اختلاف و انتشار پیدا کیا جائے۔ اس سلسلے میں انہیں جنرل ضیاء الحق کی حکومت کی مکمل سرپرستی بھی حاصل رہی۔ لیکن انہیں اس میں کوئی خاص کامیابی نہ مل سکی۔ ان مختلف عوامل کی وجہ سے جماعت اسلامی کی قیادت کا لہجہ علامہ شہید کے خلاف سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا۔ حتی کہ جماعت اسلامی کے موجودہ امیر قاضی حسین احمد (جو کہ ان دنوں جماعت کے سیکرٹری تھے) نے اخبارات میں یہ بیان جاری کیا کہ ہم مخالفین شریعت بل کے خون سے سڑکیں سرخ کر دیں گے۔ قدرتی بات ہے کہ جب مرکزی قیادت کے جذبات کا یہ عالم ہوگا تو مقامی جماعتوں کے جذبات کا کیا حال ہوگا۔ وہ بھی لامحالہ اپنی مرکزی قیادت کی طرح بے حال ہو جائیں گی۔ کچھ ایسی ہی صورت حال اس علاقے میں تھی۔ یہاں کی مقامی جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ اگر علامہ ظہیر نے اس جلسے میں شرکت کی تو ہم ان کو یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ شہید اسلام اپنے چند مخلص خادموں (جن میں یہ گناہ گار بھی شامل تھا) کی معیت میں اس جلسے میں گئے۔ آپ کی یہ ذرہ نوازی تھی کہ آپ نے ہمیں بطور خاص فون کر کے بلایا تھا۔ میرے ساتھ میرے بھائی ابوبکر قدوسی اور میرے ماموں زاد بھائی رانا محمد جاوید رفیق بھی تھے۔ بحمداللہ آپ کے رعب اور دبدبے کے سامنے شریعت بل کے کسی حامی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ کوئی حرکت کر سکے۔

ہمارے مقدر کا مالک ہے۔

سن لو! ہم نے روز اول سے ایک ہی بات جانی' ایک ہی چیز سمجھی اور ایک ہی چیز پر ایمان رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ۔ (الاعراف:۱۵۸)

کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو کسی کی موت و حیات کی مالک ہو۔ موت و حیات کا مالک اگر ہے تو صرف رب ذوالجلال ہے۔

اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کے لئے غنڈہ گردی کی بات کبھی بھی شریفانہ بات نہیں ہوتی ہے۔ کسی کو کسی مسئلے پر اختلاف ہو' مسئلے سے اختلاف رکھنے والے کا حق ہے کہ شریفانہ طور پر اختلاف کرے۔ بیان کرنے والا بھی شریفانہ طور پر کرے لیکن یہ کسی کو حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ یہ کہے کہ اس کی مرضی کے مطابق بات کی جائے وگرنہ بات نہ کی جائے۔

سن لو!

میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ بات یہ ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک صرف وہ بات کرنی چاہئے جو رب کی رضا کے مطابق ہو' صرف وہ بات کرنی چاہئے جو محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو۔ کوئی بات کہنے والا کتنا بڑا کیوں نہ ہو' اگر رب کے قرآن میں نہیں ہے' محمد ﷺ کے فرمان میں نہیں ہے کعبے کے رب کی قسم اسے مارشل لاء کی تائید حاصل ہو' ساری کائنات اسے مان لے اہل حدیث کا فرزند اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کتاب وسنت اور اس کی دعوت اللہ کے فضل وکرم سے ہماری دعوت ہے۔ کوئی شخص اگر ہم سے کتاب وسنت کے بارے میں مباحثہ کرنا چاہے ہم اس کے ساتھ مباحثے کے لئے تیار ہیں لیکن کسی بھی وقت آدمی کو شریفانہ طرز عمل نہیں چھوڑنا چاہئے۔

اسلام کے اندر دھمکی دینا جائز ہے نہ کسی کو دھمکانا جائز ہے۔ ہاں مسائل پہ اختلاف ہوتا ہے۔ ہم بھی اختلاف کرتے ہیں' لوگوں کو بھی حق ہے کہ ہم سے اختلاف کریں۔ جس کے اندر اختلاف برداشت کرنے کا مادہ موجود نہ ہو اس کو پہلے اختلاف کی بات نہ کرنی چاہئے۔

ہماری دعوت بالکل واضح اور صاف دعوت ہے اور ہم پوری کائنات کو ایک بات سنانا

چاہتے ہیں۔ کئی میرے احباب میرے دوست ایسے ہوں گے جو مسلک اہل حدیث سے وابستہ نہ ہوں گے' مجھے ان سے بھی کوئی اختلاف نہیں۔ کئی ایسے لوگ ہوں گے جو مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہیں میں ان سے بھی کوئی بات نہیں کہنا چاہتا۔ میری دعوت سب کے لئے عام ہے۔

میں یہ کہتا ہوں' سن لو!

ہم کائنات کے لوگوں کو کسی بڑے کی بڑائی کی طرف نہیں بلاتے' ہم کائنات کے باسیوں کو کسی عظیم کی عظمت نہیں منواتے۔ ہم کائنات کے لوگوں کو اگر بلاتے ہیں تو رب کبریا کی طرف بلاتے ہیں اگر جھکاتے ہیں' تو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جھکاتے ہیں' اگر پیار کی دعوت دیتے ہیں تو اکیلے محمد ﷺ کے پیار کی دعوت دیتے ہیں۔ ہماری دعوت کسی بستی کی دعوت نہیں' ہماری دعوت کسی گروہ کی دعوت نہیں' ہماری دعوت کسی بڑے کی دعوت نہیں۔ ہم نے اس کو بڑا مانا ہے کہ عرش والے نے جس کو کہا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (الانشراح:۴)

ہم نے تجھ کو بڑا بنایا ہے اور اس بڑے کے مقابلے میں کوئی ہو' ایرا ہو یا غیرا ہو' نتھو ہو یا خیرا ہو' اس کی بات کو ہم محمد ﷺ کی بات کے مقابلے میں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر کسی کو اس سے اختلاف ہے تو ہوا کرے۔ ہمارے ساتھ دلیل کے ساتھ بات کرے' ہمارے ساتھ برہان کے ساتھ بات کرے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں شریعت سرور کائنات پہ ختم ہوگئی ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ محمد کریم ﷺ کے بعد کسی اور کی بات شریعت ہے وہ سرور کائنات کی ختم نبوت پہ ڈاکہ ڈالتا ہے۔ شریعت محمد رسول اللہ ﷺ پہ ختم ہوئی۔ اس لئے کہ احکم الحاکمین نے رحمتہ للعلمین کی زندگی میں کہا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ:۴)

اے میرے نبیؐ! میں نے آج تم پہ اپنے دین کو مکمل کر دیا۔ شریعت مکمل ہوگئی اور مکمل اس پیالے کو کہتے ہیں جس کے اندر ایک قطرہ کے ڈالے جانے کی گنجائش باقی نہ ہو۔

لوگو! ایمان سے بتلاؤ جو پیالہ پانی سے بھرا ہوا ہو اور اس میں کچھ اور پانی بھی ڈالے

جانے کی گنجائش ہو کبھی کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پیالہ مکمل بھرا ہوا ہے۔ مکمل بھرا ہوا پیالہ اس پیالے کو کہیں گے جس کے اندر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ڈالا جا سکے۔ اگر ایک قطرے کی بھی گنجائش باقی ہو تو پیالہ مکمل بھرا ہوا نہیں ہوگا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا' عرش والے نے کہا ہے

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

میں نے آج دین مکمل کر دیا۔ جو یہ کہتا ہے کہ نبی کے زمانے کے بعد کی کہی ہوئی بات بھی دین ہے' اس نے محمد ﷺ کے دین کو مکمل نہیں مانا ہے۔ اور جاؤ ہم کو پھانسی پہ لٹکاؤ' ہمارے راستے روکو' ہم کو گالیاں دو' ہم کو برا بھلا کہو' ہمارے خلاف جھوٹے الزامات لگاؤ' جو جی چاہے کرلو۔ ہم امام کائنات کے سوا کسی کی بات کو دین ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تمہارے یہ مولوی' یہ ملوانے' تمہارے یہ لیڈر' یہ سیانے' سارے ایک طرف' آمنہ کا لال ایک طرف۔ کعبے کے رب کی قسم ہے ساری کائنات کو چھوڑا جا سکتا ہے محمد کریم ﷺ کے دامن کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جاؤ ہم سے زیادہ شریعت کا ماننے والا چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا۔ شریعت کو ماننے والا وہ ہے جو شریعت میں کمی کرے' نہ شریعت میں زیادتی کرے۔ جو کمی کرے وہ بھی نہیں مانتا' جو زیادتی کرے اس نے بھی محمد ﷺ کو اپنا پیر و مرشد نہیں مانا۔

ہمارا عشق؟

ہمارا عشق سن لو۔ ہماری محبت کیسی ہے؟ ہمارا پیار کیسا ہے؟

آج بات ہو جائے۔ میں بات بتلا دینا چاہتا ہوں۔

ہماری محبت ہرجائی نہیں ہے' ہمارا پیار ہرجائی نہیں کہ یہاں بھی دل لگایا وہاں بھی دل لگایا۔ ہم نے تو مدینے والے کو دیکھا۔ اس کے بعد اب کسی کے دیکھنے کی حسرت ہی نہیں رہی۔

واحسن منك لم ترقط عيني ‏ و اجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرء ا من كل عيب ‏ كانك قد خلقت كما تشاء

اس لئے کہ اس کو دیکھنے کے بعد ہمیں کسی کے دیکھنے کی حسرت ہی نہیں رہی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

یا کوئی اس جیسا چہرے والا ہو تو دکھاؤ' ماننے کے لئے تیار ہیں۔

تم کن کو منواؤ گے؟

ہم نے مانا ہے تو مدینے والے کو' جی لگایا ہے تو مدینے والے سے' دل میں بسایا ہے تو مدینے والے کو۔ اس کو جس کے بارے میں حسان بن ثابت نے کہا تھا کہ

واحسن منك لم تر قط عيني
واجمل منك لم تلد النساء

تجھ سے خوبصورت چہرہ کسی ماں نے جنا ہی نہیں اور تجھ سے حسین وجود کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں۔ آقا تیرے حسن کی کیا تعریف کروں؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش میں' روز ازل میں تو رب کی بارگاہ میں کھڑا ہو کے کہتا تھا کہ رب مجھ کو ایسا بناتا جا۔ تو کہتا چلا گیا رب بناتا چلا گیا۔

کوئی ایسا ہو تو دکھاؤ؟

ہماری نگاہوں میں کوئی نہیں جچتا۔ ہم نے مانا ہے تو اس کو' جانا ہے تو اس کو' دل میں بسایا ہے تو اس کو اور کسی کی سنت کو سینے سے لگایا ہے تو اس کی۔

تمہیں دیکھ کے مان لیں کہ تم نے بل پیش کیا؟

جاؤ شریعت اور چیز' شریعت بل اور چیز۔

کوئی اہل حدیث اہل حدیث نہیں ہو سکتا جب تک کہ شریعت کو نہ مانے اور کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک محمد ﷺ کے بعد شریعت کو مکمل نہ مانے۔ جس بل کے اندر یہ کہا جائے کہ آج کی قومی اسمبلی کے ممبر جو فیصلہ کریں وہ بھی شریعت ہے۔ تم اس کو مان لو احسان الٰہی ظہیر اس کو ماننے کو تیار نہیں ہے۔ اور یہ قومی اسمبلی؟ ساری کائنات کی اسمبلیاں اکٹھی ہو جائیں' محمد ﷺ کے رب کی قسم ہے ساری کائنات کے مسلمان اکٹھے ہو جائیں' سب کی بات بل کے بھی محمد ﷺ کے دین کا حصہ نہیں بن سکتی۔

تم کہتے ہو فقیہوں کی بات مان لو' ملاؤں کی بات مان لو' قومی اسمبلی کے ممبروں کی بات

مان لو۔ جاؤ ضیاء الحق کی مانتا ہوں نہ اس کے چمچوں کی مانتا ہوں۔ مجھ کو منوانا ہے تو رب کا قرآن لے کے آؤ' محمد ﷺ کا فرمان لے کے آؤ۔ مجھ کو منوانا ہے تو عرش والے کا قرآن لا' مدینے والے کا فرمان لا۔

اور ہم کو ڈراتے ہو؟

جن کی ماؤں نے ان کو گڑھتی (گھٹی) دیتے ہوئے منت یہ مانی تھی اللہ تیرے نام پہ جنا' تیری راہ میں وقف ہے۔

ہم کو ڈراتے ہو جنہوں نے سبق ہی یہ پڑھا ہے

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(الانعام:۱۶۲)

غیر اللہ کے سامنے جھکنے والا سر نہیں ہے۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

اور اس کی زندہ مثال خدا کے فضل وکرم سے ہم ہیں' یہ ہمارے ساتھی ہیں اور ان شاء اللہ جب تک ہم زندہ ہیں محمد ﷺ کے دین کے اندر کوئی خلل اندازی نہیں کرسکتا۔ کوئی رخنہ اندازی نہیں کرسکتا' کوئی اضافہ نہیں کرسکتا' کوئی ترمیم نہیں کرسکتا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

محمد بن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک (ﷺ)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔(آل عمران:۱۶۴)

حضرات! جس طرح کہ میرے بھائی' دوست اور ساتھی مولانا عطاء الرحمٰن[۱] صاحب نے آپ کو بتلایا ہے میں کئی دن سے بیمار ہوں۔ باہر کے ملکوں میں سفر کے لئے گیا ہوا تھا اور کچھ سفروں کی تھکاوٹ' کچھ موسموں کی تبدیلی' اس وجہ سے طبیعت خاصی خراب ہے۔ آج کچھ زیادہ ہی بخار اور بڑا ازکام بھی ہے لیکن ہمارے شیخ اور ہمارے بزرگ حضرت مولانا محمد حسین صاحب کا مجھے جب پیغام پہنچا تو میں نے انکار کرنے کی ہمت اپنے اندر نہ پائی اور ابھی میں حضرت کو مل کر یہ کہہ رہا تھا' پنجابی کا ایک محاورہ ہے

ماپے کماپے نئیں ہوندے پتر کپتر ہو جاندے نیں

لیکن ہم نے اللہ کے فضل سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ

ماپے چاہے کماپے بن جائیں پتر کپتر نہیں بن سکتے

بہرحال حقیقی بات یہ ہے کہ میں نہ تقریر کر سکتا ہوں اور نہ ہی تقریر کے لئے طبیعت اس وقت درست ہے اور آپ سارے دوست جانتے ہیں کہ تقریر کے لئے بنیادی چیز آدمی کی صحت و تندرستی ہوتی ہے۔ آدمی کی طبیعت حاضر ہو تبھی آدمی کوئی بات کہہ سکتا ہے۔ لیکن

---

[۱] نامور واعظ خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری کے صاحبزادے ہیں اور جامعہ محمدیہ شیخوپورہ کے مہتمم بھی ہیں۔ علامہ شہید کے رفقاء میں سے تھے۔

میں نے اس لئے حاضری ضروری سمجھی کہ ایک آپ دوستوں کی محبت' شوق اور دوسرا حضرت کے حکم کی تعمیل کہ مولانا یہ نہ کہہ سکیں کہ کوئی بہانہ بنایا ہے۔ اس لئے بھی کہ مولوی بہانے بنانے میں ویسے بڑے ماہر ہیں۔ آج جب آیا ہوں تو چاہتا ہوں کہ آپ حضرات بھی کچھ ثواب حاصل کر لیں' مجھے بھی اللہ کچھ اپنی مہربانیوں سے نواز دے تو کچھ گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بیٹھ گیا ہوں تا کہ یہ سفر ثواب کے لحاظ سے رائیگاں اور ضائع نہ جائے۔

بات یہ ہے کہ یہ مہینہ اس لحاظ سے بہت نمایاں اور ممتاز ہے کہ اس مہینے میں سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اس کائنات میں تشریف آوری ہوئی۔ اس لحاظ سے اس مہینے میں سرور گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں' آپ کی سیرت کو اجاگر اور نمایاں کرنے کے لئے اور آپ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے مختلف مجلسیں سجائی جاتی ہیں' مختلف محافل بپا کی جاتی ہیں اور مختلف جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ توجہ کے ساتھ بات سنیں تو تب ان شاء اللہ شاید کوئی بات حاصل ہو جائے۔ میں یہ چاہوں گا کہ تھوڑے سے وقت میں کوئی بات اللہ توفیق دے تو آپ کو سمجھا سکوں۔ نبی پاک ﷺ کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ساری کائنات میں جب سے کائنات بنی ہے اور جب تلک کائنات باقی رہے گی' نبی کریم ﷺ جیسی شخصیت پہلے پیدا ہوئی ہے نہ قیامت تک پیدا ہو گی۔

اس میں کوئی مسلمان شک اور شبہ کی گنجائش اپنے دل میں نہیں پاتا کہ سرور کائنات ﷺ دنیا کی سب سے حسین ترین شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا چہرہ پرانوار اس قدر روشن اور تابناک تھا کہ دنیا میں کسی اور شخص کو اتنا روشن اور تابناک چہرہ نہیں ملا ہے۔ آپ سرو قامت تھے' اتنے متناسب قامت کے حامل کہ چشم فلک نے آمنہ کے لال سے زیادہ سرو قد کبھی نہیں دیکھا ہے۔ آپ کے ہونٹ اتنے خوبصورت کہ

نازکی ان کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

آپ کا رعب' دبدبہ' ہیبت اور جلال و جمال اتنا کہ دنیا کے سارے صاحبان ہیبت اکٹھے ہو جائیں صاحبان شکوہ اور جلال مجتمع ہو جائیں' ان سب کے چہروں سے مل کر اتنا جلال

نہ ٹپکے جتنا اکیلے آمنہ کے لال کے چہرے سے جلال ٹپکے۔ اس قدر خوبرو کہ ایک طرف حسن یوسف اور کائنات کے حسین اکٹھے ہو جائیں' تب بھی میرے آقا کی خوب روئی کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ساری کائنات کے صاحبان کمال کو الگ الگ میرے رب نے جو اوصاف عطا کئے تھے' وہ سارے کے سارے اوصاف اللہ نے میرے آقا میں اکٹھے کر دیئے۔ جس کے بارے میں کسی شاعر نے اس طرح تعبیر کی کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کہ وہ تو خوبیاں ایک ایک لے کر آئے تھے اور اللہ نے آپ اکیلے میں وہ ساری خوبیاں اکٹھی کر دی ہیں۔

اسی لئے تو کسی نے کہا تھا

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهك المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

تیرے اوصاف کو میں کیسے بیان کروں؟ اتنا ہی کہے دیتا ہوں کہ عرش پر خدا ہے اور فرش پہ مصطفیٰ ہے۔ اسی لئے غالب نے بھی کہا تھا

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

اے غالب! تو اپنے آقا کی تعریف میں قصیدے مت کہو کہ تیرے پاس وہ زبان کہاں سے آئے جو آقا کی منقبت میں شعر کہہ سکے۔ اتنا ہی کہہ دو کہ تمہارے آقا کے سارے اوصاف کو اگر کوئی جانتا ہے تو خود عرش والا ہی جانتا ہے۔

ان ساری باتوں میں کوئی شک نہیں' کوئی شبہ نہیں اور یہ ہمارے عقیدے کا' ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ لیکن ہم نے کبھی سوچا ہے ان سارے اوصاف کے باوجود سرور گرامی کی حیثیت صرف محمد بن عبداللہ کی تھی۔ یہ سارے اوصاف جو آپ کی شخصیت گرامی میں اکٹھے ہو گئے تھے' ان سب نے مل کر بھی آپ کو محمد بن عبداللہ سے آگے نہیں بڑھایا ہے۔

حسن کی ساری خوبیوں' سارے کمالات' سارے فضائل' سارے مناقب' سارے محامد...... کہ باحیا تھے' صاحب صدق تھے' صاحب جود تھے' صاحب سخا تھے' صاحب کرم تھے' صاحب نظر تھے' صاحب وفا تھے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے اور ان ساری چیزوں کے رکھتے ہوئے بھی تھے محمد بن عبداللہ ہی۔ وہ کون سی چیز تھی جس نے ایک رات کے گزرنے میں محمد بن عبداللہ کو محمد رسول اللہؐ بنا دیا تھا؟

وہ بات آج کسی کو یاد نہیں ہے اور اگر کسی کو یاد ہے تو وہ اسے بھلانے پر تلا بیٹھا ہے۔ چاہتا ہے ان سارے اوصاف کا تو تذکرہ ہو جو محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے حضور رکھتے تھے۔ لیکن اس فرمان کا ذکر نہ آنے پائے جس فرمان نے رات کو سونے والے ابن عبداللہ کو رسول اللہ بنا دیا تھا۔ یہ سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اس لئے کہ رات کے اس فرق نے دنیا کے اندر ایک انقلاب کی نیو رکھ دی تھی اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اس رات کے تذکرے کو ہم اپنی زندگی کا جزو بنا لیں تو ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنا پڑے گا۔ ہم نے اس لئے اس فرمان کو جس فرمان کے ذریعے آمنہ کا لال' خدیجہ کا تاجدار' ساری کائنات کی ماؤں کی آنکھ کی ٹھنڈک اور روئے زمین کے انسانوں کا تاجدار بن گیا تھا۔ ہم نے اس فرمان کو چھپا کے رکھا' لوگوں سے اس کو مخفی کر کے رکھا کہ لوگوں کو یہ پتہ نہ چل جائے۔

اور یارو! کون نہیں جانتا کہ انسان عام ہوتے ہیں۔ حکمران کا فرمان صادر ہوتا ہے۔ میں نے فلاں شخص کو اس فرمان کے ذریعے' مارشل لاء کے اس آرڈیننس کے ذریعے' حکومت کے اس قانون کے ذریعے' اختیار کی اس شق کے ذریعے فلاں منصب پہ سرفراز کیا ہے۔ وہ فرمان اس انسان کی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر آنے والی نسلیں جب بھی اس جلیل القدر انسان کا تذکرہ کرتی ہیں تو اس فرمان کے ساتھ کرتی ہیں کہ فلاں دن حاکم وقت کا' سلطان زمان کا' حاکم دوران کا' حکمران کا' یہ فرمان صادر ہوا تھا جس کی رو سے یہ آدمی فلاں اونچے منصب پہ سرفراز ہوا۔ لوگ اس طرح تذکرہ کرتے ہیں اور ہم نے اپنے آقا کا اس طرح تذکرہ نہیں کیا۔

ہم نے کہا اس کی زلفوں کو دیکھ کر شب دیجور کی سیاہی یاد آ جاتی تھی۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر بدر الدجاء یاد آ جاتا تھا۔ اس کی چال اور اس کی نگاہوں کو جھکا ہوا دیکھ کر ہمیں حیاء مجسم

نظر آ جاتی تھی۔ اس کی سچائی، پاکیزگی، طہارت کو دیکھ کر ہمیں آسمان کے فرشتوں کا تقدس یاد آ جاتا تھا۔ یہ ساری چیزیں بجا ہیں لیکن کبھی ہم نے یہ بھی ذکر کیا کہ اس فرمان کو یاد کر کے جس فرمان کی رو سے رات کو سوئے ہوئے آمنہ کے بیٹے کو پوری کائنات کی ماؤں کے لئے اپنے بیٹوں سے بھی گرانقدر بنا دیا گیا، وہ فرمان کیا تھا؟ ہم نے کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیوں تذکرہ کریں؟

اس لئے تذکرہ نہیں کرتے کہ اس تذکرے سے ہمیں اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو ڈھانا پڑتا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی قبروں کو مسمار کرنا پڑتا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے قبوں کو ڈھانا پڑتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو جن پر کبھی پھول چڑھاتے، کبھی عطر گلاب بہاتے، کبھی ریشم و کمخواب کی چادریں چڑھاتے ہیں نوچنا پڑتا ہے۔ کبھی اپنے دل کے صنم کدوں میں آباد ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھروں کے بتوں کو توڑنا پڑتا ہے۔ ہوا و ہوس کے نام پر تراشے ہوئے خداؤں کو لات و منات کو منہ کے بل گرانا پڑتا ہے۔ منات و عزیٰ و ثالث کی خدائی کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ہم محمد ﷺ کے ان سارے اوصاف کا ذکر کرتے ہیں جو ابن عبداللہ کے اوصاف تھے لیکن اس فرمان کا تذکرہ نہیں کرتے جس فرمان نے محمد ﷺ کو فرش کی پستیوں سے اٹھا کر عرش کی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ کل تلک محمد ﷺ کا نام صرف مکہ کی بستیوں میں گھومتا تھا کوئی مکہ سے باہر ابن عبداللہ کو نہ جانتا تھا۔ یہ فرمان آیا، اس فرمان کے صادر ہونے کے بعد عرش والے نے اعلان کیا۔ ابو جہل، عتبہ، شیبہ، ولید، ابولہب، سن لو! یہ کہنے والو

لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ (الزخرف:۳۱)

قرآن اترنا تھا تو مکے کے کسی چوہدری کے اوپر کیوں نہیں اترا؟

تمہاری نظر صرف مکہ کی چودھراہٹ پر ہے اور میں نے اس یتیم مکہ کو آج کے فرمان کے ذریعے مکہ کی چار دیواریوں سے نکال کر آفاق و انفس کی وسعتوں تک پھیلا دیا ہے۔

تم مکہ کی چودھراہٹ کی بات کرتے ہو۔ سن لو!

عرب و عجم کی ساری سلطنتیں جب تک اس یتیم کی چودھراہٹ کا اقرار نہ کریں گی، میری بارگاہ میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ تمہاری نگاہ مکہ کی چوکھٹ کے پار نہیں گزرتی اور محمد ﷺ کا مقام

عرش الٰہی کی بلندیوں سے اوپر گزر چکا ہے۔ تم یہاں بیٹھے ہوئے سارے تذکرے کرتے ہو۔
حسین کوئی تھوڑا ہوتا ہے کوئی بہت ہوتا ہے' خوبصورت کوئی کم ہوتا ہے کوئی زیادہ ہوتا ہے' زیب نظر کوئی کم دکھائی دیتا ہے کوئی زیادہ دکھائی دیتا ہے لیکن سلطان عالم اگر بنتا ہے تو ایک ہی بنتا ہے۔ وہ بنتا ہے' جس کے سر پہ تاج نبوت رکھ دیا جاتا ہے۔ تم نے سارے جہان کے ان اوصاف کے تذکروں کو اپنے لئے منتہائے نظر قرار دے لیا جن کی اس لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں کہ وہ انسان کو زمین کی پستیوں سے اونچا نہیں کر سکتے۔ انسان کتنا بھی خوبصورت ہو جائے اس چھت سے اوپر نہیں جا سکتا' کتنا بھی لمبا ہو جائے ہمالہ پہاڑ کی بلندیوں کو نہیں چھو سکتا' کتنا بھی سبک رفتار ہو جائے ستاروں کی گزرگاہ سے نہیں گزر سکتا۔ وہ ہمالہ کے پہاڑوں سے بلند' اس کا حسن کائنات کے سارے پھولوں سے اونچا' اس کی خوشبو مشک ختن سے زیادہ' اس کی رفتار نظر کی تیزی سے زیادہ۔ جو اس منصب پر سرفراز ہو جائے' جس منصب پہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو سرفراز کیا ہے۔

وہ فرمان کیا تھا؟ سارا سبق یاد رہا لیکن وہ فرمان یاد نہ رہا۔
ہم کو کہتے ہو وہابی بشر کہتے ہیں اور بات خود کرتے ہو بشر کی۔
ہم نے جب بھی بات کی نور کی بات کی۔
تم نے جب بھی بات کی بشریت کی بات کی۔
تم نے جب بھی بات کی زلف کی بات کی۔
تم نے جب بھی بات کی رخسار کی بات کی۔
تم نے جب بھی بات کی دانتوں کی بات کی۔
تم نے جب بھی بات کی ناک کی دھار کی بات کی۔
تم نے جب بھی بات کی پلکوں کی سجاوٹ کی بات کی۔

یہ سارے اوصاف بشر کے۔ ہم نے جب بھی بات کی یا براق کی بات کی یا جبرائیل امین کی بات کی۔ کس نے کس کو کیا مانا ہے؟

تم تو محمد ﷺ کو بشریت سے نکالتے ہی نہیں اور میں نورانیت سے واپس لاتا ہی نہیں ہوں۔ فرق یہ ہے تم نے سارا منتہائے نظر بشری اوصاف کو بنا لیا اور میں نے اپنی گفتگو کا مرکز

ومحور اس فرمان کو بنالیا جس فرمان نے آ کے محمد ﷺ کو اتنا اونچا کیا کہ آسمانوں کا سردار محمد ﷺ کے پاؤں کے اندر رکھی ہوئی رکاب کو تھامنے پر مجبور ہو گیا۔

تم نے بات کی؟

تم نے پیروں کی بات کی ہم نے سر کی بات کی۔

تم نے پلکوں کی بات کی ہم نے نظر کی بات کی۔

تم نے دنیا کی چودھراہٹ کی بات کی' ہم نے آدم وابراہیم کی امامت کی بات کی۔

تم نے زمین کی تنگیوں کی بات کی ہم نے آسمان کی وسعتوں کی بات کی۔

تم نے سری کی پستیوں کی بات کی' ہم نے ثریا کی بلندیوں کی بات کی۔

تم نے زمین کے رنگوں کی بات کی' ہم نے کہکشاؤں کے رنگوں کی بات کی۔

ہم نے کہا زمین کی طرف کیا دیکھتے ہو؟

محمد ﷺ کے قدموں سے اڑنے والے گردوغبار کو دیکھو۔ براق سے نکلنے والے ذرات کو دیکھو کہ جب براق چل رہا تھا' محمد ﷺ اپنے پیچھے سارے کہکشاؤں کو چھوڑ کر آگے جا رہا تھا۔

تم نے جب بھی بات کی بشری اوصاف کی بات کی۔ تمہاری نگاہ میں بہت بڑی بات تھی کہ اس نے کالی کملی اوڑھی ہوئی تھی۔ تم نے جب بھی بات کی کبھی کمبل کی بات کی' کبھی کملی کی بات کی اور ہم نے جب بھی بات کی یا سراج کی بات کی یا بشیر کی بات کی یا نذیر کی بات کی۔

تمہارے سارے اوصاف خاک کے' ہمارے سارے اوصاف افلاک کے۔

تمہارے سارے اوصاف پستیوں کے' ہمارے سارے اوصاف بلندیوں کے

تمہارے سارے اوصاف محکومیوں کے' ہمارے سارے اوصاف حاکیت کے۔

ہم نے کہا آؤ اس فرمان کو یاد کرو۔ وہ فرمان کیا تھا؟

قولوا لا الٰہ الا اللہ

ہم نے اپنی بات کی' تم نے اپنی بات کی۔ تم نے فرمان کی بات نہ کی کہ قدم قدم پہ خدا سجا رکھے تھے۔ ہم نے فرمان کی بات کی' اس لئے بات کی کہ میلوں تک ہمارے گرد کوئی خدا نظر نہیں آتا ہے۔

ہم کس کو مانیں؟

ہم نے نہ قبر کو مانا' نہ حجر کو مانا' نہ شجر کو مانا' نہ سایہ خود کو مانا' نہ کسی درخت کو مانا' نہ چاند کو مانا' نہ سورج کو مانا' نہ دم دار ستارے کو مانا۔ ہم نے مانا تو کس کو مانا؟

لا الہ الا اللہ

یہ وہ فرمان تھا جس نے ابن عبداللہ کو رسول اللہ بنایا تھا۔

قولوا لا الہ الا اللہ

لیکن کون ہے جو بات کرے؟

جس نے اپنی آستینوں میں بت چھپا رکھے ہوں' جو ہر روز منوں عطر کی بوتلوں سے اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی خانقاہوں کو غسل دیتا ہو' جو پتھروں کو دھوتا ہو' جو مردوں کو پوجتا ہو' جو تکیوں میں بیٹھتا ہو' جو بے نواؤں سے حاجتیں طلب کرتا ہو۔ وہ کہے تو کیسے کہے؟

آئے صدا کہاں سے آئے؟

آئے گی تو اس دل سے آئے گی۔ اس لئے آئے گی کہ ہم نے کبھی اس دل کو صنم کدہ بننے دیا ہی نہیں ہے۔ ہم نے اس دل میں کبھی کوئی بت سجایا ہی نہیں ہے۔ ہم نے اس دل میں کبھی کسی مورتی کو رکھا ہی نہیں ہے۔ ہماری نظر پڑی تو اس رات پہ پڑی جب محمد ﷺ کی تاجپوشی ہو رہی تھی۔ جب یہ کہا جا رہا تھا

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ۔ (بنی اسرائیل:۱)

جس کو تم نے متبرک نہیں بنایا ہم نے متبرک بنایا ہے۔ اس لئے متبرک بنایا ہے کہ وہ سجدہ گاہ ہے قبر گاہ نہیں ہے۔ اس لئے متبرک بنایا ہے کہ انبیاء سر رکھتے ہیں جسم نہیں رکھتے۔ اس لئے متبرک بنایا ہے کہ یہاں لا الہ الا اللہ کی صدا گونجی ہے۔ یہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی جمع ہیں۔ اس بات کی شہادت کے لئے کہ آج ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنا امام بنا رہے ہیں ابن عبداللہ کو نہیں۔

تم اس چکر سے نہیں نکلے۔ کیسے نکلو؟

جس کی فرمان پہ نگاہ نہ پڑی ہو' جس نے فرمان کو نہ سمجھا ہو' اس کی نگاہ اگر نہیں پڑتی تو وہ قصوروار نہیں ہے۔

آؤ! بتان وہم وگمان کو توڑو۔ ان خودتراشے ہوئے خداؤں کو چھوڑ و اور سرور کائنات کی سیرت کا ذکر کرتے ہوئے اس فرمان کا تذکرہ کرو جس نے آمنہ کے لال کو ساری کائنات کی ماؤں کا لال بنادیا تھا۔ کعبے کے رب کی قسم ہے اگر غار حرا کی رات یہ فرمان نہ آتا تو شاید سرور گرامی اپنے سارے حسن واوصاف کی بنیاد کے باوجود اتنی دیر تک لوگوں کے دلوں کی دھڑکن نہ بنتے۔ اگر کسی نے میرے آقا کو مشرق ومغرب میں' شمال وجنوب میں بسنے والے مومنوں کے دلوں کی دھڑکن بنایا ہے تو رسول اللہ کی وجہ سے بنایا ہے۔ اس فرمان کی وجہ سے بنایا ہے۔

قولوا لا الہ الا اللہ

کوئی بھی نہیں اور یہی بات تو کونین کے تاجدار نے کہی تھی کہ بےکسوں کی قوم' بے بسوں کا قبیلہ' کمزوروں کی جماعت' پٹنے والو' لٹنے والو' کٹنے والو' بزدلو' کعبہ کو چھوڑ کر بھاگنے والو' آجاؤ۔ ایک بات کہہ دو۔ مشرق بھی تمہارا غلام' مغرب بھی تمہارا غلام۔ ایک بات کہہ دو۔ بھاگے ہوئے آئے۔ کسریٰ کی فوجوں سے شکست کھانے والے' قیصر کے ہاتھوں زخم چاٹنے والے' یمن کے بادشاہوں کی غلامی چکھنے والے' ہیرہ کے بادشاہوں کی چیرہ دستی کا نشانہ بننے والے' بےکس و بےبس چھ مہینے بےکار رہنے والے' بھاگتے ہوئے آئے۔ صادق الوعد کیا بات ہے؟ امین کیا کہتے ہو؟ صاحب شرم وحیا کیا فرماتے ہو؟

فرمایا کمزورو! ایک نسخہ بتلا دوں کہ ساری کائنات کے مالک بن جاؤ۔ جلدی سے کہنے لگے سوچتے کیا ہو بتلاؤ۔ کہا پھر زمین کی پستیوں سے بلند ہو کر عرش والے سے رشتہ جوڑ لو۔

قولوا لا الہ الا اللہ

کسے پڑی ہے کہ جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں
نہ انگ چیناں نہ نیند نیناں نہ آپ آویں نہ بھیجیں پتیاں

جاؤ! کائنات کے مسلمان حکمرانوں کو سنا دو' مسلمان حکومتوں کو سنا دو' کائنات کی کوئی طاقت تمہیں اونچا نہ کر سکے۔ اونچا کرے تو وہی فرمان کرے جس نے ابن عبداللہ کو محمد رسول اللہ بنایا تھا۔ آجاؤ

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا و تملکوا العرب والعجم

عرب بھی تمہارا' عجم بھی تمہارا' امریکہ بھی تمہارا' روس بھی تمہارا۔

یہ کوئی نئے ملک ہیں؟ پہلے بھی تھے ہمارے تھے۔

کب تھے؟ جب قبریں نہ تھیں۔

کب تھے؟ جب خانقاہیں نہ تھیں۔

کب تھے؟ جب گورکن نہ تھے۔

کب تھے؟ جب کعبے کے برہمن نہ تھے اور جب یہ سب ہوئے پھر کچھ بھی نہیں تھا۔

عرب کے بدوؤں نے یہ سبق پڑھا اور پھر کائنات پہ ابر رحمت بن کے چھائے۔ اس طرح چھائے کہ عقبی بن نافع بحر ظلمات کے سامنے اپنا گھوڑا روک کر اپنے سپاہیوں کو رکنے کا اشارہ کر کے ایک اونچے ٹیلے پہ چڑھ گئے۔ کوئی خشکی کا نشان...... کہاں سے نظر آئے؟ گھوڑے سے اترے' سر سجدے میں رکھا۔

لا اله الا الله

ایک اللہ' سامنے پانی ہی پانی' زمین کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا۔ اگر مجھے پتہ ہو کہ ان سمندروں کے پار بھی کوئی مخلوق ہے تو تیری کبریائی کی قسم' ان گھوڑوں کو سمندروں میں ڈالوں تو ان کو جہاز بنا دے اور تب تلک چلتا رہوں جب تلک زمین کا ایک ٹکڑا باقی بچے اور اس وقت رکوں جب محمد ﷺ کا پرچم اس زمین کے ٹکڑے پر لہرا لوں۔

قولوا لا اله الا الله تفلحوا و تملکوا العرب والعجم

آج سب کچھ یاد رہا وہ فرمان یاد نہ رہا جس نے اس کائنات میں ایک نئے انقلاب کی بنیاد رکھی تھی۔ اس لئے کہ ہم اب انقلابوں کے خوگر نہیں رہے۔ ہماری رگوں کا لہو مردہ پرستی نے جما کے رکھ دیا ہے۔ زندگی کہاں ہے؟

مردوں سے ڈرنے والے کبھی زندہ کہلانے کا حق رکھتے ہیں؟

کوئی سوچو تو سہی۔ مردوں سے ڈرنے والے اپنے آپ کو زندہ سمجھتے ہیں؟

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا

جو سنا افسانہ تھا

زندہ وہ تھے جنہوں نے اس فرمان کو سنا اور الا اللہ کی ضرب کاری لگاتے ہوئے پوری

کائنات پہ ابر رحمت بن کر چھا گئے۔

آؤ! نبی کی یاد منانی ہے' نبی کا تذکرہ کرنا ہے' نبی کو عقیدت کے پھول پیش کرنے ہیں' نبی کی بارگاہ میں گل ہائے ناز پیش کرنے ہیں' تو اس فرمان کو یاد کر کے کرو جس فرمان کو لے کر غار حرا سے اتر کر' کوہ صفا پہ چڑھ کر اس نے پہلے دن یہ نعرہ رستہ خیز بلند کیا تھا۔

قولوا لا الہ الا اللہ

اور جو اس فرمان کا تذکرہ نہیں کرتا' اس کے مطابق اپنے اعمال کو تبدیل نہیں کرتا' مجھے معاف کر دو وہ رسول اللہ کا مدح خواں نہیں' ابن عبداللہ کا مدح خواں ہے۔ وہ رسول اللہؐ کا عقیدت مند نہیں' ابن عبداللہ کا عقیدت مند ہے۔ وہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے والے کا غلام نہیں مکہ میں بسنے والے کا غلام ہے اور میں نے اس نبی کو اپنا آقا مانا ہے کہ جس کا نام عرش کی بلندیوں پہ لکھا ہوا ہے اور کب لکھا گیا؟

تب لکھا گیا جب پہلے اس فرمان کا اعادہ ہوا۔ لا الہ الا اللہ۔ بعد میں لکھا گیا محمد رسول اللہؐ۔ جس نے اس بلندی کو نہیں مانا اس نے پہلے فرمان ہی کو نہیں مانا ہے۔ پہلے یہ مانو' پھر اس کی بلندی کا اقرار کرو۔ پھر جانو کہ ہم اس کے غلام' ہم اس کے پیروکار' ہم اس کے عقیدت مند' ہم اس کے ثناء خواں' ہم اس کے چاہنے والے' جس کا نام عرش کی بلندیوں پہ لکھا گیا اور کب لکھا گیا؟ جب غار حرا میں اللہ کا سب سے مقرب درباری رب کا یہ فرمان لے کر آیا تھا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۝ (العلق:۱'۳)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

❁ ❁ ❁

رسول انقلاب

حضرات! یہ جلسہ اور یہ کانفرنس سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ و اصحابہ و بارک وسلم کی سیرت مقدسہ کے عنوان سے منعقد ہو رہی ہے۔ نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسے زمانے میں اس کائنات میں جلوہ گر ہوئے تھے جب ساری کائنات قسما قسم کی گمراہیوں سے اٹی تھی اور دنیا میں کوئی قطعہ زمین ایسا نہ بچا تھا جو ضلالت کے' گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں نہ چھپ چکا ہو۔ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایک ملک' کوئی ایک شہر' کوئی ایک بستی ایسی نہ تھی جس کے ماننے والے خدائے واحد کے پرستار اور رب کائنات کی توحید کا اقرار کرنے والے ہوں۔

اور تو اور وہ بستی جس بستی کے اندر اللہ کی عبادت کے لئے بنایا ہوا پہلا گھر موجود تھا' اس بستی کے باسیوں کی حالت و کیفیت یہ تھی کہ دنیا کا کوئی گناہ اور دنیا کا کوئی جرم ایسا نہ تھا جو ان کے اندر موجود نہ ہو۔ شراب وہ پیتے تھے' جوا وہ کھیلتے تھے' برائی اور بدکاری کا ارتکاب وہ کرتے تھے اور ان کے شرفا کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے برائی کے لئے باقاعدہ عورتیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کے نامور اور معزز لوگوں کا حال یہ تھا اور ان کی کمائی پر وہ گزر بسر کرتے تھے۔ بے حمیتی اس قدر عام ہو چکی تھی کہ لوگ جن میں تھوڑی سی حمیت باقی تھی' اپنی بچیوں کو پیدائش کے وقت ہی زندہ درگور کر دینا مناسب خیال کرتے تھے۔ سود' حرام خوری ایک عام چیز تھی۔ غرض کوئی گناہ اور کوئی جرم ایسا نہ تھا جو ان لوگوں کے اندر موجود نہ ہو جو اس بستی میں رہتے تھے جس میں کعبۃ اللہ واقع تھا' جس میں بیت اللہ تھا جسے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام نے آباد کیا تھا۔

ان جرائم اور ان گناہوں کے باعث قوم کے اندر بہادری' شجاعت' مردانگی اور ہمت نام کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہی تھی۔ اس لئے کہ دلیری صرف اس قوم میں پائی جاتی ہے جو

غیرت مند ہو اور غیرت مند صرف وہ قومیں ہوتی ہیں جو اپنے آپ کو گناہوں کی آلودگیوں سے بچا کے رکھتی ہیں۔ جو لوگ گناہوں میں اپنے آپ کو ڈبو دیتے ہیں' ان کے اندر غیرت اور حمیت باقی نہیں رہتی اور جن کے اندر غیرت نہیں رہتی پھر ان کے اندر جرات اور شجاعت نہیں رہتی۔

آپ کو میں نے یہ تمہیدی باتیں اس لئے بتلائی ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کی سیرت کے جلسوں کو اور آپ کی حیات طیبہ کے عنوان پر منعقد ہونے والی کانفرنسوں کو صرف اس بات تک محدود نہ رکھیں کہ نبی پاک ﷺ کی زندگی کے واقعات کو ایک قصے اور کہانی کی طرح سنیں اور اس پر واہ واہ کہیں اور اٹھ کر چلے جائیں۔ بلکہ نبی محترم' رسول معظم' سرور عالم ﷺ کی زندگی پاک کے واقعات کو اس طرح سنیں کہ ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہو کہ ہم نے بھی کائنات میں زندگی گزارنی ہے تو اسی طرح گزارنی ہے۔ ہم اپنی اصلاح کریں' نبی ﷺ کی زندگی کے آئینے میں اپنے احوال کو درست کریں اور سوچیں کہ جو حالات رحمت کائنات ﷺ کی بعثت سے پیشتر دنیا کے تھے' کیا آج اسی قسم کے حالات ہمارے تو نہیں ہو چکے؟

دنیا کے اندر جو گناہ رسول معظم ﷺ کی اس کائنات میں تشریف آوری سے پہلے موجود تھے اور دنیا کے لوگ جس میں ملوث تھے' کیا ہم نبی کا کلمہ پڑھنے کے بعد' نبیؐ کا نام لینے کے بعد' اپنے آپ کو نبی کی امت کہلانے کے بعد' اسی قسم کے گناہوں کا شکار تو نہیں ہو کر رہ گئے؟ اس کے نتیجے میں کیا ہماری بھی وہی کیفیت نہیں ہو گئی جو ان لوگوں کی ہو گئی تھی جو دور جاہلیت میں موجود تھے؟

ان لوگوں کے اندر سے شجاعت اور مردانگی اس طرح رخصت ہوئی کہ جب ان کی سب سے مقدس بستی پر حملہ ہوا...... اور لوگو یہ بات بہت سمجھنے کی ہے' اس لئے کہ آج کے ان پڑھ' جاہل اور بے علم مولویوں اور واعظوں کے خطبوں سے ہمارے اندر یہ تصور پیدا ہوا ہے کہ سرور گرامی علیہ الصلاۃ والسلام جس قوم میں تشریف فرما ہوئے یا جن کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا وہ بڑی بہادر' بڑی اعلیٰ اور بڑی عزت والی قوم تھی۔ حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔

وہ دنیا کی سب سے پست قوم تھی۔ دنیا کے اندر اس قوم سے زیادہ گناہوں کے اندر

لتھڑی ہوئی کوئی دوسری قوم نہ تھی۔ ہر قسم کے عیب ان کے اندر موجود تھے۔ بزدلی کا عالم یہ تھا کہ مکہ والوں نے مدتوں سے کبھی آزادانہ زندگی نہیں گزاری تھی۔ کبھی یمن کے بادشاہ انکو اپنا غلام بنا لیتے، کبھی ہیرہ کے تاجدار، کبھی روم کا شہنشاہ، کبھی کسی دوسرے کا نمائندہ ان پر حکومت کرتا۔ ان کو آزادانہ زندگی گزارنے کا موقع میسر نہیں تھا۔ اور پھر ایک دفعہ جب ابرہہ ان کی سب سے مقدس بستی پر ہاتھیوں کو لے کر چڑھائی کرنے آیا تو وہ بجائے اس مقدس شہر کی حفاظت کے، اس شہر کو خالی چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ کعبے کی حفاظت کے لئے لڑنا بھی گوارہ نہیں کیا اور جب کہنے والے نے کہا کعبہ چھوڑ کر کہاں جاتے ہو، اس کی حفاظت کے لئے خون دینے کے لئے تیار کیوں نہیں ہوتے، دشمن کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے، اپنی بستی کے دفاع کے لئے کیوں نہیں لڑتے؟

تو انہوں نے جواب دیا ہم اپنی بستی کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ جس کا گھر ہے وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کر لے گا۔ یہ کمزوری کی انتہا تھی، ناتوانی کی انتہا تھی۔ اس کا سبب کیا تھا؟ سبب وہی تھا۔ کونسا گناہ تھا جو ان کے اندر موجود نہ تھا؟ ہر قسم کا جرم، اس کا یہ ارتکاب کرتے تھے۔

آج اس پس منظر میں ہم اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو دیکھیں۔ کہیں ہماری بھی یہی کیفیت تو نہیں ہو گئی؟

آج ہمارے بھی بڑے بڑے معزز لوگ، ان کی کمائیاں خالص حرام رزق پر ہیں۔ بڑے بڑے چوہدری، سرمایہ دار، لوگوں کی نگاہوں میں عزت پانے والے، ان کے روزگار پر نظر ڈالی جائے تو شریف آدمی کو پسینہ آ جاتا ہے۔ جوا، چور بازاری، سود خوری، رشوت، بدکاری، اس قدر عام ہے کہ شاید جاہلیت کے دور میں بھی اس قدر عام نہ ہو۔ اور اس کا نتیجہ......؟

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے حکمران، اس ملک کو جو دونوں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے، ان کے مقابلے میں ہر روز ہمیں یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ہم روس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ روس بڑا ملک ہے۔ پچھلے دنوں صدر (ضیاء الحق) صاحب کا بیان چھپا ہے۔ ہم روس کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہ روس بڑا ملک ہے۔ ہندوستان، اس کے متعلق بھی کہتے

ہیں یہ بہت بڑا ملک ہے۔ ہم سے اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ بندہ پوچھے کہ اس وقت پاکستان کے دو ہی دشمن ہیں۔ ایک روس ہے' ایک ہندوستان ہے۔ دونوں سے تم مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر مقابلہ ہم سے کرنا ہے؟

پھر کس کے مقابلے کے لئے تیاری کر رہے ہو؟

روس سے تم مقابلہ نہیں کر سکتے' ہندوستان سے تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب ریفرنڈم کر کے ہمارا مقابلہ کر لو۔ یہی مطلب ہوا؟ یہ ایف سولہ طیارے ہمارے لئے لے رہے ہو؟

سبب کیا ہے؟

رونے کی بات ہے' ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ رونے کی بات یہ ہے کہ ہمارے گناہوں نے ہم کو اتنا بزدل کر دیا ہے کہ ہماری نظر زمین کی سطح سے اوپر نہیں اٹھتی اور زمین کی سطح سے جب اوپر نہیں اٹھتی تو پھر لامحالہ ہمیں روس کے ٹینک اور ہندوستان کی فوجیں نظر آتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح مکہ کے قریشیوں کو ابرہہ کے ہاتھی نظر آتے تھے۔ وہ سوچتے تھے ہم ان ہاتھیوں کا مقابلہ کیسے کریں؟

آسمان سے رحمت کی برکھا برسی۔ رب کائنات نے محمد رسول اللہ ﷺ کو کائنات میں رحمت بنا کے بھیجا۔ دنیا کے اندر انقلاب آ گیا۔ پہلے دن ہی جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی' آپ کی اس کائنات میں تشریف آوری ہوئی' ایران کے آتش کدوں میں ہزاروں سال سے جلنے والی آگ بجھ گئی کہ آج ماں کے گھر دلیر بچہ پیدا ہوا ہے۔ دنیا کے اندر انقلاب آ گیا۔ پھر وہی بزدل قوم جس کو کبھی یمن والے لوٹتے تھے اور کبھی ہیرہ والے' جس پر کبھی غزا منہ اپنا حکم چلاتے تھے اور کبھی رومیوں کے ادنیٰ غلام' وہی قوم اس قدر طاقت ور بن گئی کہ اپنے سامنے مکہ کے عظیم لشکر کو کھڑا دیکھتی ہے اور ان کا سپہ سالار مکہ کا ناصی گرامی پہلوان' عرب کا نامور شاہسوار' مکہ کی فوجوں کا کمانڈر' سینہ تانے گردن اٹھائے اپنی صفوں کو درست کرتا ہوا نکلتا ہے۔

اس طرف سے چودہ اور پندرہ سال کے بچے اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کی کیا حیثیت ہے؟

اور ایک بچہ جناب عبدالرحمان کے دامن کو تھام کے کہتا ہے'' چچا ابوجہل کے متعلق تو

ہمیں بتلاناوہ کون ہے' ہمیں اس کی ذرا شکل تو دکھاؤ؟''

فرمایا میں نے تعجب سے ابھی بچے کی طرف دیکھنے کا ارادہ کیا کہ دوسری طرف سے میرے دامن کو ایک اور نے پکڑ لیا۔

اس نے کہا'' ہاں ہاں ہمیں خبر دو کہ ابوجہل کونسا ہے؟''

فرمایا اس طرف دیکھا چودہ سال کا بچہ' اس طرف دیکھا پندرہ سال کا بچہ۔ میں نے کہا '' بھتیجو تم کیوں پوچھتے ہو؟''

کہا'' ہماری ماں نے ہمیں بتلایا ہے کہ ابوجہل وہ ہے جو کائنات کے شہنشاہ کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ جو حضور کو برا کہتا ہے۔''

افرعہ تیری قبر پہ رب کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ تو نے کیسے شیروں کو جنم دیا ہے۔ عبدالرحمان فرماتے ہیں'' بیٹو ٹھیک ہے تمہاری ماں نے تم سے یہ کہا ہے۔ لیکن اگر تمہیں اس کا علم ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟''

کہنے لگے'' چچا یہ نہ پوچھو۔ تم ہمیں صرف بتلا دو کہ وہ کونسا ہے؟''

فرمایا'' میں نے اپنے گھوڑے پہ سوار' عرب کے نامور بہادر' مکہ کی فوجوں کے کمانڈر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ابوجہل ہے۔''

کہا میری زبان سے لفظ بعد میں نکلے' بچے پہلے دوڑ گئے۔ میدان گردوغبار سے اٹ گیا اور جب میدان سے گردوغبار چھٹا' میں نے دیکھا کہ دونوں پیدل بچوں نے گھوڑے پہ سوار ابوجہل کو نیچے کھینچ رکھا ہے۔ اس کی گردن کٹ چکی اور دونوں بچوں کی تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے اور ایک کہتا ہے دشمن رسول کو میں نے قتل کیا ہے۔ دوسرا کہتا ہے اس کی گردن کو میں نے قلم کیا ہے۔

لوگو! وہ کون سا جذبہ تھا جس نے ان چھوٹے چھوٹے بچوں کے اندر بجلیاں بھر دیں؟

اور محمد رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ افرعہ تیرے نصیبے کا کیا کہنا کہ تیرے بچے اس جنگ میں شریک ہوئے جس جنگ کے سارے شرکاء کو اللہ نے جنت کی بشارت عطا فرما دی ہے۔

وہ کون سا جذبہ تھا؟ کون سی بات تھی؟

ایک اور روایت کے اندر آیا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ابوجہل کی گردن جب کٹنے لگی تھی تو اس نے افسوس کے ساتھ کہا ''ہائے میں ان لوگوں کے ہاتھوں مارا جارہا ہوں جن کو لڑنے کا طریقہ بھی نہیں آتا تھا۔''

یہ وہ لوگ تھے جو لڑنا نہیں جانتے تھے' کمزور تھے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے معاشرے کو گناہوں سے پاک کیا۔ انہیں جرائم سے روکا' ان کی روحوں کو بالیدگی بخشی' ان کے دلوں کو پاک کیا' ان کی نگاہوں پر پہرے بٹھائے' ان کے خیالات پر قدغنیں عائد کیں' انہیں دنیاوی لذتوں سے ہٹا کے اخروی لذتوں کا مزا عطا کیا۔ پھر یہ دنیا کی بزدل ترین قوم دنیا کی سب سے بہادر قوم بن گئی۔ پھر کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ جن سے مقابلہ ہو رہا ہے وہ بڑے لوگ ہیں یا ان کی تعداد زیادہ ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک کے اندر بھی ایک وقت ایسا آیا کہ انہی عربوں کے اوپر اسی طرح حملہ ہوا جس طرح ان کے آباؤ اجداد پہ حملہ ہوا تھا۔ جس طرح ان کے باپ دادا پہ مکہ میں حملہ ہوا اسی طرح ان کے اوپر مدینہ طیبہ میں حملہ ہوا۔ دشمن اس وقت ہاتھی لے کر آیا تھا اور آج اپنا سب سے بڑا لشکر لے کے آیا اور آپ پڑھے لکھے لوگ سن کر حیران رہ جائیں کہ پوری دنیا کی تاریخ میں اور آج اس واقعے کو چودہ سو برس گزر گئے ہیں' لاکھوں کی تعداد میں ہر ملک کے پاس فوجیں ہیں' آج تک تاریخ کے اندر بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ اتنی چھوٹی بستی پر اتنے بڑے لشکر نے کبھی حملہ کیا ہو۔

اس وقت مدینہ طیبہ کی کل آبادی پانچ چھ ہزار آدمیوں پر مشتمل تھی اور حملہ آور چوبیس ہزار کا لشکر جرار لے کے آئے تھے۔ رحمت کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اور ان یہودیوں کو جن سے آپ کا معاہدہ تھا کہ ہم پہ حملہ ہوا تو تم ہماری مدد کو نکلو گے' تم پہ حملہ ہوا تو ہم تمہاری مدد کے لئے نکلیں گے' حکم دیا کہ دشمن کے مقابلے کے لئے نکلو۔ لوگ نکلے۔ مدینہ کے دروازوں پہ پہنچے تو تعداد کو گنا گیا۔ تین ہزار آدمی۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی جن کا حضور سے معاہدہ تھا۔ اور مقابلے میں چوبیس ہزار۔ مسلمان بے سرو سامانی کا شکار تھے۔ سرورِ گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے ساتھیوں کی تعداد کو دیکھتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم کھسک رہے ہیں۔ یہودیوں نے جب یہ سنا کہ چوبیس ہزار کا لشکر آیا

ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم کیوں مارے جائیں؟

ہم ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ انہوں نے کہا کہ اب مسلمانوں کو دنیا کی کوئی طاقت ان کافروں سے نہیں بچا سکتی۔ ہم کیوں ان سے دشمنی اختیار کریں؟

بارہ سو اور بعض روایات میں آیا ہے تیرہ سو بھاگ نکلے۔ جتنی تعداد تھی سارے کھسک گئے۔ نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ السلام کے کل سترہ سو ساتھی آپ کے ساتھ باقی رہ گئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو کہا بیٹھ جاؤ۔

سارے صحابہؓ بیٹھ گئے۔ نبی رحمت نے ان پہ نگاہ ڈالی۔ آپ نے فرمایا ''ساتھیو! تم میں سے بھی جو پلٹنا چاہے پلٹ جائے' میری طرف سے اجازت ہے۔ جو لوٹنا چاہے لوٹ جائے۔ ایک نے جرأت کر کے پوچھا آقا ہم اگر پلٹ گئے تو کیا ہوگا' آپ کیا کریں گے؟''

ہائے ہائے! قائد ہو تو ایسا' کمانڈر ہو تو ایسا' بہادر ہو تو ایسا۔

جن کے کمانڈر کے منہ سے یہ بات نکلے کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے' اس کی فوج نے کیا لڑنا ہے؟ جس کمانڈر کا حال یہ ہو

عربی کا ایک شعر ہے

اسد علي وفي الحروب نعامة

دشمن کے مقابلے میں شتر مرغ اور میرے مقابلے میں شیر۔

دشمن کے سامنے جاتے ہیں تو مونچھیں نیچی' ہمارے سامنے آتے ہیں تو مونچھیں اونچی۔ ہم کو کیوں ڈراتے ہو؟ ہم تو پہلے ہی ڈرے ہوئے لوگ ہیں۔ مولوی تو بے چارے پہلے ہی مارے ہوئے ہیں۔ ان کو کیوں مارتے ہو؟

بہادری ہے تو دشمن سے لڑو۔ اندرا گاندھی زندہ تھی۔ حملے کا خطرہ پیدا ہوا۔ ڈر تھا کہ حملہ ہو جائے گا۔ اخباروں نے بھی چھاپا کہ پندرہ نومبر تاریخ مقرر ہو گئی ہے۔ ہر روز اس کو مالش کرتے تھے نہیں ہمارے تو اس کے ساتھ بڑے تعلقات ہیں' ہم تو لڑنا چاہتے ہی نہیں۔ ہم تو بالکل صلح کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اور منافقت کا یہ حال ہے جب مر گئی تو اتنے لمبے چوڑے بیان اخبارات میں چھپے ہیں جس طرح ان کی پھوپھی فوت ہو گئی ہے۔ بڑا افسوس کیا ہے۔ ہمیں بڑا غم ہے' بڑا دکھ ہے۔ سارے لوگوں کے بیان اخبار میں چھپے ہیں۔ اور میں ہنسا

کرتا ہوں اور تو اور جماعت اسلامی کے میاں طفیل صاحب ہیں' ان کا بیان بھی مصورہ سے چھپ گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں بھی بڑا افسوس ہوا ہے۔ میں نے کہا بھئی آپ کو کیا افسوس ہوا ہے؟

وہ کون سی قربانی کی کھال تھی جو جمع کروایا کرتی تھی' اب نہیں آئے گی۔ ہمیں تو کوئی افسوس نہیں۔ اچھا ہوا مرگئی ہے' جان چھوٹی ہے۔ اندر سے یہ لوگ خوش ہوئے ہیں کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔

ہماری قوم کا عجب حال ہوگیا ہے۔ فیضِ جب تک زندہ تھا' گالی دیتے تھے۔ منکر خدا ہے' کافر ہے' مرتد ہے' جب مرگیا اس کے ایڈیشن چھپ رہے ہیں۔ اس قوم کا عجب حال ہے۔

او محمد رسول اللہ ﷺ بہادروں کے بہادر' دلیروں کے دلیر' شجاعوں کے شجاع اور کائنات نے چشم فلک نے کبھی اتنا بہادر نہیں دیکھا جتنا رب نے میرے محمد ﷺ کو بہادر بنایا تھا۔ زندگی میں رحمت کائنات کی زبان اقدس سے کبھی بزدلی کی بات نہیں ہوئی' کبھی منافقت کا کلمہ نہیں کہا۔ مکہ میں رہتے ہوئے لوگوں نے کہا تھا آیئے کمپرومائز کرلیں۔ کچھ دن آپ ہمارے خداؤں کو مان لیں' کچھ دن ہم آپ کے خدا کو مان لیں گے۔ عرش والے نے کہا

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ (الکافرون:۱'۲)

جاؤ تم کافر ہو۔ میں تم کو مسلمانوں کی صف میں کھڑا ہوتے ہوئے دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ میں تم سے صلح کرلوں؟

منافقت کیا ہے؟

یا کھل کے کہو ہم ایسے ہیں یا کھل کے کہو ہم ویسے ہیں۔ سیدھی بات کرو۔ ہم کو ڈبویا ہے تو گناہوں کی کثرت نے اور اسی کی وجہ سے ہمارے اندر منافقت آئی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ' ان کی شجاعت کا کیا کہنا۔ سرور کائنات کے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے کائنات کے امام کو دیکھا ہے' رحمت کائنات کی بہادری کا عالم یہ تھا جب جنگ زور پہ ہوتی' جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہوتے' بہادران کی تپش کو برداشت نہ کرتے ہوئے پیچھے پلٹ جاتے' ہم امام کائنات کو دیکھتے کہ وہ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اتنے بہادر اور حدیث کے الفاظ ہیں کہ ایک جنگ میں ...... غزوہ حنین میں ...... جب دشمن تاک لگا

کے بیٹھا ہوا تھا۔ پتھروں کی اوٹ میں پہاڑیوں کی اوٹ میں تاک لگا کے بیٹھا ہوا۔ مسلمان بے خیالی کے عالم میں آگے بڑھتے گئے۔ ان کو اندازہ نہیں تھا کہ دشمن گھات لگا کے بیٹھا ہوا ہے۔ رحمت کائنات ساتھ ہیں لیکن یہ پتہ نہیں دشمن نے گھات لگائی ہوئی ہے۔

ایمان ہو تو بڑے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے فرمایا ہٹ جاؤ محمد (ﷺ) اکیلا دشمنوں کا مقابلہ کرے گا۔ محمد (ﷺ) پلٹنے والا نہیں۔ تم نے کیا سمجھا ہے میں بھاگ جاؤں گا پشت دکھاؤں گا؟ نہیں۔ دنیا دیکھے گی کہ محمد (ﷺ) اکیلا لڑ رہا ہے۔ لیکن قوم پھر تیار ہو چکی تھی۔ سعد بن ابی وقاصؓ اٹھے کہا آقا ہم موسیٰ کی قوم نہیں ہیں جو کہیں

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔ (المائدہ:۲۴)

''جایئے آپ لڑیں آپ کا خدا لڑے ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔''

ہم تو وہ ہیں آپ کا اشارہ ابرو ہو' آپ حکم دیں پہاڑ کی چوٹی سے چھلانگ لگا دو' لگا دیں گے۔ یہ نہیں پوچھیں گے کہ حکم کیوں دیا ہے۔ آپ کہئے کہ سمندر کے سینے کو چیر دو' چیر دیں گے۔ یہ سوال نہیں کریں گے کہ آپ نے ارشاد کیوں کیا ہے؟ حضور کا چہرہ دمک اٹھا۔ فرمایا ساتھیو پھر اٹھو اور یاد رکھو دشمن اپنی قوت و طاقت و تعداد پہ بھروسہ کر کے آیا اور محمد (ﷺ) خدا کی ذات پہ بھروسہ کر کے آیا ہے۔

اِنَّ وَلِیِّ َ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ (الاعراف:۱۹۶)

آج یہ بات کہاں ہے؟ آج ہم ۔

''ہم'' پائمال و خوار پریشان و درد مند

سبب کیا ہے؟ سبب یہ ہے کہ ہر وہ گناہ جس سے محمد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو روکا' جس سے رب نے ہم کو روکا' ہم نے اس گناہ کو اپنی زندگی کا وطیرہ اور جزو بنا لیا ہے۔ پھر دشمنوں کی تلوار سے ہم نہیں ڈریں گے تو اور کون ڈرے گا؟

او سکھ دلیر ہیں۔ اس ملک کے اندر رہتے ہوئے اندرا گاندھی کو مارا۔ اب اس کے بیٹے کو مارنے کی سوچ رہے ہیں۔ کل کے اخبار میں آیا ہے بڑی مشکل سے بچا ہے اور سکھوں نے کہا ہے چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ سمجھتے ہیں کہ انتخاب سے تو یہ نہیں جائے

گا' کوئی اور ہی بندوبست کرو اور یہ عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو قوم کی گردنوں پر جبراً مسلط رہنا چاہتے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔ (آل عمران:۱۳)

تو میں یہ کہہ رہا تھا آج ہم دیکھیں کہ اللہ تو قرآن میں کہتا ہے

مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (الانبیاء:۱۰۷)

اے میرے محبوب ہم نے تجھ کو کائنات کی رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ اور وہ کائنات کی رحمت کیا تھی؟

کہ اس نے لوگوں کے جسموں کو پاک کیا' لوگوں کی نگاہوں کو پاک کیا' لوگوں کے دلوں کو پاک کیا۔ انقلاب ایسا پیدا کیا کہ ایک آدمی گناہوں کے اندر غرق حضور کے پاس پہنچا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اسلام لے آؤں تو کیا میرے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے؟

آپ نے فرمایا: ان الاسلام لیهدم ما قبله

تم اسلام لے آؤ۔ اللہ کا حکم ہے کہ اسلام اس طرح گناہوں کو مٹا دیتا ہے جس طرح انسان نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

اس نے کہا ''اللہ کے حبیب میرے گناہ تو اتنے زیادہ ہیں کہ شاید سمندروں کا پانی اتنا نہیں ہوگا جتنے میرے گناہ۔''

آپ نے فرمایا ''کوئی بات نہیں تو اسلام لے آ۔ اللہ تیرے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔''

اسلام لے آیا۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ اس نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایک نماز پڑھی۔ ہم ہزاروں پڑھتے ہیں اور قرآن بھی پڑھتے ہیں کہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ (العنکبوت:۴۵)

کہ نماز بے حیائی سے' برائی سے روکتی ہے۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں باقی سارے کام بھی کرتے ہیں۔ پھر معنی کیا ہے؟ قرآن کی بات غلط نہیں ہماری نماز غلط ہے۔ ہماری نماز پڑھی ہی نہیں گئی۔

اس نے ایک نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کے اس نے کہا ''اللہ کے حبیب؟''

آپ نے فرمایا ''کیا بات ہے؟''

اس نے کہا ''آپ نے کہا ہے کہ پچھلے سارے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اللہ کے رسول اسلام کے بعد بندہ جو گناہ کرے؟''

''یارسول اللہ مجھے تو گناہوں کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے گناہ نہ ہو جائیں۔''

فرمایا ''خلوص دل سے اسلام قبول کیا ہے؟''

اس نے کہا ''ہاں یارسول اللہ۔''

فرمایا ''میرے پیچھے نماز پڑھی ہے؟''

اس نے کہا ''ہاں اللہ کے حبیب۔''

فرمایا ''جاؤ اگر تو نے خلوص دل سے اسلام قبول کیا ہے اور محبت سے میرے پیچھے نماز پڑھی ہے اب اللہ تجھ کو گناہ کی توفیق ہی نہیں دے گا۔''

اس نے کہا ''حضور مجھے پھر کوئی کام لگائیے۔''

آپ نے فرمایا ''تو پہلے کیا کرتا تھا؟''

کہا ''میں ڈاکے مارا کرتا تھا۔''

آپ نے فرمایا ''جا پھر ہمارے لئے ڈاکہ مار کے آ۔''

اس نے کہا ''یارسول اللہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

آپ نے فرمایا ''میں سچ کہہ رہا ہوں۔''

کہا ''اللہ کے حبیب کیا معنی؟''

فرمایا ''ہمارے مظلوم ساتھی مکہ میں ایمان کی وجہ سے قید ہیں۔ جا رات کو نقب لگا ان کو چھڑا کے لا۔''

مکہ میں گیا۔ رات کو چھپ چھپا کے پتہ کیا کہ مسلمان کہاں قید ہیں؟ پتہ لگا فلاں گھر میں قید ہیں۔ رات کے پچھلے پہر مسلمانوں کو نکالنے کے لئے اس دیوار کو نقب لگا رہا ہے۔ اچانک ایک عورت گھر سے نکلی۔ یہ خوبصورت لمبا تڑنگا چھ ساڑھے چھ فٹ کا اونچا لمبا جوان۔ اس عورت نے اندھیرے میں اس کو پہچان لیا کہ یہ وہی ہے۔ اس کے ساتھ تعلقات تھے۔ وہ

بھاگی ہوئی آئی۔ کہنے لگی "تم ہم کو چھوڑ کے کہاں چلے گئے؟"

اس پرانی آشنا عورت کو دیکھا اور نبی کا چہرہ سامنے آ گیا۔ عورت بھاگی ہوئی آئی۔ یہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے کہا "اتنے دنوں بعد ملے ہو اور دور ہٹ رہے ہو؟"

اس نے کہا "بی بی اپنے جسم کو پیچھے کر لے۔"

اس نے کہا "کیا ہوا؟"

اس نے کہا "اب میرے ہاتھوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ کو چھو لیا ہے۔ اب یہ گناہوں کی طرف نہیں بڑھ سکیں گے۔"

لوگوں کے اندر کس طرح کی طہارت اور کس طرح کی پاکیزگی پیدا ہوئی اور انہیں محمد رسول اللہ ﷺ سے کتنی محبت' کتنی عقیدت اور کتنا پیار تھا۔ آج ہماری بھی عقیدت ہے۔ ابھی مولانا حافظ عبداللہ صاحب بڑے ناراض ہو رہے تھے۔ جلوس نکالتے ہیں' ہار پہنتے ہیں اور مولوی حضور کی ولادت کی خوشی میں چھکڑوں پہ اسی طرح لادے جاتے ہیں جس طرح پٹھے لادے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ جو کسی کے دل میں آئے وہ کرے ہم کو کیا ہے

"اپنی" بلا سے بوم بسے یا ہما رہے

ہم کیا کر سکتے ہیں بھائی؟ لیکن اتنا سوال ضرور کرتے ہیں کہ لوگو کیا نبی کی محبت اس میں ہے کہ ہار پہنے جائیں' چمٹے بجائے جائیں' سوانگ بھرے جائیں یا نبی کی محبت اس بات کا نام ہے کہ بیٹا بھی میدان جنگ میں' بھائی بھی میدان جنگ میں' باپ بھی میدان جنگ میں' شوہر بھی میدان جنگ میں اور خود راستے پہ کھڑی رب کی بارگاہ میں ننگی زمین پہ سجدے کر رہی ہے۔ اللہ اسلام کی آبرو رکھ لے۔ ایک جوان احد کے میدان سے آیا دینار یہ کو دیکھا' دینار یہ جلدی سے پردہ کر کے اٹھ کے کھڑی ہو گئیں۔ بوڑھی عورت تھیں۔ سوار رک جا۔ میدان جنگ کی کیا خبر ہے؟

اس نے دینار یہ کو دیکھا' پہچان لیا۔ اپنی گردن کو جھکا لیا۔ کہا ماں تیرا باپ شہید ہو گیا ہے۔ تڑپ اٹھی۔ کہا میں نے اپنے باپ کا تو نہیں پوچھا تھا۔ میں نے پوری کائنات کے باپ کا پوچھا تھا' محمد عربی ﷺ کا کیا حال ہے؟ میرے باپ کا کیا ہے اگر امت کا باپ بچ تو

گیا' میرے باپ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس نے کہا الحمد للہ رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں۔ پھر سجدہ شکرانہ میں گر گئی۔

ایک سوار اور آیا پھر پوچھا کیا خبر ہے؟

کہا تیرا بھائی بھی شہید ہو گیا ہے۔

کہا میرے بھائی کی کیا بات ہے' مجھے سرور کائنات کا بتلاؤ کہ ان کا کیا حال ہے؟

کہا الحمد للہ وہ خیریت سے ہیں۔

پھر ایک آیا۔ اس نے کہا ماں تیرا بچہ بھی احد کے میدان میں شہید ہو گیا ہے۔ ماں تھی' دل پر چوٹ پڑی۔ کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کا نہیں پوچھا تھا۔ میں نے تو آمنہ کے لال کا پوچھا تھا۔

پھر ایک آنے والا آیا۔ کہا کیا خبر ہے؟

کہا ماں تیرے سر کا تاج بھی تجھ سے چھن گیا ہے۔ خاوند کی شہادت کی خبر سنی دل پہ چوٹ پڑی کہ آج سر کا سائیں نہیں رہا۔ جلدی سے اپنے آنسو پی گئی کہ کہیں رب ناراض نہ ہو جائے۔ کہا میرے سر کا سائیں نہیں رہا تو کوئی بات نہیں۔ مجھے امت کے سائیں کی بتلاؤ کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟

کہا! ماں دشمن پلٹ چکا ہے۔ اللہ نے دشمن کو خائب و خاسر کیا' وہ لوٹ چکا ہے' سرور کائناتؐ خیریت سے ہیں۔ کہنے لگی یا اللہ اگر یہ چاروں قربانیاں تیری راہ میں قبول ہو جائیں' سرورِ کائناتؐ پر کوئی آنچ نہ آئے تو مجھ کو کوئی غم نہیں ہے۔

کہاں ہیں محبت کے دعوے؟

محبت؟ خالی خولی اور پھر اگر ذرا خطرے کی بات ہو تو اللہ کے فضل و کرم سے مولوی بھاگنے میں سب سے آگے۔ لوگوں کو مروانے کے لئے لوگوں کے بیٹے آگے مولوی پیچھے۔ بھاگنے کا وقت آئے لوگ پیچھے مولوی آگے۔ ہماری کیفیت یہ ہے۔ اس کا نام محبت ہے؟

کعبے کے رب کی قسم ہے یہ ساری بزدلی اور گرد و پیش کے سارے حالات' ہمارے ملک کو درپیش جتنی کٹھنائیاں ہیں اس کا سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک اور آپ کی ذات والا صفات سے عملی محبت کرنے کا طریقہ نہیں

سیکھا۔ ہم کو دنیا پیاری ہے۔ سرور کائنات کا نام ہم نے صرف اظہار کے لئے اور صرف مظاہرے کے لئے رکھا ہوا ہے۔

ان المحب لمن یحب لمطیع

محبت ان کو ہوتی ہے جو اپنے محبوب کی کہی ہوئی بات سے ایک انچ پیچھے ہٹنا گوارہ نہیں کرتے۔ مر جاتے ہیں لیکن کہتے ہیں جہاں محبوب نے کھڑا کیا ہے اس جگہ سے ہٹنا گوارہ نہیں ہے۔

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ امام ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں جو سرور کائنات کی سیرت پہ لکھی ہیں ان میں لکھا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میدان احد میں تشریف لے گئے۔ دشمن کے حملوں کا سارا زور نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک حضور موجود ہیں مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ یا ان کے قدموں کے اندر ڈگمگاہٹ پیدا نہیں کی جا سکتی۔ حضور کو نقصان پہنچانے کے لئے سارا زور لگایا۔ بڑھ بڑھ کے حملے کرتے رہے۔ نبی رحمت نے یہ عالم دیکھا۔ آپ نے مسلمانوں کو خطاب کیا۔ فرمایا

مسلمانو! کون ہے جسے محمد (ﷺ) اپنی تلوار دیتا ہے۔ وہ مجھ سے عہد کرے کہ جیتے جی مجھ تک دشمن کو نہیں پہنچنے دے گا۔ جب تک زندہ رہے گا' میرے دروازے پہ پہرہ دے گا۔

ایک دبلے پتلے سے آدمی زیاد بن سکن اٹھ کے کھڑے ہوئے۔ عرض کی آقا میں آج آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں جب تک زندہ رہوں گا آپ کے خیمے کے دروازے سے نہیں ہٹوں گا۔ حضور نے دیکھا یہ کمزور آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر کہا پھر وہی اٹھا' پھر کہا پھر وہی اٹھا۔ آپ نے اپنی تلوار اسے دے دی۔ فرمایا دیکھنا وعدہ کیا ہے' اس کو پورا کرنا۔ اس نے کہا اللہ کے حبیب وعدہ نبھاؤں گا۔ حدیث میں آیا ہے دشمن نے سارا زور نبی کے خیمے پر حملوں میں لگا دیا۔ ہر حملہ آتا زیاد اسے اپنے سینے پہ روکتے۔ جسم پہ بہتر زخم لگے۔ ایک دو تین چار نہیں بہتر زخم۔ کہنا بڑا آسان اور کھانا بڑا مشکل۔ دودھ پینے والے مجنوں تو بہت ہوتے ہیں خون دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ بہتر (۷۲) زخم لگے۔ حدیث میں آیا ہے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ طلحہؓ و زبیرؓ آگے بڑھے' جلدی سے اٹھایا کہ زخمیوں کے خیمے میں لے

جائیں۔ اٹھاتے ہوئے ہوش آ گیا' آنکھیں کھول دیں۔ فرمایا کیا بات ہے؟

کہا زیاد تم بہت زخمی ہو۔ بے ہوش ہو کے گر پڑے۔ ہم تمہیں زخمیوں کے کیمپ میں لے جانا چاہتے ہیں۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگے نہیں مجھ پہ رحم کرو۔ مجھ کو زخمیوں کے کیمپ میں نہ لے جاؤ۔ مجھ کو حضور کے خیمے کا سہارا دے کے کھڑا کر دو۔ کہنے لگے کیا کہتے ہو؟

کہا یہی کہتا ہوں۔ مجھ کو نبی کے خیمے کی طناب کے سہارے کھڑا کر دو کہ میں نے اپنے آقا سے وعدہ کیا ہے' جیتے جی آپ کے خیمے سے نہیں ہٹوں گا اور ابھی میری زندگی کے سانس باقی ہیں۔ کہا تم زخمی ہو۔ کہا کچھ ہو جب تک میں زندہ ہوں نبی کے دروازے سے ہٹنا گوارہ نہیں ہے۔ اصرار۔ انکار۔ آخرش ان کی درخواست اتنی غالب ہوئی کہ سہارا دے کے کھڑا کر دیا۔

حدیث میں آیا ہے کہ پھر تیر برسے' پھر تلواریں چلیں' پھر نیزوں کے زخم آئے' پھر زخم لگے۔ بانوے زخم لگے۔ جب ترانواں زخم لگا' منہ سے چیخ نکلی اور گر پڑے۔ چیخ کی آواز رحمت کائنات کے کانوں تک پہنچی۔ خیمے سے بھاگے ہوئے باہر نکلے۔ دیکھا کہ زیاد کے جسم پہ زخم لگنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اتنے زخم لگے ہیں کہ اب وہاں کوئی زخم لگنے کی جگہ بھی باقی نہیں رہی ہے۔ آخری لمحات اور زیاد تیری محبت کا کیا کہنا اور تیرے نصیبے کا کیا کہنا۔ حضور نے جلدی سے زیاد کے سر کو اٹھایا۔ خود ننگی زمین پہ بیٹھے اور اسے اپنی گود میں رکھ لیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں جب دیکھا کہ سر سے لے کر پاؤں تک ہر جگہ سے خون ٹپک رہا ہے' آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (التوبہ:۱۲۸)

میں نے اتنا مہربان نبی تم میں بھیجا ہے کانٹا تمہارے پاؤں میں چبھتا ہے' ٹیس اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اتنا مہربان اور مشفق نبی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکے' زیاد کے چہرے پہ گرے۔ گرم گرم قطروں نے آبِ حیات کا کام کیا۔ آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ سامنے سرور کائنات ﷺ کا چہرہ ہے۔ آنکھیں پھر بند کیں' پھر کھولیں کہ کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ حضور کا چہرہ سامنے ہے۔ حضورؐ نے زیاد کی آنکھوں کو کھلا ہوا دیکھا۔ پیار سے اپنے دست مبارک کو اٹھایا' حضرت زیاد کی آنکھوں پہ رکھا کہ زخمی کو دیکھنے میں بڑی

دقت و دشواری ہوتی ہے۔ زیاد نے اپنی نحیف آواز میں اپنے آقا سے گزارش کی آقا جاتے ہوئے اپنی زیارت سے محروم تو نہ کیجئے۔ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن جب رب پوچھے کہ کیا کرتا ہوا آیا اور دنیا میں آخری نگاہ کس پہ پڑی تو میں کہوں گا کہ محمد ﷺ سے وعدے کو نبھاتا ہوا آیا اور جس پہ نگاہ پڑی وہ تیرے محبوب کا چہرہ تھا۔ اس سعادت سے محروم تو نہ کیجئے۔ رحمت کائنات نے ہاتھ اٹھا لیا۔ زیاد عرض کرنے لگے آقا آخری لمحے ایک بات کی گواہی تو دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا زیاد کیا بات ہے؟

کہنے لگے یا رسول اللہ! قیامت کے دن یہ گواہی دیجئے گا ناں کہ میں نے آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا تھا۔ دیکھ لیجئے جیتے جی تو آپ کے خیمے سے نہیں ہٹا ہوں۔ جب تک زندگی میں سانس کی آمد و رفت باقی تھی میں آپ کے دروازے پہ کھڑا رہا' ڈٹا رہا۔ حضور نے فرمایا زیاد تو خوش ہو جا کہ تو نے بھی اپنے وعدے کو پورا کیا اور محمد کا رب بھی اپنے وعدے کو پورا کر رہا ہے۔ یہ کہا اور زیاد کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضور نے پیار سے زیاد کا سر زمین پر رکھا۔ صحابہ کا جمگھٹا' آنکھوں میں آنسو' اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ساتھیو! تم نے میرے محب کا آخری وقت دیکھا ہے؟

صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ دیکھا ہے۔ فرمایا تمہیں کیا معلوم ہے کہ جبرائیل نے آ کے مجھے خبر دی' رب نے حجابات اٹھائے اور میں نے دیکھا کہ زیاد کی روح کے استقبال کے لئے اللہ نے جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دیا ہے۔

محبت کا معنی یہ ہے کہ نبی محترم رسول معظم سرور عالم ﷺ سے عملی طور پر ہو۔

کیا؟

اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا جائے' اپنے آپ کو طاہر اور پوتر بنایا جائے' قرآن کا پڑھنے والا' محمد ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے والا۔ یہ ہے نبی کی سیرت کا معنی اور یہ ہے نبی کی محبت کا معیار۔ یہ کوئی محبت نہیں کہ ہم نعرے بلند کر لیں' ہم دعوے کر لیں لیکن سرور کائنات کی بات آ جائے تو پھر کہیں کہ بات تو حضور کی بھی سچی لیکن اپنے امام کی بات کو کیا کہوں۔ محبت کرنے والا اپنے محبوب کے مقابلہ میں ساری کائنات کے لوگوں کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی دیکھے تو پھر وہ کیا محبت ہے؟

یہ تو ہر جائی پن ہے کہ آدمی جس سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کی طرف بھی دیکھے اور دوسرے کی طرف بھی دیکھے۔ اس کو ہر جائی کہتے ہیں۔ محبت اس کا نام نہیں ہے۔ محبت اس کا نام ہے کہ جی ایک سے لگایا جائے' من میں ایک کو بسایا جائے' بات ایک کی مانی جائے۔ ساری کائنات کو اس کے مقابلہ میں ٹھکرا دیا جائے۔

اور سن لو!

اہل حدیث کا مسلک یہ ہے ہم نے محبت کا مرکز و محور بنایا تو مدینے والے کو اور عبادت کے لئے کسی ذات کو واحد ٹھہرایا تو عرش والے کو۔ عبادت عرش والے کے سوا کسی کی نہیں۔ کوئی کتنا بڑا آ جائے۔ چاہے پیر ہو' چاہے فقیر ہو' چاہے حکمران ہو' چاہے مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر ہو۔ گردن جھکے گی تو الہ العالمین کے سامنے جھکے گی اور کسی کے سامنے جھک نہیں سکتی ہے۔ رب کے سوا اور کسی کے سامنے گردن نہیں جھکے گی چاہے جتنے جی چاہے آرڈیننس نافذ کر لیں۔ گردن جھکے گی تو عرش والے کے سامنے اور فرمان مانا جائے گا تو مدینے والے کا۔ نہ فرمان اس کے سوا کسی کا مانا جا سکتا ہے نہ عبادت اس سے سوا کسی کی کی جا سکتی ہے۔

سن لو! یہی اہل حدیث کا عقیدہ ہے اور وہ اہل حدیث اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے کا حق نہ رکھے جو رب کی بارگاہ میں بھی گردن جھکائے اور کوئی بڑا ساہوکار آ جائے' تھانیدار آ جائے' حضور ہماری گردن آپ کے سامنے بھی خم ہے۔

سن لو! جھکنے والوں کی گردن جھکی ہے لیکن ہمارا وطیرہ یہ ہے کہ ہم نے گردنوں کو کٹانا روا جانا' گردنوں کو جھکانا جائز نہیں سمجھا ہے۔ وہ آدمی جو غیر اللہ کے سامنے اپنی گردن کو جھکا دے وہ بھی ہمارے خانوادے کا نہیں اور جو محمد ﷺ کے سوا کسی اور کو اپنے من میں بسا لے وہ بھی ہمارے خانوادے کا نہیں ہے۔ ہمارے خانوادے کا وہ ہے جس کے جی میں مدینے والا بستا ہے اور جس کی پیشانی صرف کعبے والے کے سامنے جھکتی ہے۔ نہ کعبے والے کے سوا پیشانی کسی کی بارگاہ میں جھکے' نہ دل میں اور کسی کی محبت آئے۔ یہ مسلک اہل حدیث ہے اور ہم ساری کائنات کو دعوت دیتے ہیں کہ

آؤ! اگر محبت اس کا نام ہے کہ حضور کی یاد میں جلوس نکالے جائیں تو ہم نکالنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن محبت کا معیار میں اور تو نہیں۔ تیرے اور میرے نزدیک نبی سے سب سے

زیادہ محبت کرنے والا وہ تھا جس کو نبی نے اپنے ہاتھ سے اپنے مصلی امامت پہ کھڑا کیا تھا اور جس کے متعلق نبی نے خود کہا تھا کہ کائنات میں مجھے اس سے زیادہ عزیز کوئی نہیں اور میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہوں۔ اگر اس نے نبی کی محبت میں جلوس نکالا ہے کعبے کے رب کی قسم ہے تم سارے گواہ ہو' حوالہ تو نکال دے جلوس میں نکالنے کے لئے تیار ہوں اور اگر صدیق اکبرؓ جو نبیؐ کا سب سے زیادہ محبت کرنے والا' فاروق اعظمؓ جو نبیؐ کا سب سے زیادہ پیار کرنے والا' عثمان ذوالنورینؓ جو نبیؐ کی محبت میں ڈوبا ہوا' علی المرتضیٰؓ جو نبیؐ کے اشارہ ابرو پہ اپنا سب کچھ لٹانے والا تھا' انہوں نے اگر اس کو محبت نہیں جانا تو میں بھی اس کو محبت کا مظاہرہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ سانچے ہمارے بنے ہوئے نہیں ہیں سانچے مدینے کے بنے ہوئے ہیں۔

سن لو! تم نے دیسی ضابطے' بدیشی سانچے ڈھالے۔ ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم نے دین کو پرکھنے کے لئے سانچا بھی رکھا تو یا مکے کا رکھا ہے یا مدینے کا رکھا ہے۔ دین بھی مکے اور مدینے والا اور سانچہ بھی مکے اور مدینے والا۔ نہ دین ہندوستان کا نہ سانچہ ہندوستان کا۔ نہ ہندوستان کے دین کو ہم مانتے ہیں نہ ہندوستان کے سانچے کو ہم مانتے ہیں۔

سن لو! ہم کو منوانا ہے تو مدینے والے کی بات منواؤ یا عرش والے کی بات منواؤ۔ کعبے کے رب کی قسم ہے جو رب کا قرآن نہ مانے' جو مدینے والے کا فرمان نہ مانے' ہم اسے مسلمان نہیں سمجھتے اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مدینے والے پہ دین مکمل ہو گیا ہے اور مکمل اس کو کہتے ہیں جس میں رتی برابر اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اگر مدینے والے نے دین مکمل کیا تو جو کام تم کرتے ہو یا یہ دین کا نہیں یا مدینے والے کا دین مکمل نہیں۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یا کہو مدینے والے نے مکمل نہیں کیا تھا ہم نے مکمل کیا ہے اور اگر مدینے والے نے دین مکمل کیا اور اس نے یہ نہیں بتلایا تو یہ بات دین سے تعلق نہیں رکھتی۔

تو میں محبت کی بات کہہ رہا تھا کہ عرش والے نے کہا

ما ارسلنك الا رحمة للعلمين

کیا رحمت بنایا؟

کہ بزدلوں کو دلیر بنایا' گناہگاروں کو پاک بنایا اور کیسا پاک؟

ایسا پاک بنایا' ایسا پاک کیا کہ عرش معلیٰ کے قریب بسنے والے فرشتے بھی ان کی ملاقات کے لئے زمین پہ نازل ہوتے ہیں۔ ایسا پاک کیا۔ ان کے تذکرے آسمانوں پر۔ یہ زمین پہ چلتے ہیں اور عرش والا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (المؤمن:٧)

اے میرے نبی اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

اللہ کیا خوشخبری ہے؟

فرمایا میرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے جو فرشتوں کے سردار ہیں' ان کے دو کام ہیں۔ اللہ کیا کام ہیں؟

فرمایا ایک میری حمد و ثنا بیان کرنا' ایک تیرے ساتھیوں کی مغفرت کی دعا مانگنا۔ جن کی مغفرت کے لئے عرش کے اٹھانے والے فرشتے دعا کریں' ان کی بڑائی کا کیا کہنا۔

لوگو! یاد رکھو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس لئے کائنات کی رحمت تھے کہ آپ نے دنیا والوں کو گناہوں سے پوتر کیا' گناہوں سے دور کیا۔ انہیں اللہ کی بندگی کا' اپنی نظروں کا حفاظت کا' اپنے جسموں کی حفاظت کا' اپنی زبانوں کی حفاظت کا' اپنی عزتوں کی حفاظت کا درس دیا اور انہیں اس طرح کی بہادری' عزت' غیرت' حمیت عطا کی کہ وہ ساری کائنات کے امام بن گئے۔ آج بھی اگر ہم چاہیں کہ ہماری پستی بلندی میں تبدیل ہو جائے' ہمارے حالات سنور اور سدھر جائیں تو ایک ہی طریقہ ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم محمد کریم ﷺ کو رحمت کائنات بنا کر صرف اسی راستے کو اختیار کریں جو محمد ﷺ نے ہمارے لئے بیان کیا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

❃ ❃ ❃

سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب

احمدہ واصلی علی رسولہ الکریم○
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ○ (الاحزاب:۲۱)

جوانوں کو مری آہ سحر دے   پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو مری یہی ہے   مرا نور بصیرت عام کر دے

حضرات!

مجھے ۱۸ اپریل کے بعد منعقد کئے جانے والے ہر جلسے میں جا کر ایک ولولہ تازہ ملا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل وکرم سے ۱۸ اپریل کو اہل حدیث کی عزت کو سر بلند کرنے کے لئے موچی دروازے میں نبی کے اِن دیوانوں کا جو اجتماع منعقد ہوا تھا اس کے بعد سے اللہ کے کرم کی بارشیں کچھ اس طرح ہم پہ برسی ہیں کہ خیبر سے لیکر کراچی تک پہلی دفعہ میں نام رسول ہاشمی پر مار کھانے والے لوگوں کو سر اٹھا کے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

حقیقی بات یہ ہے کہ کل تلک اس ملک میں اہل حدیث اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہوئے شرماتے تھے۔ان کے اندر ہچکچاہٹ تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگ ہمیں ناروا طور پر اپنی تہمتوں کا شکار بنا کر لوگوں کی نظروں میں رسوا کرنا چاہتے ہیں اور اکابر علماء کرام کی محنتوں' میرے خطیب بھائیوں کی جدوجہد اور میرے ان جوان بیٹوں اور بھائیوں کی قربانی کے جذبے نے اللہ کے فضل وکرم سے اس بات کو پاکستان کی دیواروں سے منوایا' زمین سے منوایا' ہواؤں سے منوایا' فضاؤں سے منوایا' کہ اس دور میں اگر اہل حق کا کوئی قافلہ ہے تو وہ اہل حدیث کا قافلہ ہے۔اور یہ بات ہم نے کوئی جنگ سے حاصل نہیں کی' لڑائی سے حاصل

نہیں کی۔ یہ بات ہم نے اپنی یک جہتی' اپنے اتحاد' جمعیت اہل حدیث پاکستان کے جھنڈے تلے اپنے اکٹھ اور اجتماع اور اہل حدیث کے نونہالوں نے اہل حدیث یوتھ فورس کے پرچم کو تھام کر' قرآن اور سنت کے بیج اپنے سینوں پر لگا کر اور اللہ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کا جذبہ اپنے دلوں میں پیدا کر کے منوائی' پاکستان والوں کو بتلائی اور پاکستان والوں کو سمجھائی ہے اور اقبال نے اسی لئے کہا تھا

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

آج اللہ کا شکر ہے کہ میرے اہل حدیث جوانوں نے اپنی خودی کو صورت فولاد ثابت کر دیا ہے اور سیرت النبی ﷺ کے اس جلسے کے حوالے سے میں اپنے جوانوں کو اس مختصر سے وقت میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں۔

لوگو! سنو!

تمہارا قائد' تمہارا امام' تمہارا پیغمبر' تمہارا نبی' تمہارا ہادی' تمہارا مرشد وہ آدمی ہے کہ جس کے بارے میں ایک ہندو شاعر نے کہا تھا

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اور جس کے بارے میں کسی دوسرے شاعر نے کہا تھا کہ

مائیں جنتی ہیں ایسے بہادر خال خال

کہ چشم فلک نے اس سے زیادہ دلیر' اس سے زیادہ شجاع' اس سے زیادہ بہادر' اس سے زیادہ جانباز' اس سے زیادہ موت سے ٹکرا جانے والا اور کائنات کی طاقتوں کو اپنی نگاہوں میں نہ لانے والا ایسا انسان کبھی نہیں دیکھا ہے۔

مدینے کی بستی پر رات کی تاریکی میں کفار نے شب خون مارا۔ لوگ گڑ بڑا کر اٹھے گھوڑوں پر زینیں کسیں' اسلحے سے لیس ہوئے اور مدینے کی سرحدوں کی طرف بڑھے۔ جب وہ لوگ مدینے کے دفاع کے لئے مدینے کی سرحد کی طرف جا رہے تھے' آمنہ کا لال تن تنہا مدینے کی سرحد سے آ رہا تھا۔ لوگ حیران و ششدر رہ گئے' آقا! آپ کہاں سے آئے؟ کیا دشمن نے حملہ کیا؟

فرمایا ساتھیو! جاؤ تم جا کے آرام سے سو جاؤ۔ محمد (ﷺ) تمہاری حفاظت کے لئے اکیلا دشمنوں کو دیکھ آیا ہے۔

تم اس بہادر نبیؐ کی امت ہو' تم اس شجاع نبی کے ماننے والے ہو اور مجھے یہ بات کہنے کا حق حاصل ہے کہ آج اس بہادر نبی کے وارث روئے زمین پر اگر کوئی ہیں تو صرف اہل حدیث ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اوروں نے نبی کے بعد اپنی راہنمائی کے لئے اوروں سے رشتے استوار کر لئے اور ہم نے اوروں کے چہرے دیکھ کر اپنی آنکھوں کو بند کر لیا اور کہا

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

اللہ! ہم کو اس نگاہ کی ضرورت ہی نہیں ہے جو مصطفےٰ کے چہرے کو دیکھ کر کسی اور چہرے کی تلاش میں نکلے۔ ہم اس نگاہ کو چاہتے ہی نہیں ہیں۔ ہمارے لئے بس اس کا رخ زیبا کافی ہے جس کے لئے کہنے والے نے کہا تھا

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهك المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

اور اس کا چہرہ کہ جابر نے جس کے بارے میں کہا۔ ایک چاندنی رات میں چاند کے حسن میں محو' صحرائے عرب میں چھٹتی ہوئی چاندنی کے سحر میں مسحور' اپنے آپ کو عجب طرح کی کیفیات میں مبتلا پاتا تھا کہ چاندنی چھٹتی ہوئی' آسمان پہ چاند مسکراتا ہوا' ریگزار عرب کو سنہری لباس پہنائے ہوئے اس کی دلربائی نے' اس کی رعنائی نے' اس کی زیبائی نے مجھ کو جکڑ کر رکھ دیا۔ بے اختیار میرے قدم کچی چھت والی مسجد نبی کی طرف اٹھے۔ میرے قدم اس طرف بڑھے۔ میں بے اختیار مسجد طیبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور کیا دیکھا؟

دیکھا کہ صحن مسجد میں آمنہ کے یتیم نے سرخ چادر اوڑھی ہوئی ہے اور چہرہ' من وجهك المنير چہرہ دیکھا' دیکھتا رہ گیا۔ ایک دفعہ آسمان کے چاند کی طرف نگاہ اٹھی پھر پلٹی تو مدینے کے ماہ تمام پر پڑی اور بے اختیار ہو کے کہا' ''آقا! چاند کو بھی اگر حسن ملا ہے تو

تیرے چہرہ پر انوار سے ملا ہے"

ہم نے اس کا چہرہ دیکھا ہے۔ اس کا چہرہ کہ جس کے بارے میں حسانؓ نے کہا تھا

واحسن منك لم تر قط عيني
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرءا من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

آقا! میں تیرے چہرے کے حسن کو کیا کہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو رب کے پاس کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا اللہ مجھے ایسا بناتا چلا جا، تو کہتا چلا گیا رب بناتا چلا گیا۔ وہ چہرہ!

مضت الدهور و ما اتين بمثله
ولقد اتى فعجزن عن نظرائه

زمانے بیت گئے، ماؤں نے ایسا نہ جنا اور جب آمنہ کے گھر یہ پیدا ہو گیا تو ماؤں نے کہا ایسا جنا جا سکتا ہی نہیں ہے۔

ہم نے تو اس کو دیکھا ہے، ہم نے اپنے جی میں اس کو بسایا ہے، ہم نے اپنے دل کی دھڑکنوں میں اس کو سمویا ہے، ہم نے اپنے دل کا مالک اس کو سمجھا ہے اور ہم نے کہا اللہ سن لے! سر کا مالک تو ہے، دل کا مالک مصطفیٰ ہے اور ہمارے پاس سر اور دل کے سوا دوسری کوئی چیز ہے ہی نہیں ہے۔ تیسرا وہ تلاش کرے، جس کو سر اور دل کے سوا پیٹ کی ضرورت ہو۔ ہم نے کائنات اگر سمجھا تو دل کو سمجھا یا دماغ کو سمجھا اور اس کے لئے کیا کہیں کہ غالب جیسے قادر الکلام شاعر نے کہا تھا

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

غالب! ہم اس کی تعریف کیا بیان کریں کہ عرش والا خود جس کی تعریف کرتا ہے

اوا ہل حدیثو! تمہارے لئے اسی کی ذات، اسی کی صفات، اسی کی شخصیت، اسی کا نام، اسی کی گفتار، اسی کی سیرت، اسی کی رفتار، اسی کے سوانح، اسی کا کردار حجت ہے اور اس نے تمہیں سکھایا "تو شجاعت کا درس سکھایا، بہادری کا سبق پڑھایا اور اس نے کہا سن لو! میرے ماننے والوں کی گردنیں کٹ سکتی ہیں، غیر اللہ کے سامنے جھک نہیں سکتیں ہیں۔

آج حقیقی بات یہ ہے میری ایک ہی خواہش ہے' میری ایک ہی آرزو ہے' میری تگ و دو کا ایک ہی مقصد ہے' میری جدوجہد کا ایک ہی مطلوب ہے اور وہ یہ کہ اہل حدیث کے جوان اپنے آقا کی شجاعت کو اپنے سینوں میں بھر لیں اور خدا کی قسم ہے اگر یہ آقا کی شجاعت کے وارث بن جائیں پورے پاکستان کی کوئی قوت ان کے مقابل کھڑا ہونے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

اور آج یہ ہال بھرا ہوا ہے۔ نبی نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو اتنے لوگ نہیں تھے جتنے آج اس ہال میں موجود ہیں۔ اتنے کہاں' ایک دور تو ایسا تھا جب ساری کائنات محمد ﷺ کی تکذیب کر رہی تھی اکیلی صدیقہ خدیجۃ الکبریٰ' محمد ﷺ کی تصدیق کر رہی تھی اور میرے آقا زخم کھا کے گھر آتے تھے' جسم پتھروں سے لہولہان ہوتا تھا' ٹانگوں سے خون رس رہا ہوتا تھا۔ سر پھٹا ہوا چہرے پر زخم۔ وہ سر زخمی جس سر پہ اگنے والی زلفوں کی بھی عرش والے نے قسم کھائی ہے' وہ کندھے زخمی کہ جس کندھے پہ اگر کبھی چادر رکھ لی تو اللہ نے ایھا المزمل کہہ کہ پکار دیا تھا۔ وہ ٹانگیں' وہ قدم زخمی کہ جب وہ مکہ سے بے بسی کے عالم میں نکلے تو عرش والے کی غیرت کو جلال آ گیا اور اس نے کہا

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ (البلد:۱'۲)

تیرے اٹھنے والے قدموں کی قسم ہے۔ وہ دن آنے والا ہے جب تیرے قدموں کی چاپ کے سامنے روم اور ایران کی فوجوں کے دل پارا پارا' ان کے پتے پانی ہو جائیں گے۔

وہ محمد ﷺ دنیا نے کبھی اتنا بہادر آدمی دیکھا ہے؟

آج ہم کو طعنہ دیتے ہیں' کہ تھوڑے سے اہل حدیثوں کو مروانا چاہتے ہو؟

ہم نے کہا

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

جو عرش والے کے لئے مرنے کا ارادہ کر لیتا ہے' عرش والا اس کو زندہ جاوید بنا دیتا ہے۔ یہ مصلحت کوش' ضمیر فروش' یہ لوگ اس دور میں بھی تھے۔ کہتے تھے اکیلے ہو' کیا کرو گے؟ اور سرور کون و مکاں اپنے چہرے کو اٹھا کے کہتے تھے' میں اکیلا کہاں ہوں عرش والا

میرے ساتھ ہے۔ اکیلا تو وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ رب نہیں ہوتا۔ جس کے ساتھ رب ہوتا ہے وہ اکیلا نہیں ہوتا۔

اِنَّ وَلِیِّ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ۔ (الاعراف:۱۹۶)

مجھ کو ڈراتے ہو کہ میں اکیلا ہوں؟

عرش والا میرے ساتھ ہے۔ نبی اکرم ﷺ چوراہوں میں جا کے اعلان حق کرتے' آوازۂ حق بلند کرتے۔ ہائے اللہ!

کاش! ہم وہ پتھر ہوتے جو نبی کے قدموں کو چوما کرتے تھے۔

کاش! ہم کپڑے کی وہ ٹاکیاں ہوتیں جو خدیجۃ الکبریٰ نبی کے زخموں پر رکھا کرتی تھیں۔

کاش! ہم بھی اس وقت ہوتے اور اپنے آقا کے چہرے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں پر جہنم کو حرام کر لیتے۔

کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کو سرور گرامی کے رخ زیبا کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی قسمت کا کیا کہنا ہے؟

وہ تو انسان تھے۔ اللہ نے ان بستیوں کو مقدس بنا دیا ہے جن بستیوں نے میرے آقا کے چہرے کو دیکھا ہے۔ وہ بستیاں مقدس ہو گئی ہیں۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ○ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ○ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ○ (التین:۱'۳)

ان لوگوں کا کیا کہنا ہے؟ لوگ کہتے محمد (ﷺ) اکیلے ہو۔ چھوڑو ساری دنیا دشمن ہے' تمہیں کیا فائدہ؟

نبی اپنے گھر میں تشریف لاتے' خدیجۃ الکبریٰ قدموں میں بیٹھ جاتیں۔ اپنے آقا کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتیں' ان کے کرتے کو اٹھاتیں' زخموں پر اپنا دوپٹہ پھاڑ کے رکھتیں۔ قدم ہائے مبارکہ کو پانی سے دھوتیں اور کہتیں

کلا ! واللہ لا یخزیك اللہ ابدا

میرے آقا! میرا رب تیرے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ رب ہوتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو پسپا نہیں کر سکتی۔ محمد ﷺ پھر اٹھتے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ○ (الحجر:۹۴)

مکہ کے بازاروں میں جا کر توحید کا پرچم بلند کرتے۔ پھر مار پڑتی' پھر گھر آتے اور مورخین نے لکھا ہے ایک دفعہ نبی کائنات کو اتنا مارا کہ حضور ﷺ بے ہوش ہو کر مکہ کے ایک چوراہے میں گر پڑے۔ نبی کی ننھی سی بیٹی فاطمہ کو...... کھیلتی ہوئی کو...... کسی نے کہا تیرے بابا کو آج دشمنوں نے اتنا مارا ہے کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ فاطمہ دوڑی ہوئی' روتی ہوئی آئیں۔ اپنے بابا کے جسم اطہر کو دیکھا۔ ننھی سی فاطمہ تین چار برس کی عمر ہے۔ نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ اللہ! لوگوں نے میرے اس باپ کو مارا ہے جس نے زندگی میں کبھی کسی کو گالی بھی نہیں دی ہے۔ اللہ! میرے بابا نے گالی تو بڑی بات ہے میں نے تو اس دن بھی اپنے بابا کو دیکھا تھا جب اس کے گلوئے اطہر میں نماز کی حالت میں لوگوں نے کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ اس کے گلے کو گھوٹ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں باہر ابل پڑی تھیں لیکن اللہ! وہ اس وقت بھی نہ تیری بارگاہ سے ہٹا اور نہ ان کے بارے میں کوئی برا لفظ کہا اور جب نماز سے فارغ ہوا گلوئے اطہر پر کپڑے کے نشانات تھے اور جبرائیل نے آ کے کہا

محمد ﷺ! تیرا گلا چھل گیا ہے۔ فرمایا جبرائیل میرا تو صرف گلا چھلا ہے۔ رب کی توحید کے لئے پہلے نبیوں کے گلے تو کٹ بھی گئے تھے۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

اللہ! جو جی چاہے کر لیں میں تیری راہ سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔ یہ اپنی کر کے دیکھ لیں۔

او اہل حدیثو! آج چھوٹی چھوٹی باتوں پہ دل شکستہ ہو جاتے ہو' آج معمولی معمولی طعنوں پہ گھبرا جاتے ہو' آج چھوٹی سی بات پہ دل چھوٹے کر لیتے ہو۔ او جب بھی دل میں ملال آئے تو مدینے والے تاجدار کو دیکھ لیا کرو۔ تم اس سے بڑے تو نہیں ہو۔ تم رب کی نظر میں اس سے عزیز تر تو نہیں ہو۔

وہ تو وہ تھا کہ جب چلتا تھا تو جبرائیل اس کی رکاب تھامتا تھا۔

وہ تو وہ تھا کہ جب نگاہ آسمان کی طرف ڈالتا تھا تو قبلہ تبدیل ہو جاتا تھا۔

وہ تو وہ تھا کہ جب اس کے دل سے ہوک اٹھتی تھی تو کائنات بدل جاتی تھی۔

وہ تو وہ تھا کہ جس کی حرکتوں کو رب نے قرآن کے حروف بنا دیا تھا۔

وہ تو وہ تھا کہ جس مسجد میں اس نے نماز پڑھی تھی' رب نے اس مسجد میں نماز کو ایک لاکھ

نماز بنا دیا تھا۔

وہ تو وہ تھا کہ جس قبرستان میں اس نے دعا مانگی تھی' رب نے اسے جنت قرار دے دیا تھا۔

وہ تو وہ تھا کہ جس جگہ وہ خود لیٹا تھا وہ روضة من رياض الجنة بن گیا تھا۔

وہ تو وہ تھا کہ جب آنکھ اٹھاتا تھا جبرائیل آ جاتا تھا' جب نگاہ بدلتا تھا میکائیل آ جاتا تھا' جب پیشانی پہ بل پڑتے تھے فاروق تلوار بدست ہو جاتا تھا۔

وہ تو وہ تھا کہ جب اس کی پیشانی پہ شکن پڑ جاتی تھی تو کائنات کی چشم شکن آلود ہو جاتی تھی۔

وہ تو وہ تھا کہ جس کے ادنیٰ اشارہ ابرو پہ لوگ کٹ جانا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔

وہ تو وہ تھا کہ لوگ اس کے وضو کے قطروں کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔

وہ تو وہ تھا کہ جس کی نگاہ اس پہ پڑ جاتی تھی جہنم اس پہ حرام ہو جاتی تھی۔

تم اس سے بھی بڑھ گئے ہو؟

تم اس سے بھی نازک ہو گئے ہو؟

تم اس سے بھی زیادہ اپنے آپ کو قیمتی سمجھنے لگ گئے ہو؟

تم نے اپنے آپ کو اس سے بھی گراں تر بنا لیا ہے؟

اگر اس نے ماریں کھائی تھیں تو تمہارا جسم وہ کندن کا تو نہیں بنا ہوا۔

اگر اس نے گالیاں کھائیں تھیں......

تمہیں کیا معلوم ہے کہ راہ حق کے راہیوں کو حق کے لئے کن صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے؟

ہائے ہائے۔ انس تیری یاد کس وقت آئی ہے۔ ایک ماں اور کیا ماں تھی؟

اس نے منت مانی اللہ مجھے بیٹا عطا کر دے تو میں تیرے محمد ﷺ کا خادم بنا دوں گی۔ کیا منت مانی ہے؟ مائیں منتیں مانتی ہیں مجھے بیٹا عطا کر اسے چوہدری بناؤں گی' اسے سالار بناؤں گی' اسے کماندار بناؤں گی' اسے سوداگر بناؤں گی' اسے تاجر بناؤں گی اور انس کی ماں

دعا کرتی ہے اللہ اگر بیٹا عطا کیا تو تیرے محمد ﷺ کی بارگاہ میں خدمت کے لئے وقف کر دوں گی اور پھر دس سال خدمت کی ہے۔ پوچھو حافظ ابراہیم (کمیر پوری) سے‘ پوچھو حبیب الرحمٰن (یزدانی) سے‘ پوچھو علماء کرام سے۔ کہا پھر رب نے میری ماں کی منت کو پورا کیا۔ انس کی ماں! تیرے نصیبے کا کیا کہنا اور انس تیری قسمت کا کیا کہنا ہے۔ محمد ﷺ کا سراپا اطہر اور تجھ کو خدمت کے لئے ۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اور میں کہا کرتا ہوں یہ خدمت کے لئے وقف ماں نے نہیں کیا عرش والے نے کروایا کہ بچہ پسند آ گیا تھا۔ کہا جاؤ نبی کی خدمت کرو۔ دس برس خدمت کی۔ دس طویل برس۔ کسی نے پوچھا! آقا کو کیسا پایا ہے؟

کہا کئی دفعہ لوٹا ٹوٹ کے گر گیا۔ وضو کروانے کے لئے آیا چھوٹ گیا۔ ڈر گیا کہ کونین کا تاجدار کیا کہے گا۔ فرمایا نگاہ اٹھا کے دیکھا تو مسکراہٹ نے میرے زخمی دل پہ پھاہے رکھ دیئے تھے۔ دس برس کا طویل عرصہ۔ اس دس سال کے طویل عرصہ میں میرے آقا نے مجھے کبھی اف بھی نہیں کہا۔ اوئے بھی نہیں کہا۔ اور یہ تو خادم تھا‘ یہ تو خدمت گزار تھا‘ نیکوکار ماں کا بیٹا تھا۔ نبیؐ کی ماننے والی‘ نبیؐ پہ جان قربان کرنے والی ماں کا بیٹا تھا۔

اور یہاں تو اس نے بھی میرے آقا کے صبر کو آزما کے دیکھا جو نہ وفادار تھا‘ نہ یار تھا‘ نہ تابعدار تھا‘ نہ جاں نثار تھا‘ جس نے کبھی محمد ﷺ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔

بزعم خود بزعم خویش

کمانڈر تھا‘ جرنیل تھا‘ تاجور تھا‘ تاجدار تھا۔ پکڑ کے لایا گیا‘ مسجد نبوی میں باندھ دیا گیا۔ رؤف و رحیم کو خبر دی گئی یمامہ کا گورنر ''ثمامہ'' پکڑا ہوا آیا ہے۔ تشریف لے گئے۔ دیکھا خوبصورت چہرہ‘ لمبا قد‘ توانا جسم‘ بھرا ہوا سینہ‘ اکڑی ہوئی گردن‘ اٹھی ہوئی نگاہیں‘ تمکنت‘ شان‘ شکوہ‘ سطوت‘ صولت‘ حکمرانی کے جتنے عیب ہیں سارے پائے جاتے ہیں۔

سرور رسولاںؐ آگے بڑھے۔ کہا ثمامہ کیسے ہو؟

کہا گرفتار کر کے پوچھتے ہو کیسا ہوں؟

فرمایا کوئی تکلیف پہنچی ہے؟

کہا تمہاری تکلیف کی کوئی پرواہ نہ تمہاری راحت کا کوئی خدشہ۔ جو جی چاہے کرلو۔
حضور نے فرمایا بڑا تیز مزاج آدمی ہے۔ اپنے صحابہ کو دیکھا۔ کہا اسے دکھ تو نہیں پہنچایا؟
کہا یارسول اللہ ﷺ! گرفتار ہی کیا ہے، دکھ کوئی نہیں پہنچایا۔
فرمایا ثمامہ! ذرا میری طرف نگاہ اٹھا کے دیکھو تو سہی۔ اس نے کیا کہا؟

ان تقتل تقتل ذا دم و ان تنعم تنعم علی منعم

کیا نظر اٹھا کے دیکھنے کی بات کرتا ہے جا نہیں دیکھتا۔ مجھ کو مارا جائے گا میرے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ کیا ہے؟

ہائے ہائے! میں کہتا ہوں جبرائیل امین بھی غیض و غضب میں آ گئے ہوں گے۔ فاروق کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی، تلوار کے میان پہ ہاتھ تڑپنے لگا، اشارہ ابرو ہو، اس کی گردن ہو، محمدؐ کے پیر ہوں۔ یہ کیا سمجھتا ہے؟

لیکن چشم فلک نے دیکھا ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے۔ فرمایا جتنا غصہ ہے جی چاہے نکال لو لیکن ہمارا چہرہ تو دیکھ لو؟

ہائے ہائے۔ اس نے کیا جواب دیا؟ اس نے مدینے والے کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس نے کہا تیرا چہرہ کیا دیکھوں کائنات میں تجھ سے بدصورت آدمی کوئی نہیں ہے۔ اس کو کہا کہ جس کے بارے میں کسی نے کہا تھا

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ماں نے ایسا حسین بچہ کبھی جنا ہی نہیں، چشم فلک نے ایسا خوبصورت وجود کبھی دیکھا ہی نہیں اور بات حسن کی آئی ہے تو سن لیں۔ ہمیں وہ لوگ اپنے آپ کو پیر منواتے ہیں جن کے چہروں پہ گرہن لگا ہوا ہے۔ ان کی زیارت کے لئے۔ کہتے ہیں رسول اللہ آئیں گے۔ یہ پیر صبح کو جن کا چہرہ دیکھ لیا جائے تو شام کو روٹی میسر نہیں آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں وہ۔ ہائے ہائے۔ اللہ...... خدا کی قسم ہے

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ گئیں

میرا بھائی یزدانی تذکرہ کر رہا تھا اور میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ آج لوگ کہتے ہیں وہ ہمارے پاس آئے گا۔ او ان کو عشق کا کیا پتہ ہے؟ انہوں نے اویس قرنی کو نہیں دیکھا جو ساری عمر اس لئے روتا ہوا مر گیا کہ محمد ﷺ کا چہرہ دیکھوں تو کیسے دیکھوں؟

ایک دفعہ بے تاب ہو گیا اور قافلے والوں کو کہا جاؤ میرے آقا کو کہہ دو اب مجھے تیری دید نے بے دحال کر دیا ہے۔ تیری دید کی پیاس میں' تیری دید کی لگن میں اب میرا سینہ پھٹ چلا۔ آقا! کیا کروں؟

نڈھال ہو گیا ہوں۔ اب یہ صدمہ' اب یہ آرزو' اب یہ پیار' اب یہ محبت' اب یہ تمنا مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ آقا نے پیغام بھیجا اویس! بڑھیا ماں کو چھوڑ کے نہیں آنا ہے۔ آج ملاقات نہیں ہو گی تو جنت کے دروازوں پہ ہو جائے گی۔ آج تمہیں کیا پتہ ہے اس سرور رسولاں کا۔

تم اس کو اپنے گھر بلاتے ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خدا اگر ہمیں اس کے گھر بلا لے تو ہماری یہ بڑی سعادت ہے۔ ہم میں تو اتنی ہمت ہی نہیں ہے کہ تاجداروں کے تاجدار کے بارے میں خواب میں بھی کہہ سکیں کہ ہمارے گھر آئے

ادب گاہیست زیر آسماں ' از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید' جنید و بایزید ایں جا

یہاں تو صدیق و فاروق کی حالت یہ ہے۔ بات حُسن سے چلی تھی۔ حیران ہو جاؤ وہابیو۔ سن لو! حیران ہو جاؤ سن کر۔ نبی کی بارگاہ میں تیئس تیئس برس صحابہؓ رہے ہیں۔ صدیق نے ایمان کے بعد ۲۲ سال گزارے ہیں' علی نے ایمان کے بعد ساڑھے بائیس سال گزارے ہیں' فاروق نے ایمان کے بعد اکیس برس گزارے ہیں عثمان نے ایمان کے بعد اکیس برس گزارے ہیں۔ طلحہ نے' زبیر نے' سعد بن ابی وقاص نے' عمرو ابن عاص نے' ابو عبیدہ بن جراح نے' سعید بن زید نے' برسوں خدمت کی لیکن حسن کی فراوانی کا عالم یہ تھا کہ کسی کی نگاہ کبھی آقا کے چہرے پہ ٹکتی ہی نہیں تھی۔ کسی نے نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم ہے میں نے ایک دفعہ ایک برس تلاش کیا' اور وہ بندہ کہہ رہا ہے کہ الحمدللہ جس کے بارے میں اس کے دشمن بھی اور سارے طعنے دے سکتے ہیں بے علمی کا طعنہ نہیں دے سکتے۔ ایک برس میں

نے حدیث کی کتابوں میں تلاش کیا سیرت کی کتابوں میں ڈھونڈا۔ ایک برس۔ پورا ایک سال کہ کسی ایک صحابی سے مجھے محمد ﷺ کا چہرہ نظر آ جائے' کوئی ایک صحابی حضور کا پورا حلیہ بیان کر دے۔ ایک برس ڈھونڈا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا۔ سب کو دیکھا تو یہی کہہ رہے تھے

آفاق ھا گر دیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیز ے دیگری

تیرے چہرے کی کیفیات' اور اس کی شکل وصورت کیسے بیان کروں کہ ایک دفعہ دیکھا ہے' پھر دیکھنے کی ہمت ہی نہیں رہی ہے۔ کون ہے جو دیکھے؟ کس میں یارا ہے جو نظر ٹکا کے دیکھے' نگاہوں کو جما کے دیکھے' سر کو اٹھا کے دیکھے۔ کس میں طاقت ہے؟

حسن کا یہ عالم کہ ایک نظر اٹھی' پھر ہمیشہ نیچے ہی گری رہی اور کہا

نظریں جھکا کے چلو جسم و جاں بچا کے چلو

ادب گاہ ہے۔ کس نے دیکھا ہے؟ کون ہے جو اس چہرہ تاباں کو دیکھنے کی جرات کر سکے؟ صدیقؓ سے بھی پوچھا گیا کہ کیا دیکھا؟

اس نے کہا بس ایک چاند تھا جو ساری کائنات کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا اور کچھ یاد نہیں۔ اور سب سے بہتر حلیہ ام معبد نے بیان کیا ہے۔ وہ تو بیچاری ان پڑھ تھی' ناآشنا تھی' ناشناسا تھی اور نہ جاننے والی تھی۔ اس کے دروازے پہ محمد ﷺ پہنچے اور کہا تھا اماں! میرے یار ابو بکر کو بھوک لگی ہے۔ کچھ کھانے کو دے دے۔ تو اس ماں نے کہا تھا بیٹا! ایسا مسافر تو زندگی میں کبھی نہیں دیکھا

وہ آئیں گھر ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اور ذرا سننے والی بات ہے۔ اد بریلویو! قصے بیان کرتے ہو۔ آؤ اب رخ مصطفےٰ کا تذکرہ ہم وہابیوں سے بھی سن لو۔ ام معبد نے کہا خوبصورت مسافر۔

آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

آج تو گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے آقا کی نظر صحن خیمہ میں بندھی ہوئی بکری پر پڑی' مدتوں سے جس کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ کہا اماں! کھانے کو کچھ نہیں تو اس بڑھیا بکری کا

دودھ ہی پلا دے؟

ہائے ہائے! اب ایک ہی دفعہ دیکھا ہے' پھر نگاہ اٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔ نظریں جھکا کے کہنے لگی۔ اس نے تو دودھ دینا کئی سال سے چھوڑ رکھا ہے۔ کہا اماں! اگر تو اجازت دے ہم تجربہ کر کے دیکھیں؟

تو برتن تو لے آ۔ ام معبد کہتی ہے میں دل میں ہنسی لیکن چہرے کا جلال اتنا تھا' انکار کی جرأت نہیں ہو سکی۔ چھوٹا سا برتن اٹھا کے لے آئی۔ اس کو کیا پتہ ہے کہ یہ کون آیا ہے؟

اس نے کہا یہ اجنبی ہے' مسافر ہے' بھوکا ہے' ضد کر رہا ہے چلو اپنی ضد دیکھ لے۔ اس کو کیا پتہ ہے کہ آج وہ آیا ہے جس طرف یہ جاتا ہے رب کی رحمتیں ساتھ جاتی ہیں۔ اس کو کیا پتہ ہے' اس کو کیا معلوم ہے کہ آج اس کے دروازے پہ کون آیا ہے؟

چھوٹا سا برتن اٹھا کے لے آئی۔ نبی (ﷺ) نے صدیق کو دیکھا اور صدیق نے نبی کو دیکھا۔ مسکرائے اس طرح معلوم ہوا جس طرح اندھیری رات میں بادلوں کی اوٹ سے چاند نکل آیا ہے۔ وہ دانت کہ جب مسکراتے تو لوگوں کو آسمان پہ کوندنے والی بجلیاں یاد آجاتیں۔ موتی کی طرح سفید۔ میرے آقا! تیری بات کا کیا کہنا ہے۔ ام معبد چھوٹا سا برتن اٹھا کے لائی۔ میرے آقا نے مسکرا کے پکڑا' بکری کے نیچے بیٹھے۔ تھن کو ہاتھ لگایا معلوم ہوا بکری مدتوں سے اسی مسافر کا انتظار کر رہی تھی۔ دودھ اس طرح آیا جس طرح ساون کے مہینے میں بادل اللہ کے آتے ہیں۔ برتن سارے بھر گئے' دودھ ختم ہونے میں نہیں آیا۔ حضور نے پیا' ابوبکر کو پلایا اور چل نکلے۔

ام معبد کہنے لگی مسافر! میں تجھ کو جانتی تو نہیں ہوں لیکن تو اتنا برکتوں والا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے ایک رات میرے گھر میں قیام کر لے۔ میرا شوہر شکار کے لئے گیا ہے وہ تیری خدمت کرے گا' میں تیرے لئے اپنے ہاتھ سے ہنڈیا پکاؤں گی۔ اپنے ہاتھ سے' میرے چاند سے بیٹے! میں تجھ کو کھلاؤں گی۔ تو نہ جا اور میرے آقا کی زبان سے نکلا نہیں عرش والے نے نکلوایا۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ۔ (النجم:۳)

کہا اماں! میں جانے کے لئے تھوڑا آیا ہوں۔ میں پھر پلٹ کے آنے والا ہوں تو بات

جو بتلانی مقصود تھی وہ یہ تھی کہ ابو معبد آئے۔ گھر میں رونق دیکھی، رحمتوں کو برستا ہوا دیکھا، انوار کی برکھا دیکھی، تجلیات کا مینہ دیکھا۔ کہا ام معبد کون آیا، کون گیا؟

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

مورخین نے ام معبد کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ جو بات بتلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے

ام معبد نے کہا ابو معبد! یہ نہ پوچھو کون آیا تھا، کیسا تھا، کیا رنگ تھا، کیا شکل تھی، کیا ڈھنگ تھا؟

کہا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمانوں کا سردار تھا جو زمین پہ اتر آیا تھا۔ وہ سورج تھا، وہ دمکتا ہوا ستارہ تھا، وہ تو روشن تارا تھا جو لمحے بھر کے لئے ہمارے گھر میں آیا اور کٹیا کو ایسے روشن کر گیا کہ اب وہ جب تک پلٹ کے نہ آئے گا، اس کی خوشبو سے کٹیا مہکتی رہے گی۔ حسن کا یہ عالم؟

اس نے کیا کچھ نہیں کہلوایا۔ اس کو کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ ثمامہ! گالیاں دے رہے ہو برا بھلا کہہ رہے ہو۔ ذرا نظروں کو اٹھاؤ تو سہی، ذرا میرے چہرے پہ اپنی نگاہوں کو جماؤ تو سہی، ذرا مجھ کو دیکھو تو سہی۔ اس نے کہا!

لم ار وجها اقبح من وجهك على وجه البصيرة

کیا دیکھوں؟

روئے زمین پہ تجھ سے بدصورت چہرہ کوئی ہے ہی نہیں۔ ہائے ہائے۔ اولوگو! یہ میرا آقا تھا جس کے نقش قدم پہ تم نے چلنا ہے۔ جب بے آسرا تھا تب بھی گالیاں کھائیں، شکن نہیں ڈالی۔ آج تاجدار تھا، اپنے گھر میں گالی سنتا ہے لیکن پیشانی پہ شکن نہیں ڈالتا کہا کوئی بات نہیں۔ میری بستی کی طرف تو نگاہ ڈالو؟

اس نے کہا میں نے روم و یونان، ایران و مصر کی بستیاں دیکھیں تیری بستی کائنات کی سب سے بدصورت بستی ہے۔ اس بستی کو کیا دیکھوں؟

ہائے ہائے! کہا کوئی بات نہیں ہے۔ دوسرے دن آئے پھر وہی جواب، تیسرے دن کہنے لگے ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے۔ ذرا دیکھ تو لو ہم کو؟

کہانہیں دیکھتا۔اب آسمان گوش برآواز

زمین سہمی پڑی تھی آسمان ساکن تھا بیچارہ

دیکھیں! آج اس تاجور کی زبان سے کیا حکم صادر ہوتا ہے؟ اس گستاخ کو کیا سزا ملتی ہے؟

لوگوں نے دیکھا' کائنات نے دیکھا' آسمان طیبہ نے دیکھا' مسجد نبی نے دیکھا' اس ستون نے دیکھا' جس کے ساتھ ثمامہ بندھا ہوا تھا۔اب حکم صادر ہوگا اس کی گردن اڑ جائے گی۔

ہمیشہ مسکرانے والا آقا مسکرایا۔فرمایا جاؤ! ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے' ہم نے اسے رہا کر دیا ہے۔ہم تجھے کچھ نہیں کہتے۔تو بڑا آدمی ہے' بڑے ملک کا حکمران ہے۔تونہیں دیکھتا ہم تجھے کیا کہیں؟ جاؤ۔

اپنے صحابہ کو جن کی تلواریں گردن کے کاٹنے کے لئے بے تاب تھیں' کہا بڑا آدمی ہے' عزت کے ساتھ لے جا کر اس کو مدینہ سے رخصت کرو۔ہائے ہائے! انہوں نے چھوڑا۔پلٹتے ہوئے اس کے دل میں خیال آیا بڑے حکمران بھی دیکھے' محکوم بھی دیکھے' جرنیل بھی دیکھے' کرنیل بھی دیکھے' صدر بھی دیکھے' کمانڈر بھی دیکھے' اتنا حوصلے والا تو کبھی نہیں دیکھا۔اس کے چہرے کو تو دیکھوں ہے کیسا؟ ۔

بس ایک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

پھر دیکھا۔دیکھ کر سرپٹ بھاگا۔دوڑ لگا دی۔ہائے ہائے اور پھر آگے میں نہیں کہتا' ثمامہ سے سنو۔وہ کیا کہتا ہے؟

کہا قدم آگے کی طرف بھاگ رہے' دل پیچھے کی طرف بھاگ رہا تھا۔دو میل بھاگتا چلا گیا اور جتنی رفتار سے گیا تھا اس سے دگنی رفتار سے واپس پلٹ آیا۔وہ ماہ تمام ننگی زمین پہ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔صحن مسجد میں اپنے یاروں کے ساتھ ننگے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔نبی نے نگاہ ڈالی' سامنے ثمامہ کھڑا ہے۔فرمایا ہم نے تو تجھ کو چھوڑ دیا تھا' پھر آ گئے؟

کہا

مجھ کو اپنا بنا کے چھوڑ دیا

کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

چھوڑا تب تھا جب تیرا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اب تیرا چہرہ دیکھ لیا اب زندگی بھر کے لئے تیری زلفوں کا اسیر ہو گیا ہوں۔ اور لوگو! تم اس نبی کے ماننے والے ہو۔ یوتھ فورس کے جوانو! تمہارے لئے یہ ملاں ملانے اسوہ نہیں ہیں۔ یہ مدینے والا اسوہ ہے۔ خدا کی قسم ہے

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں

آج اگر تم صرف اس چھت کے نیچے بیٹھنے والے لوگ...... اور نہیں، صرف اس چھت کے نیچے بیٹھنے والے، باقیوں کو نہیں کہتا۔ صرف تم کو کہتا ہوں۔ اپنے دل سے پوچھ لو، اپنے من میں جھانک لو، اپنے خون کی گردش سے سوال کر لو اپنے جگر کو ٹٹول لو، اپنے دماغوں کو کھنگال لو۔ اگر آج تم اس بہادر نبی کے اسوہ کو اپنا کر قرآن و سنت کا پرچم تھام لو، میں کبریا کی کبریائی کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ دس برس نہیں گزریں گے کہ پاکستان میں اگر پرچم لہرائے گا تو صرف اہل حدیث کا لہرائے گا۔ لیکن بزدلوں کی روائتی بزدلی لے کے نہیں چلنا۔ جس کا دل ہماری بات سن کر دھڑکتا ہے وہ بے شک ہم سے جدا ہو جائے۔ ہم نے کعبے کے رب کی قسم! شاعر کے الفاظ میں۔

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

اور وہ گلشن ضیاء الحق کا نہیں، اس کے باپ کا نہیں، اس کے بیٹوں کا نہیں۔ بزدل، قبر فروش اور مردہ فروش، مردہ پرست نواز شریف کا نہیں۔ جوا ریے کے مرید جونیجو کا نہیں۔ بکنے والے، جھکنے والے ملاؤں کا نہیں۔ وہ گلشن مدینہ کے لال کا، جس گلشن کے دو پھول ہیں ایک رب کا قرآن ہے، ایک محمد ﷺ کا فرمان ہے۔

ہمارے ساتھ وہ نکلے جو رب کی چوکھٹ پہ دل و جان نچھاور کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ ہم لوگوں کو جھوٹ نہیں بتلاتے۔ ہم کھیر کھلانے کے لئے نہیں لے جائیں گے، ہم ختم پڑھانے کے لئے نہیں لے جائیں گے۔ جس نے جانا ہے وہ اوروں کے ساتھ چلا جائے۔ ہم ٹل چومنے والے، نہ ہاتھ چومنے والے ہیں۔ ہمارے ساتھ جس نے چلنا ہے علی وجہ البصیرت چلے۔

ہمارا راستہ دو طرف جاتا ہے، منزل ایک ہے۔ یا سر بلند رکھ کے غازی بن کے جیو یا سر

کٹا کے شہید بن کے مرو۔

ہمارا راستہ ابتلاؤں کا راستہ ہے' ہمارا راستہ آزمائشوں کا راستہ ہے' ہمارا راستہ کٹھنائیوں کا راستہ ہے۔ ہمارے ساتھ چلے تو کوئی آبلہ پا چلے۔ جس نے اپنے پیروں کو پھول باندھے ہوئے ہیں وہ بازار گناہ میں چلا جائے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم کانٹوں پہ چلنا سیکھے' ہم تلوار کی دھاروں پہ رقص کرنا سیکھے' ہم بندوقوں کے سامنے محمد ﷺ کی عظمت کے لئے کھڑا ہونا سیکھے' ہم مارشل لاء کے سامنے قرآن وسنت کی بالادستی کے لئے سر اٹھا کے جینا سیکھے۔ جو سر جھکانا چاہے وہ داتا دربار چلا جائے ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہنستے ہو میں صاف کہتا ہوں جس نے سر جھکا کے جانا ہے پھر وہ اہل حدیث کو بدنام نہ کرے۔

شاہ شہید کے پاس قافلہ آزادی کی روانگی کے وقت ایک جوان آیا تھا۔ اتنا خوبصورت کہ سید احمد شہید کی بارگاہ میں جب وہ پہنچا۔ اسمٰعیل شہید کہتے ہیں لوگوں کی نگاہیں اس کے چہرے پہ جم گئیں۔ اتنا خوبصورت چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ چھوٹا سا۔ ابھی اس کو داڑھی بھی نہیں آئی تھی' مونچھوں کے بال بھی نہیں آئے تھے۔ سید احمد شہید نے پوچھا بیٹے کیوں آئے ہو؟

کہا شاہ جی آپ کا ساتھ دینے آیا ہوں۔ احمد شہید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا بیٹا! میرا ساتھ دینے کے لئے آئے ہو پہلے میرے مسلک کا پتہ ہے' پہلے میری گذرگاہ کا علم ہے' پہلے میری روش کو جانتے ہو؟

کہنے لگا سید کیا ہے؟

فرمایا صبح کو کانٹوں پہ چلنا' رات کو آدھی رات کے بعد جاگنا۔ صبح کو کانٹوں پہ چلنا' پتھروں پہ چلنا' تلواروں کی چھاؤں میں لڑنا اور رات کو کمر سیدھی کرنے کے لئے سونا نہیں' پچھلے پہر اٹھ کے رب کی بارگاہ میں گڑ گڑانا' اللہ کی بارگاہ میں سجدے کرنا۔ وہ جوان رو پڑا کہنے لگا شاہ جی یہ ساری باتیں تو میری ماں نے مجھے بتلا دی تھیں' آپ نے نئی بات کون سی بتلائی ہے؟

سید احمد نے اس کو گالوں سے پکڑا۔ دونوں ہاتھوں سے اس کے گالوں کو تھپتھپایا۔ کہنے لگے بیٹا جہاد کے میدان میں یہ پھول سے گال مرجھا جائیں گے۔ وہ نوجوان تڑپ اٹھا۔ اس نے کہا شاہ جی میرے گال آمنہ کے لال کے گالوں سے تو بہتر نہیں ہیں؟

میں تو سوچ سمجھ کے آیا ہوں۔

لوگو آؤ! مجھے تمہاری ضرورت ہے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ خدا کی قسم ہے اپنی ذات کے لئے نہیں' اپنے مقاصد کے لئے نہیں' مجھے تمہاری ضرورت ہے رب کی کبریائی کے لئے' محمد ﷺ کی مصطفائی کے لئے۔ لیکن یاد رکھو میرا راستہ پرخطر ہے اور کائنات کے امام نے کہا تھا۔

ان الجنة لمحجوبة بالمصائب۔ او کما قال

جنت' دوزخ کو دیکھ کے آئے۔ کہا آقا جنت کیسی ہے؟

کہا جنت سے خوبصورت کائنات کی کوئی جگہ نہیں لیکن راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔

(العنکبوت:۲)

کیا لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ جنت انہیں مفت میں مل جائے گی؟

سنو!

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ۔ (العنکبوت:۳)

پہلے نبیوں نے جنت کی دعوت دی۔ جنت کے راستے کی طرف چلے تو کانٹوں پہ نہیں چلے بلکہ آروں سے چرائے گئے' زندہ جلائے گئے[1]

سنو! یہ نعرہ یہ نوجوان بلند کرے گا لیکن جواب وہ دے جو اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کے کہے میں کتاب و سنت کے لئے اپنی جان قربان کردوں گا' باقی کوئی جواب نہ دے۔

اور ان شاء اللہ پھر سن لو! کبریا کی ذات والا صفات کی قسم ہے میں اپنے جیتے جی تمہیں جنت کی طرف لے کے جاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔ میں تمہیں لڑاؤں گا نہ اپنے لئے' نہ (مولنا حبیب الرحمٰن) یزدانی کے لئے' نہ (حافظ ابراہیم) کمیرپوری کے لئے' نہ شیخ الحدیث (مولانا محمد عبداللہ) کے لئے۔

میں تمہیں لڑاؤں گا رب کی توحید کے لئے' محمد ﷺ کی عظمت کے لئے اور ان شاء اللہ

---

[1] اس موقع پر یہ نعرہ بلند ہوا۔ "علامہ احسان قدم بڑھاؤ......ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔

ہم اس طرح لڑیں گے جس طرح لڑنے کا سبق ہمیں ہمارے آقا نے دیا ہے اور ۔

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

میں بڑا تھکا ہوا تھا' جب آیا تھا' اور وہابیوں نے تھکا دیا ہے' کچومر نکال دیا ہے۔ خدا کی قسم ہے کل رات بھی میں ایک بجے جلسہ کر کے گھر پہنچا ہوں ۔ آج رات بھی جلسہ ہے' کل بھی جلسہ ہے۔ اسی وقت پناہ ملے گی جب قبر میں چلے جائیں گے

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

لیکن کوئی بات نہیں ہے ۔

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

میں اپنے رب کو گواہ بنا کے کہتا ہوں تمہیں لڑاؤں گا رب کے قرآن کے لئے' محمد ﷺ کے فرمان کے لئے اور ایک بات کہے دیتا ہوں یہ بھی نہ سمجھنا کہ تم ساتھ دو گے تب لڑوں گا۔ خدا کی قسم ہے نہیں۔

میرے اللہ! تو لکھ لے۔ لوگو! تم نے قیامت کے دن گواہی دینی ہے۔

کعبے کے رب کی قسم ہے! تم سارے پلٹ جاؤ میں لڑوں گا' اکیلا لڑوں گا اور اس وقت تک لڑوں گا جب تک مال روڈ (لاہور) پہ مدینے والے کا پرچم نہیں لہرا جاتا ہے۔

سنو! میں نے یہ عزم کیا ہوا ہے کہ

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(الانعام:۱۶۲)

مر تو سارے ہی جاتے ہیں۔ کبھی کوئی زندہ رہا ہے؟

جو شہادت کی موت نہیں مرتا' وہ ہسپتال میں جا کے مر جاتا ہے۔ کوئی بستر پہ مر جاتا ہے' کوئی ایڑیاں رگڑ کے مر جاتا ہے' کوئی ٹرک کے نیچے آ کے مر جاتا ہے۔

اللہ! ہم تجھ سے موت مانگتے ہیں۔ تو اپنی راہ میں شہادت کی موت نصیب فرما۔

موت تو وہ ہے کہ جب خدا حشر کو پوچھے کیا لے کے آئے ہو؟

تو کہیں اللہ گناہ تو بہت ہیں لیکن ان گناہوں کو شہادت کی چادر کے خون میں ڈھانپا ہوا ہے۔اس سے خوشگوار موت کیا ہے؟

لوگو! میں یہ کہہ رہا تھا مجھے تمہاری ضرورت ہے اور ضرورت ہے اس ملک میں قرآن کو غالب کرنے کے لئے' محمد ﷺ کے فرمان کو غالب کرنے کے لئے۔ ان شاء اللہ۔

میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں' یاد رکھنا۔ہم زندہ رہے تو تم سے پوچھنا مر گئے تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دینا۔ بات کو یاد رکھنا یہ صدی اہل حدیث کی صدی ہے۔ یہ زمانہ اہل حدیث کا زمانہ ہے۔ یہ دور اہل حدیث کا دور ہے۔ ان شاء اللہ۔ اس لئے کہ اب لوگ ان گورکھ دھندوں سے تنگ آ چکے ہیں' لوگ اب گھبرا گئے ہیں' غیر اللہ کو پوج پوج کے تھک گئے ہیں' ان کی پیشانیاں خاک آلود ہو گئی ہیں۔لوگوں کو پتہ چل گیا ہے۔ پیشانیاں زخمی' دل خون آلود' لیکن کچھ بھی نہیں ملا اور ملے گا تو بارگاہ الٰہی سے ملے گا بڑے قانون یہاں آزما کے دیکھے ہیں۔ یہاں بھٹوازم بھی آزمایا گیا ہے۔ یہاں یحییٰ ازم بھی آزمایا گیا' یہاں ایوب ازم بھی آزمایا گیا' یہاں کبھی ترچھی ٹوپی پہننے والا سکندر مرزا ہوتا تھا۔ کہتا تھا میرے حکم کے بغیر پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا اور عرش والے کی گرفت آئی

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۔ (البروج:۱۲)

اللہ نے کہا پاگل! تو کہتا تھا پتا بھی حرکت نہیں کرتا ؎

دو گز زمین بھی نہ مل سکی کوئے یار میں

تیری لاش بھی پاکستان میں دفن نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے عرش الٰہی کا مالک۔

لوگوں نے سب کچھ آزمایا۔بھٹوازم آزمایا' یحییٰ ازم آزمایا' ایوب ازم آزمایا' سکندر مرزا کا نظام آزمایا اور اب جھوٹے ضیاء الحق کو بھی آزمایا جس کے بڑے بڑے ملانے قبر پرست لیکن ؎

مریض عشق پہ رحمت خدا کی

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کوئی حل؟ نہیں

کوئی علاج؟ نہیں۔ اور مردے بھی آزمالئے۔ اسی لئے تو ایک مجاور[1] کو پنجاب کا گورنر بنایا گیا ہے۔ مردے بھی آزمالئے کوئی کام نہیں آیا۔

ہائے...... اقبال تو کس وقت یاد آیا ہے۔ اس نے کہا مسلمان امت تیری بیماری بھی پرانی، تیرا نسخہ بھی پرانا، تیری بیماری بھی پرانی، تیرا علاج بھی پرانا۔ تری مرض بھی پرانی ترا طبیب بھی پرانا وگرنہ شفا نہیں مل سکتی ؂

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

او جاؤ علاج کروانا ہے تو مکے میں جاؤ یا مدینے میں جاؤ۔ امت کو پتہ چل گیا ہے کہ اب امت کے دردوں کا مداوا، امت کی بیماریوں کا علاج، مکہ مدینہ کے سوا کہیں موجود نہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں آج کا دور ہمارا دور ہے اہل حدیث کا دور ہے۔ ان شاء اللہ

اگر بیمار کو گورٹھکانے نہیں لگانا چاہتے تو علاج کے لئے آجاؤ۔ ہمارے پاس آؤ اور ہم تمہیں گوجرانوالہ سے پڑیا لا کے نہیں دیں گے، سیالکوٹ کی نہیں دیں گے، ملتان کی نہیں دیں گے، ہم تمہیں آب حیات دیں گے تو مکہ سے لا کے دیں گے یا مدینہ سے لا کے دیں گے اور ان شاء اللہ اب اس ملک کی تقدیر کو رب نے اہل حدیث کے منشور کے ساتھ معلق کر دیا ہے۔ اب اور نظام چلاؤ گے تو تقدیر بگڑے گی، اہل حدیث کا نظام چلاؤ گے تو تقدیر بنے گی اور اہل حدیث کا نظام کیا ہے؟

سن لو! اہل حدیث کا دستور قرآن ہے اور اہل حدیث کا منشور محمد ﷺ کا فرمان ہے۔ سن لو! اب اس نظام کو لانے کے لئے صرف تمہارے خونوں کی ضرورت ہے، تمہاری ضرورت ہے۔ کہیں تم سو نہ جانا۔ پھر کہو ؂

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

آج زمانہ شوق سے سن رہا ہے۔ آج زمانہ اہل حدیث کی یلغار کا منتظر، اہل حدیث کی للکار کا منتظر، اہل حدیث کی پکار کا منتظر ہے اور ان شاء اللہ ہم اہل حدیث کے

---

[1] مخدوم زادہ سجاد حسین قریشی اس زمانے میں گورنر پنجاب تھے۔

جھنڈے کو ہاتھ میں تھام کے میدان میں آ گئے ہیں۔ سن لو! آج ضرورت ہے رب کا قرآن ایک ہاتھ میں تھامنے کی' محمد ﷺ کا فرمان دوسرے ہاتھ میں تھامنے کی۔

اٹھو! زمانہ تمہارے قدموں کا منتظر ہے۔ تمہارے قدموں کی چاپ پر اس نے کان لگائے ہوئے ہیں۔ اٹھو! زمانے کو بتلا دو' قرآن وسنت کے فدائی آ گئے ہیں۔ ان شاء اللہ اب اس ملک میں آئے گا تو رب کا قرآن آئے گا۔ اس ملک میں آئے گا تو محمد ﷺ کا فرمان آئے گا اور جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنے گا' یہاں سے جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک متفق علیہ شخصیت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ○ (الانفال:۴۶)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک' خالق کائنات' مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی' اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ' مبارکہ' مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کے بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہ نمائی کا بندوبست فرمایا۔

محمد رسول اللہ ﷺ تریسٹھ برس کی عمر تک اس کائنات میں موجود رہے جن میں سے ۲۳ برس کا عرصہ آپ کی نبوت اور رسالت کا عرصہ ہے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ تیرہ سال آپ نے اللہ کے دین کی تبلیغ میں مکہ مکرمہ میں گزارے۔ مکہ والوں کی دشمنی' عداوت اور حق سے ان کے گریز اور اعراض کی بنیاد پر آپ نے نبوت کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کا عزم کر لیا۔ اس سلسلے میں ابتدائی معاملات پہلے طے ہو چکے تھے کہ ایک برس پہلے اور پھر اس سے بھی ایک سال پہلے جب یثرب کے دو وفد نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے آپ پر ایمان اور اسلام کو اختیار کرتے ہوئے آپ کی خدمت اقدس میں گزارش کی تھی کہ آپ ان کی معیت میں کچھ لوگوں کو یثرب کی طرف بھیجیں تا کہ وہ اللہ کے دین کی تبلیغ کریں اور لوگوں

کو قرآن مجید کا پڑھنے والا اور سیکھنے والا بنائیں۔ انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے آشناء کریں۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ جب وہ ۷۲ کی تعداد میں عقبہ ثانیہ کے موقع پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو انہوں نے آپ سے اس بات کا پختہ وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ یثرب تشریف لے آئیں تو آپ کی عزت و آبرو محفوظ ہوگی اور تبلیغ میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔

چنانچہ رحمت کائنات ﷺ مکہ میں نبوت کے تیرہ برس گزارنے کے بعد ہجرت کر گئے اور یثرب والے نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میزبان بنے۔ ہجرت کے دسویں برس محمد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کا فریضہ ادا کیا اور اسی حج کے موقع پر یہ مشہور آیت آپ پر نازل ہوئی

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۝ (المائدہ:۳)

کہ اے میرے حبیب پاک ﷺ ہم نے آپ پر آج دین کو مکمل کر دیا ہے اور مومنوں کے لئے ہم نے اسلام کو بطور دین منتخب فرمالیا ہے۔

کئی ایک صحابہ کو اس آیت کے نزول کے بعد اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اب نبی پاک ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس لئے کہ نبی ایک مقصد کی خاطر مبعوث کیا جاتا ہے اور جب وہ مقصد پورا ہو جائے تو پھر اس بات کی نشانی ہوتی ہے کہ اب نبی اس کائنات سے رخصت ہونے والا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے عمر اتنی اعلیٰ ترین نعمت کے مکمل ہو جانے پر تمہارے رونے کا سبب کیا ہے؟

تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بصیرت سے یہ بات جو معلوم کر لی تھی اس کا اظہار کیا۔ فرمانے لگے مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اب نبی پاک ﷺ کی رخصتی کا وقت بھی قریب آ گیا ہے۔ کیونکہ اللہ نے نبی کو دین کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہے اور دین سے آشناء بنانے کی خاطر اللہ نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔ جب دین ہی مکمل ہو گیا تو معنی یہ ہے کہ آپ کا کام پایہ تکمیل تک

پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ ہجرت کے دسویں سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو سوموار کے دن اس کائنات سے رخصت ہو گئے اور آپ کی وفات پر اسلام کا اولین باب ختم ہو گیا۔

محمد رسول اللہ ﷺ جہاں اور بہت سی خصوصیات میں دوسرے انبیاء سے ممتاز اور نمایاں تھے وہاں رب کائنات نے آپ کو ایک اور خصوصیت میں منفرد بنایا تھا اور وہ خصوصیت تھی کہ رب ذوالجلال نے آپ کو اپنی زندگی میں ہی کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کر کے یہ توفیق بخشی تھی کہ آپ دنیا کے اندر کتاب وسنت پر مبنی پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد اپنی نگرانی میں رکھ سکیں۔ آپ کے سوا کسی پیغمبر کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس نے اپنی دعوت کی بنیاد پر کسی ریاست کو استوار کیا ہو۔ کئی نبی اور رسول ایسے گزرے ہیں جن کو اللہ نے نبوت اور بادشاہت دونوں چیزیں اکٹھی عطا کی تھیں لیکن یہ اعزاز صرف ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوا کہ آپ نے خود اپنی دعوت کی بنیاد پر ایک ریاست کی بنیاد رکھی اور اسے اس انداز سے استوار کیا کہ آنے والی نسلیں آپ سے راہ نمائی حاصل کریں' اسلامی ریاست کو صحیح خطوط پر چلا سکیں۔

اس لحاظ سے ضرورت تھی کہ امت کی نگہبانی کے لئے' ریاست کے امور کی نگرانی کے لئے اور اسلامی سٹیٹ کی انتظامیہ کو سنبھالنے کے لئے کسی ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جائے جو سارے لوگوں کے نزدیک معتمد علیہ ہو اور ان کی شخصیت کے بارے میں کوئی شخص اختلاف کی جرات اور جسارت نہ کر سکے۔ اس لئے کہ ریاست کی تشکیل کے فوراً بعد اگر کوئی ایسا شخص ملک کے اقتدار کا مالک بن جائے جس کی ذات مختلف فیہ ہو یا جس پر سارے لوگوں کا اتفاق نہ ہو تو ایسی صورت میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ باہم متحارب گروپ آپس کی لڑائی کی وجہ سے اسلامی ریاست کی یا کسی بھی سٹیٹ کی بنیادوں کو کمزور نہ کر دیں۔ اسی وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے انتظامات کو سنبھالنے کے لئے اپنی زندگی مبارک میں ہی ایسے اشارات فرما دیئے جن سے یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ فلاں شخص نبی کائنات کے بعد آپ کی امت کا نگہبان ہو گا اور وہ شخص ایسا ہو گا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا کوئی شخص اس کے بارے میں کسی قسم کی کوئی بات اپنے دل کے اندر نہیں رکھتا ہو گا۔

یہ بات توجہ کے ساتھ سننے کی ہے اور آج باوجود اس بات کے کہ میں انتہائی نقاہت اور

کمزوری اپنے جسم کے اندر پاتا ہوں اور بولنے کی سکت اور ہمت اپنے اندر موجود نہیں پاتا کہ مسلسل سفر' دن کے سفر' رات کی تقریریں اس سے صحت بالکل تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ آج بھی رات کو ساڑھے تین بجے کے قریب میں گھر پہنچا۔ کوئی ایک بجے کے قریب سیالکوٹ میں جلسہ ختم ہوا۔ پھر وہاں سے سفر کر کے پہنچا۔ اب صبح اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ ایک تو بات یہ ہوتی ہے کہ سفر مار دیتے ہیں پھر تقریر میں بہت زیادہ ہمت اور کوشش صرف کرنا پڑتی ہے۔ خصوصاً کسی ایسے مسئلے کو سمجھانے کے لئے جو عام لوگوں کے فہم سے بالاتر ہو اور اس مسئلے پر گرد وغبار کی بہت سی تہیں پڑی ہوئی ہوں۔ پھر گرمیوں کا موسم' ٹھنڈا پانی آدمی کثرت سے پیتا ہے اور پھر اس کے بعد سفر کرنا' خود گاڑی ڈرائیو کرنا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ اتنی سخت کوفت اور تکلیف ہوتی ہے کہ جس پر بیتتی ہے صرف وہی جانتا ہے۔

آپ کو پتہ ہے کہ ہم نے کبھی بیٹھ کے خطبہ نہیں دیا۔ کیونکہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ خطبہ عبادت ہے۔ ہم اور لوگوں کی طرح خطبہ کو جمعہ سے الگ فضولیات کا کوئی حصہ نہیں سمجھتے یہ ایک فضول بات ہے جو مولوی کرسی پر بیٹھ کر کر رہا ہے۔ چاہے کوئی سنے یا نہ سنے۔ ہمارے نزدیک خطبہ جمعہ جمعہ کا حصہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق جمعہ اس نے پڑھا ہے اس نے ادا کیا ہے جس نے صرف نماز ہی نہیں پڑھی بلکہ پورا خطبہ بھی سنا ہے اور خطبہ سننا جب تک آدمی سنتا رہے' عبادت شمار ہوتا ہے اور جب تک آدمی خطبہ کی مجلس میں بیٹھا رہے' اللہ کے فرشتے اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں درج کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک کھڑے ہو کر خطبہ دینا نبی پاک ﷺ کی سنت ہے۔ ماسوائے مجبوری کے اور شاید میری زندگی میں' اٹھارہ سال کے عرصہ میں یہ تیسرا یا چوتھا موقع ہے کہ مجھ میں کھڑے ہونے کی سکت اور ہمت نہیں ہے۔

ایمانداری کی بات ہے بعض مسئلے صرف درس میں بیان ہو سکتے ہیں یا خطبے میں۔ تقریر میں بیان نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ تقریر آدمی چاہے کتنی لمبی کرے تقریر کا وقت مختصر ہوتا ہے' محدود ہوتا ہے۔ اس کے اندر کسی انتہائی اہم اور اختلافی موضوع اور مضمون سے انصاف نہیں ہو سکتا۔ آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ لوگوں کے سامنے رکھ دے۔ پھر اختصار کی وجہ سے بڑی اہم باتیں باقی رہ جاتی

ہیں۔ درس میں چونکہ مسلسل گفتگو ہونا ہوتی ہے اس لئے آدمی انتہائی اطمینان کے ساتھ مسائل کو بیان کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے فضل سے ہم نے چونکہ خطبات جمعہ کا سلسلہ بھی اسی موضوع پر اگلے کئی خطبات میں استوار کرنا ہے۔ اس لئے یہاں بھی کئی مسئلے ایسے بیان ہو جائیں گے جو شاید آپ نے زندگی میں کبھی نہ سنے ہوں اور تقریر میں بیان ہی نہیں ہو سکتے۔ جلسوں میں بیان نہیں ہو سکتے۔

جمعے کے خطبے میں امام کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ بندہ رب سے جو دعا مانگتا ہے رب اسے پورا فرما دیتا ہے۔ اسی بہانے سارے لوگ دل کی گہرائیوں سے' خلوص کے ساتھ یہ دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنی ذات کے لئے نہیں' تیرے دین کی نشر و اشاعت کے لئے ایک بڑی مسجد کی ضرورت ہے اور اللہ! تیری مہربانی اور توفیق سے ہم نے لارنس روڈ پر مسجد کی ایک ایکٹر جگہ خرید لی ہے[1] اللہ! ہم بڑے کمزور ہیں' ہمارے

[1] شہید اسلام حضرت علامہ شہید نے لارنس روڈ پر واقع ۵۳ نمبر کوٹھی خریدی۔ اس کو گرا کر یہاں جمعیت اہل حدیث کے مرکزی دفاتر' وسیع و عریض مسجد' لائبریری' طلباء کے لئے ہاسٹل وغیرہ کی تعمیر کا منصوبہ تھا۔ اس وقت علامہ شہید نے اس کا جو نقشہ تیار کروایا تھا' اس میں اس عمارت کی سات منزلیں تھیں۔ جب کہ اخراجات تعمیر ایک کروڑ سے زائد تھے۔ یہ ۱۹۸۶ء کی بات ہے۔ علامہ شہید نے اس جگہ کا نام "مرکز اہل حدیث" رکھا تھا۔ آپ کے ارادے بہت پختہ اور منصوبے بڑے وسیع تھے۔ ۱۹۸۶ء کے رمضان المبارک میں آپ نے یہاں باقاعدہ نماز تراویح اور خطبات جمعہ کا اہتمام کیا۔ لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کی اقتداء میں نماز تراویح میں شریک ہوتی تھی۔ خطبات جمعہ میں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ مرکز اہل حدیث میں صرف مرد نمازی ہوتے۔ جب کہ ساتھ والی کوٹھی میں خواتین کے لئے عارضی طور پر اہتمام کیا جاتا۔ جگہ کی قلت کے باعث لارنس روڈ پر صفیں بچھائی جاتیں۔ اس کے بعد باغ جناح میں بھی صف بندی ہوتی تھی۔ علامہ شہید نے آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تو یہ اعلان کیا کہ چینیانوالی مسجد میں میرا یہ آخری خطبہ ہے۔ آئندہ نماز جمعہ مرکز اہل حدیث ۵۳ لارنس روڈ میں ادا کی جائے گی۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ ہوا اور آپ کی شہادت کا الم ناک سانحہ پیش آ گیا۔ آپ کی شہادت کے بعد مرکز اہل حدیث صرف جامع مسجد اہل حدیث رہ گیا۔ آپ کے تمام منصوبے آغاز سے قبل ہی ختم ہو گئے۔ بلکہ یہ مسجد بھی ابھی ادھوری ہے اور اس نقشے کے مطابق بھی نہیں جو حضرت علامہ شہید کا تجویز کردہ تھا۔ علامہ شہید کی شہادت کے بعد جمعیت اہل حدیث کو بڑے افسوسناک حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن کے بیان کا یہ موقع نہیں۔ اب شاید مستقبل میں اللہ کا کوئی بندہ اٹھے اور جامع مسجد اہل حدیث ۵۳ لارنس روڈ کو ایک بار پھر مرکز اہل حدیث بنا دے۔ یقیناً اس سے ہمارے مرشد کی حسنات میں بے شمار اضافہ ہوگا۔

پاس اس مسجد کی تعمیر کے لئے پیسے نہیں اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ کتاب وسنت کے ماننے والوں کا اور تیرے دین کی صحیح نشر واشاعت کرنے والوں کا اس مقام پر مرکز بنے۔ تیرا گھر اس طرح کا بنے جس طرح کا تیرا گھر ہونا چاہئے اور اے اللہ ہم کمزوروں کو اس گھر کو شایان شان طریقے سے بنانے کی توفیق عطا فرما۔ بعض باتیں بڑی سامنے کی ہوتی ہیں۔ مقرر کو پتہ ہوتا ہے لیکن تقریر کے جوش میں مقرر بیان نہیں کر سکتا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے اندر پہلی اسلامی ریاست کی جو بنیاد رکھی تھی' اس کے لئے کسی ایسے آدمی کی ضرورت تھی جس کے بارے میں کوئی شخص دو رائے نہ رکھتا ہو' جس کی شخصیت کسی قسم کے اختلافات سے مبرا ہو' جس کی ذات متفق علیہ ہو' جس کے بارے میں دل میں اعتراض کا کوئی شائبہ موجود نہ ہو۔ مسلمان' مومن کہلانے والا اس کے بارے میں مکمل طور پر ذہنی اتفاق رکھتا ہو۔ اس لئے کہ ایک تو یہ کئی صدیوں کے بعد ایسی ریاست قائم ہو رہی تھی جس کی بنیاد کسی بندے نے نہیں رکھی تھی خود رب نے رکھی تھی۔ اللہ کی رکھی ہوئی بنیاد اور جس کے لئے نظام مخلوق کے کسی فرد نے طے نہیں کیا تھا بلکہ خود رب العالمین نے رحمۃ للعالمین کے ذریعے اس کا نظام طے کیا تھا۔ اور پھر یہ ریاست چہار طرف سے دشمنوں سے گھری ہوئی تھی۔ منافقوں کی صورت میں اندر بھی مخالف موجود تھے' حاسدوں کی صورت میں باہر بھی مخالف موجود تھے۔ کچھ نئے نئے مسلمان اور کچھ وہ جن کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ (التوبہ:۱۰۱)

اے میرے حبیب پاک ﷺ تیرے چار طرف منافق پھیلے ہوئے ہیں اور خود مدینے میں بھی بڑے منافق موجود ہیں۔

اور کچھ ایسے لوگ تھے جن کے بارے میں رب نے کہا تھا

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ (الحجرات:۱۴)

اسلام لے تو آئے ہیں لیکن ابھی ان کے دلوں میں ایمان پختہ نہیں ہوا۔ ابھی پکے مسلمان نہیں بنے۔

ایسی صورت میں اگر کوئی متنازعہ شخصیت مسلمانوں کی اس ریاست کی سربراہ بن جاتی

تو خدشہ تھا کہ وہ پیش پا افتادہ مسائل سے عہدہ براء نہ ہو سکے گی اور مسائل اتنے الجھ جائیں گئے کہ اس کا ان سے نکلنا محال ہو جائے گا اور وہ سلطنت جس کی بنیاد رحمت کائنات نے رب العالمین کی راہ نمائی میں خود اپنے ہاتھ سے رکھی تھی وہ ریاست تباہ ہو جائے گی۔ خدشہ موجود تھا' اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس ریاست کی فرمانروائی کے لئے ایک ایسی شخصیت کو نامزد...... سنو لفظ...... نامزد کر دیا لیکن مسلمانوں سے ان کے انتخاب کا حق نہیں چھینا۔ اشارات فرما دیئے لیکن ان پر کسی کو اپنی طرف سے مسلط کرنا پسند نہیں کیا۔ اشارات کر دیئے' نامزدگی کر دی' مسلط نہیں کیا۔ ایسی شخصیت کو جس کے بارے میں پورے مسلمانوں کے درمیان' محمد ﷺ کے سارے صحابہ کے درمیان احترام اور عقیدت کے علاوہ کوئی جذبہ موجود نہیں تھا اور ایسی شخصیت نبی کے سارے صحابہ میں صرف ایک تھی۔

بات کو توجہ سے سنو۔ آج میں ثابت کرتا ہوں ایسی شخصیت نبی کے تمام صحابہ میں صرف ایک تھی' دوسری کوئی نہ تھی اور وہ شخصیت اس کی تھی جس کے بارے میں صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے نام کو کبھی بھی نبی کے نام سے الگ نہیں سنا ہے۔ سارے صحابہ کے درمیان اس کی شخصیت متفق علیہ تھی اور وہ شخصیت تھی صدیق اکبر ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ پورے صحابہ کے درمیان صدیق کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہ تھا اور ہر شخص کے بارے میں اختلاف موجود تھا۔ آج بات کو یاد کر کے جانا۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' یہ بنو ہاشم کے آدمی تھے۔ ان کے قبیلے کا نام بنو ہاشم تھا۔ نبی پاک کا اپنا قبیلہ تھا۔ حضور کے قبیلے کے فرد تھے' اسلام کے بے باک سپاہی تھے' مسلمانوں کے مایہ ناز سالار تھے' کمانڈر تھے' نبی کے محبوب تھے' حضور کی بیٹی کے شوہر تھے' حضور کے نواسوں کے باپ تھے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ خود بنو ہاشم کے لوگ ان کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ خود اپنا قبیلہ نہیں مانتا تھا اور سنو اور حیران رہ جاؤ۔ یاروں نے افسانے بنا رکھے ہیں۔ حالت یہ تھی اپنا قبیلہ تو بڑی بات' قبیلے کا سردار بھی نہیں مانتا تھا۔ اپنی برادری کا سردار بھی ان کو نہیں مانتا تھا۔ نبی کے بعد برادری کا سردار نبی کا چچا تھا۔ وہ چچا کہ نبی نے جس کو اپنا باپ کہا ہے۔ کہا

ان عباس عمی صنو ابی

عباس میرا چچا ہی نہیں میرا باپ بھی ہے۔

اور وہ عباس کہ جنگ بدر میں کافروں کی طرف سے لڑتا ہوا آیا تھا اور ان لوگوں کے ساتھ قیدی بنا جنہیں محمد اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں نے گرفتار کیا تھا۔ سب کی مشکیں کسی گئیں' ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ کر ان کو ایک خیمے میں گرفتار کر کے رکھا گیا۔ ان میں سے یہ عباس بھی تھے۔ رات کے اندھیرے چھائے' سرور کائنات علیہ السلام نے عشاء کی نماز کی امامت کروائی اور پھر اپنے خیمے کی طرف چلے گئے۔ امام کائنات کے صحابہ سونے کے لئے اپنے خیموں کی طرف جانے لگے تو محسوس کیا کہ نبی کے خیمے سے سسکیوں کی آواز آ رہی ہے۔ صحابہ کے دل پھٹ گئے۔ کیا معاملہ؟

نبی کے خیمے سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ کس کو جرات تھی کہ خیمہ عالی پہ دستک دے' حضور سے جا کے سوال کرے۔ صدیق کے پاس پہنچے۔ ابو بکر تیرے سوا نبی سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ جا پوچھ کیا ہوا ہے؟

صدیق نے خیمے پہ دستک دی' اجازت ملی' پردہ اٹھایا۔ دیکھا کہ نبی کی آنکھوں سے آنسو اس طرح گر رہے ہیں جس طرح موسم برسات میں بارش کے قطرے گرتے ہیں۔ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر بتر ہے۔ صدیق' نبی کا دیوانہ بغیر پوچھے رو پڑا۔ اپنے آقا کو روتے ہوئے دیکھا۔ رو پڑے۔ کہا یا رسول اللہ کیا ماجرا ہے؟ آپ بے قرار ہیں' آنکھوں میں آنسو ہیں۔ ماجرا کیا ہے؟

کہا ابو بکر میں اپنے چچا کو رسیوں میں بندھا ہوا' جکڑا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے جب یہ خیال آتا ہے کہ محمد (ﷺ) کا چچا بندھا ہوا گرفتار حالت میں پڑا ہے' میرا جی بے قرار ہو جاتا ہے۔ میری آنکھوں سے چین رخصت ہو گیا۔ اس چچا سے اتنا پیار تھا۔ ابھی یہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ پھر حضور نے کہا ابو بکر اللہ نے محمد (ﷺ) کو منصف بنا کے بھیجا ہے۔ جو فیصلہ ساروں کا ہو گا وہی چچا کا بھی ہو گا لیکن دل پہ میرا اختیار نہیں۔ دل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ خون اور گوشت کا ایک لوتھڑا ہے' یہ متاثر ہوتا ہے اور نبی پاک بڑے نرم مزاج انسان تھے۔ لوگوں کی معمولی تکلیف پر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔

اتنا پیار تھا اور اس چچا کو نبی کائنات نے اپنا باپ قرار دیا تھا۔ اوروں کی بات چھوڑو خود بنو ہاشم کا یہ سردار کہ نبی پاک ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے قبیلے بنو ہاشم میں حضرت

عباس سے بڑی کوئی دوسری شخصیت موجود نہیں تھی' عمر کے لحاظ سے' مرتبے کے لحاظ سے' شخصیت کے لحاظ سے' سب سے بڑے یہ تھے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ یہ حضرت علی کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ خود بنو ہاشم ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ یہ کیفیت تھی اور فاروق اعظم کے زمانے میں امامت' حکومت' سلطنت' قیادت' سیادت تو بڑی بات ہے صرف ایک باغ کے معمولی انتظام پر حضرت عباس نے حضرت علی کو بڑا ماننا گوارہ نہیں کیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغ فدک کے انتظامات حضرت علی کے سپرد کرنے چاہے۔ حضرت عباس غصے میں سرخ ہو گئے۔ فرمانے لگے محمد ﷺ کے گھرانے میں میرے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو کوئی انتظام سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ ایک باغ کی قیادت سنبھالنے کے لئے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

پھر بنو ہاشم میں حضرت عباس کے بعد دوسری بڑی شخصیت حضرت علی کے اپنے بڑے بھائی کی تھی۔ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی تھے۔ حضرت علی سے دس سال بڑے تھے۔ یہ وہی عقیل ہیں جن کے بیٹے جناب مسلم حضرت حسین کے قاصد بن کر کوفہ والوں سے بیعت لینے کے لئے گئے تھے۔ خود حضرت عقیل کا عالم یہ تھا کہ سگا بھائی ہے۔ ماں زاد' باپ جایا۔ ان کی اپنی حالت یہ تھی کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ میں انہوں نے اپنے بھائی کا ساتھ نہیں دیا' حضرت معاویہ کا ساتھ دیا ہے۔ یہ بنو ہاشم کے لوگ' اپنے خاندان کے لوگ بھی حضرت علی کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما' یہ حضرت علیؓ کے کمانڈر انچیف تھے۔ حضرت علیؓ کو ان سے اتنی محبت اور اتنا پیار تھا کہ شیعہ کتابوں میں آیا ہے' الارشاد میں شیخ مفید لکھتا ہے کہ حضرت علی ایک دن حضرت حسن کے گھر میں رہتے' ایک دن حضرت حسین کے گھر میں رہتے اور ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس کے گھر میں رہا کرتے تھے۔ اتنا پیار تھا۔ خود یہ عبداللہ بن عباس حضرت علی کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ کسی ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جس کے بارے میں کوئی دوسرا شخص اختلاف کرنے کی جرات نہ رکھتا ہو۔ حضرت سعد بن عبادہ انصار کے سردار تھے لیکن اندر سے اوس قبیلہ ان کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ دو قبیلے تھے'

اوس اور خزرج ۔ اِن کو اپنے قبیلے والے تو مانتے تھے' دوسرے قبیلے والے ماننے کے لئے تیار نہیں تھے ۔ صدیق اکبر کے سوا کوئی شخصیت نہ تھی جس پر سارے مسلمانوں کا اتفاق ہو ۔ کیوں؟

اس لئے کہ خود صحابہ کہتے ہیں ہم نے نبی سے جب بھی بات سنی ۔ نبی نے یہ نہیں کہا میں نے ایسا کیا ۔ فرمایا میں نے اور میرے ابوبکر نے ایسا کیا ہے' میں نے اور میرے ابوبکر نے سفر کیا' میں نے اور ابوبکر نے قیام کیا' میں نے اور میرے ابوبکر نے طعام تناول کیا میں چلا میرے ساتھ ابوبکر چلا' میں بیٹھا میرے ساتھ ابوبکر بیٹھا' میں نے قبول کیا میرے ساتھ ابوبکر نے قبول کیا' میں نے بات کہی میرے ساتھ ابوبکر نے بات کہی اور یہاں تک کہ ایک دفعہ نبی نے سودا کیا' بات ہوئی' اس نے کہا گواہ کون ہے؟

محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں' ابوبکر موجود نہیں' فرمایا میرا گواہ ابوبکر ہے ۔ لوگ تعجب کرتے ہیں ۔ کہنے لگے ابوبکر تو موجود ہی نہیں' اس کو گواہ کیسے بناتے ہیں؟

اس طرح بناتا ہوں کہ میری کہی ہوئی بات کو ابوبکر کبھی رد نہیں کر سکتا ۔

یہ ابوبکر تھے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی صدیق کو اپنے سے جدا نہیں کیا اور رب کو سنگت اتنی پیاری لگی' جوڑا اتنا پسند آیا کہ جبرائیل امین آئے اور بتلایا اے محمد (ﷺ) جس کے ساتھ تجھ کو اتنا پیار ہے سن لے تیرے مرنے کے بعد تیری قبر میں بھی تیرے ساتھ ہوگا' حشر کو جب تو اٹھایا جائے گا تیرے ساتھ ابوبکر اٹھایا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو حوض کوثر پہ بیٹھا ہوا ہوگا تیرے داہنے ہاتھ ابوبکر ہوگا اور نبیوں میں سب سے پہلے جب تو جنت کے دروازوں پہ دستک دے رہا ہوگا تو سارے نبیوں کی امتوں میں سے سب سے پہلے تیرا ابوبکر جنت کے دروازے پہ دستک دے رہا ہوگا ۔ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۔ ساری کائنات جانتی تھی کہ ابوبکر کا مقام کیا ہے؟

اور سن لو! ایک بات یاد رکھو جو محمد ﷺ کو مانتا تھا وہ ابوبکر کو مانتا تھا جو ابوبکر کو نہیں مانتا تھا وہ محمد ﷺ کو بھی نہیں مانتا تھا ۔ یہ مقام صرف ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے ۔ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ۔ اسی لئے جب مرض الموت کے ایام میں نبی اکرم ﷺ کے دروازے

پر اذان دینے کے بعد جماعت کی امامت کے لئے حضرت بلال آ کر کھڑے ہوئے۔

الصلوٰۃ

آ قا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ صحابہ کا جمگھٹا' مسجد نبوی کا صحن بھرا ہوا۔

الصلوٰۃ

سب کو پتہ ہے کہ نبی پاک بیمار ہیں لیکن کسی کو یہ احساس نہیں کہ نبی اتنے بیمار ہو گئے کہ امامت کے لئے بھی نہیں آ سکتے۔

آ قا! الصلوٰۃ

دروازے کو جنبش نہیں ہوئی۔ سارے صحابہ صدیقہ کائنات ابوبکر کی بیٹی کے گھر کی طرف اپنی نگاہوں کو لگا لیتے ہیں۔ وقت گزرتا جا رہا ہے' صحابہ کے دل ڈوبتے جا رہے ہیں۔ کوئی آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ اللہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ نبی ہمارے پاس نہ ہوں گے۔ آج کیا ہو گیا ہے؟

وقت ہو چلا ہے۔ امام کائنات باہر تشریف نہیں لا رہے۔ کیا معاملہ ہے؟

بلال پھر بیٹھ گئے۔ صحابہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ پھر اٹھ کے حجرہ عائشہ پہ پہنچے۔

الصلوٰۃ

نبی پہ غشی طاری ہے۔ کوئی جواب نہیں ملتا۔ بلال روتے ہوئے آ کے اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ صحابہ کی سسکیاں چیخوں میں تبدیل ہو گئیں۔ سب مہر بلب اور گوش برآواز ہیں۔ پھر بلال اٹھے۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اتنی دیر میں رحمت کائنات نے اپنی آنکھیں کھول لیں۔ ام المومنین صدیقہ سامنے بیٹھی ہیں۔ جھک کے کہنے لگیں میرے آقا آپ کے پروانے آپ کی دید کے منتظر ہیں۔ مسجد نبوی کا صحن آہوں اور کراہوں سے بھرا ہوا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ نماز کا وقت ہو چلا ہے۔ بلال کئی دفعہ آ کے آواز دے چکا ہے۔ آپ نے آنکھیں اٹھائیں اور لبوں کو جنبش ہوئی اور

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم:۳'۴)

خدا کے کہنے پر جبرائیل محمد ﷺ کی زبان پہ بولنے لگا۔

فرمایا عائشہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو لوگ پھر کیا کہتے ہیں؟

کہا آ قا ان کو اپنے امام کا انتظار ہے۔ فرمایا

مروا ابا بکر فلیصل بالناس

جاؤ لوگوں کو کہو' میرے بلال کو کہو کہ محمد (ﷺ) نے اپنی زندگی میں اپنی جگہ اپنی امت کا امام ابوبکر کو نامزد کر دیا ہے۔

مروا ابا بکر فلیصل بالناس

جاؤ ابوبکر کو جا کے کہو کہ محمد (ﷺ) کے مصلے پہ کھڑا ہو جائے۔

میری بات ذرا سننا۔

اس دن کیا بنو ہاشم کے سردار موجود نہیں تھے؟

کیا نبی کے چچا عباس موجود نہیں تھے؟

کیا نبی کے چچا کے بیٹے عقیل' علی' عبداللہ اور فضیل موجود نہیں تھے؟

کیا نبی کے داماد ذوالنورین اور علی موجود نہ تھے؟

اور تو اور تمہاری روایت کے مطابق کیا نبی کے نواسے حسن وحسین موجود نہ تھے؟ سب موجود تھے اور نبی نے آنکھیں کھول کے کہا میرے نواسے بھی پیچھے' میرا چچا بھی پیچھے' میرے داماد بھی پیچھے' آگے کھڑا ہو گا تو میرا ابوبکر کھڑا ہو گا۔

مروا ابا بکر فلیصل بالناس

جاؤ میرے ابوبکر کو کہو کہ محمد (ﷺ) کے مصلے پر کھڑا ہو جائے۔ وہ آگے کھڑا ہو سارے سادات صحابہ پیچھے کھڑے ہوں۔ کیونکہ اس کے سوا کسی شخص پہ اتفاق نہیں ہو سکتا۔ سنو تو سہی کہ نبی نے کیا کہا ہے؟

کون تھا جو ٹوکے؟ کون تھا جو بولے؟

آج ابوبکر کی امامت پر لڑتے ہو۔ اولڑنا تھا تو اس دن محمد ﷺ سے کیوں نہیں لڑائی کی؟

اس دن اعتراض کرنا تھا۔ کس نے اعتراض کیا' کس نے بولنے کی جسارت کی؟

کوئی نہ بولا اور بولی تو تنہا ام المومنین صدیقہ بولی۔ اور وہ صدیقہ جو قرآن کے الفاظ میں سارے مومنوں کی ماں ہے اور جو اس کو ماں نہیں مانتا وہ مومن نہیں ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (الاحزاب:٦)

مومن وہ ہے جو محمد ﷺ کی بیوی کو اپنی ماں مانتا ہے' جو محمد ﷺ کی بیوی کو اپنی ماں نہیں مانتا' قرآن اسے مومن نہیں کہتا۔

فیصلے تو پہلے دن ہو گئے تھے۔ بولی تو عائشہ بولی اور میں کہا کرتا ہوں عائشہ بھی نہیں بولی' خدا نے بلوایا تاکہ مسئلہ پکا ہو جائے۔ آنکھوں میں آنسو۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ کسی اور کو کہیے۔ نبی نے نگاہ اٹھائی' فرمایا

لا ينبغي لقوم ان يكون فيهم ابوبكر ان يومهم غيره

ابوبکر کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا محمد ﷺ کے مصلے پہ کھڑا نہیں ہوسکتا۔ جاؤ

مروا ابا بكر فليصل بالناس

ابوبکر کو کہو کہ آگے کھڑا ہو جائے۔ پھر ادب سے کہا یا رسول اللہ کوئی اور نہیں ہوسکتا؟

اب ذرا پہلی بات کو یاد کرنا کہ کسی پر اتفاق نہیں تھا۔ نبی نے یہ الفاظ اس دن کہے جس دن ابوبکر کی امامت کا فیصلہ کیا۔ کہا

يابى الله والمومنون الا ابا بكر

عرش والے اور فرش والے کا اتفاق اگر ہے تو صرف ابوبکر پر ہے اور کسی پر اتفاق نہیں۔ عرش والے کا بھی اتفاق اور فرش والوں کا بھی اتفاق ہے۔

يابى الله

اللہ بھی نہیں مانتا

والمومنون

اور مومن بھی نہیں مانتے۔ مانتے ہیں تو اکیلے ابوبکر کو مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی پر اتفاق نہیں۔

يابى الله والمومنون الا ابا بكر

خدا اور مومنوں کا اگر اتفاق ہے تو تنہا ابوبکر پر

مروا ابا بكر

جاؤ ابوبکر کو کہو کہ مصلٰی امامت پر کھڑا ہو جائے۔ اب ذرا دیکھو تو سہی۔ حکم ہوا۔ بلال آج کونین کا تاجدار خود حکم دے رہا ہے کہ میرے سارے ساتھی پیچھے میرا ابوبکر آگے۔ ابوبکر

کو کہو امامت کروائے۔ ابوبکر کھڑے ہو گئے۔ اوپر سے جبرائیل آ گیا۔ کہا اے میرے اللہ کے محبوب اٹھو' اپنی آنکھوں سے سادات صحابہ کا پیچھے کھڑا ہونا اور ابوبکر کا آگے کھڑا ہونا دیکھ تو لو۔ دیکھو تو سہی جو تیرے حکم سے پیچھے وہ ابوبکر سے پیچھے نہیں رہا اسلام سے پیچھے رہ گیا ہے۔

اٹھئے۔ نبی نے وضو کیا' اٹھ کے بیٹھے۔ کہا سہارا دو۔ سہارا دے کر کھڑا کیا۔ اپنے دروازے کو کھولا۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ حجرہ عائشہ کا دروازہ مسجد نبوی کے صحن میں کھلتا تھا۔ دروازہ کھلا۔ ساری مسجد میں میرے نبی کی خوشبو پھیل گئی۔ وہ نبی کہ جس راہ سے گزر جائے وہ راہ معطر ہو جائے۔ وہ نبی کہ جس راستے سے گزر جائے وہ راستہ مہک جائے۔ میرے آقا کہ جن کے بارے میں کسی نے کہا

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

صحن مسجد میں آئے۔ صحابہ پہ نگاہ ڈالی۔ عمر بھی پیچھے' ابوعبیدہ بن جراح بھی پیچھے' سعد بن ابی وقاص بھی پیچھے' اپنی پھوپھی کا بیٹا زبیر بھی پیچھے' اور وہ طلحہ بھی پیچھے کہ جس کے بارے میں نبی نے کہا

فداك ابى وامى

طلحہ ساری کائنات کے ماں باپ مجھ پہ قربان اور میرے ماں باپ تجھ پہ قربان۔ وہ بھی پیچھے۔ اور اپنا چچا عباس بھی پیچھے' اپنے داماد علی اور عثمان بھی پیچھے اور تمہاری روایت کے مطابق اپنے نواسے حسن اور حسین بھی پیچھے۔ اور صدیقہ کا باپ' یار غار' حوض کوثر کا ساتھی آگے۔ نبی کے چہرے پہ اطمینان اور مسرت کی لہر آئی۔ صحابہ کو خوشبو سے پتہ چل گیا کہ کائنات کا تاجدار آیا ہے۔ کھنکارنے لگے۔ جس طرح کہ بتلا رہے ہوں ابوبکر ہٹ جاؤ' امام اعظم آ گیا ہے اور پھر خوشبو ابوبکر تک بھی پہنچی۔ نبی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ ابوبکر محسوس کرتے ہیں کہ آقا آ گئے' پیچھے ہٹنے لگے۔ نبیؐ نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کے کندھے پہ رکھ دیا۔ فرمایا ابوبکرؓ پیچھے نہ ہٹو محمد (ﷺ) اپنی آنکھوں سے تیری امامت کو دیکھنے آیا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹنا۔ اپنے ہاتھ سے کھڑا رکھا۔ کہا کھڑے رہو۔ قول سے بھی ثابت کیا ابوبکرؓ امام اور اپنے فعل سے بھی ثابت کیا ابوبکرؓ امام۔

اتفاق اگر ہوسکتا تھا تو ایسی شخصیت پہ ہی ہوسکتا تھا جس کا نام ہمیشہ محمد ﷺ کے ساتھ آتا تھا۔ لوگ جس کا احترام اور عزت کرتے تھے۔ جس کے بارے میں اختلاف کی کوئی جرات اور جسارت نہ کرتا ہو اور پھر تاریخ کے اوراق کو اٹھاؤ' گردش لیل ونہار نے ثابت کیا کہ محمد ﷺ کا انتخاب کتنا اعلیٰ اور مومنوں کا انتخاب کتنا عمدہ تھا۔

ادھر سرور کائناتؐ کی وفات ہوئی ادھر فتنوں نے آنکھیں کھول لیں۔ مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا فتنہ' منکرین زکوٰۃ کا فتنہ' کوہستان کے مرتدوں کا فتنہ' بڑے بڑوں کے جگر پانی ہو گئے' لرز گئے۔ بڑے بڑے سورما' دلاور' شجاع' بہادر گھبرا گئے۔ لیکن ابوبکرؓ کمزور آدمی کوہ ہمالہ سے زیادہ استقامت کے ساتھ تنہا کھڑا ہے۔ کہا جاؤ! لشکر اسامہ کو کہو جہاں تجھے حبیب کبریا نے روانہ کیا تھا' روانہ ہو جاؤ۔ علی جیسا دلیر' عمرؓ جیسا شجاع آئے۔ ابوبکرؓ کیا کرتے ہو؟

فتنوں نے آنکھ کھولی ہے۔ یہی فوج ہے اس کو روانہ کر رہے ہو۔ دارالخلافہ مدینہ کا دفاع کون کرے گا؟

آنکھ اٹھائی۔ کہا کعبے کے رب کی قسم ہے جس جھنڈے کو میرے آقا محمد ﷺ نے اونچا کیا ہے' محمد ﷺ کا اونچا کیا ہوا جھنڈا ابوبکرؓ نیچا نہیں کر سکتا۔ تم نے کہا مدینے کا دفاع کون کرے گا؟

دارالخلافہ ننگا ہو جائے گا۔

واللہ لو جرت الکلاب بارجل امہات المومنین

کعبے کے رب کی قسم ہے میں یہ گوارہ کر سکتا ہوں کہ ام المومنین صدیقہ' جو میری بیٹی بھی ہے' کے دامن کو کتے گھسیٹیں لیکن یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ جس کام کا محمد ﷺ نے حکم دیا ہو وہ پیچھے رہ جائے۔ جاؤ اس کو کہو روانہ ہو جائے۔ مدینے کا دفاع میں ابوبکرؓ کروں گا۔ جب تک میرے جسم میں جان ہے' دنیا کی کوئی طاقت محمد ﷺ کے شہر پہ بری نگاہ نہیں ڈال سکتی۔ زکوٰۃ کے مانعین نے اعلان کیا زکوٰۃ نہیں دیتے۔ کہا جاؤ تلواروں کو بے نیام کر لو۔ عمر نے کہا کس کس سے لڑ رہے ہو؟ سب کے خلاف اعلان جنگ کر رہے ہو؟

ہاتھ اٹھایا اور فاروق کے سینے پہ تھپڑ مارا۔ کہا

جبار فی الجاھلیۃ جبان فی الاسلام

جاہلیت کا بہادر اسلام میں بزدلی کی بات کرتا ہے۔

جاؤ! ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے محمد ﷺ کی شریعت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ میں زندہ ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے دین محمد ﷺ میں تبدیلی ہو جائے؟ جاؤ لشکر کشی کرو۔

خالد بن ولید کو کہا مجھے تب تک چین نہیں آ سکتا جب تک کہ ختم نبوت پہ ہاتھ ڈالنے والے مسیلمہ کذاب کی لاش کو کتوں کے سامنے نہ ڈالا جائے۔ جاؤ اس کی گردن کو کاٹ کے لاؤ تا کہ ابوبکر کا کلیجہ ٹھنڈا ہو کہ دنیا کا کوئی شخص میرے آقا کی نبوت پہ ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ یہ ابوبکرؓ تھے اور ایک برس نہ گزرا تھا' ابھی ان معرکوں سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ پتہ چلا کوہستان کے قبائل مرتد ہو گئے اور مدینے پہ چڑھائی کر دی۔ ابوبکرؓ مسکرائے' صحابہ پریشان۔ ابوبکرؓ کیا ہو گا؟

فرمایا مدینے تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔ ان کی بستی پہ حملہ ہو گا۔ میں خود لشکر کی قیادت کروں گا۔

اور جس دن صدیق کی نعش مبارک اس کے گھر میں رکھی ہوئی تھی تو فاروق جیسا جری انسان روتا ہوا آیا' ابوبکرؓ کے چہرے سے کفن کی چادر ہٹائی اور کہنے لگے جب بڑے بڑے بہادر بزدل ہو گئے تھے تو تو کمزور بہادروں کا بہادر بن کے اٹھا تھا اور اس لئے اٹھا تھا کہ تو نے اس کے ساتھ تربیت پائی ہے کہ چشم فلک نے جس سے بہادر انسان کا چہرہ کبھی دیکھا ہی نہیں۔ تو نے اس کی تربیت حاصل کی ہے۔ تیرے بعد کون ہے جو فتنوں کا مقابلہ اس بے جگری سے کرے جس بے جگری سے تو نے کیا؟

یہ وہی متفق علیہ شخصیت تھی کہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں جب اس کا نام امامت کے لئے پیش کیا گیا تو علی المرتضی نے کہا' شیعہ کتاب غارات ثقفی کا حوالہ' لوگ ابوبکر کا نام آنے کے بعد اس طرح اس پہ ٹوٹ پڑے جس طرح شہد کی مکھیاں پھول پہ ٹوٹ پڑتی ہیں۔ دیوانہ وار لپکے یا فرمایا اس طرح لپکے جس طرح پروانے شمع پہ لپکتے ہیں۔ حتی کہ وہ لوگ جو حضرت سعد بن عبادہ کو اپنا امام بنانے کے لئے آئے تھے' وہ بھی اس طرح لپکتے ہوئے ابوبکرؓ کی طرف آئے کہ سعد بن عبادہ ان کے پیروں کے نیچے روندے گئے۔ کسی کو ابوبکرؓ کے ہاتھ کے بڑھ جانے کے بعد خبر ہی نہ رہی۔

یہ وہ متفق علیہ شخصیت تھی جس نے جب زمام اقتدار سنبھالا ہر طرف سے فتنے سر اٹھ رہے تھے اور جب اس نے نگاہ اٹھائی تو ہر طرف امن وامان قائم ہو چکا تھا اور تاریخ نے اس بات کی گواہی دی کہ جس قدر فتنوں کی سرکوبی بوڑھے ابو بکر نے کی' کسی دوسرے سے نہیں ہو سکی۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

❋ ❋ ❋

سیرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ○
الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ○ (البقرۃ)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک، خالق کائنات، مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ، مبارکہ، مطہرہ، کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور رہنمائی کا بندوبست فرمایا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کائنات میں تشریف فرما ہو کر لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جو کارنامے اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ سیرت، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہو کر ہم تک پہنچے ہیں۔ نبی محترم، سرور معظم، رسول مکرم ﷺ کے ان کارہائے نمایاں کو اگر کسی گروہ نے دوام بخشا اور ان کے تسلسل کو قائم رکھا انہیں دنیا والوں تک پہنچایا اور اہل کائنات کو ان سے روشناس کروایا تو اس گروہ نے کروایا جس گروہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس گروہ کی ایک بہت بڑی شخصیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہم نے پچھلے خطبہ جمعہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ اور بہت کچھ اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے بیان کیا تھا۔

نبی محترم، رسول معظم، سرور عالم ﷺ کے ان پاک باز تلامذہ اور ان مقدس شاگردوں میں جنہوں نے امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو دنیا تک پہنچانے میں اہم کردار

ادا کیا ہے' ایک اور بہت بڑی شخصیت ہے جن کا نام نامی اسم گرامی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اسلام کی تاریخ میں اس شخصیت کو فاروق اعظمؓ کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے اور مسلمانوں کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مقام' مرتبے' شان اور منزلت کے لحاظ سے پوری کائنات میں انبیاء اور رسل اللہ کو چھوڑ کر اگر کوئی دوسری بڑی شخصیت ہے تو وہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رب العزت نے انبیا اور رسولوں کے بعد سب سے زیادہ افضل مخلوق اگر بنائی ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی بنائی ہے اور خود امام کائنات کا اپنا ارشاد گرامی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

فضل صحابتي على صحابة الانبياء و المرسلين كفضلي عليهم

جس طرح اللہ نے مجھے تمام نبیوں میں سب سے افضل بنایا ہے' اسی طرح رب کائنات نے میرے صحابہ کو تمام انبیاء کے صحابہ سے افضل بنایا ہے۔ ان افضل ترین صحابہ میں سے اور اس مقدس ترین گروہ میں سے سب سے بڑی شخصیت اگر کوئی ہے تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے اور ان کے بعد روئے زمین پر اگر کوئی سب سے بڑی شخصیت پیدا ہوئی ہے تو وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام' مرتبے' شان' قدر و قیمت' اجر و ثواب کے لحاظ سے تو سرور کائنات کے بعد اسلام کی دوسری بڑی شخصیت ہیں لیکن کارکردگی کے لحاظ سے' اسلام کی خدمت کے لحاظ سے' اسلامی حکومت کی تاسیس کے لحاظ سے' اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لحاظ سے' قرآن و سنت کی خدمت کے لحاظ سے اور اسلام کے علَم کو کائنات میں بلند و بالا کرنے کے لحاظ سے نبی پاک ﷺ کے بعد پوری اسلامی تاریخ میں اگر سب سے بڑی کوئی شخصیت ہے تو وہ فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کی ہے۔ اجر و ثواب صدیق (رضی اللہ عنہ) کا زیادہ ہے لیکن اسلامی حکومت کے قیام میں سب سے زیادہ کردار اگر ادا کیا ہے تو فاروق اعظمؓ نے کیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے اپنے ایک فرمان گرامی سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن نماز فجر کے بعد اپنی مسجد پاک میں اپنے صحابہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ سلام پھیری۔ حضور ﷺ نے اپنا رخ اپنے اصحاب کی طرف کیا۔ لوگ

نبی کائنات کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا لوگو آج رات میں نے ایک خواب دیکھا...... خواب کے بیان سے پہلے یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو آسمان سے اترنے والی وحی کی ہوتی ہے۔ خواب اور وحی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ محمد رسول اللہ ﷺ خواب میں وہی کچھ دیکھتے ہیں جو عرش والا بذریعہ وحی آپ کو دکھاتا ہے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی پاک کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے کیا خواب دیکھا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک بہت بڑا کھیت ہے اور اس میں طرح طرح کے پھل' طرح طرح کی سبزیاں' طرح طرح کے فواکہ بوئے گئے ہیں۔ اس کھیت کو پانی کی ضرورت ہے کہ کوئی آئے اور کھیت کو پانی پلائے تاکہ پودے ہرے ہو جائیں۔ کھیت سرسبزی و شادابی سے مالا مال ہو جائے۔ چنانچہ میں نے دیکھا میرا صدیق آیا' اس نے کنویں پہ کھڑے ہو کر کنویں سے پانی کے ڈول نکالنے شروع کئے اور کھیت میں ڈالنے شروع کئے تاکہ کھیت کو پانی پلایا جائے۔ فرمایا کنویں پر پڑا ہوا ڈول...... جس کو پنجابی زبان میں بوکا کہتے ہیں:...... بہت بڑا ہے اور صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کو نکالنے میں دقت و دشواری محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن بہرحال اپنی بساط کی حد تک صدیق نے کنویں سے پانی نکالا' کھیت کو دیا لیکن کھیت سیراب نہیں ہوا۔ فرمایا پھر عمر آئے۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔ نبی کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ فاروق اتنی تیزی سے پانی نکال رہا ہے گویا کہ پانی نکالنے میں اسے کوئی دقت محسوس ہو ہی نہیں رہی۔

امام کائنات کہتے ہیں میں نے زندگی میں کبھی کنویں سے ایسا پانی نکالتے ہوئے کوئی بندہ نہیں دیکھا۔ اتنی تیزی سے پانی نکال رہا ہے۔ کھیت کو پلایا۔

حتی سرب العدن

کہ کھیت پانی سے بھر گیا۔ میں نے دیکھا کہ سارا کھیت پانی سے سیراب ہو گیا ہے لیکن عمر کے ڈول نکالنے میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ تیزی سے نکال رہا ہے یہاں تلک کہ پانی کھیت کے منڈیروں سے باہر چھلکنے لگا۔ فرمایا پھر میری آنکھ کھل گئی۔

یا رسول الله قل لنا تعبیره

اللہ کے رسول خواب بیان کیا ہے، اس کی تعبیر بھی بتلا دیجئے۔

فرمایا اس کی تعبیر دین ہے کہ فاروق اعظمؓ میرے دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور اس میں اس کے اندر کوئی کمزوری، اس کی قوت میں کوئی کمی، اس کے دین کی خدمت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوگا۔ صدیقؓ بھی دین کی خدمت کرے گا لیکن وقت تھوڑا ہوگا۔ دین اگر پھیلے گا تو میرے فاروق کے دور میں پھیلے گا۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ کیسے پوری ہوئی؟

ایسے پوری ہوئی کہ اس زمانے میں دنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتیں، حکومتیں، تھیں۔ جس طرح آج دنیا کی دو بڑی طاقتیں ہیں۔ ایک امریکہ اور ایک روس[1] اس زمانے میں بھی دنیا کی دو سپر طاقتیں تھیں۔ ایک روم، دوسرا ایران۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنتیں، دنیا کی سب سے بڑی حکومتیں، دنیا کی سب سے بڑی طاقتیں تھیں۔ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے پرچم کو اٹھایا اور دونوں طاقتوں پر بیک وقت حملہ کیا اور دونوں کے سروں کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالا۔ روم کی سلطنت بھی فاروق کے زمانے میں دم توڑتی ہے۔ ایران کی سلطنت بھی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں دم توڑتی ہے۔

اور پھر ایک دن آپ کا ایک یار، ساتھی، دوست آپ سے پوچھتا ہے عمر! اسلام لانے سے پہلے میں نے ایک دن تجھ سے پوچھا تھا تیری سب سے بڑی آرزو کیا ہے؟ تو تو نے اس دن کہا تھا کہ میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ میرے پاس سو اونٹوں کا ریوڑ ہو جائے۔ میں ان کو چراؤں، اونٹنیوں کا دودھ پیوں، ان کی اون سے خیمے بناؤں اور آرام کی زندگی گزاروں۔ بتلاؤ آج تم مسلمانوں کی سلطنت کے سربراہ ہو، آج تمہاری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟

---

[1] بحمد اللہ سویت یونین افغان جنگ میں معاشی عدم استحکام کا شکار ہو کر ٹوٹ چکا ہے۔ اس کا ایک منفی اثر یہ ہوا ہے کہ امریکہ اپنے آپ کو دنیا کی واحد سپر پاور سمجھنے لگ گیا ہے۔ جو اس کے جی میں آتا ہے، کر رہا ہے۔ بالخصوص مسلمانوں کے خلاف اس کا رویہ بہت متعصبانہ ہے۔ جب کہ مسلمان حکمران اکثر و بیشتر امریکہ کے نمائندے بنے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے علاقوں میں امریکی مفادات کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تو فاروق نے جواب دیا کہ آج میری خواہش کو الفاظ کے سانچے میں ڈھالا نہیں جا سکتا۔ کیوں کیا بات ہے؟

فرمایا آج میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ کائنات کا کوئی چپہ ایسا نہ بچے جہاں محمد ﷺ کا پرچم نہ لہرا رہا ہو۔ دنیا میں کوئی ایک ایسی جگہ باقی نہ بچے جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا دین نہ پہنچ گیا ہو۔

اس قدر دین کی خدمت کی۔ اس قدر اسلام کو اپنے خون سے آراستہ کیا۔ اس طرح مسلمانوں کی مملکت کی بنیاد رکھی کہ آج چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی مسلمان خواب دیکھتا ہے تو فاروق کی حکومت کا خواب دیکھتا ہے۔

او رونے والو! دھونے والو! لوگوں پر طعن و تشنیع کے بادل برسانے والو! لوگوں پر کیچڑ اچھالنے والو! نبی کے صحابہ پر زبان طعن دراز کرنے والو! آؤ! لمحے بھر کے لئے انصاف سے سوچو کہ اگر فاروق نہ ہوتا تو اسلام کی تاریخ کی ابتداء نہیں ہو سکتی تھی۔ کون سا اسلام؟

اسلامی سلطنت کے اصولوں کو، اس کی بنیادوں کو، اس کے قواعد کو، اسلامی سلطنت کے دستور کو، اسلامی حکومت کے نظام کو، اگر کسی نے عملی طور پر نافذ کیا اور دنیا میں محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو ہمہ جہت سے عملاً نافذ کر کے دکھایا تو وہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کون ہے جو اسلام کی تاریخ میں دوسرے نام کو بتلا سکے کہ اسلامی حکومت کا انداز یہ ہے؟

میں نے پہلے کہا تھا۔ ہم نے کبھی کسی پر طعن نہیں توڑا، کبھی کسی پر ظاہر اور خفیہ چوٹ نہیں کی، کبھی کسی پر پوشیدہ اور جلی طنز نہیں کی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سب تو ہمارے ہیں۔ اپنوں پہ چوٹ کون کرتا ہے۔ چوٹ تو اس پہ کی جاتی ہے جو بیگانہ ہو۔ علیؓ بھی ہمارا ہے، حسنؓ بھی ہمارا ہے، حسینؓ بھی ہمارا ہے۔ ہم چوٹ کریں تو کس پر کریں؟

چوٹ کرنے سے ہمارے تو ایمان میں خلل آ جاتا ہے ورنہ طنز و تشنیع کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ کسی پر طعن توڑنا، اعتراض کرنا یہ کوئی دشوار بات نہیں ہے۔ لیکن جن کا احترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ ہم ان پر طعن کیسے توڑیں؟

لیکن اس کے ساتھ ساتھ

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

کہ

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

ہر آدمی کا' محمد ﷺ کے ہر صحابیؓ کا' نبیؐ کے ہر تلمیذ کا' سرور کائناتؐ کے ہر شاگرد کا اپنا اپنا مقام ہے۔ جو مقام صدیق کا ہے وہ فاروق کا نہیں' جو فاروق کا ہے وہ ذوالنورین کا نہیں' جو ذوالنورین کا ہے وہ علی المرتضیٰ کا نہیں' جو خالد بن ولید کا ہے وہ عبداللہ بن مسعود کا نہیں' جو ابو عبیدہ بن جراح کا ہے وہ عبداللہ بن عباس کا نہیں' جو سعد بن ابی وقاص کا ہے وہ ابوذر کا نہیں' جو زبیر اور طلحہ کا ہے وہ عمار اور یاسر کا نہیں۔ ہیں سب مقدس لیکن اپنے اپنے مقام پر۔ سب کی اپنی اپنی شان اور یہ فرق ہم نے روا نہیں رکھا محمد رسول اللہ ﷺ نے روا رکھا ہے۔ ہماری تفریق نہیں ہے۔

مدینہ کی مسجد ہے' صحابہ کا جمگھٹا ہے' سرور کائنات کا دروازہ ہے' آپ کا حجرہ مبارک ہے۔ نبی کائنات مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ایک ہاتھ صدیق اکبر کے کندھے پر ہے دوسرا ہاتھ فاروق اعظم کے کندھے پر ہے۔ ایسے عالم میں مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ سب نگاہیں کائنات کے امام کی طرف اٹھ گئیں کہ صحابہ کا تو جی خوش ہو جاتا تھا جب محمد ﷺ کا چہرہ دیکھتے تھے اور دنیا میں نبی کے چہرہ مبارک کو دیکھنے سے اور کیا بات افضل ہو سکتی ہے؟

حقیقی بات یہ ہے کہ سن لو! جنت بہت بڑی نعمت ہے لیکن نبی کائنات کی رفاقت جنت سے بھی بڑی چیز ہے۔ ایک نگاہ پڑنے سے تو جنت مل جاتی ہے اور جس نے زندگی گزار دی اس کی شان کا کیا کہنا؟

محمد رسول اللہ ﷺ اپنے دروازے سے مسجد پاک میں داخل ہوئے۔ اس عالم میں کہ دایاں ہاتھ صدیق کے کندھے پر' بایاں ہاتھ فاروق کے کندھے پر ہے۔ صحابہ نے دیکھا' جی خوش ہو گیا' مسکرا پڑے۔ کائنات کے امام نے کہا ساتھیو! کیوں مسکرائے ہو؟

کہا یا رسول اللہ خوبصورت تو آپ کو رب نے بنایا ہے' خوبصورتی تو آپ کو رب نے عطا کی ہے' خوب روئی یہ تو قدرت کا عطیہ ہے لیکن آقا جتنے حسین آج آپ دکھائی دے

رہے ہیں ایسا منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک طرف صدیق' دوسری طرف فاروق' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند نکل آیا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟

چوٹ نہیں کہ چوٹ ایمان کے منافی ہے۔ کسی صحابی پر طعن ایمان کے منافی ہے۔ لیکن ہر صحابی کا مقام اپنا اپنا ہے۔

اس دور کی بات ہے کہ جس زمانے میں عباس نبی کے چچا بھی زندہ تھے اور نبی کے چچا کے تین بیٹے تینوں مسلمان۔ ابو طالب کے بیٹے تینوں مسلمان۔ جعفر بھی' عقیل بھی اور چھوٹا بیٹا علی بھی۔ حضرت علی تینوں بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ چار بھائی تھے۔ ایک طالب' ایک جعفر' ایک عقیل اور چوتھے بھائی کا نام کیا ہے؟ علی۔

واقعات سنو گے تو بڑی گرہیں کھلیں گی۔

باقی دو کا کوئی نام نہیں لیتا وہ بھی مسلمان اور جعفر وہ ہے جس نے نبیؐ کی زندگی میں وفات پائی اور نبی نے کہا رب نے مجھے دکھایا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جعفر کو اللہ نے پر عطا کئے ہیں کہ جن کے ساتھ وہ جنت کی فضاؤں میں سیر کر رہا ہے۔ اس کا نام کوئی نہیں لیتا۔ سبب کیا ہے؟

سارے موجود ہیں۔ عقیل بھی' جعفر بھی' علی بھی' عباس چچا بھی' عباس کے بیٹے عبداللہ بن عباس بھی' فضل بھی سب موجود ہیں اور کہوں عشرہ مبشرہ میں سے باقی آٹھ بھی موجود ہیں۔ بیعت رضوان کے باقی چودہ سو بھی ہیں۔ بدر کے غازیوں میں سے بھی موجود ہیں اور بھی بہت سے موجود ہیں۔ لیکن نبی نے صرف دو کا نام لیا کہا۔ اے ساتھیو سن لو! اگر تمہیں یہ منظر بہت اچھا لگا تو عرش والے کو بھی یہ منظر بہت اچھا لگا اور عرش والے نے ابھی جرائیل کو بھیجا۔ اس نے مجھ کو کان میں کہا کہ آقا اپنے صحابہ کو خوشخبری دیجئے کہ قیامت کے دن جب آپ کو اٹھایا جائے گا' اسی طرح اٹھایا جائے گا۔ دایاں ہاتھ صدیق کے کاندھے پر ہو' گا بایاں ہاتھ فاروق کے کندھے پر ہوگا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ مقام اپنا اپنا ہے۔

مسئلے بہت بتلاؤں گا ان شاء اللہ۔ آپ توجہ سے سنتے رہیں گے تو ان شاء اللہ بڑے مسائل کی عقدہ کشائی ہوگی۔

آج کہا جاتا ہے حسینؓ کا خروج نسلی وراثت کے خلاف اعلان جنگ کی صورت میں نمودار ہوا کہ اس نے کہا میں نسلی وراثت کو نہیں مانتا کہ باپ کے بعد بیٹا' بیٹے کے بعد پوتا میں نہیں مانتا۔ یہی اصل سبب ہے حضرت حسین کے خروج کا؟

کہا امیر معاویہؓ اور ان کے بعد ان کا بیٹا میں نہیں مانتا۔ اور نام حسینؓ کا لیتے ہو جس نے نسلی وراثت کے خلاف اعلان جنگ کیا اور حسینؓ کا نام لے کے پھر دین کو سارا وراثت کا مسئلہ بنا لیتے ہو۔ ایک بات کر و یا وہاں وراثت جائز تھی یا یہاں بھی جائز نہیں ہے۔ وہاں تو صرف ایک بیٹا وارث بنا۔ یہاں باپ کے بعد بیٹا' بیٹے کے بعد پوتا' پوتے کے بعد پڑپوتا' پڑپوتے کے بعد جھگڑ پوتا اور اس کی نسل سے باہر امامت جاتی ہی نہیں ہے۔ کیا مسئلہ ہے؟ ۔

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

اگر ایک بات غلط ہے تو یہاں بھی غلط ہے' باہر بھی غلط ہے' بازار میں بھی غلط ہے' عدالت میں بھی غلط ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ تمہارے گھر میں آئے تو ٹھیک ہے' میرے گھر میں آئے تو غلط ہے۔ چھری میرے ہاتھ میں ہے تب بھی غلط ہے تیرے ہاتھ میں ہے تب بھی غلط ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ تیرے ہاتھ میں ٹھیک' میرے ہاتھ میں غلط۔ سیدھی سیدھی بات ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے وراثت کے' نسل کے بت کو توڑا ہے اور بنو ہاشم کے کسی فرد کو خلافت نہ دے کر محمد رسول اللہ ﷺ نے ثابت کیا ہے کہ محمد (ﷺ) اپنے خاندان کو سنوارنے کے لئے نہیں آیا محمد (ﷺ) کائنات کو سدھارنے کے لئے آیا ہے۔ تم نے نبی کی نبوت کو محدود کر دیا۔ تم نے کہا نبی صرف اپنے خاندان کی دنیا سنوارنے کے لئے آیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ آج بھی اس حکمران کو اچھا حکمران نہیں سمجھا جاتا جو سارا مال اپنے خاندان کو دینا شروع کر دیتا ہے۔ بھٹو پر کیا اعتراض ہے؟

ایوب خان کو مرے ہوئے بھی بیس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ بیس سال ہونے کو ہیں' اس کے کیوں خلاف ہو؟

اس نے اپنے بیٹوں کو مال دیا۔ یہی کہتے ہو؟

اگر ایک معمولی سیاسی لیڈر اپنے خانوادے کی پرورش کرتا اور پالتا ہے وہ گنہگار اور تم

نبی پر یہی تہمت لگاتے ہو کہ وہ اپنے خاندان کی پرورش کے لئے آیا ہے۔اس نبی کو جس کا عالم یہ ہے کہ اس کے اپنے گھر میں دو ماہ سے آگ نہیں جلی۔ ہر روز روزہ۔صبح اٹھے عائشہ (سلام اللہ علیھا) گھر میں کھانے کو کچھ ہے؟

آقا کچھ بھی نہیں ہے۔فرمایا عائشہ غم نہ کرو میں نے تو صبح کی روزے کی نیت کی ہوئی ہے۔

حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آج کچھ ہے؟ آقا گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔فرمایا آج بھی ہمارا روزہ۔

زینب محمد (ﷺ) کے گھرانے میں کھانے کے لئے کچھ ہے؟

آقا کچھ بھی نہیں ہے۔فرمایا آج بھی روزے کی نیت ہے۔پھر دو مہینے کے بعد گھر میں کھجوریں آئیں۔محمد رسول اللہ ﷺ کی افطاری کا وقت آیا۔آج خوش ہیں کہ کھجوریں افطار کے لئے موجود ہیں۔دروازے پہ دستک ہوئی محمد کے گھرانے والو میری بچی یتیم ہے' کوئی کمانے والا نہیں۔ہم نے کھانا نہیں کھایا۔وہ کھجوریں جو کئی دنوں کے بعد ملی تھیں اٹھائیں اور مدینے کی اس یتیم بچی کے حوالے کر دی۔

سرور کائنات کی بارگاہ میں مال غنیمت کا ڈھیر لگا ہوا۔حدیث پاک میں آیا ہے ام المومنین ارشاد فرماتی ہیں میں نے سوچا آج دو مہینے کے بعد ہمارے گھر بھی آگ جلے گی' ہمارے گھر میں بھی کھانا پکے گا۔مال غنیمت آیا ہے ہم کو بھی حصہ ملے گا۔نبی باہر تشریف لے گئے۔صبح سے گئے دوپہر ہو گئی واپس نہیں لوٹے۔میں نے اوٹ سے جھانک کے مسجد کے صحن میں دیکھا نبی کائنات دونوں ہاتھوں سے مال مدینے کے غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کر رہے ہیں۔عصر ہو گئی پھر مغرب۔نماز مغرب کے بعد آئے دیکھا اسی طرح خالی ہاتھ جس طرح صبح گئے تھے۔میں نے کہا آقا وہ مال کیا ہوا؟

فرمایا وہ میں نے مدینے کے غریبوں میں بانٹ دیا ہے۔یارسول اللہ ﷺ ہمارے گھر بھی تو دو ماہ سے آگ نہیں جلی' اپنے لئے بھی کچھ لے آتے۔فرمایا عائشہ میں اپنے گھرانے کی بھوک اور پیاس کو برداشت کر سکتا ہوں۔مدینے کے یتیموں اور فقیروں کی بھوک کو برداشت نہیں کر سکتا۔

اس نبی کے بارے میں تہمت لگاتے ہو کہ اس نے جو کچھ کیا اپنے خانوادے کے لئے

کیا ہے' اس نے جو کچھ کیا اپنے گھر کے لئے کیا ہے' اپنے اہل بیت کے لئے کیا۔ ان شاء اللہ حضرت حسین کی شہادت کے سلسلے میں بحث آئے گی کہ نبی کائنات نے علی کے ہوتے ہوئے اور صرف علی......؟

اپنے اس چچا کے ہوتے ہوئے جس کو نبی نے ساری کائنات کے سامنے کہا

ان عباس عمی صنو ابی

لوگو! عباس میرا چچا ہی نہیں میرا باپ بھی ہے۔ کون کہہ رہا ہے؟

محمد رسول اللہ ﷺ پوری کائنات کے امام اور حضرت عباس سے محبت کتنی تھی کہ جب جنگ بدر کے موقع پر حضرت عباس مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کافروں کے لشکر میں لڑتے ہوئے آئے اور مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے اور قیدیوں کی رسیوں سے باندھ کے خیموں میں رکھا گیا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ سرور کائنات کے خیمے سے سسکیوں کی آواز آرہی ہے' رونے کی آواز آرہی ہے۔ پریشان ہوئے۔ صبح دم نبی نے نماز پڑھائی۔ صحابہ نے چہرہ دیکھا کہ رورو کے کائنات کے امام کی آنکھیں سوجھی ہوئی ہیں۔ پورے چہرے پر بیداری کی تھکن کی علامات ہیں۔ صحابی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا آقا کیا بات ہے رات آپ کے کمرے سے سسکیوں کی آواز آتی تھی۔ اب دیکھتے ہیں آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں؟

چہرہ مبارک ہمیشہ ہنسنے والا' دمکنے والا' مسکرانے والا' چمکنے والا' چہرہ آج افسردہ ہے۔ فرمایا لوگو! میرا چچا میری قید میں پڑا ہوا ہے جب رسیوں کی وجہ سے اسے ہلتے ہوئے تکلیف ہوتی تھی میرے سینے میں خنجر چلتا تھا۔ رات بھر مجھے اس لئے نیند نہیں آئی کہ محمد (ﷺ) تیرے باپ' تیرے چچا کو زنجیروں میں جکڑا گیا ہے۔

آقا آپ نے اسے رہا کیوں نہیں کر دیا؟ فرمایا محمد (ﷺ) تمام لوگوں سے یکساں سلوک کرتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ محمد (ﷺ) کا چچا ہے اسے چھوڑ دیا جائے باقی کو قید میں رکھا جائے۔ نہیں محمد (ﷺ) کی نظروں میں سب برابر ہیں۔ لیکن تکلیف قدرتی بات ہے۔ اتنا پیار ہے۔ وہ چچا موجود ہیں' وہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہے۔ اس کا نام نہیں لیتے۔ وہ علی کا' فاطمہ کا بڑا بیٹا ہے اور یہ وہ بیٹا ہے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی پاک نے ایک دفعہ خطبہ اس کو اپنے کندھے کے اوپر اٹھا کے دیا تھا۔ اس کا نام کیوں نہیں لیتے؟

اس کو حسین سے پہلا امام بھی مانتے ہیں۔نام اس لئے نہیں لیتے کہ اس نے امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی۔کس لئے نام نہیں لیتے؟

یہ سارے مسئلے ان شاء اللہ آگے چل کے آئیں گے۔ان شاء اللہ۔آپ دعا کریں اللہ ہمیں سچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ ہم سب کو سچ پر عمل کرنے' اس کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه۔ اللھم ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

مومن کی دعا یہ ہونی چاہئے۔مومن تعصبات کا شکار نہیں ہوتا کہ میں اس کو نہیں مانتا کہ یہ میری برادری کے بارے میں بات ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا وہ حسن موجود ہے جس کو کندھے پہ اٹھا کے خطبہ دیا ہے۔وہ عباس موجود ہے جس کے لئے میدان بدر کی ساری رات نبی سویا نہیں ہے۔وہ علی موجود ہے جس کو فاطمۃ الزھرا عطا کی ہے۔وہ عثمان موجود ہے جس کے نکاح میں ام کلثوم اور رقیہ دی ہیں۔ عبداللہ بن عباس موجود ہے کہ رات کی تاریکی میں جس کے لئے دعا مانگی ہے

سب موجود ہیں۔بستر علالت پر ہیں۔سر اٹھاتے ہیں فرمایا

جاؤ ایک بندے کو حکم دو کہ محمد کی زندگی میں محمد کے مصلیٰ پر کھڑا ہو کے محمد کے صحابہ کی امامت کروائے۔لوگ گوش بر آواز ہیں کس کا نام لیتے ہیں۔عباس کا جو باپ کے قائم مقام ہے' علی کا جو داماد بھی ہے چچا کا بیٹا بھی ہے' عقیل کا جو ابو طالب کا بڑا بیٹا ہے' عبداللہ بن عباسؓ کا جس کے لئے رات کی تاریکی میں دعا مانگی ہے' حسن کا جس کو گود میں اٹھا کے خطبہ دیا ہے۔لوگوں نے کان لگائے آقا کس کو کہیں گے؟ فرمایا

مروا ابا بکر فلیصل بالناس

محمد (ﷺ) اپنی زندگی میں اپنی امت کا امام بنانے کا حکم دیتا ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیتا ہے۔کس کا نام ہے؟

اگر خاندان کی بات ہوتی تو اپنے خاندان کے بندے کا نام لینا چاہئے تھا۔انہوں نے بات خاندان کی بنا لی ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہر آدمی کا اپنا اپنا مقام ہے۔ جو مقام محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے عطا ہوا ہے وہی مقام حقیقی ہے باقی کوئی مقام حقیقی نہیں ہے۔ باقی خود ساختہ ہے۔ تو تذکرہ ہو رہا تھا جناب فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ فاروق کو محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد کیا کہ اس کا دور آئے گا اور اسلام ساری کائنات میں پھیل جائے گا۔ یہ آئے گا اسلام کو دنیا کی دیواروں تک پہنچائے گا۔ مقام اپنا اپنا ہے۔

فرمایا میں قیامت کے دن اٹھایا جاؤں گا دایاں ہاتھ صدیق کے کندھے پر ہو گا بایاں ہاتھ فاروق کے کندھے پر ہو گا اور پھر یہ بھی کہا' محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا' ناطق وحی نے کہا' سید ولد آدم نے کہا' رسول ثقلین نے کہا' سرور کونین نے کہا' فرمایا قیامت کا دن ہو گا' ساری امت پیاسی ہو گی' میں حوض کوثر پہ بیٹھا ہوا ہوں گا اور میرے ساتھ اگر ہو گا تو یا صدیق ہو گا یا فاروق ہو گا۔ تیسرے کسی کا نام نہیں لیا۔

اور فاروق...... یہ نام کس نے رکھا؟

یہ لقب کس نے عطا کیا؟

حق کے درمیان اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا کون تھا؟

لوگ اسلام لانے کے لئے آ رہے ہیں۔ وہ کون تھا جس کو اسلام لانے کے لئے مانگا جا رہا ہے؟

وہ کون تھا؟

رات کی تاریکی ہے' نبی کے یار نبی کے پاس آئے۔ آقا مکہ والوں نے زندگی گزارنا دوبھر کر دیا ہے۔ اسلام کا نام لینا مکے میں مشکل ہو گیا ہے۔ کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ اللہ کے حبیب اب تو اسلام کا نام بھی نہیں لینے دیتے۔

آقا کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ اپنی جھولی کو اپنے رب کی بارگاہ میں پھیلا دیا۔ اللہ تیرا نبی تجھ سے عمر کا سوال کر رہا ہے۔

اللھم ايد الاسلام بعمر بن الخطاب

اللہ! میں تیری بارگاہ میں جھولی پھیلا کے تجھ سے عمر مانگتا ہوں۔ اللہ مجھ کو عمر دے دے تا کہ عمر سے اسلام طاقتور بن جائے۔ نبی کے الفاظ ہیں' مولوی کے نہیں' قصے کہانی بیان کرنے

والے کے نہیں ۔ناطق وحی کے الفاظ ہیں ۔

اللھم اید الاسلام

اے اللہ اسلام کو طاقتور بنا۔کس کے ساتھ؟

بعمر بن الخطاب

عمر کے ساتھ اسلام کو طاقت دے ۔ نبی نے دعا مانگی عرش الٰہی کو چلی' باب قبولیت پہ دستک دی ۔ نبی مانگے اور رب قبول نہ کرے؟

ادھر نبی دعا مانگ رہے ہیں ادھر ابوجہل کا ہرکارہ عمر کے دروازے پہ دستک دے رہا ہے ۔عمر باہر نکلے کہا کیا بات ہے؟

کہا دارالندوہ میں مجلس شوریٰ کی میٹنگ ہو رہی ہے ۔ چلئے مکہ کی ساری شوریٰ کے ارکان آئے ہوئے ہیں' تمہیں بلا رہے ہیں ۔کہا مجھے کیوں بلایا ہے؟

کہا جا کے سردار سے پوچھ لو کیوں بلایا ہے؟

پہنچے ۔ابوجہل کہتا ہے ''عمر'' آج ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس چراغ کو بجھا دیا جائے جو مکے میں خدا کی روشنی پھیلانا چاہتا ہے اور طے کیا ہے کہ کوئی آئے' محمد (ﷺ) کا سر لائے' سو اونٹ ہم سے انعام پا جائے ۔ اس زمانے میں سو اونٹ بڑی بات تھی اور عمر تو کہا کرتے تھے کہ میری سب سے بڑی خواہش ہی یہ ہے کہ سو اونٹ ہو جائیں' زندگی آرام سے کٹ جائے ۔کہا سو اونٹ لے لو محمد (ﷺ) کا سر لے آؤ اور تیرے سوا مکہ میں کوئی یہ جرات نہیں کر سکتا ۔کہا مجھے منظور ہے ۔تلوار کو تیز کیا' بے نیام کر کے ہاتھ میں تھاما' عمامہ باندھا' نبیؐ کے دروازے کی طرف چلے ۔ راستے میں ایک مسلمان مل گیا ۔عمر کو کیا پتہ ہے کہ میں جا نہیں رہا لے جایا جا رہا ہوں ۔ راستے میں ایک مومن ملا ۔کہا کیا بات ہے؟ آج تیور بگڑے ہوئے' تیوریاں چڑھی ہوئیں' پیشانی پہ شکنیں پڑی ہوئیں ۔ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے کہاں جا رہے ہو؟

دیکھا' کہا ''تمہارے نبیؐ کا سر لینے جا رہا ہوں ۔''

کہا نبی نے کیا قصور کیا ہے؟

کہا اسلام کی دعوت دے رہا ہے ۔

کہا اگر اسلام کی دعوت دینا اور اسلام قبول کرنا گناہ ہے تو جاؤ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو ۔

کہا میرے گھر کو کیا ہوا ہے؟

کہا تیری بہن فاطمہ نبیؐ کے دین کو قبول کر چکی ہے۔ جاؤ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔

کہتے ہیں او لوگوں کو کیا سمجھاتا ہے پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے۔ شکنیں گہری ہو گئیں، بل زیادہ ہو گئے۔ کہا چلو اچھا کیا بتلا دیا۔ اگر یہ بات سچی ہوئی تو دونوں کام ایک ہی دن میں نمٹ جائیں گے۔

بہن کے دروازے پہ پہنچے۔ سعید رضی اللہ عنہ کا گھر ہے۔ اور لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ عمر اتنا بڑا انسان ہے کہ خود بھی عشرہ مبشرہ میں سے اور بہنوئی بھی عشرہ مبشرہ سے اور بات آئے گی تو میں بتلاؤں گا۔ کوئی ایک بات ہے بتلانے کی۔ لوگوں نے من گھڑت مسئلے بنا لئے ہیں۔ فاروقؓ پہ طعن توڑنے والو! فاروقؓ جیسا بے نفس آدمی چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی بے نفسی کی بات آئی ہے تو سن لو جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، زخمی ہوئے۔ یہ بات لکھ لینا اور جوانو اپنے سینوں پہ نقش کر لو۔ ایک حوالہ یاد رکھنا۔ یہ حوالہ ہی ان شاء اللہ بڑے سے بڑے گمراہ کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہتے ہیں عمر یہ کر گیا وہ کر گیا۔

عمر سے زیادہ بے نفس انسان؟ وقت وفات آیا لوگوں نے کہا عمر! رخصتی کا وقت آیا ہے تیرا بیٹا نبیؐ کا صحابیؓ، محمد ﷺ کا ساتھی، حضور کی قیادت میں جنگیں کرنے والا، سرور کائناتؐ کے پیچھے نمازیں پڑھنے والا اور سرور کائناتؐ اس عالم میں رخصت ہوئے کہ تیرے بیٹے سے راضی تھے۔ اس کو اپنے بعد مسلمانوں کا حاکم بنا دے۔ فاروقؓ نے نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی، کہا اگر عرش والے نے پوچھا تو کیا جواب دوں گا کہ مومنوں کی مملکت کو اپنے گھر میں چھوڑ آیا ہے اور پھر ہنس کے کہا کہ میرے بیٹے کو بیوی کو طلاق دینے کا بھی طریقہ نہیں آتا، مسلمانوں کی سلطنت سنبھالنے کا طریقہ اسے کہاں سے آئے گا؟

اور بے نفسی؟

اتنی بے نفسی ...... یاد رکھنا حوالہ۔

کہ اس دن جب اس کائنات سے رخصت ہو رہے ہیں۔ عشرہ مبشرہ دس وہ صحابیؓ جن کا نام لے کے نبیؐ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ ان میں سے سات زندہ تھے آٹھویں خود تھے

نویں صدیق اکبر تھے دسویں ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ صدیق بھی وفات پا چکے ابوعبیدہ بن جراح بھی اس کائنات سے رخصت ہو چکے تھے۔ آٹھویں خود' باقی سات اور خلافت کے لئے کمیٹی بنائی ان لوگوں پر جن کا نام لے کے نبیؐ نے انہیں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ لیکن ان میں سے ساتویں آدمی کو نکال دیا۔

او کل کتنے تھے؟

سات۔ کمیٹی بنائی چھ پر۔ ساتویں کو ان میں نہیں رکھا۔

لوگوں نے کہا فاروقؓ عشرہ مبشرہ میں سے باقی لوگوں پر کمیٹی بنا رہے ہو۔ باقی سات بچے ہیں خلافت کے لئے تم نے چھ آدمی نامزد کئے۔ ساتواں کیوں نہیں رکھا؟

فرمایا خدا سے حیا آتی ہے کہ اللہ کہے گا اپنے بہنوئی کو بھی بیچ میں رکھ آئے تھے۔

باتیں کرتے ہو۔ جاؤ کائنات میں کوئی ایسا بے نفس دکھاؤ۔ ایسا بے نفس انسان جس نے اپنے بہنوئی کو عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے باوجود صرف اس لئے نکال دیا کہ وہ اس کی بہن کا شوہر ہے۔ آنے والی نسل یہ نہ کہے کہ خلافت میں اپنے گھر کے بندے کو بھی شریک کر لیا تھا۔ تم اس پر اعتراض کرتے ہو۔

یہ سعید بن زید ہے۔ ان کے گھر گئے۔ دروازہ بند ہے کان لگایا اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز آئی۔ پریشان ہوئے' دستک دی' اندر سے پوچھا گیا کون ہے؟

کہا خطاب کا بیٹا عمرؓ ہوں۔ سعید بن زید پہ لرزہ طاری ہو گیا۔ لیکن خطاب کی بیٹی عمرؓ کی بہن شیرنی کی طرح اٹھی۔ اس قاری قرآن کو جو قرآن پڑھانے کے لئے آیا تھا اندر چھپایا۔ دروازہ کھولا' عمرؓ کو دیکھا' ننگی تلوار ہاتھ میں لئے پیشانی پہ شکنیں ڈالے۔ بہنوئی بھی پریشان' بہن بھی حیران کہ ماجرا کیا ہے۔

کہا کیا پڑھ رہے تھے؟

سعید بن زید بات کرنے لگے بہن آگے بڑھ گئی۔ کہنے لگی قرآن پڑھ رہے تھے۔ زندگی میں بہن کو کبھی آنکھ ملانے کی جرأت نہیں ہوئی' یہ تو بہن تھی' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں مکہ کے کسی آدمی کو عمرؓ سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب عمرؓ گلی سے گذرا کرتے تھے' بچے ڈر کے اپنی ماؤں کی گودوں میں گھس جایا کرتے تھے۔ اتنی دہشت' اتنا دبدبہ' اتنا جلال' اتنی ہیبت' اتنا رعب اور طاقت کا عالم یہ تھا کہ مورخین نے لکھا ہے ایک دفعہ عمرؓ کی طاقت کی آزمائش کے لئے لوگوں نے چمڑے کو گیلا کر کے عمرؓ کے پاؤں کے نیچے رکھا۔ ساٹھ آدمیوں نے کھینچا چمڑہ نیچے سے پھٹ گیا لیکن عمرؓ کی ٹانگ کے نیچے سے باہر نہیں نکلا۔ اس قدر طاقت تھی۔ اتنے دلیر' اتنے شجاع اور حدیث میں آیا ہے اتنے اونچے لمبے تھے کہ اگر سارے لوگ بیٹھے ہوتے اور عمرؓ بھی بیٹھے ہوئے ہوتے دیکھنے والا محسوس کرتا لوگ بیٹھے ہوئے ہیں عمرؓ کھڑا ہے۔ اتنے اونچے لمبے تھے کہ اگر لوگ سوار ہوتے اور عمرؓ پیدل ہوتے عمرؓ کا قد سواروں سے اونچا نظر آتا تھا۔ اس قدر ہیبت' دبدبہ' رعب وجلال اور بہن آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہتی ہے ہاں قرآن پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کون سا قرآن؟

کہا وہ قرآن جو رب العالمین نے رحمتہ للعالمین ﷺ پر نازل کیا ہے۔ غصہ آیا' تلوار اٹھائی' سعید بن زید کو دیکھا' کہا تو نے میری بہن کو گمراہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تلوار چلائی۔ بہن شیرنی کی طرح جھپٹ کر آگے آ گئی۔ کہنے لگی۔ بزدل بہنوئی پہ وار کرنے سے پہلے بہن کی گردن کاٹو۔ پھر سعید پہ حملہ کرنا۔ اس پر حملہ کرتے ہیں۔ تلوار پھسلتی ہوئی پیشانی کو چھو کے نکل گئی۔ بہن کی پیشانی سے بہتے ہوئے خون کو دیکھا دل ہل گیا۔ پھر جرات دیکھی کہ زخمی ہونے کے باوجود تن کے کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے پہلے مجھے شہید کرو' بعد میں میرے خاوند پہ ہاتھ اٹھانا۔

سوچا کہ ساری زندگی جو بہن سامنے بولنے کی جرأت نہیں کر سکی' کون سی قوت نے اس کو میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے؟

تلوار جھک گئی' کہنے لگے تجھے اتنی جرأت کس نے عطا کی؟

کہا محمد ﷺ پہ اترے ہوئے قرآن نے عطا کی۔ کہا وہ قرآن مجھے بھی پڑھ کے سنا سکتی ہو؟

مجھے بھی چند آیتیں سنا دو۔ اللہ اکبر۔ قاری کو بلایا۔ اس نے سورطٰہٰ کی آیات کی تلاوت کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ طٰهٰ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى○
اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى○ (طٰہٰ:۱'۳)

اے مکے والے تو رب کو اتنا پیارا ہے کہ رب کو یہ بھی برداشت نہیں کہ تو قرآن کو یاد کرنے میں تکلیف محسوس کرے۔ تو نہ پڑھا کر جبرائیل کا سن لیا کر ہم تیرے دل میں خود نقش فرما دیں گے۔

عمر دہل گیا کہ جس سے رب کو اتنا پیار کہ یاد کرنے کی تکلیف بھی اسے دینا گوارہ نہیں کرتا' میں اسے قتل کرنے جارہا ہوں۔

طٰهٰ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى○ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى○
(طٰہٰ:۱'۳)

یہ تو اس کے لئے ہے جس کے دل کو رب نے اپنے دین کے لئے نرم بنا رکھا ہے۔ دل پگھل گیا۔

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى○ (طٰہٰ:۴'۶)

اس کی ملکیت ہے جو آسمان میں' جو زمین میں' جو ان دونوں کے درمیان ہے۔

کہا بس کرو' بس کرو' میرا کلیجہ پھٹ گیا ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو جس پہ یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ بس کرو۔

زخمی بہن کیا جواب دیتی ہے؟
کہتی ہے تو پلید اور تجھ کو میں پاک کے پاس لے چلوں؟
تو کہاں اور کونین کا سرتاج کہاں؟

بہن میں اس پاک کے پاس اس لئے جانا چاہتا ہوں کہ میں بھی پاک ہو جاؤں۔ کہا پھر جانا ہے تو اس طرح عمامہ باندھا ہوا' تلوار تھامے ہوئے؟

جانا ہے تو پھر مجرموں کی طرح چلو۔ عمامے کے ساتھ ہاتھ باندھو تا کہ پتہ چلے کہ گھر سے معافی مانگنے کے لئے آرہا ہے۔ اللہ اکبر

ادھر نبی کائنات (ﷺ) زید بن ارقم کے گھر تشریف فرما ہیں۔ مکے میں خبر پھیل چکی ہے کہ آج عمر ننگی تلوار لئے محمد ﷺ کا خون بہانے کے لئے آ رہا ہے۔ صحابہؓ پریشان ہیں۔ آج کیا ہوگا؟

عمر ننگی تلوار لئے ہوئے آ رہا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نبیؐ کے چچا بھی ہیں اور نبیؐ کے دودھ شریک بھائی بھی ہیں۔ نبی کے ہم عمر بھی ہیں دوستی بھی ہے۔ ان کو پتہ چلا بھاگے ہوئے آئے کہا میرے بھتیجے میری جان آپ پہ نچھاور ہو۔ جب تک میں زندہ ہوں عمر آپ تک نہیں پہنچے گا۔ سرور کائناتؐ کے چہرے پر اطمینان ہے۔ صحابہؓ پریشان ہیں۔ نبیؐ مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔ قافلہ چلتا ہے۔ آگے آگے سعید بن زید پیچھے پیچھے عمر کی بہن اور ایک پلو عمر کی بہن نے اپنے ہاتھ میں تھاما ہوا اور دوسرے پلو سے عمر کے ہاتھ بندھے ہوئے اور ان کے پیچھے قرآن کا قاری چلا آ رہا ہے۔ قافلہ زید بن ارقم کے گھر کی طرف چلا۔ دروازہ بند ہے۔ ایک صحابیؓ نے اوٹ سے جھانک کے دیکھا۔ اس کی نگاہ نہ سعید پہ پڑی نہ فاطمہ پہ پڑی نہ قاری پہ پڑی صرف عمر پہ پڑی۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ عمر آ گیا ہے۔ ایک صحابیؓ آگے بڑھ کے زنجیر بند کرنے لگا۔ محبوب رب العالمین نے کہا زنجیریں کھول دو دروازہ کھول دو۔ رات کو میں نے عمرؓ اپنے رب سے مانگا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ عمرؓ آ نہیں رہا عرش والا اس کو میرے پاس لا رہا ہے۔ ہٹ جاؤ دروازے سے۔ عمرؓ اندر داخل ہوئے حدیث پاک میں آیا ہے نبیؐ اپنی جگہ سے اٹھے۔ جلدی سے جا کے عمرؓ کا گریبان تھاما فرمایا

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ○ (الحدید:۱۶)

عمرؓ! ابھی وہ دن نہیں آیا کہ رب کا ایمان رب کا قرآن تیرے سینے میں سوراخ کر دے؟

عمرؓ نے اپنی گردن کو جھکایا۔ کہا محمد ﷺ! گھر سے تیرے خون کا پیاسا بن کے نکلا تھا اور جب تیرے دروازے پہ پہنچا ہوں تو تیری غلامی اور چاکری کے لئے پہنچا ہوں۔ مجھ کو اپنی چاکری کے لئے قبول کر لو۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جلدی سے آگے بڑھ کر عمرؓ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ عمرؓ! تیرے نصیبے کا کیا کہنا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ نبیؐ نے عمرؓ کو اس

طرح اپنی گود میں بٹھالیا جس طرح باپ اپنے چھوٹے بچے کو بٹھالیتا ہے۔ بٹھایا' اپنے سینے سے لگایا اور سب سے پہلے اسلام کے اندر نعرہ تکبیر جو لگا اس دن لگا جب عمرؓ نے ایمان کو قبول کیا اور محمد ﷺ نے اس کو اپنی گود میں بٹھایا۔ نبی پاکؐ نے کہا اللہ اکبر صحابہؓ نے جواب دیا اللہ اکبر۔

کفار نبیؐ کے سر کے منتظر تھے۔ جب تکبیر کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی' کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کے دل کی کائنات میں انقلاب آ گیا ہے ورنہ نعرہ لگانے کی ہمت؟

نبی نے عمر کو چوما۔ کہا عمرؓ میں نے رات مانگا تھا اللہ اسلام کمزور ہے' اسے عمرؓ سے طاقتور بنادے اور عمرؓ کیا کہتے ہیں؟

کہا آقا میری ایک آرزو ہے۔ فرمایا کہو کیا کہتے ہو؟

تم ہماری مراد بن کے آئے ہو' بتلاؤ تمہاری آرزو کیا ہے؟

کہا آقا جی چاہتا ہے کہ آج تلک زید بن ارقم کے گھر میں چھپ کر نماز پڑھتے رہے۔ آج نکلئے محمد (ﷺ) مصلے پہ کھڑے ہوں گے' صحابہؓ پیچھے کھڑے ہوں گے' عمرؓ چوکیداری کر رہا ہو گا۔ میں دیکھتا ہوں کس کو جرأت ہے ٹوکنے کی؟

اسلام کی تاریخ میں پہلا دن ہے جب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھلے بندوں کعبہ کی چوکھٹ کے سامنے کعبہ کے صحن کے اندر کھڑے ہو کر اپنے صحابہ کی معیت میں نماز ادا کی۔ عمر نے کہا کون ہے جو آئے اور محمد ﷺ کو نماز پڑھنے سے ٹوکے اور میرے ہوتے ہوئے کون جرات کرے؟

یہ عمر تھے جنہوں نے نبی کی زندگی میں اسلام کو زید بن ارقم کے گھر سے نکالا۔ کعبتہ اللہ کے صحن میں کھڑا کیا اور یہ عمر تھے جنہوں نے نبی کی وفات کے بعد اسلام کو مدینہ اور جزیرہ عرب کی چار دیواری سے نکالا اور ایران اور روم کی سرحدوں تک پہنچایا۔ یہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اسی لئے برناڈ شا نے کہا تھا کہ اگر اسلام کی تاریخ میں ایک اور عمر ہو جاتا تو روئے زمین پہ محمد (ﷺ) کے دین کے سوا کوئی دوسرا دین نہ ہوتا اور اللہ آج ہم کو کسی عمر کی ضرورت ہے۔ آج الحاد ہے' فساد ہے' بے دینی ہے' ارتداد ہے' صحابہ دشمنی ہے' اسلام دشمنی ہے' کفر دوستی ہے' بزدلی ہے' بے غیرتی ہے' بے حمیتی ہے' ملک غیر محفوظ ہے' سرحدیں خطرے میں ہیں۔ اللہ سب کچھ ہے لیکن مومنوں کو ایک اور عمر عطا فرما تا کہ تیرا دین پھر طاقتور ہو

جائے' پھر دنیا میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو جائے اور پھر وہ دن آئیں کہ بادشاہ اپنے محلات میں بیٹھ کے یہ سوچیں کہ عمر کے ہوتے ہوئے اسلام کی معمولی سی بھی مخالفت کی تو عمر ہماری چمڑی کو ادھیڑ کے رکھ دے گا۔

انصاف کا وہ بول بالا ہو کہ غریب کا بچہ بھی یہ سمجھے کہ کسی بڑے سے بڑے آدمی نے اگر مجھے دکھ دیا تو اس کو میں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہو کر سزا دلوا سکتا ہوں۔ کس کے دور میں؟

اس کے دور میں جس کے زمانے میں مصر کے گورنر اور وہ گورنر جو مصر کا فاتح تھا۔ آج بھی گورنر موجود ہیں۔ یہ ہمارے فاتح ہیں۔ انہوں نے ہم کو فتح کیا ہے۔ ڈیڑھ ڈیڑھ سو تمغے لگائے ہوئے ہیں۔ پوچھو یہ تمغے کہاں سے لئے ہیں؟ کس ملک کو فتح کیا ہے؟

کہتے ہیں اپنی قوم کو فتح کیا ہے۔ یہ بھی ہیں' گورنر بھی' صدر بھی' حاکم بھی' حکمران بھی سب ہیں لیکن عمر کے دور میں وہ گورنر تھا جس نے ملک مصر کو فتح بھی خود کیا تھا۔

عمر کا تذکرہ ایک خطبہ جمعہ میں کیسے سمٹے؟

کئی خطبات جمعہ گذر جائیں تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ختم نہیں ہو سکتا۔ اگر عمرؓ کا نام اسلام کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو اسلام کی تاریخ کا کوئی سر پیر ہی نہیں رہتا۔ گورنر جو فاتح بھی ہے اس کے بیٹے نے ایک غریب کے بیٹے سے گھڑ دوڑ میں شرکت کی۔ گھوڑا دوڑایا ہوا تھا' غریب نے بھی گھوڑا دوڑانا شروع کر دیا۔ ضد لگ گئی۔ غریب کا گھوڑا آگے نکل گیا۔ گورنر کے بیٹے کو اور کوئی نہ سوجھی' بس نہ چلا۔ اس نے ڈنڈا اٹھایا اور غریب کے بیٹے کے سر پہ دے مارا۔ وہ ملک مصر سے اسی گھوڑے پہ سوار چلا۔ مدینے کا رخ کر لیا۔ گھر نہیں گیا' سیدھا مدینے آیا۔

اے عمر! تو اسلام کا نائب' رسول اللہ کا خلیفہ ہے۔ تیرے ہوتے ہوئے ایک غریب کی آبرو مٹ جائے؟

کہا کیا ہوا ہے؟

کہا مصر کے گورنر عمرو بن العاص کے بیٹے نے مجھ کو مارا ہے۔

کیوں مارا ہے؟

میرے ساتھ گھوڑا دوڑایا۔ میرا گھوڑا آگے نکل گیا۔ اس جرم پہ مجھ کو مارا ہے۔

حکم دیا جاؤ! عمرو بن العاص کے بیٹے کو پکڑ کے لاؤ۔ گورنر کے بیٹے کو۔ گورنر' فاتح مصر کے بیٹے کو......اور یہی کہا؟

جانے والے رک جا۔

امیر المومنین کیا حکم ہے؟

فرمایا بیٹے کے ساتھ اس کے باپ کو بھی گرفتار کر لے لاؤ۔ مصر کے گورنر کو بھی گرفتار کر لے لاؤ۔ دونوں گرفتار کر کے لائے گئے۔ غریب کے بیٹے کو کہا اٹھو باپ کو بھی مارو اور بیٹے کو بھی مارو اور اسی طرح مارو جس طرح انہوں نے تم کو مارا تھا۔ آسمان حیران' زمین ششدر' دنیا نے کبھی ایسا منظر بھی دیکھا ہے؟

آج بھی اسلام کے نظام کی باتیں کی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کسی معمولی میجر کو بھی دنیا کی بڑی سے بڑی عدالت میں طلب نہیں کیا جا سکتا۔ اس ملک کا قانون یہ ہے کہ فوجی کو کسی سپریم کورٹ میں بھی طلب نہیں کیا جا سکتا۔ مستثنیٰ ہیں۔ اسلام اس کا نام ہے کہ کوئی مستثنیٰ نہیں۔

پکڑ کے لائے۔ اس کو بھی مارو' اس کے بیٹے کو بھی مارو۔ حضرت ابن العاص کہنے لگے امیر المومنین میں نے اپنے بیٹے کی سفارش تو نہیں کی۔ اس نے اگر جرم کیا ہے تو اس کو سزا ملنی چاہیئے۔ اس کو مارئیے۔ میں نے کیا جرم کیا ہے؟ مجھے کیوں مارتے ہیں؟

فرمایا تو نے یہ جرم کیا ہے کہ ایسے بیٹے کی تربیت نہیں کی ہے۔ اس کو مارنے کی جرات کیوں ہوئی؟

اس نے جرات اس لئے کی کہ سمجھتا ہے گورنر کا بیٹا ہوں۔ گورنر کے بیٹا ہونے کی وجہ سے مارا۔ اس لئے میں اس کو بھی مرواؤں گا' گورنر کو بھی مرواؤں گا جس کی گورنری نے اس کو جرات بخشی ہے۔ مارو۔

گردن کو جھکا دیا امیر المومنین ٹھیک کہا ہے مجھ کو مارئیے۔

غریب کے بیٹے نے اپنی لاٹھی نیچے پھینک دی۔ اس نے کہا جب تک محمد ﷺ کے دین میں عمر جیسا آدمی موجود ہے غریب پہ ظلم نہیں ہو سکتا۔ امیر المومنین نے کہا لاٹھی کیوں پھینکی ہے؟

کہا فاروق تیرے عدل سے حیاء آئی' محمد ﷺ کے صحابی سے حیاء آئی ہے کہ یہ محمد ﷺ کا صحابی ہے اور گورنری کے سامنے سر نیچا نہیں کیا۔ اپنی گردن کو رب کے حکم پہ جھکا دیا۔ میں نے معاف کیا ہے۔ نبی ﷺ کا صحابی سمجھ کے چھوڑ دیا۔

فرمایا کعبے کے رب کی قسم اگر آج تو اس کو معاف نہ کرتا ساری کائنات دیکھتی کہ میں فاتح مصر کو بھی اسلام کے اندر رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میرے ہوتے ہوئے کسی غریب پر ظلم نہیں ہو سکتا۔

ہم کہاں سے مثال لائیں؟ اس حکمران کو کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں جس پہ مجمع عام میں اٹھ کے اعتراض کیا جائے اور اس کی پیشانی پہ شکن نہ پڑے اور اعتراض بھی ذاتی۔ سب کو مال غنیمت سے ایک ایک چادر آئی' کسی کا کرتا نہیں بنا۔ تو سب سے لمبا ہے' تیرا کرتا کہاں سے بن گیا ہے؟

آج نیا کرتا پہن کے منبر پہ آ کے کھڑا ہو گیا ہے۔ نہیں سنتے تیرا خطبہ۔

اتنا ہیبت والا بادشاہ کہ کسریٰ ایران کا شہنشاہ اپنی مملکت کے محل کے اندر بیٹھ کے کہتا ہے میرے سامنے عمر کا نام نہ لیا کرو' میرے کندھے کپکپانے شروع ہو جاتے ہیں۔ اتنا ہیبت والا بادشاہ اور ایک معمولی آدمی اٹھ کے کہتا ہے۔ نیچے اترو' خطبہ دینے کھڑے ہو گئے ہو۔ آج نئی قمیض لی ہے' کہاں سے لی ہے؟

پہلے یہ بتلاؤ۔ عمر نے یہ نہیں کہا مارشل لاء کے تحت اس کو گرفتار کر لو' اس پہ مارشل لاء آرڈیننس لگا دو' ۱۶ ایم پی او لگا دو۔ سامنے تو کسی مولوی کو بولنے کی جرات نہیں ہوتی۔ مولوی تو جاتے ہی وہ ہیں جو گھر سے سجدہ کرنا شروع کر دیتے ہیں' پیچھے بھی کوئی بات کر دے' چھوڑتے نہیں ہیں۔ نبی کا یار' حوض کوثر کا ساتھی' جنت میں اٹھنے والا' اسلام کے جھنڈے کو کائنات کے کناروں تک پہنچانے والا' ایک ادنیٰ شخص کے اعتراض پہ منبر سے نیچے اتر آیا۔ کہا مجمع میں میرا بیٹا موجود ہے؟

عبداللہ اٹھ کے کھڑے ہوئے کہا بابا موجود ہوں۔ فرمایا اپنے باپ کی صفائی بیان کرو۔ کعبے کے رب کی قسم اگر مومن کی صفائی نہ ہوئی تو عمر قیامت تک نبی کے منبر پہ قدم نہیں رکھے گا۔ اعتراض کیا گیا ہے' صفائی بیان کرو۔ رو پڑے اور کہا لوگو! میرے باپ کا ایک ہی کرتا تھا

جس کو دھوتا اور جس کو پہنتا تھا اور اس میں اتنے ٹانکے لگ گئے کہ اب اس میں ٹانکے لگنے کی گنجائش نہیں رہی تھی اور جب مال غنیمت میں ایک ایک چادر آئی۔ ایک مجھے ملی اور ایک میرے باپ کو۔ میں نے اپنے باپ کے پھٹے ہوئے کرتے کو دیکھا' خیال آیا کہ میرے باپ کے پاس کرتہ بھی نہیں۔ میں نے اپنی چادر اپنے باپ کو دے دی۔ دو چادریں ملا کے میرے باپ نے کرتہ بنایا ہے۔

کہا مسلمان اگر اطمینان ہو گیا ہو تو نبی کے منبر پہ قدم رکھتا ہوں وگرنہ قدم نہیں رکھتا؟

کون ہے جو آج انصاف کی اس یادگار کو قائم کرے؟

اللہ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرما۔ اللہ ہمارے سینوں میں فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت عطا فرما۔ آمین

اور اللہ قیامت کے دن جب تیرا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے نبی ﷺ کے دامن کو تھام کر کھڑا ہو ہم کو بھی پچھلی صفوں میں جگہ عطا فرما دے' آمین۔

واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانیہ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت اسی ماہ محرم کی پہلی تاریخ کو ہوئی۔ اصل میں دنیا بھر کے کفر کو اس بات کا اندازہ تھا کہ جب تلک فاروق زندہ ہے دنیا بھر میں کفر کہیں بھی اسلام کے سامنے سر بلند کر کے کھڑا نہیں ہو سکتا اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے' ایک ہی اس کی تدبیر ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی طرح اسلام کی اس تلوار بے نیام کو توڑ دیا جائے' اسلام کی اس شمع کو گل کر دیا جائے' اسلام کے اس چمکتے ہوئے تارے کو غروب کر دیا جائے' اسلام کے اس ضوفشاں چراغ کو بجھا دیا جائے' چنانچہ ایران کے مجوسیوں نے کافر طاقتوں سے سازش کر کے ابولولؤ مجوسی' آتش پرست کو اس بات پر مجبور کیا' مامور کیا کہ تم کسی طرح چھپ کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے چراغ کو گل کر دو۔ چنانچہ ایک دن جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر کے لئے صبح صبح اندھیرے منہ مسجد میں تشریف لائے' اس نے زہر میں ڈبوئے ہوئے خنجر سے آپ کے اوپر وار کیا۔ آپ زخمی ہو کے گرے۔ سب سے پہلا جو سوال کیا وہ یہ تھا لوگو! مجھے یہ بتلاؤ کہ میرا قاتل کون ہے؟

لوگوں نے کہا ایک آتش پرست مجوسی ہے۔ کہا الحمد للہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں واقع نہیں ہوئی ہے اور پھر کہا مسلمانو! میں رب سے ہمیشہ دعا مانگا کرتا تھا اللہ مجھے شہادت کی موت عطا کر اور اپنے نبی کے شہر میں عطا کر اور لوگ پوچھتے تھے عمر اسلام کی سرحدیں تو مدینے سے ہزاروں میل دور پہنچ گئیں۔ تجھے شہادت کیسے مل سکتی ہے؟

یا شہادت نہ مانگو یا نبی کا شہر نہ مانگو تو میں ہمیشہ کہا کرتا تھا عرش والے خدا تیرے نزدیک کون سی بڑی بات ہے کہ جب وقت آئے تو نبی کے شہر میں آئے اور شہادت کے نتیجہ میں آئے۔ اللہ کی بارگاہ میں کون سی چیز مشکل ہے؟

چنانچہ رب نے نبی کے شہر میں نبی کی مسجد میں شہادت کی موت عطا کی اور ایک آتش پرست مجوسی کے ہاتھ سے ملی۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے کہ خون بہت زیادہ بہہ گیا۔ جب ہوش آئی تو عصر کی نماز کا وقت تھا۔ کئی گھنٹے بے ہوشی کے بعد آنکھ کھلی۔

زخم انتہائی چوڑا' زہر میں بجھا ہوا خنجر' جسم کا سارا خون بہہ چکا ہے۔ آنکھ کھولی دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہے۔ فرمایا کونسی نماز کا وقت ہے؟

کہنے لگے عصر کی نماز کا۔ کہا جلدی سے مجھے وضو کرواؤ کہیں میری نماز فوت نہ ہو جائے۔ اس قدر اسلام سے وابستگی تھی۔ پھر رو پڑے' کہا مسلمانو! تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنی زندگی میں جتنی دیر تک مسلمانوں پر حکومت کی ہے' ایک پیسے کی جائیداد مسلمانوں کے مال سے نہیں بنائی۔ کوئی پھوٹی کوڑی بھی میرے گھر میں نہیں ہے۔ میں نے کبھی بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کا حاکم نہیں سمجھا۔ مسلمانوں کا چوکیدار سمجھا ہے اور مسلمانو! تم اس بات کے گواہ رہنا کہ سرور کائنات جب اس کائنات سے رخصت ہوئے تو وہ مجھ سے راضی تھے اور الحمد للہ! اس دنیا سے جاتے ہوئے میرے ضمیر پہ کوئی بوجھ نہیں کہ میں نے کسی سے ذاتی طور پر کسی قسم کی عداوت یا مخالفت رکھی ہو اور اس سے ذاتی انتقام لیا ہو۔

گردن ڈھلک گئی۔ ایک سفید چادر تھی جس کے ساتھ آپ کے جسم اطہر کو ڈھانپ دیا گیا۔ حضرت علی کو پتا چلا۔ شیعہ بھائیوں کی کتاب ''کتاب الشافی'' طوسی کے اندر لکھا ہے' شارح نہج البلاغہ شیعہ ''ابن ابی الحدید'' لکھتے ہیں' دونوں شیعہ مورخ' کہا حضرت علی کو پتہ چلا کہ فاروق اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بھاگے ہوئے آئے اور فاروق کو چادر میں لپٹا ہوا دیکھا۔ شیعہ بھائی لکھتے ہیں اس طرح بلک بلک کے رونے لگے جس طرح ماں کی چھاتی سے ننھے بچے کو جدا کیا جائے تو وہ روتا ہے۔ لوگوں نے کہا علی اتنا کیوں روتے ہو؟ نہج البلاغہ میں لکھا' کتاب الشافی طوسی میں بھی لکھا ہے۔

کہا اس لئے روتا ہوں کہ فاروق ایسی زندگی گزار کے گیا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی ایسی زندگی گزار سکتا ہی نہیں ہے۔

ذهب نقي الثوب قليل العيب

نہج البلاغہ کے اندر لکھا ہے دنیا سے اس طرح گیا ہے کہ اس کی چادر پہ ایک دھبہ بھی موجود نہیں ہے۔ دنیا اس کے عیب کو تلاش کرے تو کوئی عیب اس پہ نہیں ہے۔

قوم الاود

یہ وہ آدمی تھا جس نے ٹیڑھوں کو سیدھا کیا اور سیدھوں کو صراط مستقیم پہ گامزن کیا۔ کیا کہا؟

اقام السنه خلف الفتنة

تمہاری سب سے مقدس کتاب نہج البلاغہ کے الفاظ ہیں۔ کہا

اقام السنة

جب تک زندہ رہا محمد ﷺ کی سنت کو قائم رکھے رہا۔

خَلَفَ الْفِتْنَةَ۔ (نہج البلاغہ طبع بیروت ص: ۳۵۰)

جب تک زندہ رہا فتنے کی سرکوبی کرتا رہا۔

یہ ہیں حضرت علی کے الفاظ جو انہوں نے حضرت فاروق اعظم کی نعش مبارک پہ کھڑے ہو کے کہے اور پھر کیا کہا؟

تمہاری کتاب کے الفاظ ہیں۔ کہا اللہ میں علی تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ اللہ مجھ کو بھی ایسا کر دے جس طرح سفید چادر میں لپٹا ہوا عمر ہے۔ علی دعا مانگ رہا ہے اللہ مجھ کو بھی عمر جیسا بنا۔ او علی تو دعا مانگے کہ اللہ مجھ کو عمر جیسا بنا دے اور تو کہے کہ علی اور عمر کے درمیان دشمنی تھی۔

سن لو! یہ سارے افسانے ان لوگوں کے تراشے ہوئے ہیں جن کا علی سے کوئی تعلق ہے، نہ حسین سے۔ محمد ﷺ کے دین سے کوئی تعلق ہے، نہ نبی کی شریعت سے۔ یہ سارے افسانے ہیں وگرنہ اہل بیت اور فاروق کے درمیان اس قدر تعلقات تھے کہ جب فاروق نے علی المرتضی سے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو علی نے کہا عمر یہ تو بہت چھوٹی ہے تو فاروق اعظم نے کہا علی میں نے عورت کی خواہش کی وجہ سے رشتہ نہیں مانگا۔ میں نے تو صرف اس لئے رشتہ مانگا ہے کہ میرا نام بھی محمد ﷺ کے گھرانے میں داخل ہو جائے۔ علی نے لمحے بھر کے لئے اعتراض نہیں کیا۔ کہا میرے لئے اس سے بڑے فخر کی بات کیا ہے کہ عمر جیسا شخص میرا داماد ہو۔ رضی

اللہ عنہم اجمعین۔

یہ وہ لوگ تھے جن کی اپنی محبتوں کا یہ معیار تھا اور ان محبتوں کا تذکرہ انشاءاللہ آئندہ خطبات جمعہ میں ہوگا۔اللہ سے دعا ہے اللہ ہمیں حق کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❋ ❋ ❋

سیرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا○ (الفتح:١٨)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک، خالق کائنات، مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ مبارکہ مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہ نمائی کا بندوبست فرمایا۔

امام کائنات، فخر موجودات، رحمۃ للعالمین ﷺ کے اصحاب کرام کا تذکرہ ہم نے پچھلے متعدد خطبات جمعہ سے شروع کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے ابتدائی طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ کے سامنے چند گذارشات پیش کی تھیں اور وقت کی کمی اور پیش آمدہ ایام کی برق رفتاری سے آمد کے پیش نظر ہم نے گفتگو کو انتہائی اختصار کے ساتھ آگے بڑھاتے ہوئے آج کے خطبہ جمعہ میں جناب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والاصفات کا تذکرہ کرنا ہے اور آپ کی عزت وتوقیر پر خطبہ کو مخصوص کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی ذات کے بھی کئی ایک حصے اور کئی ایک پہلو ہیں اور کسی ایک خطبے میں ان تمام چیزوں کا تذکرہ ممکن نہیں ہے جن کا پیش کرنا اور جن کا سمجھنا آج کے اس پرفتن دور میں انتہائی زیادہ ضروری اور لازمی ہے۔ لیکن ہم حضرت

ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے صرف انہی پہلوؤں کا تذکرہ کریں گے جو آگے چل کر لوگوں کے ذہنوں کو صاف کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔ وگرنہ حقیقی بات یہ ہے کہ حضرت ذوالنورین اسلام کے دورِ اول سے یعنی اس دن سے کہ جب آپ نے سرورِ گرامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی' آپ کی زندگی کے آخری لمحات تک اور پھر نبی کائنات ﷺ کے اس کائنات سے رخصت ہو جانے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں' پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اور پھر اپنے زمانہ خلافت میں آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تاریخ کا ایک انتہائی روشن اور جگمگاتا ہوا باب ہے۔ لیکن ان ساری چیزوں کے تذکرے کا وقت ہے اور نہ ہی اس وقت ان ساری چیزوں کا احاطہ مقصود ہے۔

غرض و غایت صرف یہ ہے کہ ان ایام میں جن ایام میں حضرت حسین کی یاد کے نام پر مجالس میں ان اسلاف کو نشانہ مشقِ ستم بنایا جاتا ہے جن کا واقعہ کربلا کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں بلکہ بیشتر شخصیتیں جن کا ذکر ان مجالس میں کیا جاتا ہے' وہ ہیں جو اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے سے کئی برس پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اس دنیا میں موجود ہی نہیں تھے اور اس مناسبت سے بھی کہ انہیں ایام میں جو ایام ابھی گزر رہے ہیں۔ ذی الحجہ کے آخر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ ان دونوں مناسبتوں کی بنیاد پر ہم نے اس بات کو مناسب جانا اور ضروری خیال کیا کہ ان واقعات کو جن کو لوگوں کی نظروں سے چھپایا جاتا ان سے گریز کیا جاتا ان سے روگردانی برتی جاتی ہے اور خودساختہ واقعات کو گھڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ کیچڑ اچھالا جاتا ہے ایک ان واقعات کو جو حقیقی واقعات ہیں اجاگر کیا جائے اور دوسرا جو طعن کرنے والے طعن توڑتے ہیں' ان کے مطاعن کی حقیقت کو جانچا اور پرکھا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سگی پھوپھی کی صاحبزادی کے صاحبزادے ہیں۔ نبی پاک ﷺ سے اس لحاظ سے ان کا قریبی رشتہ ہے کہ حضرت عثمان کا ننھیال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خاندان ہے۔ آپ کے ننھیالی بنوہاشم کے لوگ ہیں۔ وہی لوگ جن کے اندر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوتی ہے

اور پھر جب نبی کائنات ﷺ نے اللہ کی واحدانیت کا اعلان کیا' لوگوں کے سامنے اپنی رسالت کو پیش کیا تو سب سے پہلے جس جوان رعنا نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ان کا نام نامی اسم گرامی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

جس طرح کہ پچھلے خطبات میں ہم بیان کر چکے ہیں صدیق اکبر کو صرف یہی شرف حاصل نہیں ہوا کہ آپ نبی پاک ﷺ کے ہاتھ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے شخص ہیں۔ بلکہ یہ اعزاز بھی رب کائنات نے صدیق اکبرؓ کو عطا کیا کہ وہ نو صحابی جن کے دسویں آپ ہیں' جن کا نام لے کر نبی کائنات ﷺ نے جنت کی بشارت عطا کی ہے۔ان میں سے بیشتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی دعوت پر اسلام کو قبول کیا ہے۔عشرہ مبشرہ میں سے اکثر لوگوں نے نبی پاک کے دست مبارک پر جو بیعت کی ہے' اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت بڑا دخل ہے۔ بلکہ آپ کی دعوت اور آپ کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں ہی وہ اسلام کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے اور انہی میں سے جنہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر اسلام کو اختیار کیا' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت گرامی بھی ہے۔

نبی پاک ﷺ پر ایمان لانے کے بعد جناب صدیق اکبرؓ نے اپنے دن رات کے تمام کاموں کو سمیٹ کر اپنی زندگی کو صرف نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنے میں صرف کر دیا۔اپنے کاروبار کو اپنے دنیاوی معاملات کو تقریباً ترک کر دیا۔اپنا سارا وقت نبی پاک ﷺ کی رفاقت میں صرف کرتے یا اللہ کے قرآن کی تبلیغ اور سرور گرامی کے ارشادات کو لوگوں تک پہنچانے میں آپ کا وقت صرف ہوتا۔ چنانچہ انہی قیمتی لمحات میں آپ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کے بارے میں' اس کے بنیادی اصولوں سے آگاہ کیا۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات ان کے سامنے پیش کیں۔قرآن کی آیات انہیں پڑھ کر سنائیں اور پھر جناب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان تعلیمات سے' اللہ کے فرامین سے' قرآن پاک کے احکامات سے پوری طرح آشنا اور متاثر ہو گئے تو ایک دن انہیں لے کر سرور گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آ پہنچے۔سرور کائنات ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اسلام کی دعوت دی۔عثمان ذوالنورین نے اسلام کی دعوت کو اختیار کیا اور

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

اب ذرا تاریخ کے اوراق کو پلٹ کے دیکھئے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ایام میں مسلمان ہوئے جب کہ بہت کم لوگوں نے ابھی تک اسلام کو اختیار کر رکھا تھا۔ چند لوگ تھے جو ابھی تک مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوتے ہیں۔ میری بات کو یاد رکھنا اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے نبی کائنات ﷺ نے سب سے پہلے اگر کسی مسلمان سے اپنے رشتہ کو استوار کیا...... الفاظ کو اچھی طرح سن لو۔

نبی کائنات ﷺ نے نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد سب سے پہلے جس مسلمان سے رشتہ داری کے تعلق کو استوار کیا وہ شخص بنی امیہ کے خاندان کا چشم و چراغ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ نبی نے منصب نبوت پہ سرفراز ہونے کے بعد عثمان سے پہلے کسی شخص سے کوئی رشتہ داری نہیں کی۔ سب سے پہلے نبی کی نگاہ رشتہ داری کے لئے اگر کسی کے وجود اقدس پہ پڑی تو وہ جناب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود اقدس تھا۔

بات کو یاد رکھنا۔ آج صرف بیٹی کے ناطے کسی کو ان مناقب اور محامد کا مالک بنایا جا رہا ہے جن مناقب اور جن فضائل کا حامل اگر کائنات میں کوئی ہوسکتا ہے تو صرف نبی اور رسول ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر بات رشتہ داری ہی کی ہے تو سن لو! رشتہ داری میں بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابقون الاولون میں سے ہیں۔ جب نبی کائنات نے اپنی بیٹی رقیہ کا رشتہ حضرت عثمان سے کیا' اس وقت تک علی المرتضیٰ ابھی جوانی کی سرحدوں میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے۔ اگر صرف بیٹی کے رشتے کی وجہ سے کسی کو کوئی منقبت اور فضیلت' کوئی شرف اور بلندی' کوئی عزت اور شان حاصل ہوسکتی ہے تو اس کو حاصل ہونی چاہئے کہ نبی کائنات نے جس کو سب سے پہلے اپنی بیٹی کے رشتے کے لئے منتخب کیا ہے اور کسی پر نگاہ نہیں پڑی۔ اس بات کو یاد رکھنا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں تھیں۔ دو بیٹیاں ابولہب کے بیٹوں سے بیاہی گئیں تھیں۔ ایک بیٹی عاص سے بیاہی گئی تھی۔ جب نبی کائنات نے نبوت کا اعلان کیا ابولہب کے بیٹوں سے رخصتی سے پیشتر نبی کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی بیٹیوں کی جدائی ہوگئی۔ چنانچہ نبی کائنات ﷺ نے اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ اسلام قبول کئے بغیر ابولہب کے بیٹوں کے لئے

آپ اپنی بیٹیوں کو روانہ کر دیں۔ سب سے پہلے جس مسلمان کو نبی کائنات ﷺ نے اپنی بیٹی کا رشتہ عطا کیا' جس پہ نظر پڑی۔ اور مسئلہ یاد رکھنا نبی کی نظر نہیں پڑی' نبی نے منتخب نہیں کیا بلکہ نبی کی بیٹی کے لئے آسمان والے نے حضرت عثمان کو منتخب کیا ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم:۳'۴)

نبی کی کوئی حرکت اس کے اپنے ارادے سے نہیں ہوتی۔ نبی تبھی حرکت کرتا ہے جب آسمان والا حرکت کا حکم دیتا ہے۔

اور یہ حکم کب نازل ہوا؟

اس وقت نازل ہوا جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ منصب رسالت پہ سرفراز ہو چکے تھے۔ آج ان شاء اللہ العزیز ایک اور مسئلہ صاف کر دوں گا اور وہ مسئلہ بتلاؤں گا۔ جو آج تک کسی مولوی نے آپ کو نہ بتلایا ہو گا۔ آج بات کو یاد رکھ لینا۔ لکھ لو میری بات۔

لوگ یہ بھی سوال کرتے ہیں خدیجہ افضل ہے کہ عائشہ افضل ہے؟

یاد رکھو جب خدیجہ سے سرور کائنات کا نکاح ہوا تو امام کائنات صرف محمد بن عبداللہ تھے اور جب عائشہ سے نکاح ہوا تو محمد رسول اللہ تھے۔ دونوں میں فرق ہے۔ ایک نکاح محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے ہوا اور ایک نکاح محمد رسول اللہ کی حیثیت سے ہوا۔ اور جس دن نکاح محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے ہوا' اس دن اختیارات رب نے انہیں سونپ رکھے تھے اور جس دن محمد رسول اللہ کی حیثیت سے ہوا' اس دن سارے اختیارات رب نے اپنے قبضے میں لے رکھے تھے۔ خدیجہ کے ساتھ شادی کے دن نبی کے ارادے کا دخل تھا اور صدیقہ کی شادی کے وقت نبی کے ارادے کا دخل نہ تھا' رب کے حکم کا دخل تھا۔ فرق اتنا ہی ہے جتنا محمد بن عبداللہ اور محمد رسول اللہ میں ہے۔

اسی لئے امام ابن حزم رحمتہ اللہ علیہ نے الفصل فی الملل والنحل میں لکھا ہے کائنات میں سارے اپنے اپنے مقام پر لیکن وہ بیوی جس کو عرش معلیٰ کے مالک نے نبی کے لئے منتخب کیا ہے' دنیا کی کوئی شخصیت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے اور یہی مقام حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے نبی نے زینب کی شادی بھی کی' رقیہ کی شادی بھی کی لیکن محمد رسول اللہ کی حیثیت سے سب سے پہلے اپنی دامادی کے شرف کے لئے

نبی کائنات نے رب کے حکم سے اگر کسی کو منتخب کیا تو عثمان بن عفان کو منتخب کیا اور اپنی بیٹی کا نکاح جناب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ پھر دوسرا شرف حاصل ہوا کہ نبی کائنات ﷺ اور آپ کے رفقاء کے لئے مکہ میں رہنا دوبھر کر دیا گیا۔ انتہائی مشکل ہو گیا کہ مکہ میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ آسمان سے حکم آیا اے میرے محبوب ان مجبور' بے کس' بے بس' کمزور' ناتواں' ایمان کی خاطر ستائے ہوئے لوگوں کو جن کا

وَمَانَقَمُوْا مِنهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ (البروج:۸)

اپنا کوئی اختلاف نہیں' اپنی کوئی لڑائی نہیں' اپنا کوئی جھگڑا نہیں۔ اختلاف اگر ہے تو اس بات کا ہے کہ رب کی توحید کو کیوں مانا؟ محمد ﷺ کی رسالت کو کیوں تسلیم کیا ہے؟

کہا ان بے کسوں کو کہو' اپنے وطن کو چھوڑ دو' نکل جاؤ'' اور ایمان والو! سن لو ابراہیم خلیل اللہ کے بعد' چھ ہزار سال کے بعد سنت ابراہیمی کی اقتداء کرتے ہوئے' ایمان کو بچانے کے لئے سب سے پہلے جس نے ہجرت کی وہ نبی کائنات کا داماد عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

اول من هاجر بعد خليل الله ابراهيم

ابراہیم خلیل کے بعد سب سے پہلے جسے ایمان کی خاطر ہجرت کا شرف حاصل ہوا وہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پہلا مہاجر اور اس مہاجر کی شان کیا کہنی کہ یہ رسول کی رسالت کے لئے وطن چھوڑ کے جا رہا ہے اور اس کی رفاقت میں محمد ﷺ کی لخت جگر ہے۔ نبی کائنات کی بیٹی اس کے ساتھ ہے۔ اور یاد رکھو اسلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ اگر کسی چیز کو اہمیت حاصل ہے تو دو چیزوں کو ہے۔ ایک ہجرت کو اور ایک جنگ بدر کو بہت زیادہ اہمیت ہے۔ قرآن نے کہا وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ اللہ کے لئے مال' اولاد' وطن کو چھوڑا۔ کائنات کا کوئی مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ قرآن کے الفاظ ہیں۔ اٹھائیسواں پارہ

لَایَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً۔ (سورۃ الحدید:۱۰)

جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی' آنے والی نسلیں ہی نہیں' رب کائنات نے اپنے حبیب کے اصحاب کو مخاطب کر کے کہا تم بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور سن لو! اس بارے

میں بھی عثمان کو وہ مقام حاصل ہوا جو عشرہ مبشرہ میں سے کسی کو نہیں ملا۔ ہر ایک اپنے خصائص میں بے مثال' صدیق اکبرؓ نے ہجرت کی' فاروق اعظمؓ نے ہجرت کی' علی المرتضیٰؓ نے ہجرت کی' حضرت زبیرؓ نے ہجرت کی' ابوعبیدہ بن جراح نے ہجرت کی' طلحہ نے ہجرت کی' عبدالرحمٰن بن عوف نے ہجرت کی' سعید بن زید نے ہجرت کی۔ یہ سارے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان سب نے ہجرت کی لیکن نبی کے داماد عثمانؓ نے ایک مرتبہ ہجرت نہیں کی بلکہ ایمان کے لئے دو دو مرتبہ ہجرت کی ہے۔ یہ مقام رب نے عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کیا۔ اور پھر اسلام کی تاریخ میں دو ہی واقعات ہیں ہجرت کا اور بدر کا۔

بدر کے قافلے چلنے لگے۔ مدینے کے سارے مسلمان نبی کی رفاقت میں چلے۔ نبی کی بیٹی بیمار ہے' عثمانؓ اس کا شوہر ہے۔ سب جا رہے ہیں۔ عثمان بن عفان کی آنکھوں میں آنسو ہیں' نبی کائنات کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ معرکہ اولیٰ درپیش ہے۔ مجاہدین بے سروسامانی کے عالم میں سربکف میدان جہاد میں گردنوں کو کٹانے کے لئے جا رہے ہیں۔ عثمان منتظر ہیں۔ میرے لئے نہ جانے کیا حکم ہو؟

نبی کائنات نے نگاہ اٹھائی۔ عثمان کے غم زدہ چہرے کو دیکھا۔ عثمان کیا بات ہے کیوں غم زدہ ہو؟

آقا! مومن اپنی جانوں کا نذرانہ رب کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے جا رہے ہیں اور میرا دل بھی اللہ کی بارگاہ میں خون کو بہانے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ لیکن میری بیوی ہی نہیں آپ کی صاحبزادی بیمار ہے۔ آپ کا حکم ہو تو میں بھی آپ کے ہم رکاب ہو جاؤں۔ آسمان سے جبرائیل آیا۔ سن لو۔ عرش والے نے جبرائیل کو بھیجا۔ کہا

جاؤ میرے محبوب کو جا کے کہو کہ وہ عثمان کو حکم دے تم مدینے میں بیٹھ کے محمد ﷺ کی بیٹی کی تیمارداری کرو' اللہ تجھ کو بدر کے غازیوں میں شمار فرمائے گا اور یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جب بدر کے مال غنیمت کو تقسیم کیا' ایک حصہ اٹھایا' الگ رکھا۔ صحابہ نے پوچھا' یا رسول اللہ یہ سارے حصے آپ نے ان کو عطا کئے جنہوں نے جہاد کیا' تلوار سے لڑے' یہ کس کا حصہ ہے؟

فرمایا یہ اس کا حصہ ہے جس کو عرش والے نے بدر کا غازی قرار دیا ہے۔ یہ عثمان ابن

عفان کا حصہ ہے۔

نبی کائنات واپس آئے۔ رقیہؓ کا انتقال ہو گیا۔ عثمانؓ کے گھر پہنچے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے۔ نبی کائنات نے پیار سے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ عثمانؓ نے سر اٹھایا۔ محبوب کائنات سامنے کھڑا ہے۔ آقا آج عثمانؓ پہ غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ بیوی کی اتنی بات نہیں۔ محمد ﷺ کی بیٹی سے گھر خالی ہو گیا ہے۔ ہائے۔ ذرا محبت کی فراوانی تو دیکھو۔ نبی پیار کرنے والا نبی' رسول محبت کرنے والا رسول' پیغمبر سراپا رحمت پیغمبر اور اس کی محبت اپنی بیٹی کے لئے لیکن آسمان والے نے گواہی دلوائی کہ اپنی بیٹی کی موت کے موقعہ پر نبی نے یہ بتلایا محمد ﷺ کو اپنی بیٹی سے بڑی محبت ہے لیکن عثمانؓ سے بیٹی سے بھی زیادہ محبت ہے۔ اس موقعے پر جو ایک والد کے لئے انتہائی تکلیف کا موقعہ ہوتا ہے۔ بیٹیوں والو ذرا سوچو۔ خدا نہ کرے کسی کی جوان بیٹی پر موت آ جائے۔ اس کے دل کا کیا عالم ہوتا ہے؟

اس کا احساس بیٹیوں والوں کو ہی ہے۔

اس غم کے موقعے پر نبی کائنات نے ساری کائنات کو گواہ بنا کے کہا لوگو سن لو! عثمان نے میرے کلیجے کو اتنا ٹھنڈا کیا کہ آج محمد (ﷺ) اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ اس موقعے پر اعلان کرتا ہے کہ محمد (ﷺ) نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ عثمان کو دے دیا ہے۔ جاؤ عثمان غم نہ کرو۔ تم نے محمد (ﷺ) کے کلیجے کو ٹھنڈا کیا ہے۔ میری بیٹی ام کلثوم بھی تیرے لئے۔ اور آج صرف یہی نہیں کہ نبی کی امت کا کوئی شریک اس کا ہم تر' ہم مرتبہ' ہم سر' ہم درجہ' ہم رتبہ نہیں بلکہ آدم کی پوری اولاد میں کسی کو یہ شرف نہیں ملا جو عثمان بن عفان کو ملا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا چوالیس ہزار یا کم وبیش نبی ہوئے۔ ان کی بیٹیاں بھی ہوئیں' ان کے بیٹے بھی ہوئے۔ لیکن دنیا کی تاریخ میں کبھی یہ موقع نہیں آیا کہ کسی نبی نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح ایک شخص سے کیا ہو۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی واقعہ نہیں۔ اس شرف کے لئے بھی رب کائنات نے اگر منتخب کیا تو ذوالنورین کو کیا۔ آسمان پر لکھا جا چکا تھا کہ عثمان بن عفان' عثمان بن عفان ہی نہیں بلکہ ذوالنورین بھی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قدرت کا تماشا۔ دوسری بیٹی بھی فوت ہو گئی۔ عثمان کی دوسری بیوی بھی فوت ہو گئی۔

شرم کرو...... آج منبروں پہ چڑھ چڑھ کے یہ کہتے ہیں نبی نے کہا تھا کہ بنو امیہ کا

خاندان ملعون ہے۔ آج منبروں پر چڑھ چڑھ کے یہ کہا جاتا ہے اور پھر نہ ڈائری والے لکھتے ہیں نہ پولیس والے پوچھتے ہیں۔ اگر محمد ﷺ نے یہ کہا ہوتا تو اپنی بیٹیاں بنوامیہ کو کبھی نہ دیتے۔ کوئی ملعون خاندان کو بھی بیٹی دینے کے لئے تیار ہوتا ہے؟

شرم کرو۔ سن لو! اگر تمہیں معلوم نہیں تو آج معلوم کرلو۔ نبی کی چار بیٹیاں زینب' رقیہ' ام کلثوم' فاطمہ تھیں۔ نبی نے اپنی چار بیٹیوں میں سے تین کے رشتے کئے تو بنی امیہ کے گھرانے میں کئے ہیں۔ صرف ایک بیٹی کا رشتہ اپنے خاندان میں کیا ہے۔ تین کا رشتہ بنوامیہ میں کیا ہے۔ اور عثمانؓ کی تو نانی بھی بنوھاشم کی تھی۔ اگر یہ خاندان ملعون ہوتا تو نبی کو اپنی بیٹیوں کے لئے کسی اور خاندان کو تلاش کرنا پڑتا۔ شرم نہیں آتی۔ شرم کیسے آئے؟

اگر نبی پہ اعتبار نہیں تو پھر علی پہ اعتبار کیا ہوتا۔ جس حسین کا نام لے کر ماتم کرتے ہو...... سنو! جاؤ دنیا کے کسی روسیاہ کو کہو کہ وہ اس کی تردید کرنے کی جرات کرے کہ حسین کی اپنی بیٹی سکینہ...... نام لیتا ہے' ماتم کے لئے سکینہ بنت حسین ...... جس خاندان کو گالی دیتے ہو' نہیں جانتے یہ گالی کس تک پہنچتی ہے؟

حسین کی اپنی بیٹی سکینہ نے اپنی شادی کے لئے اگر شوہر منتخب کیا تو عثمان کے پوتے کو منتخب کیا ہے۔ جاؤ دنیا میں کسی ماں کے لال کو کہو اس کے انکار کی جرات کرے۔ سکینہ بنت حسین' اس کی شادی عثمان کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان کے ساتھ ہوئی۔

علی کا بیٹا حسین' عثمان کا بیٹا عمرو۔ حسین کی بیٹی سکینہ' عمرو کا بیٹا زید۔۔ یہ بنی امیہ کا ہے کہ نہیں ہے؟

سکینہ بنت حسین ...... شادی کی جاتی ہے تو عثمان کے پوتے کے ساتھ کی جاتی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی ایک اور بیٹی بھی تھی۔ فاطمہ بنت حسین

جاؤ تاریخ کو اٹھاؤ۔ ماتم کرتے ہوئے اپنے چہرے کو تھپڑ مارو کہ تمہارے چہرے پہ سیاہی ملتے ہوئے فاطمہ بنت حسین نے بھی شادی کی ہے تو عثمانؓ کے پوتے کے ساتھ کی ہے۔ دوسری طرف جعفر طیار کی پوتی نے شادی کی تو عثمانؓ کے بیٹے ابان سے کی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ کیوں؟

یہ وہ گھرانہ ہے جس میں خالائیں آئی ہیں۔

عثمان کا گھر کونسا گھر ہے؟

جس میں حسین کی خالائیں آئی ہیں۔ جس گھر میں خالہ آئے اس میں بھتیجی کو جاتے ہوئے کیا ڈر ہے؟

تم نے چودہ سو سال بعد دشمنی کی داستانیں گھڑی ہیں۔ اگر شرف منقبت کی بات بیٹی کے ناطے سے ہے تو آؤ اس کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کو نبی نے اپنی دو بیٹیاں عطا کی ہیں؟

دوسری بیٹی بھی فوت ہوگئی عثمان کی دوسری بیوی بھی فوت ہوگئی۔ آج پھر آنسوؤں کی بارش ہو رہی ہے۔ کائنات کا امام آیا۔ عثمان پہ نگاہ ڈالی۔ فرمایا عثمان محمد (ﷺ) تیری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ سر کو اٹھاؤ نبی تجھ پہ اتنا راضی ہے کہ کعبہ کے رب کی قسم اگر محمد (ﷺ) کی چالیس بیٹیاں ہوتیں یکے بعد دیگرے تجھ کو دیتا جاتا انکار نہ فرماتا۔ تو نے اتنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

بیٹی کی بنیاد پر ہی تم نے سارا مسئلہ کھڑا کیا ہے ناں۔ یہاں چالیس بیٹیوں کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ تو ہم کو معاف کر دے۔ ہم اس بات کو کرنا نہ چاہتے تھے اگر یار ہم کو کرنے پر مجبور نہ کرتے۔ یہاں دو بیٹیاں دیں اور اتنے راضی کہ باقی بیٹیاں اگر ہوتیں تو دینے کا اقرار فرما رہے ہیں اور وہاں صرف ایک بیٹی دی' آج بات آ گئی ہے تو سن لو۔

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو گستاخی کرے ہمارے نزدیک اس کا ایمان ناقص ہے۔ تم نے ہمیں تقابل کے لئے مجبور کیا ہے' وگرنہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ساری کائنات میں صدیق' فاروق اور ذوالنورین کے بعد سب سے افضل اگر کوئی ہستی ہے تو علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ سب سے افضل ہیں مگر ان تینوں کے بعد' پہلے نہیں۔ عثمان کو دو بیٹیاں دیں' اس نے زندگی میں کبھی شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ اتنے خوش کہ دوسری بیٹی کے مرنے کے بعد کہا اگر چالیس ہوتیں تو یکے بعد دیگرے دیتا جاتا' انکار نہ کرتا۔ اور یہاں ایک دی اور کتاب تیری علل الشرائع ابن بابویہ قمی کی' کشف الغمہ اربلی کی' حیاۃ القلوب ملا باقر مجلسی کی' کتاب الخصال ابن بابویہ قمی کی۔

یہاں ایک دی اور ایک دن آیا کہ فاطمہ اپنے کندھے پہ حسن کو رکھے' اپنے انگلی سے حسین کو لگائے روتے ہوئے اپنے بابا کے گھر آ گئی۔ بابا۔ فاطمہ کی چیخ کی آواز سنی

سرور کائنات کا جگر کٹ گیا۔ پیار کرنے والا نبی۔ فرمایا۔ بیٹی' جانِ بابا کیا ہوا؟
بابا اب میں علی کے گھر جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ مجھے اپنے ہی گھر رکھ لو۔ فرمایا بیٹی کیا ہوا ہے؟

کہا اللہ کے حبیب علی نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کرلیا ہے۔ میں ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ اپنے سوکناپے کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اٹھاؤ اپنی کتابیں۔ رحمت کائنات کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ اور آج کہیں کی بات کہیں پہ لگاتے ہو۔ وہ بات جو نبی نے اس موقعے پر کہی' اس کو صدیق پر چسپاں کرتے ہو۔ حیا نہیں آتی۔

ان فاطمة بضعة مني من آذا ها فقد آذاني

کائنات کے لوگو سن لو! فاطمہ محمد (ﷺ) کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے فاطمہ کو دکھ دیا' اس نے محمد (ﷺ) کو دکھ دیا ہے۔ یہ کب کہا؟

تمہیں کچھ معلوم نہیں۔ سنیو قصے سنتے ہو' کہانیاں سنتے ہو' اساطیر سنتے ہو' افسانے سنتے ہو اور پلٹ کے آجاتے ہو۔

خدا "تمہیں" نفس جبرائیل دے تو کہوں

خدا تمہیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَھُوَ شَھِیۡدٌ٥ (ق:۳۷)

کوئی دل والا ہو تو بات کو سمجھے۔ اقبال نے کہا تھا

تمدن' تصوف' شریعت' کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

روایات کا نام دین اور خرافات کا نام حقیقت رکھ لیا ہے۔ کہاں کی بات کو کہاں پہ جوڑ کے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرتے ہو۔

نبی کریم ﷺ غصے سے نکلے اور آج یہ بات بھی سن لو۔ کبھی کسی نے نہ بتلائی ہوگی۔ علی

کی تلاش میں نکلے۔علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب آدمی تھے۔دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں مٹی پہ سوئے ہوئے ہیں۔پاؤں کے ساتھ ٹھوکر لگائی۔ناراضگی سے کہا

قم یا ابا تراب

آج یہ لقب عزت کے لئے استعمال کرتے ہو۔سرورکائنات نے اسے ناراضگی کے طور پر استعمال کیا۔او مٹی ملے ہوئے آدمی' مٹی میں لیٹے ہوئے آدمی اٹھو۔

قم یا ابا تراب

اٹھو ابوتراب۔تراب مٹی کو کہتے ہیں۔

حضرت علی نے دیکھا نبی کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔کہا جاؤ ابوبکر وعمر و عثمان کو بلا کے لاؤ۔یا رسول اللہ جھگڑا تو فاطمہ اور علی کا' ابوبکر' عمر' عثمان کا کیا تعلق ہے؟

ان کا تعلق اربلی نے کشف الغمہ میں' خوارزم نے مناقب میں' ملا باقر مجلسی نے حیاۃ القلوب میں بتلایا۔ان کا تعلق یہ تھا کہ علی کا رشتہ مانگنے کے لئے یہی تینوں آئے تھے اور جب باپ کی بیٹی کو دکھ پہنچتا ہے تو شکوہ وشکایت ان سے کی جاتی ہے جو رشتہ مانگنے کے لئے آئے ہوں۔کہا جاؤ ان کو بلا کے لاؤ جو تیرا رشتہ مانگنے آئے تھے۔یہاں صرف ایک بیٹی دی۔تینوں آئے۔کہا بیٹھو۔بیٹھ گئے۔نبی نے طلحہ کو بلایا۔

ناد فی الناس الصلاۃ جامعۃ

جاؤ۔مدینے کے لوگوں کو کہو سب اکٹھے ہو جاؤ۔

یارسول اللہ کیا بات ہے؟

وہ چہرہ جس پہ کبھی شکن نہیں پڑی۔آج اتنا غصے میں۔کہا سارے لوگوں کو بلاؤ۔سارے لوگ اکٹھے ہوئے۔آپ منبر پہ چڑھے' خطبہ دیا' رب کی ثناء کی' ابوبکر وعمر وعثمان کا تذکرہ کیا۔کہا یہ لوگ میرے پاس علی کا رشتہ لے کر آئے تھے۔میں نے اس کے افلاس کے باوجود اس کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا۔

ایک بندے کو شکایت نہیں کی۔سارے مجمعے کو۔اور کتاب میری نہیں تیری۔یا اس کتاب کو پھاڑ ڈال یا اپنے عقیدے کو تبدیل کر لے۔کتاب تیری۔کہا سن لو

لا يجتمع بنت عدو الله و بنت رسول الله في بيت واحد

اے علی تو بھی سن لے' لوگو تم بھی سن لو! کہ عدو اللہ کی بیٹی اور رسول اللہ کی بیٹی ایک گھر میں اکٹھی نہیں رہ سکتی۔ عدو اللہ ابو جہل اور رسول اللہ محمد ﷺ کی بیٹی ایک گھر میں اکھٹی نہیں رہ سکتی۔

طلق ابنتي

میری بیٹی کو طلاق دے دو' ابو جہل کی بیٹی سے شادی کر لو۔

علی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معاف کر دیجئے۔ نبی کائنات نے لوگوں کو مخاطب ہو کے کہا سنو! یاد رکھو آج محمد (ﷺ) کو دکھ پہنچا ہے۔ اس لئے کہ محمد (ﷺ) کی بیٹی روتی ہوئی گھر میں آئی ہے۔ محمد (ﷺ) اپنی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ بیٹی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر باپ کا جگر کٹ جاتا ہے۔ جاؤ آج کے بعد کبھی محمد (ﷺ) کو دکھ نہ دینا۔

من آذاها فقد آذاني

جس نے محمد (ﷺ) کی بیٹی کو دکھ دیا' اس نے محمد (ﷺ) کو دکھ دیا۔ یہاں ایک بیٹی تھی۔ بات اگر بیٹی کے دینے کی ہے تو یہاں دو دیں۔ دونوں کی وفات کے بعد چالیس دینے کا اعلان کیا۔ اور یہاں ایک دی اور دکھ کا اعلان کیا۔ اور وہ بھی تنہائی میں نہیں' مجمع عام میں۔

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی ایسا ہو تو لا کے تو دکھاؤ کہ جس کو کونین کے تاجدار نے غزوہ تبوک کے موقع پر' جیش عسرکی تیاری کے موقع پر' مسجد نبوی کے اندر روضۃ من ریاض الجنۃ کے اندر اپنے منبر پر کھڑے ہو کے آٹھ مرتبہ جنت کی بشارت دی ہے۔

عثمان في الجنة' عثمان في الجنة عثمان في الجنة

ما ضر عثمان ما عمل بعد اليوم قط

او علی تو بھی سن لے' طلحہ تو بھی سن لے' زبیر تو بھی سن لے' صدیق و فاروق تم بھی سن لو' آج کے بعد اگر عثمان نیکی کا کوئی کام نہ کرے' رب تب بھی اسے جنت عطا فرما کے چھوڑے گا۔

ما ضر عثمان ما عمل بعد اليوم قط

یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کائنات نے بڑے تونگر اور مالدار دیکھے لیکن چشم فلک

نے عثمان ایسی شخصیت کا چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ وہ عثمان جس کے احسانات زندہ' پائندہ ہیں۔ مسجد نبوی کی صورت میں آج بھی روشن ہیں۔ وہ عثمان اور اس عثمان کے ساتھ ظالموں نے کیا سلوک کیا' اس کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ خطبہ جمعہ میں ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

❋ ❋ ❋

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
شہادت اور کارنامے

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ○ (الفتح:۲۹)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک، خالق کائنات، مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ، مبارکہ، مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہنمائی کا بندوبست فرمایا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے آبیاری کے لئے، اس کے فروغ کے لئے اور آپ کے پیغام کی نشر واشاعت کے لئے رب کائنات نے آپ کو ایسے رفقاء اور اصحاب عطا کئے جو آپ سے پہلے کسی پیغمبر اور کسی رسول کو نصیب نہیں ہوئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام چونکہ پیغام آخرین تھا، آپ کی دعوت چونکہ اہل کائنات کی طرف اللہ کی طرف سے دی

گئی آخری دعوت تھی' آپ پر نازل کردہ کتاب خداوند عالم کی جانب سے اتاری گئی آخری کتاب تھی' اس لئے رب ذوالجلال نے آپ کی رسالت' آپ کے پیغام' آپ کی دعوت اور آپ کو عطا کئے گئے دین کی حفاظت کے لئے کچھ ایسے انتظامات کئے کہ ویسے انتظامات پہلے کسی پیغمبر اور رسول کی دعوت اور رسالت کے لئے نہیں کئے گئے۔ انہی اہتمامات اور انتظامات میں سے ایک اہتمام یہ تھا کہ رب ذوالجلال نے نبی پاک ﷺ پر اتاری گئی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر:۹)

اس قرآن کو اتارا بھی ہم نے ہے اور قیامت تک اس کو محفوظ رکھنے کا ذمہ بھی ہم نے خود اٹھایا ہے۔ آپ سے پیشتر کی کسی کتاب کے لئے رب کائنات نے یہ ذمہ داری اپنے اوپر نہیں ڈالی کہ میں اس کو کائنات کی بقاء تک باقی رکھوں گا۔ یہ ذمہ داری لی تو صرف اس کتاب ہدایت کے لئے لی جسے رب ذوالجلال نے رحمت کائنات پر نازل کیا اور جسے کونین کی ہدایت کے لئے اپنی آخری کتاب قرار دیا۔ اس لئے کہ اگر اس کتاب کی حفاظت خداوند عالم اپنے ذمے نہ لیتے تو امکان تھا کہ اس کتاب میں بھی اسی طرح کی تبدیلی اور تحریف ہو جاتی جس طرح کی تبدیلی اور تحریف پہلی کتابوں میں ہوئی۔ اور پھر زمانوں کے بیتنے کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی آ جاتا کہ جب لوگوں کی ہدایت کے لئے کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس موجود نہ ہوتی۔ اس لئے رب ذوالجلال نے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا کہ جب تک دنیا باقی ہے' نبی کائناتؐ پہ اترنے والی کتاب قرآن حکیم باقی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی اور تحریف نہیں ہوگی۔ اسی طرح اس بات کے اظہار اور اعلان کے لئے کہ آپ کا پیغام آخرین پیغام ہے' آپ کو ایسے ساتھی' ایسے جانباز سپاہی' ایسے جانثار رفقاء اور ایسے فدا کار اصحاب عطا کئے جو آپ سے پیشتر کسی نبیؑ کو عطا نہیں ہوئے۔ ساری کائنات میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار یا اس سے کم وبیش ہے محمد رسول اللہ ﷺ' ان سب سے اس لحاظ سے منفرد اور یگانہ حیثیت کے حامل ہیں کہ آپ کو ایسے رفقائے کار ملے' ایسے شاگردان رشید ملے' ایسے تلامذہ کرام ملے' ایسے اصحاب عزام ملے جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کسی نبی اور رسول کو میسر نہیں آئے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی بنیاد پر یہ بات ارشاد کی اور یاد رکھنے کی بات ہے اور نوٹ کرنے کی بات ہے اور یہ بات شیعہ کی مشہور تفسیر کی کتاب تفسیر حسن عسکری میں بھی موجود ہے اور ابن بابویہ القمی نے بھی اسے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے کہ رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! یاد رکھو جس طرح اللہ نے مجھے ساری کائنات کے نبیوں سے افضل بنایا ہے۔ اسی طرح میرے اصحاب کو سارے نبیوں کے صحابہ سے افضل بنایا ہے۔ جس طرح سارے نبیوں میں میرا مقام سب سے اونچا ہے اسی طرح سارے نبیوں کے صحابہ میں محمد ﷺ کے صحابہ کا مقام اونچا ہے۔ اور آپ نے اسی بنیاد پر یہ بات کہی ہے کہ

ابو بکر سید الاولین والاخرین غیر النبیین والمرسلین

سننے والو سن لو! ابو بکرؓ صرف میری امت ہی کا سردار نہیں ہے بلکہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنی امتیں آئی ہیں' اللہ نے ان ساری امتوں کا سردار صدیق اکبرؓ کو بنا دیا ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کائنات ﷺ کو جس طرح پہلے سارے نبیوں پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے' اسی طرح آپ کے صحابہ کو تمام انبیاء کے صحابہ' پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ اور پھر ہم جب پہلے انبیاء کے حوارین کو' ان کے رفقاء کو' ان کے ساتھیوں کو' ان کے تلامذہ کو' ان کے شاگردان رشید کو اور ان کے جانثاروں کو دیکھتے ہیں اور پھر اپنے آقائے محترم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے رفقاء کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کے اندر وہ خصوصیات نظر آتی ہیں جو پہلے کسی نبیؑ کے کسی صحابی کے اندر موجود نہیں ہیں۔

امام کائنات' فخر موجودات' رحمتہ للعالمین ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب میں تشریف لاتے ہیں' رب کائنات یثرب کو نبی رحمت ﷺ کی آمد کی برکت سے یہ شرف عطا کرتا ہے کہ اس کا نام ہی مدینۃ النبیؐ اور مدینۃ الرسول قرار پاتا ہے' لیکن حالت یہ ہے کہ مسلمان دو طبقوں میں تقسیم ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو نبی محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مکہ مکرمہ سے لٹ پٹ کر آیا ہے۔ اللہ کے دین کے لئے جس نے اپنا سب کچھ رب کی بارگاہ میں لٹایا' اللہ کی راہ میں قربان کیا' بیویاں چھوڑیں' بچے چھوڑے' اولادیں چھوڑیں' گھر چھوڑے' مساکن چھوڑے' متاجر چھوڑے' کاروبار چھوڑے' اپنا سرمایہ و ثروت چھوڑی اور صرف جسم کے دو

کپڑوں کے ساتھ رحمت کائنات کی معیت میں یا آپ کے حکم پر آپ سے پہلے یا آپ کے بعد سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ طیبہ میں آ گئے۔ بعض ان میں سے ایسے بھی تھے جو اپنے جسم پر کپڑوں کا جوڑا بھی لے کر نہیں آئے تھے' بلکہ جب وہ مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے لگے تو ان کے ماں باپ نے ان کے تن پر پہنائے گئے کپڑوں کو بھی اتار لیا۔ صرف اپنی شرم گاہوں کو ٹاٹوں کے ساتھ' بوریوں کے ساتھ ڈھانپ کر محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے۔

اس زمانے کا مدینہ بھی کوئی بڑا اور متمول شہر نہیں تھا۔ بلکہ اس زمانے کے لحاظ سے سب سے زیادہ تونگر اور سب سے زیادہ مال دار اگر کوئی بستی جزیرہ عرب کے اندر موجود تھی تو مکہ مکرمہ کی تھی۔ باقی جزیرہ عرب کے سارے شہر غریب شہر تھے اور یثرب بھی غریب شہر تھا۔ اس لئے کہ اس شہر کی ساری آمدن کھجوروں اور انگوروں کے باغات پر تھی۔ لوگ زراعت پیشہ تھے۔ کاروبار نہیں جانتے تھے اور کسی قسم کی صنعت وحرفت ان کے اندر موجود نہ تھی۔ زراعت کا مدار بھی اس بات پر تھا کہ اللہ کی رحمت کی نظر ہو جائے' آسمان سے ابر رحمت برس پڑے' ان کے فصل پک جائیں' ان کے کھیتوں میں ہریالی آ جائے ان کے پھل تیار ہو جائیں اور اگر کبھی بارش نہیں ہوئی تو وہ سارا سال قحط سالی میں گزر گیا' فکر میں گزر گیا' فاقے میں گزر گیا۔ اس کے متبادل ان کے پاس کوئی ذریعہ آمدن موجود نہیں تھا۔

اس طرح کی غریب بستی میں جب مہاجروں کی آمد ہوئی تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے مدینہ کے باسیوں نے اپنا سب کچھ ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ جو ان سے ہو سکتا تھا' اسے انہوں نے ان کی مدد و معاونت کے لئے پیش کیا۔ لیکن ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ اس شہر کی ساری دولت پہ حقیقی طور پر اگر کسی کا قبضہ تھا تو وہ یہود تھے۔ یہودیوں کے پاس سارا سرمایہ اور دولت تھی اور یہودیوں میں سے کوئی قابل ذکر خاندان اور کوئی نمایاں شخصیت رحمت کائنات ﷺ کی دعوت کو اختیار نہیں کر سکی تھی۔

یہودیوں میں سے کسی نے نبی کائنات ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب امام کائنات ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہودیوں نے ان لوگوں کو بے روزگار بنانے کے لئے بہت زیادہ کوششیں اور کاوشیں صرف کیں جو نبی ﷺ کی دعوت کو قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے مومنوں پر رزق کے دروازے بند کر دیئے' ملازمتوں سے ان کو جدا کر دیا' ان کے

کاروبار تباہ کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے انصار' ان پر دو طرفہ بوجھ پڑا۔ ایک مہاجروں کی آمد کا بوجھ پڑا کہ ان کے لئے انہوں نے اپنے مال اور دولت سے حصہ نکالا اور ان کو اپنے کاروبار میں شریک کیا۔ دوسرا ان پر بوجھ یہ پڑا کہ یہودیوں کے بائیکاٹ کی وجہ سے ان کے رزق اور ان کی آمدن کے ذرائع محدود ہو گئے۔

ایسے وقت میں محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء کرام پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ دو طبقے' ایک ہجرتوں کا مارا ہوا' بخاروں کا ستایا ہوا' بے وطنی اور پردیس کی صعوبتوں کو اٹھایا ہوا اور دوسرا طبقہ' جس نے اس طبقے کو پناہ دینے کے لئے اپنا سب کچھ ان پہ نچھاور کر دیا۔ ایسے عالم میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا کہ مدینہ طیبہ کے اندر یہودیوں کا ملکیتی کنواں جس سے مسلمان پانی خرید کر پیتے تھے' اس کنوئیں سے مسلمانوں کے لئے پانی کا حصول ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ یہودی اس طرح کے ہتھکنڈے اختیار کر رہے ہیں کہ مسلمان جو پہلے ہی' یہ دونوں کے دونوں طبقات' مختلف قسم کی اقتصادی بدحالیوں کا شکار ہیں' ان کے لئے اور زیادہ مشکلات' اور زیادہ مصائب' اور زیادہ کٹھنائیاں' اور زیادہ دشواریاں کھڑی کی جائیں تاکہ یہ رحمت کائنات کی دعوت سے ہٹ جائیں' آپ کے دامن اقدس سے وابستگی کو توڑ دیں۔

ایسے عالم میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد پاک کے کچے صحن میں جس کو فرش لگانے کے لئے اینٹیں تو بڑی بات ہیں لپائی کے لئے مٹی تک موجود نہیں تھی۔ جس کی چھت کھجور کے پتوں سے ڈالی گئی تھی اور اس چھت کی کمزوری کا عالم یہ تھا کہ بارش کے چند قطرات گرتے ساری کی ساری بارش مسجد نبوی کے صحن میں نازل ہو جاتی۔ انہی دنوں کی ایک رات کا واقعہ ہے۔ نبی کائناتؐ نے اپنے چہرہ اقدس کو اس مسجد پاک کے اندر اللہ کی بارگاہ میں رکھا ہوا ہے۔ اوپر سے بارش ہوئی' چھت اس طرح ٹپکی' حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا سارا چہرہ مٹی سے بھر گیا۔ اس قدر کچی چھت' کمزور چھت' اس چھت کے نیچے کھڑے ہو کر نبی کائناتؐ نے اپنے غریب رفقاء پہ نظر ڈالی۔ دنیا کی تاریخ میں کسی نبیؐ کو ایسے جانباز میسر نہیں آئے جیسے جانباز اور فداکار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے عطا کئے۔

آپ نے کہا ساتھیو! مجھے علم ہوا ہے یہودیوں نے میرے وفا شعاروں کو ستانے کے لئے بئر رومہ کے پانی' کا حصول مومنوں کے لئے دشوار کر دیا ہے۔ اٹھو اللہ کی بارگاہ میں قربانی

کرو۔ مل کر چندہ کرو تا کہ اس کنوئیں کا ایک حصہ جسے یہودی فروخت کرنے کے لئے تیار ہیں' اس کو خرید لیا جائے۔ تا کہ مسلمان مدینے کے مہاجر مدینے کے انصار اس کنوئیں سے پانی پئیں۔ میں اللہ کا نبی تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ جس نے اس کنویں کی خرید کے لئے چندے میں حصہ ڈالا' میں اپنے ہاتھ سے اسے حوض کوثر کا پانی پلاؤں گا۔

محمد رسول اللہ ﷺ ابھی یہ بات ارشاد فرماتے ہیں کہ ان مہاجروں میں سے جنہوں نے رب کی خاطر اپنے وطن کو دومرتبہ چھوڑا تھا' ان مہاجروں میں سے ایک مہاجر اٹھا' چشم فلک نے دیکھا کہ وہ مہاجر اپنے آقا کو خطاب کر کے کہتا ہے اللہ کے حبیب حوض کوثر کے پانی کا آپ نے وعدہ کیا۔ اب چندے کی اپیل نہ کیجئے' کنوئیں کی ساری رقم میں اپنی جیب سے ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگاہ اٹھائی۔ دیکھا سامنے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑا ہے۔ صحابہ موجود ہیں' علیؓ موجود ہیں' نبیؐ کے چچا حضرت حمزہ موجود ہیں' نبیؐ کے رشتہ دار موجود ہیں' نبیؐ کے اصحاب موجود ہیں' ایسی تنگ دستی کے عالم میں جب کہ لوگوں کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ عثمانؓ اپنی پونجی کے بیشتر حصے کو اللہ کے رسولؐ کے ادنی اشارے پر لٹانے کے لئے تیار ہیں۔

رحمت کائنات نے اپنے صحابہ کو گواہ کر کے عثمانؓ کو کہا ''عثمانؓ مجھے یہ سودا منظور ہے۔ آج مسلمانوں کے پینے کے لئے کنوئیں کا آدھا حصہ تو خرید رہا ہے۔ محمد ﷺ تجھ سے وعدہ کرتا ہے کہ تجھ کو حوض کوثر سے اپنے ہاتھ سے پانی پلاؤں گا۔'' حضرت عثمانؓ نے بات سنی کہا اللہ کے حبیب آپ کے حکم پر میں نے یہ رقم حاضر کی۔

فرمایا عثمانؓ کنوئیں کا پانی مومنوں کے لئے وقف کردو۔

کہا اللہ کے حبیب پانی ہی وقف نہیں کنواں بھی اللہ کے لئے وقف ہے۔ میں اپنی ملکیت بھی باقی نہیں رکھتا۔ مومنوں کے لئے پانی کا آدھا کنواں خریدا گیا۔

رحمت کائنات نے کہا مجھے رب نے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ ایک دن مسلمانوں کا' ایک دن یہودی کا۔ فرمایا مسلمانوں کی باری کے دن غیر مسلم بھی آئیں (محمد ﷺ) ان کو مفت پانی دے گا۔ کوئی پانی کی قیمت وصول نہیں ہوگی۔ یہودی نے دیکھا کہ جب مفت پانی ملتا ہے تو مجھ سے قیمتاً کون خریدے گا۔ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ (ﷺ) اگر

آپ نے اسی طرح مفت پانی دینا ہے تو باقی آدھا حصہ بھی خرید لیجئے۔ رحمت کائنات نے پھر اپنے منبر پر تشریف فرما کر یہی بات کہی۔

لوگو! عثمانؓ نے بئر رومہ کا آدھا حصہ خرید کر مومنوں کے لئے وقف کیا۔ کون ہے جو اس باقی آدھے حصے کے لئے چندہ دے؟ محمد (ﷺ) اسے جنت کی بشارت دیتا ہے۔

عثمان بن عفانؓ پھر اٹھ کے کھڑے ہوئے کہا ''اللہ کے رسول کسی اور سے چندہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ عثمانؓ باقی نصف کا چندہ دینے کے لئے بھی تیار ہے۔''

ایسے صحابہ ایسے رفقاء پہلے کس نبی کو عطا ہوئے تھے کہ اپنے گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں لیکن اپنی ساری پونجی نبیؑ کے ادنی اشارے پر قربان کردی۔ ابھی چند دن نہیں بیتے تھے' مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی' اسلام پھیلنے لگا' سرور کائنات کی شمع کے پروانے زیادہ سے زیادہ تعداد میں حضور کے گرد جمع ہونے لگے۔ سرور کائنات کے دست مبارک سے بنائی ہوئی مسجد کی جگہ مومنوں کے لئے تنگ ہو گئی۔ رحمت کائنات نے ایک جمعہ کے خطبے میں اپنے صحابہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھا اور مسجد کو دیکھا کہ وہ تنگی داماں کا شکوہ کر رہی ہے۔

آپ نے اعلان کیا لوگو! تم میں سے کون ہے جو اس مسجد کی توسیع کے لئے جو کسی نبیؑ کی بنائی ہوئی آخری مسجد ہے' زمین خرید کر دے؟

اللہ کا رسول' ناطق وحی اس سے وعدہ کرتا ہے کہ اس جگہ کے بدلے میں نبیؑ اس کو رب سے جنت میں محلات لے کر دے گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کے کھڑے ہو گئے۔ یا رسول اللہ ﷺ اس جگہ کے لئے کسی آدمی سے ایک پائی لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ جتنی قیمت ہے تنہا عثمانؓ اپنی جیب سے ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔ اسی مسجد پاک میں چند برس کے بعد جیش عسرہ کا واقعہ پیش آیا۔ نبی پاک ﷺ نے غزوہ تبوک کی تیاری کی۔ مسلمانوں کے پاس سوار ہونے کے لئے اونٹ تک موجود نہیں ہیں۔ رحمت کائنات نے اپنے منبر پہ کھڑے ہو کے کہا

کون ہے جو سو اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کرے؟ محمد (ﷺ) اسے جنت کی بشارت دیتا ہے۔

اور لوگو! رک کر ایک بات سمجھ لو کہ رب ان مومنوں کے لئے آسمانوں کے دروازے

کھول دیتا ہے جو رب کے لئے اپنا سب کچھ لٹانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر جو رب کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹاتے ہیں' رب ان کے مال میں کبھی کمی نہیں آنے دیتا۔

یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے بئر رومہ خرید چکے' اس کے بعد مسجد نبوی کی جگہ خرید چکے' آج نبیؐ کے حکم پر سب سے پہلے جو اٹھتا ہے یہی عثمانؓ اٹھتا ہے۔ کہا اللہ کے رسول سو اونٹ میں دیتا ہوں۔ جنت مجھے دیجئے سو اونٹ مجھ سے لیجئے۔ نبی کائناتؐ نے فرمایا' بیٹھ جاؤ۔ کہا اور کون ہے جو جنت لے لے سو اونٹ دے دے؟

پھر عثمانؓ اٹھے۔

کہا اور کون ہے جو سو اونٹ دے جنت لے لے؟

پھر عثمانؓ اٹھے۔ نبیؐ نے پھر کہا' عثمانؓ پھر اٹھے' نبیؐ نے پھر کہا' عثمانؓ پھر اٹھے' سات مرتبہ نبیؐ نے کہا ساتوں مرتبہ عثمانؓ اٹھ کے کھڑے ہوئے۔ ایک ہی جگہ پہ کھڑے ہو کر اللہ کی راہ میں سات سو اونٹ قربان کئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ کے جذبہ ایثار کو دیکھا۔ فرمایا

قط قط یا عثمان اشهد لك بالجنة

عثمانؓ بس کرو بس کرو۔ محمد (ﷺ) تجھ کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔ اور کیا کہا؟ فرمایا:

ما ضر عثمان ما عمل بعد اليوم قط

او دنیا کے لوگو سن لو! اور وسیا ہو تم بھی سن لو! عثمانؓ پہ زبان طعن دراز کرنے والو تم بھی سن لو! عثمانؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والو تم بھی سن لو! عثمانؓ سے پیار کرنے والو تم بھی سن لو!...... جاؤ! ساری کائنات کی تاریخ اٹھاؤ۔ محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے نبیوں کی' آپ سے پہلے کے رسولوں کی۔ کسی نبی' کسی رسول نے اپنی امت کے کسی آدمی کو یہ الفاظ نہیں کہے جو خاتم النبیین نے عثمانؓ ذوالنورین کو کہے اور بات کہے دیتا ہوں' اس کو یاد رکھنا۔

رحمت کائنات کی ساری سیرت اٹھاؤ۔ آج خود ساختہ افسانے تراش کر شخصیتوں کے گرد ہالے بنتے' ان کی عظمت کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتے' افسانے تراشتے' قصے گھڑتے ہو۔ آؤ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی اقدس میں' نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد آپ کی وفات تک محمد کریم ﷺ نے کسی کے لئے یہ لفظ کہے ہوں جو اپنے عثمانؓ کے لئے کہے ہیں۔ پوری کائنات میں نہ اپنے خانوادے کے کسی فرد کے لئے' نہ اپنے گھرانے کے کسی شخص کے

لئے' نہ اپنی امت کے کسی بڑے سے بڑے انسان کے لئے محمد کریم ﷺ نے یہ بات کہی جو عثمانؓ کے لئے کہی۔ کیا کہا؟

ماضر عثمان ' ما ضر عثمان ' ما عمل بعد اليوم قط

او دنیا کے لوگو سن لو! اگر میرا عثمانؓ آج کے بعد کوئی نیکی نہ کرے' تب بھی رب اسے جنت عطا فرما کے چھوڑے گا۔ یہ الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ ناطق وحی نے اگر کسی کے لئے استعمال کئے تو صرف عثمان بن عفانؓ کے لئے کئے اور یہی سبب تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ رحمت مجسم جس کی رحیمی وکریمی کا عالم یہ تھا کہ اس نے اپنے بدترین دشمن کے بارے میں بھی کبھی تلخی کا اظہار نہیں کیا۔ وہ رحمت کائنات جس کی دریا دلی کا عالم یہ تھا کہ جب اس شخص کی موت کا علم ہوا جو آپ کی زندگی مبارک میں آپ کو گالیاں دیا کرتا' آپ کے مقابلے میں مسجد ضرار کی تعمیر کیا کرتا' آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اتنے قبیح الفاظ سے یاد کرتا تھا کہ مدینہ میں اس سے برے لفظ کسی نے استعمال نہیں کئے۔ وہ بدترین دشمن جس نے نبیؐ کے بارے میں ایک ایسی بات کہی کہ رب کائنات نے اس بات کو اظہار غضب کے لئے اپنے قرآن میں درج کیا۔ جس نے یہ کہا تھا

لَيُخرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنهَا الْاَذَ لَّ۔ (المنافقون:۸)

میں عزت والا اور معاذ اللہ نبیؐ اور اس کے ساتھی ذلت والے۔ جس نے نبیؐ کو اتنی بڑی گالی دی' اس کی موت کا دن آیا۔ اس کا مومن بیٹا

يُخرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔ (یونس:۳۱)

وہ اللہ جو آذر کے گھر ابراہیم کو پیدا کرے اور عبداللہ بن ابی کے گھر مومن کو پیدا کرے' اس اللہ کی قدرت اس کا مومن بیٹا آیا۔ اس نے اس رحمت مجسم سے کہا آقا! میرا منافق باپ مر گیا ہے۔ میرا باپ تھا۔ جی چاہتا ہے کہ اللہ کے عذاب کی سختی سے بچ جائے۔ نبیؐ نے استفساریہ' استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔ کیا چاہتے ہو؟

کہا آقا اگر آپ اپنی قمیض مبارک ہی عطا فرما دیں تو کفن دفن کی جگہ اپنے باپ کو آپ کی قمیض پہنا دوں۔ شاید آپ کے کرتہ مبارک کی وجہ سے اللہ کے عذاب میں کمی ہو جائے۔

اس رؤف ورحیم کی کریمی کا کیا کہنا ہے؟

اس منافق کے لئے اپنے دل میں غصے کا ذرہ بھی نہیں' نفرت کا ذرہ بھی موجود نہیں۔ اپنی قمیض مبارک اتاری اور ابن ابی کے بیٹے کو دے کے کہا' جاؤ! اگر میرے کرتے سے اس کے عذاب میں کمی ہوسکتی ہے تو محمد (ﷺ) کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وہ رحمت مجسم' جب اس کا جنازہ تیار ہو گیا تو یہی بیٹا دوڑتا ہوا آیا۔ آقا! اگر آپ بخشش کی دعا بھی مانگ دیں تو آپ کا کیا جائے گا۔ شاید رب معاف کر دے۔ رحمت کائنات کا عالم کیا ہے؟

اس کی آنکھوں میں امڈے ہوئے آنسوؤں کو دیکھا' اٹھ کے کھڑے ہو گئے۔ فاروق اعظمؓ نے دامن کو پکڑ لیا۔ یا رسول اللہ اس منافق کے جنازے کے لئے تو نہ جایئے' جو آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ رحمت کائنات نے کہا فاروقؓ اگر میرے جنازہ پڑھنے سے اس کی مغفرت ہوتی ہے تو محمد (ﷺ) کو اعتراض کیا ہے' وہ رحیم و کریم محمد ﷺ جس نے اپنے بدترین دشمن کا جنازہ پڑھانے سے انکار نہیں کیا۔ اگر آسمان سے وحی نہ آ جاتی کہ

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (التوبہ:۸۴)

اگر تم ستر مرتبہ بھی اس کی بخشش کی دعا مانگو گے' رب تب بھی معاف نہیں کرے گا تو رحمت کائنات اس کا جنازہ پڑھنے سے کبھی انکار فرمانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ بلکہ حدیث کے اندر یہ الفاظ ہیں فرمایا ''اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے اکہتر مرتبہ دعا مانگنے سے اس کی بخشش ہو جائے تو محمد (ﷺ) اس کے لئے بھی تیار ہے''

اس قدر رحیمی۔ وہی محمد رسول اللہ ﷺ اس شخصیت مقدسہ کے مقام کو آنے والی نسلوں کے لئے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس کو اپنی مسجد پاک کے اندر...... جہاں ہر روز و شب جبریل آیا کرتا تھا' اس مسجد کو جسے محمد (ﷺ) نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا' اس مسجد کے اس منبر کے اوپر کھڑے ہو کر جس منبر کے تقدس کی آسمان کے فرشتے گواہی دیتے تھے...... جنت کی ایک دن میں آٹھ مرتبہ بشارت دی تھی۔ اس کے مقام کا مسئلہ آیا تو وہ رحمت مجسم' قہر مجسم میں تبدیل ہو گیا۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ او عثمانؓ کے مقام سے ناآشنا لوگو سنو! ناطق وحی نے

عثمانؓ کے لئے کیا مقام بیان کیا؟

حدیث پاک میں آیا کہ ایک دن نبی کائناتؐ اپنی مسجد پاک میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ آئے ''یارسول اللہ ﷺ ہمارا عزیز مرگیا ہے۔ مسلمان ہے اس کا جنازہ پڑھا دیجئے۔'' رحمت کائنات فوراً تیار ہو گئے۔ نعش کے اوپر پہنچے' لوگوں نے صفیں باندھ لیں' جنازے کے لئے تیار ہوئے۔ حضور نے پوچھا یہ کون ہے جو فوت ہوا ہے؟ کس کا جنازہ ہے جس کو پڑھانے کے لئے مجھ کو بلایا گیا ہے؟

اس کے عزیزوں نے کہا ''یارسول اللہ فلاں بن فلاں''

اللہ کے حبیب یہ فلاں اور فلاں کا بیٹا ہے۔ رحمت کائنات جن کی پیشانی پہ کبھی شکن نہیں پڑی' ان کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ لوگ دیکھ کے تھرا گئے کہ آج رحمت کائنات کی پیشانی پہ شکنیں آگئیں ہیں۔ نجانے کیا ماجرا ہے؟

فرمایا یہ وہی نہیں جو میرے عثمانؓ کو برا کہتا تھا؟

لوگوں نے سر جھکا کے کہا۔ اللہ کے رسول یہ وہی ہے جس کی عثمانؓ سے دشمنی تھی۔

اوسن لو! ناطق وحی نے کیا کہا؟ فرمایا ''اس کا جنازہ اٹھالو جو محمد (ﷺ) کے عثمانؓ کو برا کہتا ہے' محمد (ﷺ) اس کا جنازہ پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہے۔'' اپنے دشمن کا جنازہ پڑھانے کے لئے تیار' عثمانؓ کے دشمن کا جنازہ پڑھانے کے لئے تیار نہیں۔ اٹھالو۔ میرے عثمانؓ کو برا کہنے والا محمد ﷺ کے استغفار کا حق نہیں رکھتا۔

عثمانؓ نبی کائناتؐ کے ان جلیل القدر رفقاء میں سے تھا کہ جن کی شان اور جن کے مقام کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ پوری کائنات میں نبیؐ کے سارے جانثاروں میں' نبیؐ کے سارے وفا شعاروں میں' نبیؐ کے سارے اطاعت گزاروں میں' نبیؐ کے سارے ساتھی سارے کے سارے اپنے اپنے مقام پر بڑی شان رکھنے والے لیکن جو دریا دلی رب نے عثمانؓ کو عطا کی وہ کسی دوسرے کو نہیں بخشی۔

اور یہی سبب ہے' سن لو! آج عثمانؓ کو برا کہتے ہو' آج عثمانؓ پہ طعن و تشنیع کے کیچڑ اچھالتے ہو' آج عثمانؓ پہ طنز و تاریت کے تیر چھوڑتے ہو۔ یہ عثمانؓ وہ عثمانؓ ہے جس کے گھر کی پہرے داری کے لئے علی المرتضیٰؓ نے نبیؐ کے نواسوں فاطمہ کے جگر گوشوں' اپنے لخت

ہائے جگر اور تمہارے امام ہائے معصوم کو اس کے دروازے کا چوکیدار مقرر کیا تھا۔ اس کے مقام کو کہتے ہو۔ جاؤ اپنی تاریخ کی کتابیں اٹھاؤ۔ ہماری تاریخ کی نہیں سنی کتابیں نہیں، اپنی کتابیں اٹھاؤ۔ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنؓ و حسینؓ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ زندگی میں کبھی ان کو اف تک نہیں کہا، کبھی ان سے تلخ کلامی نہیں کی، کبھی انہیں ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ جب بھی بلایا حسنؓ و حسینؓ کو احترام سے بلایا۔ پوچھنے والے نے پوچھا علیؓ اپنے بیٹوں کو اتنے احترام سے بلاتے ہو؟

فرمایا بیٹوں کو احترام سے نہیں بلاتا محمد (ﷺ) کے نواسوں کو احترام سے بلاتا ہوں۔

اس قدر احترام تھا۔ کہا یہ اس فاطمہ کے بیٹے ہیں جس کو رسول نے کہا تھا

من آذاها فقد آذاني

جس نے میری فاطمہ کو دکھ دیا اس نے محمد (ﷺ) کو دکھ دیا ہے۔ میں اس لئے ان کا احترام کرتا ہوں۔ وہ بیٹے جن کو علیؓ نے کبھی اونچی آواز سے بلایا بھی نہیں ہے۔ ان بیٹوں کو۔ تیری تاریخ کا حوالہ۔ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا کہ جب عثمانؓ کے دروازے پر پہرے دار کی حیثیت سے علیؓ نے متعین کیا اور پتہ چلا کہ عثمانؓ نے ان کو واپس بھیج دیا اور لوگوں نے عثمانؓ پہ حملہ کیا۔ وہ علیؓ دوڑا ہوا آیا۔ حسنؓ کے چہرے پہ طمانچہ مارا، حسینؓ کے گال پہ تھپڑ مارا۔ دونوں بیٹوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بابا زندگی میں کبھی جھڑکی بھی نہیں دی آج طمانچے مار رہے ہو؟

کہا اس لئے مار رہا ہوں کہ تم نے اس کے دروازے کی چوکھٹ کو چھوڑ دیا جس کے دروازے پر آسمان کے فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ کس کے لئے مارا ہے؟

آج علیؓ کی محبت کا دعویٰ کر کے عثمانؓ پہ کیچڑ اچھالتے ہو۔ علیؓ وہ ہے جس نے اپنی فاطمہ کے بیٹوں کو، رسول کے نواسوں کو اس لئے مارا کہ انہوں نے عثمانؓ کے دروازے پہ پہرہ دیتے ہوئے اپنے فرائض سے کوتاہی برتی تھی۔ اتنا احترام ہے عثمانؓ کا، اس قدر عزت ہے عثمانؓ کی، اس قدر تکریم ہے عثمانؓ کی اور غنا، تونگری، اللہ کی راہ میں سخاوت، خدا کی راہ میں ایثار، اس کا کیا عالم ہے؟

عثمانؓ وہ عثمانؓ ہے کہ رب کی بارگاہ میں اپنا سب کچھ لٹاتا رہا۔ جو کچھ لٹاتا رہا، رب اس

سے سو گنا زیادہ عطا فرماتا رہا۔ وہ عثمانؓ جس نے سات سو اونٹ' ایک سو گھوڑا' ایک دن رسول کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر رب کی بارگاہ میں قربان کیا تھا۔ رب نے اسے مال و دولت کی اتنی فراوانی عطا کی کہ مورخین نے لکھا' سیرت نویسوں نے لکھا کہ ایک وقت آیا عثمانؓ کا کاروبار اتنا پھیلا ہوا تھا کہ عثمانؓ نے اس کاروبار کی نگرانی کے لئے اپنی جیب سے خریدے ہوئے پانچ ہزار غلاموں کو مقرر کر رکھا تھا۔ اس زمانے میں جس زمانے میں فیکٹریاں نہ تھیں' کارخانے نہ تھے' لمبی لمبی جاگیرداریاں اور باغات نہ تھے' اس زمانے میں عثمانؓ کے کاروبار کو سنبھالنے کے لئے پانچ ہزار نوکر نہیں' نوکر بھی بڑی بات ہے' پانچ ہزار زر خرید غلام تھے اور حدیث میں آیا کہ ایک دفعہ عثمانؓ کے جانوروں کا ریوڑ چرتا ہوا مدینے کی بستی قریب آ پہنچا۔ لوگ دیکھنے کے لئے نکلے کہ عثمانؓ کے جانوروں کا گلہ آیا ہے۔

حدیث کے' سیرت نگاروں کے' تاریخ نویسوں کے الفاظ ہیں۔ لوگوں نے دیکھا مدینے کی ساری بستیاں عثمانؓ کے جانوروں سے بھر گئی ہیں اور ابھی جانور ختم نہیں ہوئے ہیں۔ حد نگاہ تک عثمانؓ کے جانوروں کے گلے۔ وہ عثمان' اس کی دریا دلی کو تو دیکھو' اس کی سخاوت کو دیکھو' اس کی تونگری کو دیکھو' اس کی جود کو دیکھو' اس کی کرم گفتری کو دیکھو۔ جو دس سال تک اسلامی دنیا کا بلاشرکت غیرے حکمران رہا۔

ان فوجیوں کو آئے ہوئے آٹھ برس ہوئے ہیں۔ ساری دنیا جہاں کی دولت لوٹ کے انہوں نے اپنے گھروں میں اکٹھی کر لی ہے۔ وہ ٹٹ پونجئے جن کے پاس رہنے کے لئے کوٹھریاں نہ تھی' آج ان کے اتنے اتنے بڑے محلات کھڑے ہو گئے ہیں کہ ان کو طے کرنے کے لئے گاڑیوں کی ضرورت ہے اور ڈوب مرو شرم سے۔ اسلام کا نام لے کر اس ملک میں فوجی بساط بچھائی گئی۔ ہم نہیں کہتے' ہم نہیں جانتے' ہم نے سنا' اس فوجی حکومت کی اپنی پارلیمنٹ کے اندر پارلیمنٹ کے دروازوں نے سنا اس کی کھڑکیوں نے سنا' اس کی چھتوں نے سنا' اس کی کرسیوں نے سنا' اس کی دیواروں نے سنا۔ اس گورنمنٹ کی اپنی پارلیمنٹ کے اندر اپنا منتخب کیا ہوا ایک ممبر ایوان کے فرش کے اوپر کھڑے ہو کر یہ کہتا ہے کہ صوبہ سرحد کا گورنر فوجی جرنیل جتنی اس ملک میں ہیروئن کی سمگلنگ ہو رہی ہے' ان سب میں سب سے بڑا حصہ دار وہ جرنیل ہے۔ حسن شیخ کراچی کے ایک ممبر نے پارلیمنٹ کے ایوان میں کہا۔ امیر المومنین

نے اپنی مونچھیں نیچی کر لیں۔ تردید کی جرأت ہوئی نہ تنقید کی جرأت ہوئی۔ غیرت ہوتی تو ڈوب مرتے۔ لیکن ۔

حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

غیرت کہاں رہی؟ لٹیروں کے گھر غیرت نہیں ہوتی ہے۔ لوٹ مار کرنے والے' ان کے گھر غیرت کہاں سے آئے؟

شرم آنی چاہیئے۔ یہ خبر اخباروں میں چھپی۔ دنیا کے ریڈیو' ٹیلی ویژن اس خبر کو لے کے اڑے۔ اس گورنر کو تبدیل کیا' نہ اس خبر کی تردید کی۔ ہم بات کرتے ہیں ہمارا گلا گھونٹنے کے لئے آگے بڑھ آتے ہیں۔ دس برس نہیں' ابھی آٹھ برس گزرے ہیں' ارب پتی ہو گئے۔ وہ لوگ اگر ایمان داری سے ریٹائر ہوتے تو ان کو اپنے سہارے کے لئے ملازم رکھنے کی توفیق نہ ہوتی۔ آج اس ملک کے سب سے بڑے چوہدری' سرمایہ دار بن بیٹھے ہیں۔ یہ ہے حکومتوں کا عالم اور حکومت کہاں سے کہاں تک؟

کراچی سے پشاور تک اور حکومت ان کی جنہوں نے ایک انچ زمین فتح نہیں کی۔ بلکہ رب نے جو عطا کی ہے اس کو بھی گنوانے پر تلے ہوئے ہیں اور اتنے بزدل ہیں کہ ہر روز خبر آتی ہے چھوٹی سی پدی ببرک کارمل ہر روز اس کے طیارے آتے ہیں بم برسا کے چلے جاتے ہیں' کوئی ٹوکنے روکنے والا نہیں ہے۔ فوجیوں کی حکومت ہے ناں' جرنیلوں کی حکومت ہے' بہادروں کی۔ ٹوکنے کی جرأت نہیں' روکنے کی جرأت نہیں۔ بزدلی کا عالم یہ ہے۔ ایک طرف وہ عثمانؓ اور تم کو کیا بتلاؤں عثمانؓ کی باتیں؟

کعبے کا رب گواہ ہے اگر عثمانؓ کے فضائل و مناقب بیان کروں تو زمین کا سینہ پھٹ جائے۔

سن لو! آج تمہیں ایک ایسی بات بتلانے لگا ہوں جو شاید پہلے نہ سنی ہو' اسلام کی تاریخ میں سب سے بڑا حکمران جو مشہور ہے وہ کون ہے؟ فاروق اعظمؓ

سنو بات! آج یہ بات سن کے اپنے دماغ کی تختیوں پہ قلم بند کر لینا۔ سب سے بڑا حکمران اسلام کی تاریخ کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور ہے لیکن تم نہیں جانتے کہ عثمانؓ کے ساتھ تاریخ نے کتنا دھوکہ کیا اور مسلمانوں نے کتنا ظلم کیا۔ آج بات کو سن لو۔ فاروق اعظمؓ

نے اپنے دور اقتدار میں جتنے ملکوں کو فتح کیا عثمانؓ نے اپنے دور اقتدار میں اس سے تین گنا زیادہ ملکوں کو فتح کیا ہے۔ دنیائے اسلام کے اندر عثمانؓ سے بڑا حکمران پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ اس سے بڑا حکمران چشم فلک نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

فاروقؓ کے زمانے میں مسلمانوں کی فوجیں ایشیاء کے وسط مشرق وسطیٰ پہ قابض تھیں اور جانتے ہو جب عثمانؓ کا دور آیا سارا افریقہ فتح ہو چکا تھا۔ وہ عثمانؓ کا کمانڈر تھا جس نے بحر ظلمات میں گھوڑے ڈالے تھے اور آگے زمین کا' خشکی کا کوئی کنارا نہ دیکھا تھا اور گھوڑے سے نیچے اتر آیا تھا اور کہا تھا اللہ! آگے سمندر ہی سمندر ہے۔ اگر مجھے اس کے بعد بھی زمین کا کوئی ٹکڑا نظر آتا تو وہاں بھی تیرے محمد ﷺ کے پرچم کو لہرا دیتا اور وہ عثمانؓ کا دور تھا جس زمانے میں چین فتح ہوا' روس فتح ہوا تھا۔ یہ عثمانؓ کے دور میں ہوا۔ یورپ کے دروازوں پر مسلمانوں نے دستک دی۔ عثمانؓ کا دور ہے' پورے ایشیاء پر مسلمان قابض ہیں۔ افریقہ پر مسلمان قابض اور یورپ کے دروازوں پہ للکار رہے تھے۔ عثمانؓ کا دور تھا جس میں رومی سلطنت کے غنڈے مسلمانوں کی سرحدوں پر بحری جہازوں میں سوار ہو کر حملے کرتے' مسلمانوں کے ساحلی شہروں کو آگ لگا کے چلے جاتے تھے۔ عثمانؓ تھا جس نے اپنے کمانڈر امیر معاویہ کو حکم دیا

معاویہ! میرے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے سمندر خطرات میں گھرے رہیں ساحلی علاقوں کے مسلمان خطروں میں پڑے رہیں؟

سن لو! اگلے سال کے چاند کے طلوع ہونے سے پہلے میں چاہتا ہوں مسلمانوں کا بھی بحری لشکر تیار ہو جائے۔

جاؤ آج صنعت و حرفت' سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں عثمانؓ کی کوئی مثال لا کے پیش کرو۔ آج دنیا میں بڑی قوتیں ہیں' امریکہ کی قوت' روس کی' برطانیہ کی' فرانس کی' چائنہ کی' انڈیا کی۔ دنیا میں آج کے زمانے میں کوئی مثال پیش کرو۔

عثمانؓ نے حکم دیا۔ تاریخ نے لکھا ابھی ایک برس نہیں گزرا تھا کہ امیر المومنین عثمانؓ کے علم پر بحیرہ عرب میں مسلمانوں کے چودہ سو جنگی جہاز گشت کر رہے تھے۔ ایک سال میں چودہ سو جنگی جہاز' آج کے اس دور ترقی میں بھی دنیا کا کوئی کارخانہ ایک سال کے اندر اتنے بحری

جہاز نہیں بنا سکتا جتنے محمد ﷺ کے اس خادم کے دور میں بنائے گئے تھے۔ کیا جانتے ہو عثمانؓ کون تھا؟

اتنا بڑا حکمران۔ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس کے مقام‘ اس کی شان‘ اس کی عظمت‘ اس کے جلال اور اس کے شکوہ کو جانتے تھے کہ یہ مسلمانوں کا ایسا قائد ہوگا جس طرح رخ کرے گا رب کی رحمتیں اس کے ساتھ ہوں گے اور وہ قائد کہ دنیا کا کوئی لشکر جس کے مقابل صف آرا نہ ہو سکا۔ جس کے ادنیٰ اشارہ ابرو پر افریقہ‘ ایشیا‘ ایشیائے کوچک اور یورپ کی فوجیں تہہ و بالا ہو جاتی تھیں۔

آج خود اس عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھاگے ہوئے آئے‘ امیر المومنین باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ نبیؐ کے سات سو صحابہ آج بھی مدینے میں موجود ہیں۔ حکم دیجئے ان کی گردنوں کو اڑا دیتے ہیں۔ عثمانؓ نے اپنی نگاہ اٹھائی‘ فرمایا ابو ہریرہؓ سن لو! جو تلوار رب کے لئے اٹھی ہے اسے اپنی ذات کے لئے استعمال کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ لشکر تہہ و بالا رب کے دین کے لئے‘ اپنی ذات کے لئے ایک آدمی کا خون بہانا گوارہ نہیں۔ پلٹ جاؤ۔ دوسرے آئے‘ گورنر شام کو خط لکھو ساٹھ ہزار فوج تیری حفاظت کے لئے تیار ہے۔ فرمایا ساٹھ ہزار تو بڑی بات ہے میں تو ساٹھ آدمی بھی اپنے لئے نہیں چاہتا۔

او تقابل کرنا ہے تو آؤ‘ مظلومیت کا حوالہ دینا ہے تو آؤ۔ ایک طرف معرکہ کرب و بلا ہے ایک طرف مدینۃ النبیؐ میں داماد نبیؐ ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی۔ مظلومیت کی بات کرتے ہو۔ دیکھو مظلوم کون ہے؟

ایک طرف میدان کارزار ہے۔ ادھر بھی تلواریں ہیں‘ ادھر بھی تلواریں ہیں۔ ادھر بھی لشکر ہے‘ ادھر بھی لشکر ہے۔ کوئی تھوڑا ہے‘ کوئی بہتا ہے۔ ادھر بھی جانثار ادھر بھی جانثار۔ لیکن اِدھر ان کے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ اِدھر صرف خون کے پیاسے اور ساری کائنات اشارہ ابرو پہ گردن کٹانے کے لئے تیار لیکن کسی ایک کو بھی اپنے دروازے پہ متعین کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اُدھر دس کو قافلہ آیا‘ آٹھ بجے پہنچا‘ گیارہ بجے لڑائی شروع ہوئی‘ پونے ایک بجے معرکہ ختم ہو گیا۔ اِدھر چالیس دن تک پانی کو بند کیا گیا۔ کھانے کے لئے کچھ نہیں آنے دیا۔

شجاعت کی داستانیں اور اِدھر مظلومیت کا اظہار۔ اُدھر خطوط کی بارش' آؤ حکومت لے لو اور اِدھر سوالات کی بوچھاڑ اور جوابات کا سوال۔

اولوگو بتلاؤ! جب مسلمانوں کے نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی' کون تھا جس نے محمد ﷺ کو مسجد کے لئے جگہ خرید کے دی؟

کہا عثمانؓ تم تھے۔

کہا آج جو جگہ میں نے خرید کے دی' مجھ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے نہیں دیتے۔

کہا جب پینے کے لئے کوئی پانی نہ تھا۔ وہ کون تھا جس نے اپنی جیب سے کنواں خرید کے دیا؟

کہنے لگے عثمانؓ وہ تم تھے۔

کہا جس کنویں کو میں نے اپنی جیب سے خرید کے دیا' آج مجھے اسی کنوئیں سے پانی پینے کی اجازت نہیں ہے۔

کہا وہ کون تھا جس کے جانور اتنے لاتعداد اور بے شمار تھے کہ مدینہ کی بستیوں میں نہیں سما سکتے تھے اور آج جس کے پاس......

ذرا دیکھو تو سہی۔ جس نے قلم اٹھائی اس کی سیاہی اپنے چہرے پر مل لی۔ عثمانؓ پہ چھینٹے ڈالے۔ عثمانؓ نے یہ کیا وہ کیا۔ عثمانؓ نے کیا کیا؟

جس کے نوکروں کی' زر خرید غلاموں کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ جس کے ریوڑوں کی تعداد لاتعداد و بے شمار تھی۔ اس کے پاس اس کی ڈیوڑھی میں صرف ایک اونٹ بندھا ہوا۔ کہا آسمان والے تو بھی گواہ! زمین والو تم بھی گواہ! روئے زمین پہ عثمانؓ کی ملکیت میں ایک اونٹ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ اونٹ بھی اپنے لئے نہیں رکھا' کعبہ کی زیارت کے لئے رکھا ہوا ہے۔ سب کچھ رب کی راہ میں لٹا دیا۔ وہ عثمانؓ' ام المومنین نے بات سنی' نبیؐ کی بیوی نے کہ آج عثمانؓ گیارہ دن کا بھوکا اور پیاسا اپنے گھر کی چھت سے باغیوں کو خطاب کر کے پانی کا سوال کرتا ہے۔ ام المومنین نے پانی کا مشکیزہ بھرا' خچر پہ سوار ہوئیں' عثمانؓ کے گھر کی طرف چلیں۔ ظلم کی داستان کون بیان کرے؟

آج تاریخ کے چہرے کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ ام المومنین عثمانؓ کے گھر کی طرف چلیں۔

باغیوں نے دیکھا' بدکرداروں نے دیکھا' بدمعاشوں نے دیکھا' بدقماشوں نے دیکھا' محمد ﷺ کی بیوی کا بھی احترام نہیں کیا۔ یہاں افسانے کہ فلاں سے مشکیزہ چھینا فلاں سے' یہاں حقیقت کہ رسول اللہ کی بیوی مشکیزہ لے کے گئی۔ رسول کی بیوی کا احترام نہیں کیا۔ خنجر مارا' مشکیزہ پھاڑ دیا۔ خچر کو پیچھے سے نیزہ مارا۔ محمد ﷺ کی بیوی کو لے کر خچر صحراؤں میں نکل گیا۔ ظلم؟

علیؓ کو پتا چلا' اپنے بیٹوں کو پانی دے کے بھیجا کہا جاؤ! آج رسول کا داماد' صحابہؓ کا سرخیل' سرور کائناتؐ کا جانثار' محمد (ﷺ) کی زبان اقدس سے جنت کی بشارت پانے والا پیاسا ہے۔ ام المومنین کو بھی پانی نہیں لے جانے دیا گیا۔ حسینؓ تم جاؤ' حسنؓ تم جاؤ محمد ﷺ کے داماد کو پانی دے کے آؤ' اپنے خالو کے گھر پانی دے کے آؤ۔ دشمنوں نے روکا۔ عثمانؓ تیری شرافت کا کیا کہنا ہے۔ دیکھا باغی روک رہے ہیں حسنؓ و حسینؓ آگے بڑھ رہے ہیں۔ جھروکے سے آواز دی

انشد کما بالله

رسولؐ کے نواسو! عثمانؓ تمہیں تمہارے نانا کے رب کی قسم دے کے کہتا ہے عثمانؓ کے لئے مت لڑو۔ لڑنا ہے تو رب کے لئے لڑو۔ پانی واپس لے جاؤ' میں محمد ﷺ کے نواسوں کو تکلیف میں دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔

مظلومیت کی شہادت۔ انتالیس روز گزر گئے نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا۔ امیر المومنین کی اہلیہ حضرت نائلہ...... مغرب کی اذان کا وقت ہوتا ہے' اذان کی آواز آتی ہے...... دوڑی ہوئی آئیں' عثمان! آج تو روزہ افطار کرنے کے لئے گھر میں نمک بھی نہیں ہے۔ کہا نائلہ غم نہ کرو۔ روزہ نیت کا۔ نیت سے ہی رکھا اور نیت سے ہی افطار کر لیا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ صبح اٹھے' چالیسواں دن ہے۔ روزہ رکھنے کے لئے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں۔ نائلہ روتی ہوئی آئیں کہا میرے سرتاج آج تو روزہ رکھنے کے لئے پانی کا گھونٹ بھی نہیں ہے۔ فرمایا جس طرح رات نیت سے افطار کیا تھا اسی طرح آج نیت سے رکھ لیتے ہیں۔ دوپہر کا وقت ہو گیا۔

جمعے کی نماز کا وقت ہوا۔ عثمانؓ پہ غشی طاری ہونے لگی۔ قرآن سامنے رکھا ہوا ہے۔ نائلہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خون ٹپک رہا ہے۔ اسی طرح قرآن پڑھتے پڑھتے غشی

طاری ہوئی' گردن قرآن پہ ڈھلک گئی۔ نائلہ گھبرا گئیں کہیں آقا کی روح رخصت نہ ہوگئی ہو؟ ہلایا' عثمانؓ نے آنکھیں کھولیں' نائلہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا عثمانؓ اتنی نقاہت اور کمزوری ہوگئی کہ اب وجود سنبھالنا بھی ممکن نہیں رہا۔ آج کیا ہوگا روزہ کیسے کھولو گے؟ عثمانؓ نے فرمایا بی بی غم نہ کرو۔ ابھی جب قرآن پہ سر رکھے غشی کی حالت میں تھا میں نے دیکھا کہ میرے آقا و مولا تشریف لائے ہیں۔ ساتھ ابوبکرؓ ہیں' عمرؓ ہیں۔ میرے ڈھلکے ہوئے سر کو دیکھا۔ فرمایا عثمانؓ کیا بات ہے؟

'کہا یا رسول اللہ چالیس دن سے نہ کچھ کھایا نہ پیا ہے۔ نیت سے روزہ رکھا ہوا ہے۔ آقا نے کہا عثمانؓ غم نہ کرو۔ آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا ہے۔ فرمایا نائلہ معلوم ہوتا ہے کہ آج دکھوں کے یہ دن کٹنے والے ہیں۔ آقا نے خود روزے کی افطاری کی دعوت دی ہے۔ ابھی نائلہ پلٹ کے نہیں گئیں کہ عثمانؓ نے پھر قرآن کی تلاوت شروع کی۔ چار بد بخت دیوار پھلانگ کے اندر آ گئے۔ نائلہ چلائیں عثمانؓ دشمن آج دیواروں کو بھی پھلانگ آیا ہے۔ عثمانؓ نے اپنی نگاہوں کو قرآن کے اوراق پہ جما دیا۔ نائلہ بھاگ کے کندھے کو پکڑتی ہیں عثمانؓ دیکھو دشمن آ پہنچا۔ فرمایا نائلہ روزے کے آخری دن میری نگاہوں کو قرآن کے اوراق سے تو نہ ہٹاؤ۔ جی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن جب رب پوچھے کہ عثمانؓ آتے ہوئے اپنی آخری نگاہ کس پہ ڈالی تھی تو کہہ سکوں اللہ کائنات کو چھوڑتے ہوئے آخری نگاہ اگر ڈالی تھی تو تیرے قرآن کے حروف پہ ڈالی تھی۔

دشمن بھاگتے ہوئے آئے۔ ایک بد بخت نے داڑھی مبارک کو پکڑا' جھٹکے دیئے۔ عثمانؓ نے پھر بھی نگاہ اٹھا کے دیکھنا گوارہ نہ کیا۔ ایک اور آگے بڑھا اس نے نیزے کا وار کیا۔ نیزہ پسلیوں کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ عثمانؓ نے پھر بھی گردن نہیں اٹھائی۔ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہے۔ ایک بد بخت اور آگے بڑھا۔ اس نے تلوار کا وار کیا۔ گردن کٹ رہی تھی' عثمانؓ کے لبوں سے آواز نکل رہی تھی

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (البقرہ:۱۳۷)

ایک دن آئے گا جب ان ظالموں سے ایک ایک بات کا حساب لیا جائے گا۔

نائلہ نے ہاتھ آگے کئے' چاروں انگلیاں کٹ کے نیچے گر پڑیں۔ عثمانؓ کی لاش بے

گور وکفن پڑی ہے اور ظالم' بدبختی کی انتہا ہے' شہید کرنے پر اکتفا نہیں کرتے۔ لاش کو بچھایا' اوپر چڑھ کے ناچتے رہے۔ محمد (ﷺ) کے اس داماد کی ساری پسلیاں ٹوٹ گئیں' جس کی کیفیت یہ تھی کہ سرورِ کائنات نے ایک دفعہ اپنے گھر کے آنگن میں بیٹھے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ کے حجرے میں ان کے بابا کی آمد پر جب ان کو اجازت بخشی تھی تو اسی طرح لیٹے رہے تھے' پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا رہا تھا' پھر عمرؓ آئے تھے تب بھی لیٹے رہے تھے' پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا رہا تھا اور جب عثمانؓ آئے تھے تو اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ پنڈلی پر کپڑا ڈال لیا تھا اور عائشہ نے جب پوچھا تھا کہ آقا میرے بابا آئے آپ لیٹے رہے' میرے چچا عمرؓ آئے آپ لیٹے رہے' عثمانؓ آئے آپ اٹھ کے بیٹھ گئے۔ ماجرا کیا ہوا؟

فرمایا عائشہ

الا استحیی من رجل تستحیی منه الملائکه

عثمانؓ وہ عثمانؓ ہے جس کی حیا کا پاس آسمان کے فرشتے بھی کرتے ہیں۔ محمد (ﷺ) کس طرح اس کی حیا کا پاس نہ کرے۔

وہ عثمانؓ جس کی حیا کا پاس آسمان کے فرشتے بھی کرتے تھے' محمد رسول اللہ ﷺ بھی کرتے تھے' آج اس کی لاش بے گور وکفن پڑی ہوئی ہے۔ اس کی لاش کو روندا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں جو عثمانؓ کی نعش مبارک کو اس توہین سے بچانے کے لئے آگے بڑھے۔ تین دن تک عثمانؓ کی نعش مبارک ان کے گھر میں پڑی رہی۔ تیسرے دن رات کے پچھلے پہر لوگ آئے عثمانؓ کی نعش مبارک کو اٹھا کر لے گئے اور جنت البقیع کے ایک کنارے میں دفن کیا۔

وہ عثمانؓ کہ جس کی محبت کا عالم یہ تھا کہ پھر علیؓ جیسا حکمران جب خلافت کے تخت پر بیٹھا' چار برس تک عثمانؓ کی محبت میں مجنوں لوگوں سے لڑتا رہا لیکن ان کی محبت عثمانؓ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ مورخین نے لکھا ہے عثمانؓ کے لئے جنگ جمل اور صفین میں کٹنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی۔ اس قدر عثمانؓ کی مظلومیت نے ان کے دلوں پر اثر کیا۔ ستر ہزار آدمی عثمانؓ کے لئے کٹ گئے لیکن عثمانؓ کے خون کا جو زخم ان کے دل پر لگا تھا' وہ مندمل نہ ہوا۔

اتنی بڑی شہادت اور اتنے بڑے مرتبے کا انسان۔ امام مظلوم' امیر المومنین' خلیفۃ رسول اللہ' داماد محمد رسول اللہ ﷺ' ذوالنورینؓ کے لقب سے ملقب ہونے والا اور نبی کی زبان

اقدس سے بیس مرتبہ جنت کی بشارت پانے والا وہ عثمانؓ اس طرح شہید ہوا۔ اس نے ثابت کیا کہ سارا کچھ برداشت ہے لیکن اپنی جان کو بچانے کے لئے کسی مومن کے خون کا ایک قطرہ بھی بہانا برداشت نہیں۔

یہ تھے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی لئے اتنی بڑی شہادت کے باوجود' اتنے بڑے ظلم کے باوصف عثمانؓ نے اپنا خون دینا گوارہ کیا مسلمان امت میں تفرقے اور اختلاف کو پیدا کرنا گوارہ نہیں کیا اور یہی سبب ہے کہ کوئی اختلاف' کوئی تفرقہ آج عثمانؓ کے نام پر قائم نہیں ہے۔ لیکن بعد میں جب حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی لوگوں نے ان کی شہادت کو آڑ بنا کر اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا بلکہ میں برملا اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اسلام کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے اندر ایسے عقائد کو فروغ دیا جو کتاب اللہ میں موجود تھے نہ سنت رسول اللہؐ میں موجود تھے۔ اور ایسے اختلاف کو جنم دیا جس نے امت کے اسلاف کے چہروں کو داغدار کیا اور ان میں عثمان بن عفانؓ جیسا مظلوم شہید بھی موجود ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں واقعات کو ان کے اصلی پس منظر میں اور حقائق کو اصل تناظر میں دیکھنے کی توفیق بخشے۔

واخر دعوانا الحمدللہ رب العلمین

❋ ❋ ❋

حقائق کی نقاب کشائی

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَّ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (آل عمران:۱۰۳)

حضرات! مجھ سے پیشتر میرے دوستوں' بھائیوں اور ساتھیوں نے آپ کے سامنے سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرامؓ کے بارے میں اور ان کے مناقب' ان کے فضائل اور ان کے محامد کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ان خیالات میں کہیں کہیں اس بات کا بھی تذکرہ ہوا کہ یار لوگوں نے خوامخواہ آج کل کے اس دور میں جب کہ ملک کو اتحاد اور اتفاق کی از حد ضرورت ہے اور جبکہ ہمیں من حیث القوم اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے' مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس بات کا عہد کرنا چاہئے تھا کہ ہم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اسلام کے دشمنوں کے خلاف' اللہ کے دشمنوں کے خلاف' اللہ کے حبیب کے دشمنوں کے خلاف متحد ہو کر علم جہاد بلند کریں گے' ہم ایک دوسرے کے ساتھ بے وجہ اور نا مناسب انداز میں الجھ رہے ہیں۔ جس کا کوئی حاصل اور کوئی فائدہ نہیں۔ حیرانگی کی بات ہے کہ ان مسائل پر ہم الجھ رہے ہیں جن مسائل کی آج اس زمانے میں کوئی ضرورت نہیں۔ یا تو کوئی نئی بات ہو جس پر جھگڑا کیا جائے' پھر تو یہ بات

سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے درمیان ان کے درمیان یہ اختلاف ہو گیا ہے اس بات پہ ہم جھگڑ رہے ہیں یا بات ایسی ہو جس پر اختلاف کی صورت میں کوئی حل نکل آئے' کوئی نتیجہ نمودار ہو جائے۔ تب بھی جھگڑنے کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے کہ میری زمین ہے دوسرے نے لے لی ہے' میں جھگڑ رہا ہوں تاکہ میری زمین واپس مل جائے۔ پھر تو واقعی جھگڑنا چاہئے لیکن یہ ایک ایسا جھگڑا ہے جس کا کوئی فائدہ' کوئی نتیجہ اور کوئی ماحاصل نہیں ہے۔ ماسوائے اس بات کے کہ امت کے ذہنوں میں ان پاک ہستیوں کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں کہ اگر وہ پاک وجود نہ ہوتے تو آج ہم' ہمارے گھروں والے' ہماری اولادیں' ہمارے اباؤ اجداد مسلمان نہ ہوتے۔ آج ہم بھی واہگہ کے پار رہنے والوں کی طرح ''جنجو'' پہن کے تین سو ساٹھ خداؤں کے پرستار ہوتے' ان کی پوجا کر رہے ہوتے۔ آج اگر ہم مسلمان ہیں' اپنے آپ کو حلقہ بگوشان اسلام کہتے ہیں' نبی کے جانثاروں میں ہمارا شمار ہوتا ہے' سرور کائناتؐ کا طوق غلامی ہم اپنے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں' ہم آپ کی محبت کے نعرے بلند کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ ان پاکباز ہستیوں نے اس پودے کو جسے نبی نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا' اپنا خون دے کے سینچا۔

ہماری حالت عجب ہے کہ جس درخت کے نیچے ہم تپتی ہوئی دوپہر میں ستانے کے لئے' آرام کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم اسی درخت کو کاٹنے کے لئے ہاتھ میں کلہاڑے لے کے دوڑ رہے ہیں۔

آج کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر صدیق نہ ہوتے' فاروق نہ ہوتے' ذوالنورین نہ ہوتے' رضوان اللہ علیہم اجمعین' علی المرتضیٰ نہ ہوتے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں نے مسلمان ہونا تھا۔ اور پھر میں نے حضرت علی کا نام لیا ہے لیکن یارو! نہ جانے تمہیں پہلے تین کا نام لیتے ہوئے کیا تکلیف ہوتی ہے؟

ہماری سمجھ میں بات نہیں آتی۔ ایک موٹی سی بات کہتا ہوں۔ مولانا (محمد حسین شیخوپوری) ؒنے تو آپ کو بہت قرآن سنایا اور نہ جانے کب ہمارے دل کھلیں گے کہ قرآن ہم سمجھیں۔ میں ایک سیدھی بات آپ کو بتاتا ہوں۔ کبھی سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ اگر صدیق فاروق اور عثمان کو اسلام کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو اسلام کی تاریخ کا آغاز کہاں

سے ہوگا؟ کبھی تم نے سوچا ہے۔اس تاریخ کی ابتداء کہاں سے ہوگی؟

بتلاؤ! اسلام کا آغاز کہاں سے کرو گے؟ کونسے اسلامی نظام کے نفاذ کا اپنے ملک میں مطالبہ کرتے ہو؟ کون سے نظام کو اس ملک میں لانا چاہتے ہو؟ اس کی مثال کوئی کائنات میں بتلا سکتے ہو؟ کونسا نظام؟

اگر تم انصاف کرو تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ نظام قائم کرنے سے پہلے ایک جگہ کی ضرورت ہے جس میں نظام قائم کیا جائے اور بتلاؤ وہ جگہ تمہیں کس نے مہیا کی تھی؟

علیؓ آئے، انہوں نے محمد ﷺ کا پرچم لہرایا لیکن انصاف کی بات کرو پرچم لہرانے کے لئے جگہ کس نے بخشی تھی؟ کبھی سوچا ہے؟

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت بڑا کمال ہے کہ اس نے اسلام کے پرچم کو تھاما اور آگے چلو حسین کا بہت بڑا احسان کہ اس نے تمہارے الفاظ میں امت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو ڈوبنے سے بچایا۔

ڈوبنے سے تو حسین نے بچایا، اس ناؤ کو بنایا کس نے ہے؟ کبھی یہ بھی سوچا ہے؟

اور پھر بات تو بڑی واضح ہے۔ تم کہتے ہو ڈوبنے کا وقت آیا تو حسین نے خون دے کے بچایا۔ اس کا مطلب ہے پہلے تو ڈوب نہیں رہی تھی، پہلے تو سلامت تھی تبھی تو حسن کو اس کو بچانے کی ضرورت نہ پیش آئی۔ تبھی تو علی کو اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر کوفے کی طرف آ کر کسی لشکر سے لڑائی نہ لڑنی پڑی۔ اگر بیٹا لڑ سکتا ہے تو باپ کی زندگی میں ناؤ ڈوبتی نظر آتی تو وہ نہ لڑتا؟ کس کی توہین کر رہے ہو؟ کبھی تم نے سوچا ہے کہ

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

تم کہتے ہو! نبی رخصت ہوئے، ساری کائنات مرتد ہو گئی صرف تین آدمی مسلمان رہ گئے۔ میں نے تمہاری کتاب اٹھائی، ان تین آدمیوں کا نام پڑھوں۔ میرے دل میں تھا کہ ان تین میں سے ایک نبی کا چچا ہوگا۔ جس کو نبی نے کہا تھا

ان عباس عمی صنو ابی

عباسؓ صرف میرا چچا ہی نہیں میرا باپ بھی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ ان میں ایک ابو

طالب کا بڑا بیٹا عقیلؓ ہوگا' میں نے سوچا تھا کہ ان میں ایک علیؓ ہوگا' میں نے سوچا تھا ان میں ایک فاطمہؓ ہوگی' میں نے سوچا تھا ان میں ایک حسنؓ ہوگا' میں نے سوچا تھا ان میں ایک حسینؓ ہوگا' لیکن جب میں نے اصول کافی کو اٹھایا' جب میں نے تمہاری کتاب رجال کشی کو اٹھایا تو اس میں لکھا ہوا تھا صرف تین آدمی بچے۔ ایک سلمان تھا' دوسرا ابوذر تھا' تیسرا مقداد تھا۔ او مجھے بتلاؤ کہ نبی کا گھرانہ کہاں گیا ہے؟ (اس موقع پر کسی نے مردہ باد کا نعرہ لگایا تو علامہ شہید نے فرمایا)

کسی کو مردہ نہ کہو' ہم تو تمہیں بھی زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم ہے ہماری آرزو یہ ہے کہ ہم تمہاری تباہی کی دعا نہیں مانگتے' تمہاری ہدایت کی دعا مانگتے ہیں۔ اس لئے کہ میرے دین میں تبرا ہے ہی نہیں۔ میرا دین تولّٰی ہی تولّٰی ابوبکر ہو تب بھی تولّٰی' فاروق ہو تب بھی تولّٰی' ذوالنورین ہو تب بھی تولّٰی' حیدر ہو تب بھی تولّٰی' حسن ہو تب بھی تولّٰی' حسین ہو تب بھی تولّٰی۔ او تبرا تیرے ہاتھ میں آیا۔ تو نے میرے بڑوں کو گالی دی اور نہ جانا کہ اپنے گھر کا بھی صفایا کر رہا ہے۔ تو نے سوچا ہی نہیں۔

سن لو! جن کا مسلک پیار کا ہوتا ہے وہ اپنوں کو بھی بچا لیتے ہیں بیگانوں پہ بھی چھینٹے نہیں پڑنے دیتے اور جن کو دشمنی کی عادت پڑ جائے' جن کو کاٹنے کی عادت پڑ جائے وہ جلے ہوئے تنکوں کے ساتھ ساتھ سرسبز و شاداب درختوں کو بھی کاٹ دیتے ہیں۔ تمہیں کاٹنے کی عادت پڑی ہوئی ہے' گالی دینے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور حافظ عبداللہ صاحب زور لگا رہے تھے۔ نبی کا اہل بیت کونسا ہے۔ بیویاں ہیں کہ بیٹیاں ہیں کہ گھر والے۔ بات ٹھیک تھی لیکن میں کہتا ہوں حافظ صاحب یہ سیدھی سادھی قوم ہے۔ ان کو کہو جن کو تم اہل بیت مانتے ہو' ہم انہیں کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہیں۔ تم چلو تو سہی۔ ہمارے پاس آؤ تو سہی۔ او دل تبدیل کرو تو سہی' سینوں سے لگو تو سہی۔

آؤ تم ان کو اہل بیت نہ مانو جن کو قرآن کہتا ہے۔ تم ان کو اہل بیت مان لو جن کو تم کہتے ہو۔ ان کو مانو۔

او ان سے تو صدیق کے بارے میں پوچھو'

او ان سے تو فاروق کے بارے میں پوچھو' او ان سے تو ذوالنورین کے بارے میں پوچھو'

او جاؤ نہج البلاغہ کو اٹھاؤ۔ یزدانی صاحب بھی جوش میں کہہ رہے تھے تم نہج البلاغہ لے کے آنا ہم فلاں لے کر آئیں گے۔ ہم کہتے ہیں۔ تم نہج البلاغہ لے کر آؤ' ہم نہج البلاغہ تمہیں کھول کے دکھاتے ہیں۔ آؤ تو سہی۔ قسم ہے رب کعبہ کی' کافر ہے جو اپنی کتاب کا نام لے۔ کتاب تمہاری زبان ہماری۔ اپنی کتاب کے حوالے سے منوانا' مزہ کیا ہے؟ یہ کیا بہادری کی بات ہے؟

اپنی کتاب نہیں' کتاب تمہاری۔ ذرا ہماری انگلیاں تو لگنے دو۔ دیکھو کیسے بولتی ہے۔ تم نے کتاب رکھی ہوئی ہے بند کر کے۔ ہم نے کتاب تمہیں کھول کے دکھائی۔ آؤ بیگانوں سے نہ پوچھو۔ اپنوں سے پوچھو جن کو تم اہل بیت کہتے ہو۔ نہج البلاغہ تمہاری کتاب' تمہاری چھپی ہوئی' تمہاری شائع کردہ' کاغذ تمہارا' سیاہی تمہاری' حروف تمہارے' تاریکی تمہاری' روشنی میری ہے۔ آ ذرا سن لے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمانؓ کے پاس آیا ہے۔ لوگوں نے کہا علیؓ! عثمانؓ کو جا کے سمجھاؤ۔ سمجھانے آئے۔ کیا؟

جاؤ! اٹھاؤ نہج البلاغہ۔ اس گاؤں کے چوہدری موجود ہیں۔ حکومت کے' سی آئی ڈی کے لوگ موجود ہیں اور ہم تو ایسے خوش نصیب ہیں جہاں ہم جاتے ہیں سی آئی ڈی ہمارے لئے سپیشل آتی ہے۔ ہاں اس لئے کہ

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ہو' اللہ ہو' اللہ ہو

آ! میں تجھے بتلاؤں نہج البلاغہ میں کیا لکھا ہے؟ اسی لاہور میں رہتا ہوں' اسی جگہ بستا ہوں۔ حوالہ میرے ذمے اور جاؤ' اس گاؤں کے چوہدریو! تم گواہ رہنا۔ کعبے کے رب کی قسم کھا کے کہتا ہوں حوالہ غلط ثابت ہو اور پاس کچھ نہیں اپنی گاڑی اس کو انعام میں دینے کے لئے تیار ہوں جو حوالہ غلط ثابت کرے؟

آؤ تم جس کو اہل بیت کہتے ہو۔ اس سے پوچھتے ہیں۔ علیؓ تو سید اہل بیت ہے' ذوالنورینؓ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟

کہتا ہے ذوالنورینؓ! لوگوں نے کہا تجھ کو سمجھاؤں۔ کہنے والے سبائی تھے۔ مجبور کرنے والے کہتے تھے یہ باب علم ہے اور جو علم کے دروازے سے نہ گزرے اس کا علم نہیں۔ آؤ باب علم سے پوچھو۔ باب علم نے عثمانؓ کو کیا کہا؟

کہا لوگوں نے کہا تجھ کو سمجھاؤں لیکن میں تیرے پاس آ کے کہتا ہوں تجھ کو کیا سمجھاؤں؟

انك لتعلم ما نعلم

جو مجھ کو پتہ ہے تجھ کو مجھ سے بھی زیادہ پتہ ہے۔

پوچھو تو سہی۔ اہل بیت؟ وہ تو بعد کی بات ہے کہ اہل بیت کون ہے کون نہیں۔ وہ بھی فیصلہ کر لیں گے۔ تم انہی کو مانو۔ یہ بھی ہمارے ہیں اور ہمارے کبھی ہم کو چھوڑ کے نہیں جا سکتے۔ او جن کے ہوتے ہیں وہ ساتھ دیتے ہیں۔ دیکھنا پھر کس کے ہیں؟

کتاب تیری ہاتھ میرا۔ اس کو کہتے ہیں

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

کہا جو ہم جانتے ہیں تو جانتا ہے۔ جتنا نبی سے ہم نے سیکھا اتنا تو نے سیکھا۔ جتنا نبی کو ہم نے دیکھا اتنا تو نے دیکھا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ نام لے کے کہا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ وہ بھی نبیؐ کے پاس بیٹھے' انہوں نے بھی نبیؐ سے سیکھا۔ انہوں نے بھی نبیؐ سے حاصل کیا' وہ بھی نبیؐ کی صحبت سے اکسیر بنے' وہ بھی نبیؐ کی صحبت سے کندن بنے' وہ بھی نبیؐ کی نظر سے آسمان کی بلندیوں سے ہمکنار ہوئے لیکن عثمانؓ ایک شرف تجھ کو حاصل ہوا جو ان کو حاصل نہ ہوا۔

و قد نلت من صهره مالم ينالا۔ (نہج البلاغہ ص:۲۳۴)

او تجھ کو نبیؐ نے دو بیٹیاں دیں۔ کائنات میں کسی دوسرے کو دو نہیں دی ہیں۔

آ ؤ تو سہی۔ کن کو برا کہتے ہو؟

علی عثمانؓ کو کہتا ہے تجھ کو نبیؐ نے دو دیں۔ کائنات میں کسی کو کسی نبیؐ نے دو بیٹیاں نہیں دیں۔ ہائے اور بات ہو رہی تھی وراثت کی۔ کیا کہوں

اڑا دی بلبلوں نے قمریوں نے عندلیبوں نے
چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستاں میری

کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ وقت تھوڑا بات بہتی۔ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے وقت میں کچھ کہہ جاؤں۔ سن لو۔ ذرا توجہ سے سننا۔ کہہ رہے تھے مسئلہ وراثت کا ہے۔ قاضی صاحب[1] نے

---

[1] پروفیسر مقبول احمد قاضی۔ جماعت اہل حدیث کی نامور علمی اور فکری شخصیت۔ آپ حضرت علامہ شہید کے مخلص رفقاء میں سے تھے۔

خوبصورت اشارہ کیا تھا۔ اور میں کہتا ہوں ایک اور طریقے سے سنو۔ کہتے ہیں یہ خلافت کا وارث ہے۔ کیوں وارث ہے؟

کہتے ہیں چچا کا بیٹا ہے۔ ہم نے کہا اکیلا ہی تھا؟ کوئی اور بھی تھا کہ نہیں؟ اگر اکیلا تھا تو سچ ہے' اگر اور تھے تو اس کو کیوں ملی' ان کو کیوں نہ ملی؟ اس کا بڑا بھائی تھا کہ نہیں؟

یہ تو چھوٹا تھا عقیلؓ اس سے بڑا تھا۔ وہ بھی ابو طالب کا بیٹا' یہ بھی ابو طالب کا بیٹا۔ پھر یہ چچا کا بیٹا تھا تو عبداللہ بن عباس نہ تھا کہ نبی نے رات کی تاریکی میں اس کو اپنے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ماتھا چوما' ہونٹوں کو اپنے لب ہائے مبارکہ سے لگایا۔ کہا

اللھم علمه القران و فقهه فی الدین

اللہ! قرآن اتارا مجھ پہ ہے' سمجھا اس کو دے

وہ نہیں تھا' عبید اللہؓ نہیں تھا؟ او چلو بات چھوڑو۔ چچا کا بیٹا تو بیٹا ہے اگر وراثت چچا کا بیٹا ہونے کی وجہ سے ملتی تو عباس کو کیوں نہ ملتی؟ وہ تو چچا تھا' یہ تو چچا کا بیٹا ہے۔ جس کی وجہ سے رشتے داری بنی' وہ خود موجود ہے' اس کو کیوں نہ ملی؟

کہتے ہیں نہیں۔ چچا کے بیٹے کی وجہ سے نہیں' داماد تھا۔ ہم نے کہا یہ ایک بیٹی کا شوہر تھا' اس کا حصہ بن گئی تو جو دو کا تھا' اس کو کیوں نہ ملی؟

یہاں تو ایک بیٹی تھی' ذوالنورین کے گھر دو بیٹیاں تھیں اس کو کیوں نہ ملی؟ کوئی بات کرتے ہو؟

وراثت کی بات! اور وہ لوگ بات کرتے ہیں جن کا مذہب ہی وراثت پر ہے۔ قاضی صاحب نے تو ویسے ہی ہماری وجہ سے بات کو مختصر کر دیا تھا۔ تمہیں پتہ نہیں ان کے مذہب کی بنیاد وراثت پر ہے۔ باپ کے بعد بیٹا' بیٹے کے بعد پوتا' پوتے کے بعد پڑپوتا' پڑپوتے کے بعد اس کا بیٹا' پھر اس کا بیٹا' پھر اس کا بیٹا اور جب اولاد نہ ہوئی کہنے لگے امامت ہی ختم ہو گئی ہے۔ تمہارا تو مسئلہ ہی وراثت پہ ہے۔ جب بیٹا نہ رہا تم نے امامت بھی گم کر دی۔ تمہاری بات کیا ہے؟ تم کیا اعتراض کرتے ہو وراثت پر؟ کوئی مسئلے ہیں؟

آؤ اہل بیت سے پوچھو۔ کون اہل بیت؟

آج صدیقؓ کو فاروقؓ کو برا کہتے ہو۔ ان اہل بیت سے پوچھو۔ ان کی کیفیت کیا تھی؟

جاؤ! اٹھاؤ کتاب الشافی کو' تمہارے علم الھدیٰ کی اس کا نام مرتضی تھا۔تم نے کہا اس کا نام مرتضی نہیں ہدایت کا نور ہے۔ہم نے کہا کتاب اس کی' حوالہ علیؓ کا' زبان میری اور دماغ تیرا۔سن ذرا بات۔عثمانؓ کے بارے میں یہ کہا۔عمرؓ کے بارے میں کیا کہا؟

وفات ہوئی' شہادت ہوئی کفن پہنایا گیا' سفید چادران کی نعش مبارک پہ ڈالی گئی۔علی کو خبر ہوئی' آنکھوں میں آنسو آئے' قدموں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا' جوان بیٹے حسنؓ نے سہارا دیا دوسری طرف حسین نے پکڑا۔بابا کیوں روتے ہو؟ کہا آج عمر اکیلا نہیں گیا' اسلام ساتھ لے گیا ہے۔

اہل بیت سے پوچھو کیا کہتے ہیں؟ آؤ تو سہی۔(علی) آیا۔اس سے پیشتر بھی آیا تھا' جب کہ صدیقؓ کو پرانے کفن میں نہلا کے رکھا گیا تھا۔کہنے لگے' اللہ میری ایک بڑی آرزو۔کتاب الشافی علم الھدیٰ کی' تلخیص الشافی طوسی کی' امالی ابن بابویہ قمی کی۔تینوں کتابیں تمہاری' حوالہ علیؓ کا' دل تیرا' زبان میری' غلط ہو تو گردن کو کٹوانے کے لئے تیار ہوں۔آ ذرا بات کر۔کیا کہا؟ اللہ ایک ہی آرزو ہے۔سننے والے سن رہے ہیں۔کہا علیؓ کیا آرزو ہے؟ کہا آرزو یہ ہے۔اللہ مجھ کو بھی اس طرح کا بنا دے۔او علیؓ جس کی طرح بننے کی دعا کر رہا ہے۔تو اس کو گالی دے رہا ہے' کبھی سوچا ہے؟

اگر یہ برے تھے تو جاؤ پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔حسنینؓ کے بعد پہلا بیٹا ہوا۔اپنے آقا کے نام پہ نام رکھا محمد۔تمہارے گھر بیٹا پیدا ہوتا ہے تو کس کے نام پہ رکھتے ہو؟

اپنے پیاروں کے نام پہ' اپنے یاروں کے نام پہ' اپنے ماں باپ کے نام پہ' اپنے دلداروں کے نام پہ' اپنے سینے میں ٹھنڈک والوں کے نام پہ' کہتے ہو وہ مٹ گیا ہے میرے گھر میں اس کا نام زندہ رہے' اس کی یاد زندہ رہے۔رکھتے ہو کہ نہیں؟

علیؓ نے نام رکھا۔پہلا بیٹا حسنینؓ کے بعد ہوا۔یہ نام (حسنؓ و حسینؓ) حضور ﷺ نے رکھے تھے۔علی نے نام رکھا' ذرا اپنی کتاب اٹھا تو سہی۔الارشاد شیخ مفید کی' جلاء العیون ملا باقر مجلسی کی' فصول المھمۃ ابن صباغ کی' کشف الغمہ اربلی کی۔اٹھا ذرا کتاب۔کتابیں تیری' پوچھ علی سے آج تیرے گھر بچہ ہوا نام کیا رکھ رہا ہے؟

کہا بچہ ہوا۔اپنے آقا کے نام پہ محمد رکھ رہا ہوں۔دوسرا بیٹا ہوا۔علیؓ مبارک ہو' تیرے

گھر دوسرا بیٹا آیا۔ کس کے نام پہ نام رکھ رہے ہو؟ کہا نبی کے یار غار کے نام پہ ابوبکر رکھ رہا ہوں۔ جاؤ

بس اک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

خدا کی قسم ہے صرف اس بات پہ فیصلہ کر دو۔ لڑائی ہم کو نہیں آتی' جھگڑنا ہم نے نہیں سیکھا' گالی دینے کا طریقہ ہم کو ہمارے بڑوں نے بتلایا ہی نہیں کہ ہمارا مذہب پیار' ہمارا مسلک محبت ہے۔

میری آواز محبت ہے جہاں تک پہنچے

گالی نہیں دیتے البتہ گالی سن کے بدمزہ بھی نہیں ہوتے اور کہتے کیا ہیں

کتنے شیریں ہیں تیرے 'لب' کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

کیوں بے مزہ نہیں ہوتے؟

سوچتے ہیں گالی دینے والے نے ہم کو ہماری وجہ سے تو گالی نہیں دی۔ ہم نے قتل نہیں کیا' چوری نہیں کی' ڈاکہ نہیں ڈالا' کیا کیا ہے؟

محمد ﷺ کے یاروں کی محبت کو اپنے سینے میں سموئے ہوئے ہیں اور تو کوئی جرم نہیں کیا۔

خون نہ کردہ ایم کسے رانہ کشتہ ایم
جرمم ہمیم کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

اور سن لو! قسم ہے کعبے کے رب کی' ہم تو ہیں محبت والے۔ ہم نے تو حجر اسود کو بھی اس لئے پیار کیا کہ آقائے مدینہ نے پیار کیا تھا۔ او ہم نے صدیق کو بھی اس لئے پیارا جانا کہ نبی سے پوچھا گیا تھا تجھ کو کائنات میں سب سے پیارا کون ہے؟

تو اس نے کہا تھا' صدیقہؓ کا باپ صدیقؓ ہے۔ ہم نے اس سے بھی پیار کیا تو نبی کی وجہ سے کیا۔ ہم نے فاروقؓ کو پیارا جانا تو نبیؐ کی وجہ سے جانا۔ ہماری علیؓ سے بھی کوئی رشتے داری نہیں۔ اس سے بھی پیار کیا تو نبی کی وجہ سے کیا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے

جس کو تو چومتا ہے اس کو میری نگاہیں چومتی ہیں

ہمارا تو عقیدہ یہ ہے' ہمارا تو مسلک یہ ہے' ہمارا تو نظریہ یہ ہے اور گالیاں کھا کے اس

لئے بدمزہ نہیں ہوتے کہ کمزور ہیں یا بے طاقت ہیں۔ طاقت وقوت کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو آؤ ذرا عمرؓ کی تلوار سے دیکھو۔ ہم نے اس سے زیادہ کسی کو طاقتور نہیں دیکھا۔ جب وہ تلوار لہراتا تھا تو آسمان کی پیشانی پہ شکن پڑ جاتی تھی۔ تم نے دیکھا ہی نہیں۔ قصے ہم نے نہیں گھڑے' کہانیاں ہم نے بیان نہیں کیں کہ کہانیوں کو اپنا مذہب وہ بنائے جس کے پاس اصل نہ ہو۔ جس کے پاس اصل ہو اس کو کہانیوں کی احتیاج اور ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جھوٹ کا سہارا کون لیتا ہے؟

جس کے پاس سچ نہ ہو۔ جس کے پاس پیسے نہ ہوں وہ کوکا کولا کے خالی ڈھکنے اپنی جیب میں ڈال کے ان کو کھنکھناتا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے پیسے ہیں۔ جس کی جیب میں روپے ہوں وہ کبھی کسی کی طرف پلٹ کے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ تو خیبر کے دروازے کے قصے بنا' تو ذوالفقارِ حیدری کے قصے بنا' تو جو جی چاہے قصے بنا۔ میں کہتا ہوں جا! ایران کے شہنشاہ کسریٰ سے پوچھ وہ کون تھا کہ جس کا نام آتا تھا تو تو لرزنا شروع کر دیتا تھا؟

پوچھنا ہے تو ان سے پوچھ مجھ سے کیا پوچھتا ہے؟ ہم سے کیا کہتا ہے؟

وہ کون تھا جس نے آدھی دنیا کو اپنے پیروں کے نیچے روندا تھا؟

وہ کون تھا جس نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو اوندھا کیا؟

وہ کون تھا جس نے شہنشاہوں کے تاجوں کو فقیروں کے قدموں میں ڈالا تھا؟

ہم کو قصے کی ضرورت نہیں ہے' ہم کو کہانی کی ضرورت نہیں ہے۔ جا اپنے گھر سے پوچھ۔ ہم سے نہ پوچھ۔ نہج البلاغہ سے پوچھ۔ وہ کون تھا کہ کائنات جس کو قطب سمجھتی تھی؟

وہ کون سی شخصیت تھی جو ساری کائنات کو دانے سمجھتی تھی' اس کو دانوں کا امام سمجھتی تھی؟ پوچھ جا کے نہج البلاغہ سے' اٹھا کے تو لا ذرا۔ مولوی کو کہہ کہ گھنٹے کے لئے کتاب مجھ کو دے۔ خدا کی قسم ہے اس کی سیاہی کو میں تیرے سامنے روشن کروں گا۔ تو آ تو سہی۔ اٹھا نہج البلاغہ کو۔

فاروقؓ دشمن سے لڑنے کے لئے چلا۔ کہا نہ جا' کہا کیوں نہ جاؤں؟

کہا اگر تو چلا گیا تو مسلمانوں کا ملجا و ماوی چلا جائے گا۔ اگر تو نہ رہا تو مسلمان کہاں جائیں گے؟

کہا جاتا ہوں۔ کہا تسبیح تب تک سلامت ہے کہ اس کا امام سلامت ہے۔ امام سلامت

نہ رہا تو تسبیح کے دانے بکھر جائیں گے۔ کس نے کہا تھا؟

جاؤ پوچھو اہل کائنات سے۔ کبھی انصاف سے بھی بات کرلیا کرو۔ گالی دینا تو بڑا آسان ہے۔ کائنات میں کون ہے جس کو گالی نہیں دی جاسکتی۔ ہاں! ہم کو تمہاری ایک عادت معلوم ہے اور وہ یہ کہ تم کائنات میں ہر شخص کو گالی دے سکتے ہو۔ گالی نہیں دے سکتے تو حکمرانوں کو نہیں دے سکتے۔ ہم کو معلوم ہے۔ آج آیت اللہ خمینی کا ورد کرنے والو!

مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بتلا اے لاہور' بتلا اے پشاور' بتلا اے راولپنڈی' بتلا اے ملتان' بتلا اے کراچی' جب شاہ زندہ تھا' خمینی کو مار رہا تھا' اس کے ساتھیوں کو قتل کر رہا تھا' پورے پاکستان میں کون تھا جو خمینی کا نام لیتا تھا؟

ہم تھے کہ تم؟

اور کیا پوچھیں' تم نے تو صرف چڑھتے سورج کو سلام کیا ہے۔ تم نے حسین کے بھائی کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔

اور مورخین نے بتلایا کہ مسلم بن عقیل جب اٹھارہ ہزار لے کر نکلے۔ حکمران اکیلا بیس بائیس آدمیوں کے ساتھ آیا اور پھر ان کی کیفیت یہ تھی کہ مسلم بن عقیل کوفہ کے ایک ایک دروازے پر دستک دیتا تھا۔ کوئی بندہ اس کے لئے اپنے دروازے کے در کھولنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ہم کو معلوم نہیں ہے؟ خمینی کے لئے مقدمہ ہم پہ چلا۔ اس وقت اس کا نام ہم نے بلند کیا۔ مجھے بات کہنے کی عادت نہیں ہے لیکن معاف کردو تم نے حسین کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ آج فلیٹیز ہوٹل گواہ ہے۔ یوم حسین وہاں منایا گیا' مجھ کو وہاں بلایا گیا۔ جنرل نصیری اس وقت پاکستان میں ایران کا سفیر تھا۔ شیعہ بھائیوں نے یہ مجلس بپا کی تھی اور زندگی میں پہلا اور آخری موقعہ تھا کہ مجھے کسی شیعہ مجلس میں بلایا گیا۔ میں گیا۔ خمینی لڑ رہا تھا' اس کے ساتھی مر رہے تھے' شاہ مار رہا تھا۔ سفیر ایران مجلس کا مہمان خصوصی تھا۔ میں نے اپنا رخ پلٹ لیا۔ میں نے کہا میں ظالموں کے سفیروں کے سامنے تقریر کرنا گوارہ نہیں کرتا۔ ہم سوداگران حسین نہیں سوگواران حسین ہیں۔ سوگوار اور ہوتے ہیں سوداگران اور ہوتے ہیں۔ تم نے ہمیشہ ظالموں کا ساتھ دیا'

مظلوموں کا ساتھ چھوڑا اور اگر مظلوموں کا ساتھ نہ چھوڑتے تو حسین اس طرح بلکتا ہوا کربلا میں جان نہ دیتا۔

او وہابیو سن لو! مدینے والو سن لو! حسین کے ساتھ مدینے والے آخری وقت تک رہے۔ او کوفہ کی پرستش کرنے والو! آؤ ذرا اپنا کوفہ دیکھو' میرا مدینہ دیکھو۔ آ جاؤ' ذرا' تاریخ اٹھاؤ۔ جلاء العیون اٹھاؤ' مجلسی کی حیات القلوب اٹھاؤ' کلینی کی اصول کافی اٹھاؤ' طوسی کی امالی اٹھاؤ' ابن بابویہ قمی کی شرائع الاسلام اٹھاؤ' شیخ مفید کی الارشاد اٹھاؤ' اربلی کی کشف الغمہ اٹھاؤ' ابن صباغ کی الفصول المھمہ اٹھاؤ' مسعودی کی مروج الذھب اٹھاؤ او اپنے متعصب شیعہ کی تاریخ یعقوبی اٹھاؤ۔ ان سے پوچھو کون ساتھ رہا' کون بھاگ گیا؟

مدینے والے صرف اکہتر تھے اور مدینے والوں کا امام بہترواں۔ اکہتر نے کہا او مدینے والوں نے وفا سیکھی ہے' مر جائیں گے تیرا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ کوفیوں نے کہا ہم نے وفا کا نام ہی نہیں سنا۔ تیرے باپ کا ساتھ دیا' نہ تیرے بھائی کا ساتھ دیا' تو کہاں سے آ گیا ہے؟

آؤ ذرا دیکھو! مدینے والے کے وارث ہم ہیں کوفے والے کے وارث تم ہو۔ جاؤ فیصلہ تم پر ہے۔ ہم نے کبھی کوفے کا نام نہیں لیا۔ ہم نے جب نام لیا مدینے کا لیا کہ ہماری منزل بھی وہی' ہماری مراد بھی وہی' ہمارے سفر کا آغاز بھی وہی' ہمارے سفر کا انجام بھی وہی۔ ہم نے کہا جو مدینے سے نکلا' کوفے کی راہ پہ گیا' خالی نہیں آیا۔ پھر لٹا ہوا قافلہ ہی گھر آیا۔

اگر کوفہ افضل ہوتا تو حسین کا گھرانہ کوفے میں رہنا گوارا کرتا؟

جانتے ہو یزید نے جب پوچھا کہاں جاؤ گے؟

کہنے لگے جائیں گے تو اپنے نانا کے شہر مدینے جائیں گے۔ کوفے کا نام نہیں لیا۔ ہم نے کوفے کا نام اور انداز سے سنا ہے۔ ہم نے سنا ہے ''کوفی لا یوفی'' کوفے والوں میں وفا کا نام نہیں۔ اسی لئے تو زین العابدین جو حسین کی اولاد میں اکیلا بچا تھا' جب کوفے میں پہنچا تو کوفے کی عورتیں ماتم کر رہی تھیں۔ رب کعبہ کی قسم ہے' حوالہ تیری کتاب کا۔ او قسم کھا کے کہتا ہوں تاکہ یقین کر لے۔ یقین نہ آئے تو مقدمہ کر لے' عدالت میں طلب کر لے۔ کعبے کے رب کی قسم ہے حوالہ نہ دکھاؤں تو ساری عمر کے لئے سٹیج پہ نہ آؤں گا۔ آ' حوالہ تیری کتاب کا۔

کوفے کی عورتوں کو روتے ہوئے سنا' کوفے کے مردوں کو زنجیرزن دیکھا۔ دیکھا پیٹ رہے ہیں۔ زین العابدین بیمار نے نظر اٹھائی۔ کبھی بیمار کربلا کا تذکرہ ان سے سنتے ہو' کبھی ہم سے بھی سنو۔ آؤ ہم تمہیں بتلائیں کہ بیمار کربلا نے کیا کہا تھا؟

بیمار کربلا نے آنکھ کھولی' کوفے کے ارض وسماء کو دیکھا' کوفے کے در و دیوار کو دیکھا۔ اپنی آنکھوں کو بند کرلیا۔ بہن بولی بھیا! آنکھیں کیوں نہیں کھولتا؟

کہنے لگا مجھے کوفے کے در و دیوار سے بے وفائی کی آواز آ رہی ہے۔ کوفہ کو یہ کہا۔ کوفے والوں کو کیا کہا؟ کوفے والے بھی روتے ہوئے آئے' کوفے والیاں بھی پیٹتی ہوئی آئیں۔ کہا بیمار کربلا ہائے حسین۔ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ کہا میرے سامنے میرے بابا کا نام نہ لو۔ کہا کیوں نہ لیں؟

کہا کوفے والو اگر روتے تم ہو تو مجھے یہ بتلاؤ میرے بابا کو مارا کس نے ہے؟

خود مارتے ہو خود روتے ہو۔

وَ جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ۔ (یوسف:۱۶)

قرآن کی آیت یاد آ گئی کہ جھوٹے ہمیشہ رویا ہی کرتے ہیں۔ زینب' نبی کی بیٹی' کے بارے میں قصے بنائے ہوئے ہیں۔ حیا کرو۔ نبی کی بیٹی اور بے صبری؟

نبی کی بیٹی اور کہتے ہو اس نے بال بکھیر لئے' اس نے اپنا آنچل پھاڑ لیا' اس نے اپنے دامن کو چاک کرلیا۔ حیا کرو۔ تمہیں پتہ نہیں یہ کس گھرانے کی بیٹی ہے؟

یہ اس گھرانے کی بیٹی ہے جس کی دادی نے اپنے کٹے ہوئے بھائی کی لاش پہ کھڑے ہو کے کہا تھا چشم کائنات! تو مجھے روتا ہوا نہیں دیکھے گی۔ میں محمد ﷺ کے گھرانے والی ہوں۔ دنیا مجھے روتا ہوا نہ دیکھے۔ بھائی کی لاش پڑی ہے لیکن اس پہ کھڑی مسکرا رہی ہوں کیونکہ دنیا کی بہنیں آئیں گی اپنے بھائیوں کے سر لے کے اور میں آؤں گی اپنے بھائی کے جسم کا انگ انگ لے کے۔ نبی کا گھرانہ......؟ تم نے نبی کے گھرانے کو کس طرح رسوا کیا۔ کوئی ایک بات ہو تو کہوں۔ میں نے اسی قسم کے موضوع پہ گفتگو کرتے ہوئے گوجرانوالہ میں کہا تھا کہ

دامان باغبان سے کف گل فروش تک
بکھرے پڑے ہیں سینکڑوں عنوان میرے لئے

کوئی ایک عنوان ہو تو بات کروں۔ رب کعبہ کی قسم ہے مارا' پھر رسوا کیا۔ کوئی اپنی بہن کا کوئی اپنی ماں کا سر بازار نام لینا گوارا کرتا ہے؟

تم نے حسینؓ کو کیا جانا تم نے نبی (ﷺ) کے خانوادے کو کیا سمجھا ہے کہ ان ناپاک زبانوں سے ان کی بہو بیٹیوں کا نام لیتے ہو؟

خدا کا قہر ٹوٹ پڑے گا کہ اس مقدس گھرانے کا نام لینے سے پہلے باوضو تو ہو کے آ ؤ۔ بازاروں میں نام لیتے ہو۔ تم نے کیا سمجھا ہے؟ کوئی خدا کا خوف کرو۔ ہم کو گالی دینے کے لئے ان پاکبازوں کے ناموں کو بازاروں میں لانے کی کیا ضرورت ہے؟ گالی دیتے ہو؟ دے لو گالی۔ کوئی ایک بات ہو تو کہوں

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

سن لو' گھر والوں سے سن لو' جن کو تم اہل بیت کہتے ہو۔ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ داماد بھی کبھی اہل بیت میں شامل ہوا ہے۔ ہم نے کبھی سنا ہی نہیں۔ او لوگو! اس جگہ کے رہنے والو! بتلاؤ ارائیں اگر اپنی بیٹی جاٹوں کو دے دے تو جاٹ داماد وہ ارائیں بن جائے گا؟

یہ ہو گا بیٹی کی اولاد جاٹ بن جائے گی۔ یہ بھی کبھی ہوا ہے کہ جس کو بیٹی دی ہو وہ گھر کا بن جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوا۔ الٹی بات ہے۔ اگر اہل بیت میں داماد شامل ہے تو جاؤ اپنی کسی کتاب سے یہ نکال کے تو دکھلاؤ کہ مرنے والے کی وراثت داماد کو بھی ملتی ہے۔ اپنی کسی کتاب سے۔ دکھاؤ تو سہی۔ مسئلے بنا لئے ہیں۔ تم نے کہا اہل بیت تھا۔ میں نے کہا چلو تمہاری بات مان لیتے ہیں۔ تم نے کہا' ہم نے مان لیا۔ اس اہل بیت سے پوچھو تو سہی اس کا پہلوں کے بارے میں نقطہ نگاہ کیا تھا؟

پہلا بیٹا ہوا' نام رکھا محمد۔ بڑا ہو کے مشہور ہوا محمد بن حنفیہ۔ محمد بن علی۔ حنفیہ اس کی ماں کا نام تھا۔ دوسرا بیٹا ہوا' لوگوں نے کہا مبارک ہو خدا نے بیٹا دیا۔ نام کس کا رکھ رہے ہو؟ کہا نام اس کا رکھ رہا ہوں جو نبی کا یار غار تھا۔ ابوبکر۔ تیسرا بیٹا ہوا' مبارک ہو۔ کس کے نام پہ نام رکھو گے؟

کہا ابوبکر کے بعد اگر نام رکھا جا سکتا ہے تو عمرؓ ہی رکھا جا سکتا ہے۔ چوتھا بیٹا ہوا۔ پوچھنے

والے نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟

کہا جو ترتیب رب نے رکھی ہے علی نے بھی وہی رکھی ہے۔ اس کا نام عثمانؓ رکھ دیا ہے۔ جاؤ کوئی ماں کا لاڈلا لاؤ' چاہے پگڑی سیاہ ہو' چاہے چہرہ سیاہ ہو' چاہے کرتہ سیاہ ہو' چاہے دل سیاہ ہو۔ کوئی لاؤ۔ خدا کی قسم آنکھیں ترس گئی ہیں۔ کوئی ماں کا لال آئے تو سہی۔ سامنے کھڑا ہو کے کہے تو سہی مولوی تو جھوٹ بولتا ہے۔ کہے تو سہی۔

ماں نے وہ بیٹا نہیں جنا جو علیؓ کے تین بیٹوں کے نام ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا انکار کرنے کی جرأت کر سکے۔ اور یارو انصاف کی بات کرنا۔ اپنے گھروں پہ علیؓ کے پڑپوتوں کے نام تو لکھ دیئے ہیں' علیؓ کے بیٹوں کا نام لکھتے ہوئے کیا تکلیف ہوتی ہے؟

او چلو ہمارے صدیقؓ کا نام نہ لکھو' ہمارے فاروقؓ کا نام نہ لکھو' ہمارے ذوالنورینؓ کا نام نہ لکھو۔ اپنے علیؓ کے تینوں بیٹوں کا نام تو لکھ دو۔ لکھو تو سہی۔ کتاب تیری اور آگے چلو۔

شہدائے کربلا کا ذکر کرتے ہو' حیا کرو اور اس کو کہتے ہیں اہل بیت۔ زور لگانے کی ضرورت کیا ہے۔ اہل بیت کون تھے؟ تمہارے ہی تھے' ہم نے تم کو مانا ہے۔ تم بتلاؤ اگر اہل بیت سے محبت کرنے والے ہو' اگر علیؓ کی اولاد کو ماننے والے ہو' شہدائے کربلا میں عوسجہ کے بیٹے محمد کا نام لیتے ہو۔

او مرثیے سننے والے سنیو! تم بھی میرے بھائی ہو لیکن ناراض نہ ہونا۔ لکیر پیٹتے ہو سانپ نکل جانے کے بعد۔ ان پیٹنے والوں کو خام مال کس نے مہیا کیا ہے؟

تم بھی مرثیے پڑھتے ہو وہ بھی مرثیے پڑھتے ہیں۔ فرق کیا ہے؟

آؤ فرق کرو۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد نبی کے صحابہ سے محبت کرنے والی ہو ان کو حق سناؤ۔ کچی روٹی پکی روٹی پڑھ کے مولوی آتا ہے۔ وہی بھیروی وہ گاتا ہے وہی یہ گاتے ہیں۔ پھر آدمی نقل کے پاس کیوں جائے' اصل کے پاس کیوں نہ جائے؟

او سنتے ہو کہ نہیں۔ ہم برے سہی' ہم نابکار سہی' ہمیں گالی دے لو' تم بھی دے لو' تمہارا بھی دل ٹھنڈا ہو جائے۔ ہم کچھ نہیں کہتے لیکن کبھی یہ بھی سنا ہے کہ وہابیوں کی کوئی بہو بیٹی بھی تعزیہ دیکھنے گئی ہے؟

بتلاؤ کبھی سنا ہے کہ وہابیوں کی بہو بیٹی بھی کبھی گھوڑے کے نیچے سے لڑکا گزارنے

گئی ہے؟

کیوں لڑتے ہو یار؟ حق کی بات تو اکیلے ہم بھائی مل کے کر رہے ہیں۔ اولڑ کا نیچے سے وارنا کیا بات ہے۔ کائنات کے رب کی قسم ہزار گھوڑے ہوں ہم اپنے لڑکے پر اس کو وارنا گوارا نہیں کرتے۔ گھوڑوں کے سموں کے نیچے تم خود لیٹتے ہو اگر گھوڑا کسی نے نکال لیا ہے تو پھر گناہ کیا کیا ہے؟

دودھ تم پلاتے ہو رونق تم بناتے ہو برا ان کو کہتے ہو۔ ہم کہتے ہیں ؎

دینے والا نہ گھوڑا نہ گھوڑے والا

بات سیدھی ہے۔ جب تم ذرا نیچے آ گئے پھر اور نیچے چلے جاؤ۔ سلامت وہی رہے گا کہ ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس نے ایک دروازے پر جھکا لی۔ وہ سو دروازے پر سے بھی جھکا لیتا ہے اور ہم سے کائنات کیوں ناراض ہے؟

یہ مشیری' یہ وزیری کوئی ہم سے زیادہ بڑی ہے؟

لوگوں نے ان دیواروں کو نہیں دیکھا جن دیواروں کو ہم پھلانگ کے' چڑھ کے آئے ہیں۔

کیا ہے۔ اگر علم کی بنیاد پہ یہ چیزیں ملتیں تو ہمارے پاؤں کے تلوے کے نیچے ہوتیں لیکن ان میں سر کو جھکانا پڑتا ہے۔ ہم نے جھکانا نہیں کٹانا سیکھا ہے۔ نام حسین کا لیتے ہو' جھک ہر جگہ جاتے ہو۔ وہی رہے گا جو کہیں نہ جھکا ہو۔ نہ دربار پہ جھکا' نہ خانقاہ پہ جھکا' نہ وزیر کے سامنے جھکا' نہ مشیر کے سامنے جھکا' نہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے سامنے جھکا' نہ صدر کے سامنے جھکا' نہ ولی کے سامنے جھکا' جھکا تو رب کائنات کے سامنے جھکا اور جو وہاں جھکا دنیا کی کوئی طاقت پھر اس کو جھکا نہیں سکتی۔ جھکنے کا کیا ہے۔ یہ ہمارا دوست تھانیدار ہے آدمی اس کو دیکھ کے جھک جائے۔ تھانیدار کے آگے جھکو' ڈی ایس پی کے آگے رکوع میں جاؤ' ایس پی کے آگے سجدے میں جاؤ اور آئی جی آئے تو لیٹ جاؤ۔ پھر یہی بات ہے۔ پھر گھوڑے کے آگے جھکو' گھوڑے والے کے آگے جھکو' پھر گھوڑے والے کے والے کے آگے جھکو' پھر جہاں

سے گھوڑا آیا ہے وہاں جھکو' پھر جہاں سے گیا ہے وہاں جھکو' پھر کعبے میں جاؤ گے تو کیا منہ لے کے جاؤ گے؟ پھر کہاں کہاں جھکو گے؟

کائنات کے رب کی قسم بڑے گنہگار ہیں' بڑے خطار کار ہیں' اپنے گناہوں کو دیکھتے ہیں' حیا آتی ہے لیکن اے رب! تیری بارگاہ میں آئیں گے' نامہ اعمال میں کوئی روشنی نہیں ہوگی۔ ایک بات تو تن کے کہہ سکیں گے اللہ دیکھ گنہگار جتنے چاہے ہوں لیکن تیری کبریائی کی قسم ہے دنیا میں کسی کبریا کے سامنے نہیں جھکے۔

اتنی تو بات ہے اور وہ حوض کوثر والا کوثر پہ بیٹھا ہوا ہوگا۔ کہیں گے آقا! تو جو جی چاہے سلوک کرے لیکن کائنات نے بڑے آقا بنائے' ہم نے تیرے سوا کسی کی طرف پلٹ کے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ گنہگار بہت ہیں' خطا کار بہت ہیں لیکن نہ تیری کبریائی میں فرق آنے دیا نہ مدینے والے تیری مصطفائی میں فرق آنے دیا۔

امامت مانی تو تیری' خدائی مانی تو تیری' نہ ضیاء الحق کی مانی نہ کسی اور کی مانی۔ یہ ناراض ہوتے ہیں تو ہو جائیں کہ ہم انتخاب کی بات کرتے ہیں۔

کعبے کے رب کی قسم ہے! یہی ایک بڑا فخر ہے کہ اللہ نے اس گھرانے میں پیدا کیا کہ جس گھرانے میں پیدا ہونے والے کے چھوٹے سے دل میں رب کے سوا کسی کا خوف ہوتا ہی نہیں۔ کیا کریں اب نہیں ہے تو کیسے ڈریں؟ ڈرامہ تو ہمیں کرنا نہیں آتا۔ لوگ تو ڈرامہ کر کے بھی ڈر لیتے ہیں۔

اور بات آ گئی ہے۔ مولوی زبیر ہمارا یار ہے۔ کہتا ہے پیٹنے کی بات کرو میں کہتا ہوں اگر پیٹنا ثواب ہوتا تو مولوی زیادہ پیٹتا۔ ایمان کی بات ہے کہ نہیں؟ اگر چھریاں مارنا ثواب ہوتا تو مولوی تلواریں مارتا۔ اگر یہ کام ثواب کا ہے تو مولوی کیوں نہیں کرتا؟

مولوی نے تو ڈیڑھ سو روپے گز والے کپڑے کی شیروانی پہنی ہوتی ہے۔ لوگ ننگے پاؤں' ننگے جسم پیٹ رہے ہوتے ہیں۔ او خدا کے بندے اگر پیٹنا ثواب ہے تو تیری چھاتی کیسے سلامت ہے؟

کیا لوگوں کو بیوقوف بناتے ہو؟

ہم سے سنو۔ ہم لوگوں کو وہی کہتے ہیں جو خود کرتے ہیں۔ ہم خود پیٹنا نہیں جانتے

لوگوں کو پٹوانے کے لئے بھی نہیں کہتے۔ اپنی چھاتی عزیز ہے تو لوگوں کی کیوں برباد کریں؟

آؤ پوچھو علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ جاؤ کسی مولوی کو کہو یہ جو شہدائے کربلا میں غیروں کے بیٹوں کے نام لیتے ہو محمد بن عوسجہ' عمرو بن عوسجہ' شمر ذی الجوشن یہ کہاں کے رہنے والے ہیں؟[1]

شمر کا نام' فلاں کا نام اور پھر چچا کے بیٹوں کا نام محمد بن عون' جعفر بن عون پھر عباس کا نام لیتے ہو' پھر مسلم کا نام لیتے ہو۔ ان سب سے دوستی' علیؓ سے دشمنی کیا ہے؟ علیؓ کے بیٹوں کا نام کیوں نہیں لیتے؟

جاؤ واقعہ شہادت کی کوئی شیعہ تاریخ اٹھا کے دکھاؤ۔ اس میں سب سے پہلے حسین پہ جس نے اپنی جان نچھاور کی تھی وہ علی کا بیٹا ابوبکرؓ تھا' دوسرا جس نے اپنی جان قربان کی تھی اس کا نام عمرؓ تھا۔ کس کا بیٹا؟

علیؓ کا بیٹا۔ تیسرا جس نے جان قربان کی تھی اس کا نام عثمانؓ تھا۔ کس کا بیٹا؟ علیؓ کا۔ ان کا نام کیوں نہیں لیتے؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

کیوں چھپاتے ہو؟ اولوگوں کے بیٹوں کا نام لیتے ہو کہ حسین کے ساتھ قربان ہوئے' علیؓ کے بیٹوں کا نام کیوں نہیں لیتے؟

جانتے ہیں علیؓ کے بیٹوں کا نام آئے گا تو ابوبکر آئے گا' علیؓ کے بیٹوں کا نام آئے گا تو عمر آئے گا' علیؓ کے بیٹوں کا نام آئے گا تو عثمان آئے گا اور سناؤں بات۔ اوعوسجہ کے بیٹوں کا

---

[1] کربلا کے مقام پر جو لوگ شہید ہوئے' ان کی اجتماعی قبر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آخری آرام گاہ کے ساتھ ہی ایک کونے میں ہے۔ اسے گنج شہیداں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہاں مدفون افراد میں سے چار افراد ایسے ہیں جن کے نام یزید ہیں۔

(۱) یزید بن الحصین الھمدانی۔ (۲) یزید بن زیاد بن مھطر الکندی (۳) یزید بن ثبیط العبدی (۴) یزید بن مغفل الجعفی۔ مارچ ۲۰۰۰ء میں جب میں عراق اور اردن کے سفر پر گیا تو کربلا جانے کا موقع بھی ملا۔ وہاں میں نے یہ نام پڑھے تھے۔ کربلا کے دو شہید ایسے تھے جن کا نام عمر تھا اور وہ اہل بیت میں سے نہیں تھے۔ ۱۔ عمر بن جندب الحضرمی ۲۔ عمر بن ضبیعہ الضبعی

نام لینے والو! حسین کے بڑے بھائی حسن کے بیٹے کا نام کیوں نہیں لیتے ؟

حسینؓ کے بھتیجے کا نام کیوں نہیں لیتے ؟

کربلا میں شہید ہونے والا ایک حسنؓ کا بیٹا ابوبکر تھا' ایک عمر تھا۔ ان کا نام کیوں نہیں لیتے ؟

ابھی تسلی نہیں ہوئی ۔ جو شہید ہوا ہے اس کو پوچھو۔ علی اصغر کا نام لیتے ہو' محمد کا نام لیتے ہو' حسین کے جوان بیٹے کا نام کیوں نہیں لیتے جو باپ کے سامنے تیر کھاتا ہوا مرا۔ جس کا نام عمر بن حسین تھا۔ حسین کا بیٹا عمر۔ کیوں نہیں نام لیتے ؟

اپنی مسجدوں میں' اپنے امام بارگاہوں میں' ہمارے بڑوں کا نام نہ لکھو' اپنے بڑوں کا تو لکھو اور کتاب؟ کتاب تمہاری۔ کوئی ماں کا لال اٹھے' کہے ہماری کتاب میں نہیں ہے۔ یا اس کتاب کو جلائے یا عمر کی صداقت کا' رفعت کا' جلالت کا' عظمت کا اور علیؓ کے اس سے پیار کا اعتراف کرے۔

اپنے گھر والوں سے پوچھو۔ یہ اہل بیت جن کو تم اہل بیت کہتے ہو انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام ان کے نام پہ کیوں رکھے تھے؟

میں پوچھ پوچھ کے تھک گیا ہوں۔ میں نے ملتان میں پوچھا' مظفر گڑھ جا کے پوچھا' ڈیرہ غازی خاں میں پوچھا' پشاور میں پوچھا' لاہور میں پوچھا کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک نے جواب دیا' مظفر گڑھ سے آیا تھا' کہنے لگا نام علی نے اس لئے رکھے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نام برے نہیں ہوتے۔ میں نے کہا نام برے نہیں ہوتے ؟

کہنے لگا ہاں۔

میں نے کہا حسن نے کیوں اپنے بیٹوں کے نام رکھے؟

کہنے لگا اس نے بھی اسی لئے رکھے تھے۔

میں نے کہا حسین نے؟

کہنے لگا حسین نے کسی بیٹے کا نام نہیں رکھا۔ میں نے کہا حسینؓ نے بیٹے کا نام بھی عمر رکھا' پوتے کا نام بھی عمر رکھا۔ اٹھا الارشاد شیخ مفید کی' اٹھا جلاء العیون ملا باقر مجلسی کی۔ دنیا کے نسب ناموں کی کوئی تاریخ اٹھاؤ' شیعہ کی لکھی ہوئی ہو' جہاں حسین کا ذکر آئے گا اس کے بیٹے کا نام عمر آئے گا۔ اس کے پوتے کا نام عمر آئے گا۔ کہنے لگا میں پوچھ کے بتلاؤں گا اور میں خط کا

انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے خط کے پیسے بھی دے دیئے تھے اور پھر میں نے کہا علی نے تو سمجھانے کے لئے نام رکھے کہ نام برے نہیں۔ تجھ کو نام پھر برے کیوں لگتے ہیں؟ جب کہتا ہے علی نے نام رکھ کے بتلایا ہے کہ برے نہیں ہوتے پھر تو کیوں برا کہتا ہے؟

کہنے لگا میں تو برا نہیں سمجھتا۔

میں نے کہا بالکل نہیں سمجھتا؟

کہنے لگا بالکل نہیں سمجھتا۔ میں نے کہا اچھا پھر آج تیرے نام پہ عمر کا کتبہ لکھ کے لگا دیتے ہیں۔ کہندا امینوں مروانا جے (کہنے لگا مجھے مروانا ہے)۔

پھر تم کیوں نہیں نام رکھتے؟

آؤ اہل بیت سے پوچھو ان کے نزدیک ان کا مقام کیا تھا؟

یارو میں نے ابتدا میں کہا تھا کہ آج اس مسئلے پہ جھگڑتے ہو جس مسئلے پر جھگڑنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں، کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ کہتے ہیں خلافت اس کا حق تھی۔ میں کہتا ہوں چلو علیؓ کا حق تھی۔ اب تمہارے حق کہنے سے علیؓ کو واپس مل جائے گی؟

کوئی سمجھ نہیں آئی بات؟ اب کہتے ہو کہ خلافت لے لی تھی چلو لے لی تھی، پھر اب کیا کریں؟

جو زور والے ہوتے ہیں وہ لے ہی لیتے ہیں۔ پھر جو شیر خدا ہوتے ہیں وہ لے ہی لیتے ہیں۔ جو طاقتور ہوتے ہیں پھر لے ہی لیتے ہیں۔ جب کمزور نے مان لیا ہے تو تو کیوں نہیں مانتا۔ کہتا ہے علیؓ کمزور تھے؟

میں نے کہا پھر دی کیوں؟

کہتا ہے ابو بکرؓ نے چھین لی تھی۔

میں نے کہا طاقتور سے کوئی چھین سکتا ہے؟

میں خود کمزور ہوں میری گاڑی کو کوئی ہاتھ لگا کے تو دیکھے۔ مسجد کوئی چھین لے، چھین لے۔ کسی چوہدری کا ایک مرلہ تو کوئی چھین کے دکھائے۔ کوئی اپنی زمین کی ''وٹ'' نہیں چھیننے دیتا۔ ٹھیک ہے کہ نہیں۔ کوئی وٹ چھین سکتا ہے کسی کی؟ خدا جانتا ہے میں نے کئی دفعہ لوگوں کو کہا جو بندوقیں لے کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کیا بات ہوگئی ہے؟ کہنے لگا۔

میری وٹ داہنا چاہندا اے۔ میں نے کہا چودھری وٹ ای اے ناں۔ کہنے لگا وٹ نئیں جٹ دی سٹ اے۔ اوتم دو ٹکے کے لوگ' ہم دو ٹکے کے لوگ' ہماری وٹ کوئی نہیں چھین سکتا۔ علی معاذ اللہ اتنا ہی کمزور تھا' کوئی اس کی خلافت ہی چھین کے لے گیا تھا؟

کوئی عقل کی بات کرو' کبھی سوچ سمجھ کے بھی بات کی ہے؟ ابوبکر کو گالی دے رہے ہیں کہ اس نے خلافت چھین لی۔ او بندہ خدا ابوبکر کو برا کہنے سے پہلے یہ تو سوچ کہ جس کی خلافت چھینی ہے' اس کی حیثیت کیا ہے؟ یہ بھی تو سوچ کہ تو اس کی کیا عزت رکھ رہا ہے؟ علیؓ اتنا کمزور تھا جو چاہتا تھا اس کی چیز چھین کے لے جاتا تھا؟

خدا کا خوف کرو' اللہ سے ڈرو۔ آج ملک کو اتحاد کی ضرورت ہے' آج ملک کو اتفاق کی ضرورت ہے' کعبے کے رب کی قسم ہے آج اندرا گاندھی جولن ترانیاں کر رہی ہے' آج مسلمان بیروت میں جو ذبح ہو رہے ہیں' اس کا سبب کیا ہے؟

اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان بے کار لڑ رہے ہیں' اپنے اکابر کی نفی کر رہے ہیں' اپنے اسلاف کے ماضی کو گدلا کر رہے ہیں۔ وگرنہ کبھی کفر کو جرات ہو سکتی تھی کہ مسلمان کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھے؟

آج لڑتے ہو اور لڑتے ہو اس چیز پہ جس کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ ابوبکرؓ کو' فاروقؓ کو' عثمانؓ کو تم برا کہو گئے تو چاند پہ تھوکنے سے چاند گندا ہو جاتا ہے؟ اس پہ کوئی فرق پڑ جائے گا؟ تم ہمارے جذبات کو کیوں مجروح کرتے ہو؟

ہم کہتے ہیں کائنات میں سب سے اعلیٰ ترین ہستی کہ آدم کی اولاد میں قیامت تک اس جیسی پیدا نہ ہوئی' وہ محمد ﷺ کی ہستی ہے اور نبیوں کی امتوں میں سے ساری کائنات میں جتنے نبی آئے' ان سب کی امتوں میں سب سے اعلیٰ ہستی صدیق رضی اللہ عنہ کی' اس کے بعد ہستی فاروق رضی اللہ عنہ کی' اس کے بعد ہستی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی' اس کے بعد ہستی علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی۔ ہم تو کسی کو برا نہیں کہتے ہیں۔ جو کسی ایک کو برا کہتا ہے اس کا ایمان سلامت نہیں رہتا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

❊ ❊ ❊

واقعہ کربلا۔ پس منظر

خطبہ مسنونہ کے بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ○ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ○
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّ
نَصَرُوۡۤا اُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ رِزۡقٌ كَرِيۡمٌ○

(الانفال:۷۴)

حضرات! محرم کے پچھلے مسلسل چوبیس دن اور محرم کی آمد سے بھی کئی دن پہلے تسلسل کے ساتھ محلوں میں، گلیوں میں، کوچوں میں، چوکوں میں، چوراہوں میں، بازاروں میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا نام لے کر ان نفوس قدسیہ کے خلاف گفتگوئیں کی جاتی رہیں کہ جن کا وجود اگر نہ ہوتا تو شاید آج پاکستان کے اس علاقے میں کوئی شخص بھی سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی، خداوند عالم کی توحید کا ماننے والا، قرآن کو تسلیم کرنے والا، امام کائنات کی تعلیمات کو اپنانے والا، آپ کے ارشادات کو اپنی پیشانیوں پہ سجانے والا اور آپ کے فرمودات کو اپنے سینوں سے لگانے والا موجود نہ ہوتا اور یہ ساری گفتگوئیں اور یہ سارے طعن و تشنیع کے تیر جوان پاکباز نفوس قدسیہ پر چھوڑے جاتے رہے، ان نفوس قدسیہ کے خلاف جو کچھ کہا جاتا رہا، یہ سب کچھ اس آڑ میں کہا جاتا رہا کہ ہم نے مجالس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں بپا کی ہیں اور کرنی ہیں۔ حالانکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا نام لے کر ان لوگوں پر طعن و تشنیع کے تیر چھوڑے جاتے ہیں جن کا اس واقعہ کے ساتھ دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ اس واقعہ کے رونما ہونے سے پیشتر، برسوں پیشتر، دس برس پیشتر، بیس برس پیشتر، تیس برس پیشتر، چالیس سال پہلے، پچاس سال پہلے اپنے رب کے پاس جا چکے تھے۔

اگر واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے ان لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا جنہوں نے حسینؓ کی شہادت میں حصہ لیا' حسینؓ کو کوفے بلا کر دھوکہ دیا' حسینؓ کے بھائی کو دغا دیا' حسینؓ کو کربلا کے میدان میں بے یارو مددگار چھوڑا' تو بات سمجھ میں آ سکتی تھی۔ لیکن حیرت ہے کہ ان میں سے تو کسی کا نام نہیں لیا جاتا یا' لیا جاتا ہے تو برسبیل تذکرہ لیا جاتا ہے۔ لیکن سب سے پہلے نشانہ مشق ستم بنایا جاتا ہے تو صدیق اکبرؓ کو' پھر فاروق اعظمؓ کو' پھر عثمان ذوالنورینؓ کو' پھر عشرہ مبشرہؓ کو' پھر دیگر اصحاب کرامؓ کو اور کوئی ٹوکنے والا نہیں ٹوکتا' کوئی روکنے والا نہیں روکتا' کوئی اس بات پہ نکیر نہیں کرتا کہ بھلے مانسو گفتگو کرتے ہوئے ادب و آداب کو تو ملحوظ رکھو پھر اس کے ردعمل کے طور پر اگر ہمارا کوئی جوان ساتھی اور نوجوان خطیب تلخ گفتگو کرتا ہے تو شیش محلوں میں بیٹھنے والوں کی پیشانیوں پہ شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ حالانکہ نہیں جانتے کہ ہر روز کسی غریب اور کمزور کو بھی چھیڑا جائے تو تنگ آ کر وہ بھی کوئی نہ کوئی بات منہ سے نکال ہی دیتا ہے۔ جب کہ رب نے اس کو اس کی اجازت بھی دی ہے کہ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ○ (النساء:۱۴۸)

لیکن میں ان شاء اللہ اپنی ساری گفتگو میں یاروں کی اس شرینی گفتار کے باوصف کوئی تلخ بات نہیں کہوں گا۔ اس لئے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں ان کی روش مبارک ہو ہمیں سرور کائنات کی سنت مبارک ہو۔

ہم اس نبیؐ کے ماننے والے ہیں کہ جس کو طائف کی بستی میں لہولہان کر کے پھینک دیا گیا۔ اس کا چہرۂ پر انوار آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ وہ نگاہیں جن نگاہوں کے عرش کی طرف اٹھنے کی وجہ سے قبلہ تبدیل ہو گیا۔ وہ نگاہیں عرش معلیٰ کی طرف اٹھیں' آسمان سے پہاڑوں پر مامور فرشتہ اترا۔ کائنات کے امام ان ظالموں نے تجھ پہ ظلم کیا۔ اجازت دیجئے کہ ان ظالموں کو' ان پہاڑوں میں بسنے والے ظالموں کو پہاڑوں میں پیس کے رکھ دوں۔ اس رحمت مجسم نے پلٹ کے دیکھا۔ فرمایا جاؤ' پلٹ جاؤ۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

محمد (ﷺ) کو انتقام لینے کے لئے نہیں بلکہ ہدایت کی راہ دکھانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ میں انتقام لینے کے لئے نہیں آیا۔

تو دوستو! میں تمہید میں آج وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ پوچھتا ہوں کہ اے یاران تیز گام! شیش محلوں میں کھڑے ہو کر اپنے سینوں کو پیٹتے ہوئے تمہارے لبوں پر صدیقؓ و فاروقؓ کا' عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کا نام کیوں آتا ہے؟

سرور کائنات کے اصحاب کو دشنام کیوں دیتے ہو؟

ان کے خلاف بری باتیں کیوں کہتے ہو؟

حسین کے کربلا میں کھڑے ہونے سے' کربلا میں بلائے جانے سے' کربلا میں بلا کر بے یار و مددگار چھوڑ دینے سے ان کا تعلق کیا ہے؟

ان کو کیوں اپنی گفتار...... اور سخت لفظ نہیں کہنا چاہتا لیکن کیا کروں ؎

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

اور بدقسمتی سے عربی زبان اور ادب کا طالب علم بھی ہوں اور ہر زبان' اس کا ادب' اس کی ثقافت اور اس کی تہذیب اپنے قاری پر اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہتی۔ اس لئے میں جب تمہاری اس قسم کی نوازشات کو دیکھتا ہوں تو بے اختیار عربی کے ایک حماسی شاعر کا شعر یاد آ جاتا ہے ؎

الا لا یجهلن احد علینا
فنجهل فوق جهل الجاهلین

لیکن اس کے باوجود اپنی زبان کو روکے ہوئے اپنے دل کو سمجھاتے ہوئے اور عقل کو اور سرور کائنات کے طریقے کو اس پر غالب کرتے ہوئے یہی کہتا ہوں کہ ؎

کتنے شیریں ہیں تیرے لب' کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

لیکن آ جا۔ گالیوں کے علاوہ کبھی دلیل سے بات کرنا بھی سیکھ لے۔ سن تو سہی کہ تیرے مذہب کی اپنی کتابیں کیا کہتی ہیں اور تجھ کو کیا آئینہ دکھاتی ہیں اور ان کے بارے میں تیرے ائمہ کا کیا نقطہ نظر بیان کرتی ہیں؟

بات سیدھی سادھی ہے کہ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات سن ۱۱ ہجری

بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

ذرا میرے ساتھ چلتے جانا۔ کچھ لمحات کے لئے اپنے دل اور دماغ کو میرے حوالے کر دینا تاکہ میں تمہارے لوح قلب پہ واقعات کو ثبت کرتا چلوں کہ گردش لیل ونہار پھر ان واقعات کو تمہارے دل سے مٹا نہ سکے اور اگر یہ واقعات تمہارے دل پہ ثبت ہو گئے تو قیامت کے دن اور کچھ نہ ہو گا' اپنے اسی دل کو رب کے سامنے پیش کر دینا' رب تمہیں جنت عطا کر دے گا۔

سرور کائنات ﷺ کی وفات سن گیارہ ہجری بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ آپ کے بعد امت کے انتظام کو چلانے کے لئے آپ کے اصحاب کرام نے صدیق اکبرؓ کو اپنا امام منتخب کیا۔ اس کے ثبوت میں حوالے تیری کتابوں سے آج پیش کروں گا۔ لیکن پہلے مجمل طور پر معاملے کو سمجھ لے۔ پھر سن تیرہ ہجری میں حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی اور صدیق اکبرؓ نے صحابہؓ کے مشورے سے نبی پاک کی مسجد اقدس میں اپنی چارپائی رکھوا کر فاروق اعظمؓ کو اپنی طرف سے خلافت کا امیدوار نامزد کیا۔ سارے صحابہ نے فاروق اعظمؓ کی امیدواری کو امامت میں تبدیل کیا۔ آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

اس کے بعد چوبیس ہجری کو یکم محرم کے دن یا انتیس ذی الحج کو تئیس ہجری میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ چھ آدمی خلافت کے لئے نامزد کئے گئے۔ چار خود بخود دستبردار ہو گئے۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مقابلہ ہوا۔ اہل حل وعقد نے حضرت عثمان کو ترجیح دیتے ہوئے حضرت عثمان کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ سن ۳۴ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور امت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امام اور خلیفہ منتخب کیا۔

سن چالیس ہجری میں شوال کے مہینے میں حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی۔ حضرت علیؓ کے بعد ان کے رفقاء نے حضرت حسنؓ کو اپنا امیر اور اپنا امام منتخب کیا۔ سن اکتالیس ہجری میں ربیع الاول میں دوسری روایت کے مطابق جمادی الاولی میں حضرت حسنؓ حضرت امیر معاویہؓ سے لڑنے کے لئے نکلے۔ میں نے بات کو بہت آگے بڑھا دیا ہے پھر پلٹ کے آؤں گا۔ لیکن یہاں سے مسئلے کا آغاز ہوتا ہے۔

اکتالیس ہجری میں جناب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ساتھ لڑنے کے لئے نکلے۔ کیونکہ شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے کہ وہ لوگ جنہوں نے شہادت عثمانؓ میں حصہ لیا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک ہوئے تھے' وہ حضرت علیؓ کے لشکر میں' حضرت علیؓ کے کمانڈروں کی پناہ میں تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معاملے میں تین طریقے سے ملوث تھے ایک اس لحاظ سے کہ حضرت عثمانؓ ان کے رشتہ دار تھے' ان کے قبیلے کے تھے' ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ ایک اس لحاظ سے کہ حضرت نائلہؓ' حضرت عثمانؓ کی زوجہ حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں اور حضرت نائلہؓ نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود پھٹا ہوا کرتہ اور اپنی چار کٹی ہوئی انگلیاں امیر معاویہؓ کے پاس بھیجی تھیں کہ معاویہؓ" رسولؐ کے داماد کو سرور کائناتؐ کے صحابیؓ کو......' تاجدار بطحاؐ کے اس غلام کو' جس کے متعلق کونین کا تاجدار کہا کرتا تھا عائشہؓ! عثمانؓ وہ شخص ہے کہ آسمان کے فرشتے بھی اس کی حیا کی لاج رکھتے ہیں' شہید کر دیا گیا۔

اس عثمانؓ کو جس کی حیا کا پاس خود رسول ہاشمی ﷺ کیا کرتے تھے۔ وہ عثمانؓ کہ جس عثمانؓ کو ایک ایسا شرف حاصل ہوا جس شرف میں کائنات کا کوئی انسان عثمانؓ کا ہمسر و شریک نہیں ہے۔ اور وہ شرف یہ تھا کہ ایک ہی شخص کائنات میں تھا جس کے نکاح میں کسی نبی نے دو بیٹیاں دی تھیں۔ یہ شرف دوسرے کسی شخص کو حاصل نہیں نہ آدم کی امت میں' نہ نوحؑ' نہ ابراہیم کی امت میں' نہ موسیٰ' نہ عیسیٰ کی امت میں۔ یہ شرف اکیلے عثمان کو حاصل ہوا۔

اور سن لو۔ سب اپنے اپنے مقام پر' سب کا اپنا مقام ہے۔ لیکن ہر ایک کے کچھ امتیازی اوصاف ہیں۔ جسے رب نے وہ اوصاف عطا کئے جو دوسرے کسی کو عطا نہیں کئے۔

عثمانؓ کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہوا کہ عثمانؓ کو غزوہ تبوک کے موقع پر نبیؐ نے اپنی مسجد پاک میں اپنے منبر اقدس پر کھڑے ہو کے آٹھ مرتبہ جنت کی بشارت دی تھی۔ اس عثمانؓ کی لاش بے گور و کفن پڑی ہے۔ اس کا کرتہ نیزوں سے اور تلواروں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ اس کی بوڑھی بیوی اس کو چھڑانے کے لئے آگے بڑھتی ہے۔ ہاتھ آگے کیا' ظالموں نے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ ڈالی ہیں۔ وہ عثمانؓ جس نے چالیس دن تک بن کھائے پیئے روزہ رکھا ہے۔ کربلا کے واقعات بیان کرتے ہو' میرا مضمون یہ نہیں ہے' وگرنہ امام مظلوم کی شہادت کے

واقعہ کو بیان کرتا' کائنات کے رب کی قسم ہے آسمان بھی روتا' زمین بھی روتی۔

یہاں دس دن کی پیاس کی بات کرتے ہو اور وہ دس دن جو دنیا کی کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہیں۔ صبح دم حسینؓ کا قافلہ آیا' ظہر کی نماز کے بعد کٹ گیا۔ اتنی سی بات تھی۔ یہ تمہیں یاد رہا لیکن تمہیں وہ یاد نہیں جو چالیس دن تک اپنے گھر میں بھوکا اور پیاسا رکھا گیا اور جو دن ڈھلے اپنی بیوی سے سوال کرتا۔ بیوی! کھانے کے لئے کچھ ہے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے؟

بیوی آنکھوں میں آنسو لا کے کہتی' آقا! آج گھر میں پینے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے۔ وہ کنواں جو تو نے خرید کے وقف کیا تھا' آج اس کنویں سے پانی لانا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ آج پینے کے لئے پانی بھی نہیں ہے۔

فرماتے نائلہؓ! غم نہ کرو۔ اللہ نیتوں کو جانتا ہے۔ ہم نے نیت سے روزہ افطار کر لیا ہے۔ ام المومنین سلام اللہ علیہا کو پتہ چلا کہ سرور کائنات کا یار' رسولؐ کا ساتھی' پیغمبرؐ کا محبوب وہ محبوب کہ جس کے لئے پیغمبرؐ کے دل میں اتنا احترام تھا کہ ایک دفعہ لوگوں نے اس کی شہادت کی جھوٹی افواہ اڑا دی۔ وہ مجسم رحمتؐ! جس کی پیشانی پہ کبھی غضب کا پسینہ نہیں آیا' شکنیں پڑ گئیں۔ کہا! کعبے کے رب کی قسم ہے میرے عثمانؓ کو شہید کرنے والو! جب تک ایک ایک سے بدلہ نہیں لے لیتا' محمد (ﷺ) واپس نہیں جائے گا۔

وہ عثمانؓ جس کا اتنا احترام تھا کہ ایک دفعہ ترمذی شریف کی حدیث ہے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہؐ! ایک مسلمان مر گیا ہے' جنازہ پڑھ دیجئے۔ کائنات کے امام نے کہا اچھا چلیں۔ صحابہؓ آپ کے جلو میں چلے' پہنچے۔ کہا کس کا جنازہ ہے؟

کہا فلاں بن فلاں کا۔ وہ رحمت عالم جو عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ جس نے نبیؐ کو گالی دی اور اللہ نے اس کی گالی کو قرآن میں درج کیا۔ اس نے کہا تھا

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ (المنافقون:۸)

نبیؐ اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ رحمت مجسمؐ' پوچھا کس کا جنازہ ہے؟

کہا فلاں بن فلاں کا۔ کہا اس کا جنازہ اٹھا لو۔ لوگوں نے تعجب سے کہا یا رسول اللہؐ کیا بات ہے؟

فرمایا یہ میرے عثمانؓ کو برا کہتا تھا اور محمد (ﷺ) عثمانؓ کو برا کہنے والے کا جنازہ

پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

وہ عثمانؓ! اس کے بارے میں ام المومنین نے سنا۔ خچر پہ مشکیزہ ڈالا۔ پانی لے کر عثمان کے گھر کی طرف چلیں۔ یہ داماد بھی تھا۔ ظالمو! قصے کہانیاں سننے والو! میر انیس اور دبیر کے افسانوں سے واقعات کربلا کو زینت بخشنے والو آؤ! تاریخ کے حقائق کے نقاب کو الٹو۔ ام المومنینؓ، نبیؐ کی بیوی، مومنوں کی ماں، عثمانؓ کے گھر پانی لے کے جاتی ہے۔ ظالموں کو پتہ چلتا ہے۔ ایک تلوار کا وار کر کے مشک پھاڑ دیتا ہے۔ دوسرا خچر کو نیزہ مارتا ہے۔ ام المومنین کی چادر بھی ان کے کندھوں سے گر جاتی ہے۔ خبر ملی آج ام المومنین پانی لے کر آ رہی تھیں۔ ظالموں نے پہنچنے نہیں دیا۔ عثمان نے جواب دیا بیوی غم نہ کرو۔ آج بھی روزہ نیت سے ہی افطار کریں گے۔ چالیس دن بیت گئے۔

چالیس دن! عثمانؓ کیا کروں۔ مجھ سے تیرے چہرے کی زردی دیکھی نہیں جاتی۔ تاجدار بطحاؐ کا ساتھی، جس کو سرور کائنات نے احد کے پہاڑ پر کھڑے ہو کر جنت کی بشارت عطا کی تھی اور کہا تھا عثمانؓ غم نہ کرو۔ میری امت میں سے جو دو بڑے شہید ہوں گے، ان میں سے ایک تو ہوگا۔

اسکن یا احد فان علیك نبیا و صد یقا و شھید ین

اے احد! تھم جا۔ ایک نبیؐ، ایک صدیقؓ اور دو شہید تجھ پہ کھڑے ہیں۔

فرمایا نائلہؓ! غم نہ کرو۔ ابھی ابھی قرآن پڑھتے ہوئے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کائنات کا تاجدار آیا۔ پوچھا عثمانؓ کیا حال ہے؟

میں نے کہا یا رسول اللہ ؐ کئی دن سے نیت سے ہی روزہ رکھا ہوا ہے۔ کھانے کے لئے کچھ ہے نہ پینے کے لئے کچھ ہے۔ فرمایا! عثمانؓ۔ غم نہ کرو۔ آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ ظالم دیواریں پھاند کر آئے اور کیسے آئے؟ اس کا تذکرہ بھی تیری کتابوں سے کروں گا۔ کون کون آیا اور پہرے پر کون کون کھڑا تھا۔ اس کا تذکرہ بھی کرتا ہوں۔ ذرا سنتے تو جاؤ۔ وہ عثمانؓ اس مظلومیت کے ساتھ مارا گیا۔ شہید ہوا۔

اس کے دو رشتے معاویہؓ کے ساتھ تھے اور ایک تیسرا رشتہ بھی تھا اور وہ یہ تھا کہ امیر معاویہؓ، عثمانؓ کے گورنروں میں سے سب سے بڑے گورنر تھے۔ ملک شام، لبنان، فلسطین،

اردن' ان سارے ملکوں کا گورنر امیر معاویہؓ تھے اور کوئی یہ نہ کہے کہ عثمانؓ نے ان کو گورنر مقرر کیا تھا۔ انہیں گورنر اس نے مقرر کیا اور اس نے برقرار رکھا تھا جس نے دو برس سے زیادہ کبھی کسی گورنر کو برقرار نہیں رکھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تیسرا یہ رشتہ تھا کہ میری مملکت کا سربراہ مارا گیا۔ اس کے کمانڈر ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فریضہ ہے کہ اس کے خون بہا کا مطالبہ کروں۔ پانچ برس تک سن ۳۵ھ آخر' ۳۶' ۳۷' ۳۸' ۳۹ اور ۴۰ھ پانچ برس تک امیر معاویہؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں۔

ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک منصوبے کے تحت شہید کر دیئے گئے جو ان لوگوں نے بنایا تھا جو کہ حضرت علیؓ کے پرانے شیعہ تھے' حضرت علیؓ کے پرانے ساتھی خارجی تھے' جو اس دن حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑ گئے تھے جب حضرت علیؓ نے جنگ صفین میں مسئلہ تحکیم کو تسلیم کر کے جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فیصل تسلیم کیا۔ انہوں نے منصوبہ بنایا کہ ملک میں سارے فساد کی جڑ تین آدمی ہیں۔ ایک حضرت علیؓ معاذ اللہ۔ دوسرے حضرت معاویہ معاذ اللہ' تیسرے حضرت عمرو بن العاص معاذ اللہ' کہا فیصلہ کرو ان تینوں کو مٹا دیا جائے۔ ایک دن مقرر ہوا۔ تین آدمی تیار ہوئے۔ خنجروں کو زہر کا پانی پلایا۔ مقررہ دن کے لئے وقت مقرر کر کے نماز فجر کے بعد ان تینوں پر حملہ کرنا ہے۔ کیونکہ یہ تینوں حکمران ہونے کے باوجود نماز خود پڑھایا کرتے تھے۔

کوئی جا کے ضیاء الحق کو بتلا دے۔ امیر المومنین وہ ہوتا ہے جو نماز خود پڑھائے اور جس کو پڑھنی بھی نہ آئے' وہ امیر المومنین نہیں ہو سکتا اور سب کچھ ہو سکتا ہے۔

تینوں گئے۔ خدا کی قدرت اس رات جو مقرر تھی حضرت عمرو بن العاصؓ اپنے گھر سے آئے ہی نہیں' بیمار ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ نکلے۔ رات کے اندھیرے میں اس نے وار کیا' وار اوچھا پڑا۔ حضرت معاویہؓ کی کمر کو چھوتا ہوا خنجر باہر نکل گیا۔ ادھر حضرت علیؓ کوفہ میں آئے۔ اس نے وار کیا۔ حضرت علیؓ پہ وار کاری پڑا۔ حضرت علیؓ شہید ہو گئے۔ حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے۔

یہاں سے قصہ چلتا ہے' یہاں سے بات کا آغاز ہوتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفقاء کے کہنے پر حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف لڑنے کے لئے کوفہ سے نکلے۔ مدائن میں پہنچے جو کوفہ سے تقریباً ڈیڑھ پونے دو سو میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں حضرت حسنؓ

کو معلوم ہوا کہ میرے شیعہ میرے ساتھ وہی سلوک کرنے والے ہیں جو انہوں نے میرے باپ کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت حسنؓ بڑے پریشان ہوئے' اب کیا کیا جائے۔ سوچا کہ سرگروہان لشکر کو اکٹھا کر کے ان سے مشورہ کیا جائے کہ کیا کہتے ہیں؟

آپ نے انہیں بلوایا۔ کہنے لگے ہم لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت حسنؓ نے کہا کل پھر پوری طرح تیار ہو کر باہر نکلنا۔

چنانچہ انہوں نے صبح ہونے کا بھی انتظار نہ کیا اور رات ہی رات حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گئے۔ کہنے لگے اگر ہم حسنؓ کو گرفتار کر کے تیرے سامنے لے آئیں تو کیا انعام دے گا؟

حضرت حسنؓ کو ان کی بے وفائی کا علم ہوا۔ جب جاسوسوں نے اطلاع دی کہ

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

فرمانے لگے میں وہ کام کروں گا جس کی خوشخبری اور پیشین گوئی میرے نانا نے آج سے ۳۵ برس پہلے مجھ کو دی تھی اور کیا کہا تھا؟

کائنات کے امام خطبہ دے رہے تھے۔ حسنؓ چھوٹے تھے۔ گھر سے بھاگے ہوئے نکلے۔ اپنے نانا کی آواز سنی۔ مسجد کی طرف دوڑے۔ اصحاب کا مجمع بیٹھا ہوا تھا۔ سرور کائنات نے دیکھا۔ نواسہ بھاگا ہوا آ رہا ہے۔ پاؤں کو ٹھوکر لگی۔ نبی اکرم نے خطبہ درمیان میں چھوڑا' نیچے اتر آئے۔ حسنؓ کو اپنی گود میں اٹھایا' لے کے منبر کی طرف چلے۔ لوگوں نے تعجب کیا' اللہ کے حبیبؐ نے خطبہ درمیان میں چھوڑ دیا؟

آپ نے فرمایا

ان ابنی هذا سید

لوگو! تم کو کیا معلوم ہے کہ ابھی ابھی جبرائیل نے مجھ کو آ کے کہا ہے کہ اے نبی! یہ تیرا بیٹا سردار ہے۔ کیوں سردار ہے؟ لڑے گا؟ جنگ کرے گا؟

نہیں۔ اس لئے سردار ہے

لیصلح الله علی یدیه بین طائفتین عظیمتین من المسلمین

اس لئے سردار ہے کہ اللہ اس کے ہاتھ پہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان

صلح کروائے گا۔ کن کے درمیان؟ کن کے گروہوں کے درمیان؟

کہتے ہیں لڑنے والا کافر تھا۔ امام معصوم' ناطق وحی' دونوں گروہوں کو مسلمان کہہ رہا ہے' تو کافر کہہ رہا ہے۔ کون سچا ہے؟

جس پہ رب کا قرآن آیا' جس پہ جبرائیل امین آیا وہ سچا ہے کہ تو سچا؟

نبی نے دونوں گروہوں کو مسلمان کہا اور آج تیری کتابوں سے مسلمان ثابت کر کے جاؤں گا۔ ذرا پہلے بات کو سمجھ لے' پورا قصہ سمجھ لے۔

حضرت حسنؓ نے اپنے کمانڈروں کو کہا! ''میں نے معاویہؓ سے صلح کا فیصلہ کرلیا ہے۔''

انہوں نے پوچھا صلح کس طرح ہوگی؟

کہنے لگے ''میں امامت سے دستبردار ہو جاؤں گا۔''

کہنے لگے مانو گے کس کو؟

کہنے لگے ''امیر معاویہؓ کو۔''

ایک شیعہ آگے بڑھا۔ یہ تیری کتاب الارشاد شیخ مفید کی۔

کائنات کا کوئی شیعہ آئے۔ بیگم کوٹ میں کھڑے ہو کر پوری کائنات کے شیعوں کو میرا چیلنج ہے۔ پنجاب کے نہیں' پاکستان کے نہیں کہ ان کو عربی کے دو حرف پڑھنے نہیں آتے۔ ساری کائنات کے شیعوں کو' عرب کے شیعوں کو' عجم کے شیعوں کو۔ کوئی ماں کا لال آئے۔ میرا حوالہ غلط ثابت کر کے دکھائے۔ کعبے کے رب کی قسم ہے۔ لاہور میں رہنا چھوڑ دوں گا اور کتاب کسی ایرے غیرے' نتھو خیرے کی نہیں۔ کتاب شیخ مفید کی ''الارشاد'' وہ مفید جس کی عظمت یہ ہے' جس کا مقام یہ ہے کہ اس کو موسیٰ کاظم ساتویں امام' امام معصوم کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا' طبرسی نے اپنی کتاب میں لکھا' اربلی نے اپنی ''کشف الغمہ'' میں لکھا' ملا باقر مجلسی نے ''جلاء العیون'' میں لکھا۔ شیعان علی' شیعان حسن' شیعان حسین' تم اہل بیت کے ساتھ یہ سلوک آج سے نہیں کر رہے۔ یہ سلوک پرانا چلا آ رہا ہے۔ کہتے ہو

''یزید نے ان کی مستورات کی توہین کی'' تھی کی ہوگی۔ میں کہتا ہوں آج تم خانوادہ حسین کی عورتوں کی توہین کرتے ہو کہ بازاروں میں گندی زبانوں کے ساتھ ان کے نام لیتے

ہو۔کون ہے جو اپنی ماں کا نام بازاریوں کے سامنے لینا گوارہ کرے؟

یہ حسینؓ' یہ حسنؓ' یہ علیؓ تمہارے ہاتھوں کے اتنے ستائے ہوئے' زندگی میں بھی تم ستاتے رہے' موت کے بعد بھی تم نے ان کو معاف نہیں کیا۔کیا کہتے ہیں؟

آج کسی معمولی آدمی کی بیوی کا تذکرہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہتے اس کا نام یہ ہے۔ کہتے ہیں مسز فلاں' مسز خاں' مسز مرزا' بیگم سید۔اس کا نام نہیں لیتے' اس کے شوہر کا نام لیتے ہیں۔کیوں؟

کہتے ہیں کہ نام لیتے ہیں تو ہین ہوتی ہے۔او میرے نبی کی نواسیاں ہی ایسی ہیں جن کے نام تم بازاروں میں لئے پھرتے ہو۔کوئی خدا کا خوف کرو۔وہ لوگ جو نبی کی بیٹیوں کے نام بازاروں میں لئے پھرتے ہیں انہیں حیا کرنا چاہئے۔کبھی اپنی بہن کا' اپنی ماں کا نام بھی سر بازار لیا ہے؟

اس لئے علیؓ نے معاویہؓ کو مخاطب کر کے اپنے شیعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔تمہاری کتاب! ''نہج البلاغہ'' کی روایت ہے۔حضرت علی نے کہا

کاش معاویہؓ! میرے ساتھی تیرے اور تیرے میرے ہوتے۔ پھر میں دیکھتا کہ تو میرا مقابلہ کر سکتا ہے کہ نہیں۔میرے تو پلے ہی بے ایمان پڑ گئے ہیں۔

کتاب تیری! آج پہلی مرتبہ کتاب ساتھ لے کے آیا ہوں۔کوئی یہ نہ کہے کہ عربی کا ماہر ہے' عربی بولتا ہے' عربی جانتا ہے' عربی کی عبارت بنا لینا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔سن لو! شیعہ کے نزدیک ساری کائنات میں سب سے مقدس کتاب اگر کوئی ہے تو نہج البلاغہ ہے۔قرآن نہیں۔کیوں؟

کہتے ہیں قرآن تبدیل ہو گیا ہے۔قرآن بدل گیا ہے۔میں نے دو سال پہلے وعدہ کیا تھا کہ کبھی اس موضوع پہ بھی گفتگو کروں گا۔لیکن کیا کروں۔بڑے مسئلے ہیں۔وعدہ ہے پرسوں ان شاءاللہ اس موضوع پر گفتگو فاروق آباد میں ہوگی۔صرف قرآن کے مسئلے پر ان شاءاللہ۔

سنو ذرا بات! قرآن مانتے نہیں۔حدیث مانتے نہیں۔ان کی سب سے مقدس کتاب کون سی؟

''نہج البلاغہ''۔ہم نہیں مانتے۔ان کی کتاب ہے' ہماری نہیں' ان کی کہ

انہی کی محفل سنوارتا ہوں
چراغ میرا ہے رات ان کی
انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

آ ؤ! تمہاری کتاب‘ تم نے چھاپی‘ تم نے طبع کی‘ تم نے حاشیہ چڑھایا‘ تم نے دنیا میں روشناس کروایا اور تم نے کہا کہ امام علیؓ کی‘ کلام علیؓ کا‘ کتاب علیؓ کی‘ بات تیری‘ عقیدہ تیرا‘ وصف تیرا‘ زبان میری۔ حقیقت سن لے‘ علیؓ تیرے بارے میں کیا کہتا ہے؟ فرمایا

لو ددت واللہ

ٹیپ ریکارڈرز بھی محفوظ کر رہی ہیں اور تم بھی سن رہے ہو۔ سی آئی ڈی بھی میرے لئے بہت آئی ہے۔ خدا ان کو خوش رکھے۔ جو بات ایوانوں میں نہیں پہنچ سکتی‘ ان کے ذریعے پہنچتی ہے اور ہماری باتیں تو بہت نوٹ کرتے ہیں اوروں کی کم کم۔ جلسے اور بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے سپیشل برانچ سے لوگ آتے ہیں۔ ہم نے کہا ان کے لئے کیوں نہیں آتے ہو؟ کہنے لگے کہ

’’تو کھٹکتا ہے‘‘ دل یزداں میں کانٹے کی طرح
’’وہ‘‘ فقط اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

انہوں نے کیا کرنا ہے اور سن لو! آ ؤ۔ کوئی ماں کا لال ایک لفظ میں غلطی دکھا دے۔ کعبے کا رب گواہ ہے۔ لاہور میں کھڑے ہو کے کہہ رہا ہوں۔ سن لو!

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

یا اپنے نام کو تبدیل کر لے یا اپنے کام کو تبدیل کر لے۔ علیؓ نے تیرے بارے میں کیا کہا ہے اور معاویہؓ کے ساتھیوں کے بارے میں کیا کہا

لو ددت واللہ

کعبے کے رب کی قسم ہے۔ علی تو اگر قسم نہ کھائے تب بھی تجھ پر اعتبار ہے۔ تو قسم کھا کے کیوں کہتا ہے؟

کہا اس لئے کہتا ہوں کہ میرے ماننے والے بڑے بے اعتبارے ہیں۔ اس لئے قسم

کھا کے کہتا ہوں۔ ''نہج البلاغہ'' بیروت کا چھپا ہوا ہے ص ۱۴۲

" لو ددت واللہ "

طالب علم اور علماء بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے کہتا ہوں۔ صرف ودت بھی نہیں کہا لوددت کہا۔ قسم بھی کھائی اور لام تاکید کا بھی لائے۔ پتہ تھا۔ انہوں نے دین ہی کو جھوٹ کے نام پہ ترویج دینا ہے۔ اس لئے دوہری تاکید کی۔ وددت نہیں کہا۔

لوددت واللہ ان معاویة صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشر منکم و اعطانی رجلا منھم۔ (نہج البلاغہ ص: ۱۴۲)

''او میں رب کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ معاویہؓ کے ساتھی سچے میرے ساتھی کھوٹے''

" صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم "

''میرے سونے کے بنے ہوؤں کو لے لے' مجھ کو لوہے کے بنے ہوئے دے دے۔''

کیوں؟ یہ بے ایمان اور اس کے ساتھی ایمان دار۔ کیا کہا؟

سن لے اس کو تو امام معصوم مانتا ہے۔ میں نبی کا چوتھا خلیفہ راشدؓ مانتا ہوں۔ کہا

" فاخذ منی عشرة منکم "

کاش! میرے دس ساتھی لے لے اپنا ایک دے دے۔

اتنے کھوٹے' اتنے کھوٹے کہ دوسری جگہ اسی نہج البلاغہ میں کہا ہے

اتنے بے ایمان؟

علیؓ کتنے؟ کہا اتنے کہ اگر ان کو پیالہ رکھنے کے لئے دوں تو اس کا کڑا چرا کے بھاگ جائیں۔

فلوا ائتمنت احدکم علی قعب لخشیت ان یذھب بعلاقته

اگر میں لکڑی کا پیالہ ان کے پاس امانت رکھوں' ان کو اور کچھ نہیں ملے گا تو اس کا دستہ ہی اکھاڑ کر لے جائیں گے۔ اتنے ایماندار؟

یہ علیؓ کہتا ہے۔ پھر اسی نہج البلاغہ میں کہا

اللھم انی قد مللتھم و ملونی و سئمتھم و سئمونی

اللہ! میں ان سے تنگ یہ مجھ سے تنگ اور بس؟

او نہج البلاغہ تیرا۔ کہا

فابدلنی بهم خيرا منهم وابدلهم بي شرا مني اللهم مث قلوبهم كما يماث الملح في الماء۔ (نہج البلاغہ ص:۶۷)

اللہ ان پر تیری لعنتیں۔ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں ان پر اپنا عذاب نازل کر۔ ان کو اس طرح پگھلا دے جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

یہ علی اپنے ساتھیوں کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔

باپ نے کہا ہوا تھا حسن کو باپ یاد آیا۔ امام مانتے ہیں۔ امام معصوم مصلے پہ بیٹھا ہے۔ صلح کی بات کی۔ الٰہی شیعوں میں سے ایک آگے بڑھا۔ اس نے نیچے پڑا ہوا مصلیٰ نیچے سے کھینچ لیا اور کہنے لگا

يا مذل المومنين

تو امیر المومنین نہیں تو "مذلل المؤمنین" ہے۔

"الارشاد" شیخ مفید کی "اعلام الوریٰ" طبرسی کی "فی حالات الامام المجتبی الحسن" شیخ مفید لکھتا ہے

"مصلیٰ نیچے سے کھینچ لیا اور کہنے لگے تو امیر المومنین نہیں مومنوں کو ذلیل کرنے والا ہے تو مذلل المومنین ہے۔ حسنؓ نے دیکھا کہا میں نے ذلت کی بات کیا کی؟

کہنے لگے تو معاویہؓ سے صلح کرتا ہے۔ ہائے! حسنؓ نے جواب دیا جس کے ساتھی تم جیسے ہوں گے وہ صلح نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا؟

ایسے بے وفا ساتھی...... پھر حسن نے تاریخی الفاظ کہے۔ اسی مفید نے لکھا' اسی طبرسی نے لکھا' اربلی نے "کشف الغمہ" میں لکھا' ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" میں لکھا۔ حضرت حسنؓ نے کہا

مجھے ڈر ہے اگر میں جنگ کے لئے نکلوں' تم برادران یوسف ہو۔ مجھے عین معرکہ میں پکڑو گے اور معاویہؓ کے پاس فروخت کر دو گے۔ دو باتیں ہوں گی۔ یا معاویہؓ مجھ کو احسان کر کے چھوڑ دے گا یا میری گردن اڑا دے گا۔ اگر گردن اڑا دی تو رسولؐ کا نواسہ مارا جائے گا۔ اگر احسان کر کے چھوڑ دیا تو قیامت تک میں اس کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ میں عزت کے ساتھ صلح کر لوں۔ کہنے لگے نہیں۔ ہم صلح کے لئے تیار نہیں۔ ہم

کشتوں کے پشتے لگا دیں گے

اسد علی و فی الحروب نعامة

باتوں میں شیر اور جنگ میں بھیڑ

یہ ضیاء الحق کی حکومت ہے۔ ضیاء الحق کی مارشل لاء اتنی نازک بی بی ہے جس کو جو چاہے کر جائے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آ بگینے کو ٹھیس نہ لگ جائے۔

جناب جنرل صاحب! اگر حکومت نہیں ہو سکتی تو گھر جا کے آرام سے بیٹھو۔ یہ پاپڑ بیلنے کی ضرورت کیا ہے؟

یہ بھی آ گئے ہیں مطالبہ لے کر۔ ان کی تاریخ میں کہیں جدوجہد نہیں ہے۔ اگر یہ قربانیاں دینے والے ہوتے تو حسین کربلا میں شہید نہ ہوتا' حسنؓ اپنی خلافت سے دست بردار نہ ہوتا۔ یہ مرنے والے کہاں سے آئے؟

سنو! حضرت حسن کے ساتھی کہنے لگے مر جائیں گے۔ حضرت حسنؓ نے کہا کوئی بات نہیں۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا

صبح میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھا کے بھی دیکھ لو۔ میں صلح نہیں کرتا۔ صبح گئے۔ صفیں آراستہ ہوئیں۔ ادھر سے معاویہؓ کا لشکر بھی نکلا' ادھر سے حسنؓ کا بھی نکلا۔ دونوں طرف سے لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہوئے۔ ابھی حضرت حسنؓ اپنی صفوں کا معائنہ کر رہے ہیں کہ ایک شیعہ اٹھا۔ کون اٹھا؟ شیعہ اٹھا۔ حضرت حسنؓ کا ساتھی اٹھا۔ پشت سے خنجر کا وار کیا۔ نبی کے نواسے کی کمر سے نکلتا ہوا خنجر پوری ران کو پھاڑتا ہوا نکل گیا۔

بے وفائی ان کی دیکھا چاہیے

اسی لئے تو کسی نے کہا تھا

"الکوفی لا یوفی"

اسی طرح جس طرح پنجاب میں کہتے ہیں

ارائیں کسے دا نہیں سائیں

ہم نے کبھی ارائیوں کو یہ بات نہیں کی۔ سارے ہمارے اہل حدیث دوست ہیں۔ لیکن جب سے ضیاء الحق ارائیں دیکھا ہے ہمیں اس بات پر بھی یقین آ گیا ہے اور پتہ نہیں

جونیجو نے اس پر کس طرح اعتبار کرلیا ہے؟

اعتبار کر کے بے چارہ

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

اور جس پیر کا مرید تھا وہ پیر مرید ہی نہیں مانتا۔ کہتا ہے ہم نے ٹھیکے پر دیا تھا۔ یاروں نے قبضہ کرلیا ہے۔ پیر پگاڑو کہتا ہے ہم نے ٹھیکے پر دیا تھا۔ ان کو پتہ نہیں کہ ٹھیکے پہ دینا کام مشکل ہی ہوتا ہے۔

تو کہنے لگے

كوفي لا يوفي۔

ان سے وفا کی امید ۔

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

خنجر مارا' حسنؓ گرے واپس مدائن میں آئے۔ مرہم پٹی کی گئی۔ معاویہؓ کو پیغام بھیجا معاویہؓ صلح کے لئے تیار ہوں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ آ جاؤ میرے ساتھ صلح کرلو۔ امیر معاویہؓ نے جواب بھیجا شرائط کیا ہیں؟

کہنے لگے۔ میں تیرے حق میں دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں۔ یہاں سے بات سمجھنا ذرا۔ ان شاء اللہ ایک دفعہ سمجھ آ گئی پھر قیامت تک دنیا کی کوئی طاقت گمراہ نہیں کرسکتی۔ اور ایک مسئلہ ہی یاد کرلو' قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ذاکر بھی اس چکر سے باہر نہیں نکل سکتا' کہو تو سہی ذرا باہر نکل کر دکھائے۔ عقیدہ یہ ہے جو کہ میرے بیٹے (ابتسام) نے ابھی بیان کیا۔ اس کے لئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ اسے حق آگاہ' حق آشنا' حق کا داعی اور حق کا علمبردار بنائے۔ ہم نے تو اللہ کے فضل سے اپنے رب کے دین کے لئے' اپنے آقا کے دین کے لئے اپنی اولاد کو وقف کر رکھا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

سن لو ذرا بات۔ کوئی بات یاد کرلو۔ قیامت تک یاد رکھنا اور جس کو پوچھو اس کو کہو حضرت جی جواب ذرا سیدھا سادھا دو۔ چونکہ' چنانچہ' اگرچہ' مگر چہ نہ لگاؤ۔ سیدھی سیدھی

بات کرو۔ تمہارے نزدیک امام کیا ہوتا ہے؟ معصوم۔ جس طرح نبی معصوم ہوتا ہے۔ اس طرح امام بھی معصوم ہوتا ہے۔ اور معصوم کس کو کہتے ہیں؟ جس سے کوئی غلطی ہو سکتی نہیں۔

اب بتلاؤ۔ ''الارشاد'' شیخ مفید کی' چھپی ہوئی تہران کی' چھاپہ خانہ ایران کا اور مکتبہ قم کا جہاں کا خمینی رہنے والا ہے۔ اس کی چھپی ہوئی کتاب ص ۱۹۰' ۱۹۱۔ کتاب بھی شیعہ کی' مکتبہ بھی شیعہ کا' پریس بھی شیعہ' شہر بھی شیعہ' ملک بھی شیعہ۔ سنو! اس کتاب کے ۱۹۰ اور ۱۹۱ صفحہ میں لکھا ہے کہا معاویہؓ میری چار شرطیں ہیں۔

میں تیرے حق میں دستبردار ہوتا ہوں۔ تو امام میں مقتدی' تو حاکم میں محکوم' تو خلیفہ میں رعایا۔

کون کہہ رہا ہے؟ امام معصوم امام حسنؓ

میں نے چند دن پہلے مصطفیٰ آباد لاہور میں کہا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کا خط پڑھا اور دنیائے اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا بلینک چیک جاری کیا۔؟ بلینک چیک جانتے ہو کس کو کہتے ہیں؟ سادہ چیک۔ جس پر دستخط ہوں اور رقم نہ لکھی ہو کہ جتنی جی چاہے رقم بھر لو' جو جی چاہے لکھ لو مجھے منظور ہے۔

اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا بلینک چیک امیر معاویہؓ نے دیا اور حضرت حسنؓ نے لیا۔ امیر معاویہؓ نے خالی کاغذ پہ دستخط کر کے بھیجے۔ کہا حسن جو شرط چاہے لکھ لے۔ مجھے بغیر سنے ہوئے منظور ہے۔ حضرت حسنؓ نے چار شرطیں لکھیں۔

کہا کہ میرے شیعہ بڑے بے وفا ہیں لیکن میں علیؓ کا بیٹا بے وفائی کرنا نہیں جانتا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ میرے شیعوں کو اور میرے باپ کے شیعوں کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

دوسری شرط۔ میری بود و باش کے لئے' میرے اخراجات کے لئے' میرے خاندان کے لئے ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کیا جائے گا۔

کس سے لے رہے ہیں؟

حضرت امیر معاویہؓ سے۔ یہ کافر تھا تو اس کا مال کیسے جائز ہو گیا۔

کہا تیسری شرط یہ ہے کہ جب تک حکومت کرو گے یا قرآن پر عمل کرو گے یا سنت رسولؐ پر عمل کرو گے۔ بس؟

کہا نہیں۔شرط یہ ہے کہ حکومت اس طرح کرو گے جس طرح صدیق و فاروق نے کی تھی، خلفاء راشدین کے طریقے پر۔امیر معاویہؓ نے کہا منظور ہے۔۴۱ھ میں چند مہینے کے بعد حضرت حسنؓ خلافت سے دستبردار ہو گئے اور امیر معاویہؓ کو متفقہ طور پر اجماع کے ساتھ بغیر کسی اختلاف کے امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین مان لیا گیا۔کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔حضرت حسن گے امیر معاویہؓ کو اپنے گھر بلایا اور کہا آؤ میں تیری بیعت کرتا ہوں۔

چھپ کر، پوشیدہ طور پر، لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہو کر؟

''رجال کشی'' کا حوالہ۔تیری کتاب، تیسری صدی ہجری کی، کربلا میں چھپی، چھاپنے والا بھی شیعہ، لکھنے والا بھی شیعہ، حاشیہ چڑھانے والا بھی شیعہ اور جس بستی میں چھپی وہ بستی بھی شیعہ۔''رجال کشی''، تیسری صدی کا مصنف، صفحہ ۱۰۲، کربلا کی چھپی ہوئی۔تیرے امام کی لکھی ہوئی۔کہا امیر معاویہ کو بلایا، کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے باپ کے منبر پر بٹھایا۔حسنؓ اپنے بھائی حسینؓ کو لے کر منبر سے نیچے بیٹھے۔حضرت امیر معاویہؓ کو منبر کے اوپر بٹھایا۔پھر کھڑے ہوئے ساری قوم کو خطاب کیا۔

کہا لوگو! سن لو! آج کے بعد مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔ہم نے امیر معاویہ کو اپنا امام مان لیا ہے۔

جو تیرے امام معصوم کا بھی امام تو اس کو امام کیوں نہیں مانتا؟

تو غیر معصوم تیرا امام معصوم......اور جا ایک بات لکھتا جا

آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

آج تم سننے پہ آئے ہو تو ہم بھی ان شاء اللہ سنا کے جائیں گے۔

شاید بقید زیست یہ ساعت نہ آ سکے
تم داستان شوق سنو اور سنائیں ہم

سن لو پھر اور میری پیشین گوئی بھی سن لو۔

ضیاء الحق کے دور میں بیگم کوٹ کی یہ آخری تقریر ہے۔اس کے بعد ضیاء الحق نہیں رہے گا۔

اونچی بولو وہابیو

ضیاء الحق......نہیں رہے گا

اونچی بولا ذرا۔ آدھی رات کا وقت ہے اور آدھی رات کا وقت قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

اس کے بعد ضیاء الحق ...... نہیں رہے گا

ذرا ہاتھ اٹھا کے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے۔

ضیاء الحق ...... نہیں رہے گا

شیعوں کا پشت پناہ ...... نہیں رہے گا

شیعوں کے سامنے جھکنے والا ...... نہیں رہے گا

سنیوں کو ذلیل کرنے والا ...... نہیں رہے گا

ان شاء اللہ

سن لو بات۔ یہ آخری تقریر ہے۔ کہتے ہیں وہابی پیشین گوئی نہیں کرتے۔ او علاقے کے بریلویو وہابی کی پیشین گوئی سن لو۔ یہ گرتی ہوئی دیوار ہے۔ جو مولوی اس دیوار کے نیچے آئے گا خود بھی مر جائے گا۔

سن لو ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جس نے پکڑا اس کے سامنے جھک گیا۔ جرنیل نہ ہو گیا' موم کی ناک ہو گئی اور عجیب ہے۔ شب موم کر لیا۔ سحر آہن بنا لیا۔ صبح آہن بنے ہوئے۔ مطالبہ آیا تو موم ہو گئے۔ یہ مومن ہمیں نہیں چاہیئے۔ کعبے کے رب کی قسم ہے جتنا نقصان اس دور میں پہنچا ہے' پوری پاکستان کی تاریخ میں اتنا نقصان نہیں پہنچا۔

کل تمہیں یاد ہو گا کہا گیا جو لکھ دے میں شیعہ ہوں زکوۃ سے مستثنیٰ' جو لکھ دے میں شیعہ ہوں عشر سے مستثنیٰ' جو لکھ دے میں شیعہ ہوں ہاتھ کاٹنے سے مستثنیٰ' جو لکھ دے میں شیعہ ہوں دروں سے مستثنیٰ۔ یہ سارے قانون سنیوں کے لئے رہ گئے ہیں؟

لوگوں نے پانچ پانچ روپے کے سرٹیفکیٹ لے کر اپنے آپ کو شیعہ شو (ظاہر) کیا۔ اس شخص نے مجموعی طور پر لوگوں کو شیعیت کی طرف دھکیلا

بتلاؤ! قیامت کے دن صدیقہ کائنات کے سامنے تیرا جواب کیا ہو گا؟

جب حضرت عائشہؓ ان کا باپ صدیقؓ ان کا چچا عمرؓ ان کا داماد عثمانؓ تیرے گریبان میں ہاتھ ڈال کے پوچھے گا۔ اپنی حکومت کے لئے ہماری عزت کو داؤ پر لگاتا رہا۔ جواب کیا دے گا؟

اپنے اقتدار کے لئے اور وہ اقتدار جو کبھی پائیدار نہیں ہوتا۔ ابوالکلام آزاد نے کہا تھا ''اقتدار یہ گرتی ہوئی دیوار ہے''

دنیا کا کوئی شخص گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہیں دے سکتا۔ یا ڈھلتی ہوئی چھاؤں ہے کہ کوئی شخص چھاؤں کو پکڑنا چاہے تو پکڑ نہیں سکتا اور آج کل ہائے۔

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے

ہم سے بگاڑی اندھوں سے یارانہ لگایا۔ پھر نتیجہ؟

ایک صحافی مجھے کہنے لگا۔ اب کے مرتبہ حضرت صاحب آئے۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا جیسے...... ہائے۔

شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

ہم نے کہا

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اب اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کارواں ہو کر

وہی اسمبلی جو خود بنائی تھی۔ اسی اسمبلی نے نیچے سے کرسی کے پاوے کھینچ لئے ہیں اور حضرت صاحب بغیر پاؤں کی کرسی کے اوپر بیٹھے ہوئے معلق ہیں۔ سن لو! یاد رکھو! صدیق و فاروق و عثمان سے بے وفائی کرنے والا کبھی رب کی دھرتی پر زیادہ دیر تک حکمران نہیں رہ سکتا۔ وفا کرو وفا' تب یہ چراغ جلیں گے۔ تم نے کیا سمجھا ہے۔ ہم کو اذیتیں دو۔ تکلیفیں دو۔ ہم پہ پابندیاں لگاؤ۔ جس شہر میں جاؤ پابندی۔ ہر جگہ پابندی ہی پابندی۔ ہم نے کہا ہم نے بگاڑا کیا ہے؟

کہنے لگے تم اس گئے گزرے دور میں محمد ﷺ کا نام لیتے ہو۔ ہم نے کہا۔ پھر سن! لو محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کی عظمت کو گواہ بنا کے کہتا ہوں۔ کائنات کے رب کی قسم ہے سب

کچھ بند کرلو دل بند' زبان بند' روح بند' جسم بند لیکن یاد رکھو سرور کائنات کے صحابہؓ کی محبت کو دنیا کی کوئی طاقت ہمارے سینوں سے جدا نہیں کرسکتی۔

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

تم نے کیا سمجھا ہے؟ کیا جانا ہے؟ یہ تیری کتاب ''رجال کشی'' اس کا حوالہ۔ یا اپنی کتاب کو آگ لگا دے یا اپنے جھوٹے عقیدے کو آگ لگا دے۔ سن لے! تیری کتاب کیا کہتی ہے؟

معاویہؓ کو منبر کے اوپر بٹھایا اور منبر کہاں رکھا؟

مسجد میں اور مسجد کہاں کی؟

کوفے کی اور کس کی؟

حضرت علیؓ کی اور منبر کس کا؟

علی کا۔

مسجد علیؓ کی' بیٹا علیؓ کا' منبر بھی علی کا اور اوپر معاویہ بیٹھا ہے۔ کہا کائنات کے لوگو سن لو! میں علیؓ کا بیٹا حسنؓ معاویہؓ کی بیعت کر رہا ہوں۔ پھر کہا

اقدم انت و الحسین و اصحاب علی۔ (رجال کشی ص:۱۰۲)

پھر حسین کی طرف دیکھا۔ حسین اٹھو! جس کو حسن نے امام مانا تم بھی امام مانو۔ پھر حسین نے مانا۔ پھر کمانڈر انچیف قیس بن سعد بن عبادہ کو کہا اٹھو! جس کو ہم نے امام مانا تم بھی اس کو مانو۔ یہ فوجی آدمی تھا۔

فوجی ذرا مشکل ای سمجھدے نیں۔ سمجھدے نیں پر ذرا دیر نال سمجھدے نیں۔

کہا اٹھو بیعت کرو۔ کہنے لگا مجھے نہ ہی مجبور کرو تو اچھا ہے۔ کہا کرو۔ یہ تیری کتاب کا حوالہ' کشی کہتا ہے' تیسری صدی ہجری کا' گیارہ سو سال پہلے کی کتاب' تیری کتاب' لکھنے والا بھی تو' چھاپنے والا بھی تو' حاشیہ چڑھانے والا بھی تو' بیچنے والا بھی تو اور پڑھنے والے ہم ہیں۔ بدقسمتی تو یہ ہے پڑھنے والے بھی ہم اور سنانے والے بھی ہم اور تجھ کو کہتے ہیں سنتا جا شرماتا جا یا اپنی عاقبت کو بناتا جا' اپنے عقیدے کو تبدیل کرتا جا اور معاویہ کے دامن سے وابستہ

ہوتا جا۔ آ جا

کہا "قم فبایع"

اٹھو بیعت کرو۔

فالتفت الی الحسین

کمانڈر نے حسین کی طرف دیکھا۔ سوچا یہ جوان آدمی ہے ذرا کچھ خیال کرے گا۔

فقال یا قیس انه امامی۔ (رجال کشی ص:۱۰۲)

او قیس میری طرف کیا دیکھتے ہو۔ جس کو میرے بھائی نے امام مانا' اس کو میں نے بھی اپنا امام مانا ہے۔ پھر سن ۴۱ھ میں امت کا اتفاق ہو گیا۔ کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔ کوئی ماں کا لال بتلائے کہ اس زمانے میں ایک آدمی باقی رہا ہو جس نے حسین کے ساتھ' حسن کے ساتھ معاویہ کی بیعت نہ کی ہو۔ ایک بتلا دو ایک۔ ابھی تو معاویہ کی بات ہو رہی ہے' میں مسئلہ ثابت کروں گا ابوبکر کی بیعت کا۔ جب معاویہ کی بیعت ثابت ہے تو پھر صدیق کو ماننے سے کیوں انکار ہے؟

تم تو معاویہ کو ماننے پر مجبور ہو۔ حسین کی بات سن لے۔ ''الارشاد'' شیخ مفید کی صفحہ ۲۰۰۔ سن ۴۷ھ میں حضرت حسن کا انتقال ہوا۔ یہ امام مفید کی لال کتاب نظر آ رہی ہے۔ لال کتاب تیرے خون کی طرح۔ ویسے تیرے خون کا رنگ تو سرخ ہے اندر سے سفید ہے۔ سفید نہ ہوتا تو حسین اور حسن کو کیوں چھوڑتا؟ ان کے طریقے کو کیوں چھوڑتا؟

ص ۲۰۰ کتاب ''الارشاد'' شیخ مفید کی۔ سن لے اور تو

قاصد کے آتے آتے میں خط اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

میری یہ کتاب ''الشیعۃ و اہل البیت'' عربی زبان میں آج سے تین برس پہلے چھپی ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ چھپ چکی ہے۔ انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

انڈونیشیا' ملائیشیا کی زبان میں' فارسی میں' تامل میں اور ترکی میں میری کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ آج تک کسی ماں کے لال کو اس حوالے کا جواب دینے کی جرات نہیں ہو سکی اور نہ ہی قیامت تک ہو سکتی ہے۔ ان شاء اللہ

ایک ہی حوالہ۔ تم بھی لکھ لو۔ لکھ لو میرے خطیبو لکھو' شیخ مفید' اس کی کتاب ''الارشاد'' ص ۲۰۰' طبرسی کی ''اعلام الوریٰ'' اربلی کی ''کشف الغمہ'' مجلسی کی ''حیات القلوب'' ابن الصباغ کی ''الفصول المہمہ'' پانچ کتابیں۔ یہ کتاب ''الارشاد'' شیخ مفید کی ۴۱ ھ میں حضرت حسن و حسین نے امیر معاویہ کی بیعت کی اور ۴۷ ہجری میں حضرت حسنؓ کا انتقال ہو گیا۔ پھر کیا ہوا؟

جب شیعان حیدر کرار نے دیکھا۔ حسن فوت ہو گئے۔ کہا

لما مات الحسن عليه السلام تحركت الشيعة بالعراق و كتبوا الى الحسين عليه السلام فى خلع معاوية و البيعة له

جب حسن کا انتقال ہوا شیعان علی نے...... لفظ سن لو۔ کوئی یہ نہ کہے یہ شیعہ شیعہ تم اپنے پاس سے کہہ رہے ہو۔ یہ لفظ بھی شیعہ کا اپنا۔ تحركت الشيعة بالعراق۔ عراق کے شیعہ' کوفے کے شیعہ نے حسینؓ کو خط لکھا۔

تیری کتاب۔ اہل حدیث کی کتاب نہیں۔ اہل حدیث کی ایک ہی کتاب تھی جس کو پہلے پڑھا۔ ایک ہی کتاب یہ قرآن جو محمد عربی ﷺ پہ نازل ہوا۔ اب سارے حوالے تیری کتاب کے۔ کہا

تحركت الشيعة بالعراق و كتبوا الى الحسين عليه السلام لخلع معاوية و البيعة له

حسینؓ کو شیعوں نے خط لکھا۔ حسینؓ! معاویہ کی بیعت توڑ دو' اس کی امامت کا جوا اپنی گردن سے اتار دو۔

مطلب یہ ہے پہلے جوا گردن میں ڈالا ہوا تھا۔ کہا اتار دو' بیعت توڑ دو۔ کیوں؟

اس لئے کہ اصل صلح حسن نے کی تھی۔ اب حسن نہیں رہا' صلح بھی باقی نہیں رہی۔

یہ بے وفاؤں کی بات ہے اور وفادار کا جواب کیا ہے؟

ذرا وہ بھی سن لے۔ علی کا بیٹا حسین' حسن کا بھائی حسین وفادار ہے۔ کہا

فامتنع عليهم و ذكر ان بينه و بين معاويه عهدا

حسینؓ نے معاویہؓ کی امامت توڑنے سے انکار کر دیا اور کہا حسین جیتے جی معاویہؓ کی بیعت توڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کس نے لکھا ہے میری جان؟ ادھر آ قریب آ جاؤ' دل

تبدیل کرلو۔ ذرا پاس تو آؤ' ذرا ہم سے کچھ سنو تو سہی۔

کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا

دور بیٹھ کے تیر چلاتے اور معاویہؓ کو گالیاں دیتے ہو۔ بولو! جس کا مقتدی حسین جیسا آدمی ہے' وہ امام کیسا ہوگا؟ کبھی سوچا ہے؟

اور تو نے اپنی روائتی بے وفائی کی طرح توڑنے کی طرف بلایا۔ حسین نے بیعت توڑنے سے انکار کردیا۔

فامتنع الحسين

حسین نے کہا میں جیتے جی معاویہ کا عہد توڑنے کے لئے تیار نہیں۔

سن ۶۰ ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ ذرا یاد کرلینا بات کو۔ اگر یاد کرلو گے تو قیامت تک پھر ہمارے پاس پھنس جاؤ گے۔ مرضی ہے یاد کرو۔ مرضی ہے نہ کرو۔ ہم تو اپنی بات سنائیں گے۔

وَ مَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (یٰس:۱۷)

ہمارے آقا کو بھی رب نے یہی کہا۔ ہمارا کام سنانا' رب کا کام منوانا۔ ہم سناتے ہیں' رب سے دعا کرتے ہیں رب تیرے سینے کو حق کے لئے کھول دے۔

ماشاءاللہ یہ موحدوں کا جم غفیر اور سن لو تمہیں اپنی ذات کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ہے۔ اللہ کی قسم ہے۔

اگر جواں ہوں میری قوم کے جسور و غیور
قلندری میری کچھ کم سکندری سے نہیں

اگر تم بیدار ہو جاؤ۔ ساری کائنات کی طاقت تم کو نہیں دبا سکتی۔ اس لئے کہ حق تمہارے پاس ہے۔ اور ہم نہیں کہتے' بیگانے بھی مانتے ہیں۔ آج جس طرح یہ یار مان رہے ہیں ناں اسی طرح درود پڑھنے والے یار بھی مانتے ہیں۔ اشتہار چھپوایا ہے۔ کہا کیا ہے؟

کہا ہے ہم اذان سے پہلے جو درود پڑھتے ہیں وہابی اس کے خلاف کوئی دلیل بتلائیں۔ ہم نے کہا پڑھتے تم ہو دلیل ہم بتلائیں؟

ہائے! کیا عجیب بات ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آج یہ مسئلہ بھی ذرا صاف ہو جائے۔ یزادنی صاحب بڑے ناراض ہو رہے ہیں کہ آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا جواب کس کو دیں۔ ایک کتاب البریلویہ لکھی۔ آج تک بے چارے گلے پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ اب جواب دیں گے' اتنے ناراض ہو جائیں گے کہ پھر ان محبوبوں کو منانا ہمارے لئے مشکل ہو جائے گا۔ اور یہ ہیں بھی اتنے محبوب کہ پان کھا کے آتے ہیں' سرمہ لگا کے آتے ہیں' زلفیں لٹکا کے آتے ہیں اور کلہ سجا کے آتے ہیں۔ ان کو ناراض کر کے ہم کہاں جائیں گے؟

سنو! کعبے کے رب کی قسم ہے میری بات آج سن لو۔ آج تک میں نے کبھی تفاخر کے ساتھ بات نہیں کی۔ لیکن آج میری بات یاد رکھو۔

اللہ رب العزت کی قسم ہے...... کائنات کے اندر کوئی مسلک اگر بالکل انہی تعلیمات کا حامل ہے جو محمد عربی ﷺ نے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو عطا کی تھیں تو وہ صرف مسلک اہل حدیث ہے اور کوئی مسلک نہیں ہے۔

سنو تو سہی! او اہل حدیثو!

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
''تمہیں'' سو گئے داستاں کہتے کہتے

رب کی قسم ہے آج کا کوئی جوان جس کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل اور جس کی کھوپڑی میں زندہ عقل ہے' زندہ دماغ ہے اگر اس کو محمد ﷺ سے محبت ہے تو سوائے اہل حدیث مسلک کے کوئی دوسرا مسلک اختیار نہیں کر سکتا۔ یہی ایک مسلک ہے۔ جاؤ! چپہ چپہ پہ تمہاری صداقت کی داستان لکھی ہوئی ہے۔ یار بھی لکھتے ہیں' اغیار بھی لکھتے ہیں' اور گلی میں بھی لکھتے ہیں' سر بازار بھی لکھتے ہیں۔

اشتہاروں میں بھی لکھا۔ کہا درود پڑھنے کا ثبوت ہمارے پاس تو کوئی نہیں۔ نہ پڑھنے کا ثبوت تم دے دو۔ یہ تو مانا کہ پڑھنے کا ثبوت کوئی نہیں ہے۔ نہ پڑھنے کا......

بڑے فخر کے ساتھ ملاں نے کہا۔ کہتا ہے حدیث سے دینا۔

میں نے کہا پھر سن لو! کیا سمجھا ہے؟

میرے آقا نے کہا

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد

جس نے دین کا نام لے کر میرے دین کے اندر نیکی کے طور پر کسی ایسی چیز کو رائج کیا جس پر میری مہر نہیں لگی ہوئی وہ اس کے منہ پر دے ماری جائے گی۔

من احدث فی امرنا ھذا

جس پہ محمد ﷺ کی مہر نہیں وہ سکہ سچا نہیں' وہ سکہ کھوٹا ہے۔

نہیں سمجھ آئی بات؟ ایک بندہ نوٹ لے کے آیا کہنے لگا یہ میں گھر بنا کر لایا ہوں' یہ چلے گا؟ ہم نے کہا نہیں چل سکتا۔ کہنے لگا دیکھو رنگ کیسا اچھا' ڈھنگ کیسا اچھا' شکل اچھی' کاغذ اچھا' صورت اچھی' چھپائی اچھی' ممانعت کی دلیل پیش کرو۔ کیوں نہیں چل سکتا؟

ہم نے کہا یہاں کاغذ نہیں چلتا۔ حکومت کی مہر چلتی ہے۔ تیرا درود نہیں چل سکتا۔ کیوں نہیں چل سکتا؟ دین کے مسئلے میں تیرا میرا مسئلہ نہیں چلتا۔ آمنہ کے لال کی مہر چلتی ہے۔ یہاں محمد ﷺ کی مہر چلتی ہے۔ آمنہ کے لال کی مہر دکھاؤ' سکہ چلے گا۔ بغیر مہر کے سکہ نہیں چل سکتا۔ جعل سازی کے جرم میں اندر ہو جاؤ گے۔ یہ بھی میں نے نہیں کہا۔ اوہی تو اہل حدیث کو شرف ہے۔ وہ مثال بھی دیتا ہے تو قرآن سے دیتا ہے یا محمد ﷺ کے فرمان سے دیتا ہے۔

سنو! یہ بھی میں نے نہیں کہا۔ یہ بھی میرے آقا نے کہا

کل بدعۃ ضلالۃ وفی روایۃ کل ضلالۃ فی النار

دنیا میں کھوٹا سکہ چلانے والا جیل میں جائے گا۔ دین میں کھوٹا سکہ چلانے والا جہنم میں جائے گا۔

آؤ۔ آج مسئلے سارے صاف کرتا جاؤں گا۔ ان شاء اللہ......

اپنا اپنا مسلک ہے ناں۔ کسی کو رب نے چمٹے دیئے' کسی کو رب نے یہ قرآن دیا ہے۔

ہائے! یہ اپنا اپنا نصیبا۔

یہ اپنی اپنی قسمت۔ او کسی کو رب نے چمٹے دیئے' کسی کو چھریاں اور چاقو دیئے اور جس سے پیار تھا اس کو اپنا قرآن دیا یا محمد ﷺ کا فرمان دیا ہے۔ اپنی اپنی قسمت ہے۔ تم اپنے نصیبے

پہ راضی ہم اپنے نصیبے پہ راضی ۔تم قیامت کے دن چمٹے بجاتے ہوئے آنا اور ہم قرآن پڑھتے ہوئے آئیں گے۔تو چمٹے بجاتے ہوئے آ' تو مرثیئے پڑھتے ہوئے' آ میں محمد ﷺ کی حدیث پڑھتے ہوئے آؤں گا۔تم کہنا ابوبکر برا تھا عمر برا تھا۔ میں نبی کے ساتھ حوض کوثر پہ بیٹھا ہوا دیکھوں گا اور کہوں گا

کائنات کے امام کے ساتھیو! بڑا گنہگار تھا' بڑا خطا کار تھا' بڑی غلطیاں کیں' لیکن جب تک زندہ رہا' صدیق اور فاروق تیری ثنا کرتا رہا۔محمد (ﷺ) کی محبت میں! تجھ کو اپنے سینے میں بساتا رہا۔تیری خاک کو اپنا سرمہ بناتا رہا۔

• نبی کے ساتھیو! میرا دل دھڑکتا تھا تو تمہاری محبت میں دھڑکتا تھا اور دعا مانگتا تھا۔اللہ جس دن اس دل میں تیرے نبی کے صحابہ کی محبت نہ رہے یہ دل دھڑکنا چھوڑ دے۔اس لئے کہ مجھے اس دل کی ضرورت نہیں جس میں محمد ﷺ کے ساتھی نہیں بستے اور محمد ﷺ کے ساتھیوں کا کیا کہنا ہے۔

او جن کے ساتھ کوئی رشتہ ہوتا ہے پھر ان کو کوئی خیر بھی ڈال دیتا ہے۔محمد ﷺ کو کہیں گے تیرے لئے تیر کھاتے رہے۔ نبیؐ کے صحابہؓ کو کہیں گے تمہارے لئے گالیاں کھاتے رہے اور رب کو کہیں گے تیری توحید کے لئے پتھر کھاتے رہے اور تو کچھ بھی لے کے نہیں آئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مدینے والے حوض کوثر کا پانی پلا دیں گے کہ جس پانی کے پینے والے کو پچاس ہزار سال تک پیاس نہیں لگے گی اور جس کے لئے ماریں کھاتے رہے جس کی توحید کے لئے برا بنتے رہے۔امید ہے کہ جس دن اس کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا' وہ اپنے عرش کا سایہ نصیب کر دے گا کہ میرے آقا نے کہا جس کو رب کے عرش کا سایہ نصیب ہوگیا' اس کے لئے پچاس ہزار سال اس طرح گذر جائیں گے جس طرح آنکھ کے جھپکنے کا عرصہ گزر جاتا ہے۔لوگو!

خون نہ کردہ ایم کسے را نہ کشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

سارے برا کہتے ہیں' سارے گالیاں دیتے ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کسی گالی دینے والے کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ یہ کہے یہ اپنے پاس سے لاتا ہے۔ہم سے چڑتے ہیں۔ جو بات بھی

کرتا ہے قرآن سے کرتا ہے یا محمد ﷺ کے فرمان سے کرتا ہے' اس سے باہر نکلتا ہی نہیں۔

ہم نے کہا تجھ کو تمہاری یہ لال کتابیں مبارک اور مجھ کو رب کا یہ قرآن مبارک کہ رب کے رسول نے کہا کہ جب جنت کے دروازے پر دستک دے گا فرشتے کہیں گے۔

اقرء و ارتق ۔ اقرء و ارتق ۔ اقرء و ارتق۔

قرآن پڑھتا جا جنت کی منزلوں کو طے کرتا جا۔

مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بھولتا نہیں ہوں سبق کو جو سبق آج ان شاء اللہ تمہیں پڑھا کے جانا ہے۔

حسنؓ کی وفات کے بعد

تحرکت الشیعة بالعراق

کوفہ کے شیعہ حرکت میں آ گئے۔ کہنے لگے بیعت توڑ دو۔ حسین نے کہا جس کے ساتھ رشتہ میرے بھائی نے جوڑا میں توڑنے کے لئے تیار نہیں۔ ۴۱ھ سے ۴۷ھ تک سات سال گزر گئے کوئی دوسری آواز بلند نہیں ہوئی۔ پھر زمانہ بیتا۔ ۵۰ھ گزرا' پھر ۵۵ھ گزرا' پھر ۵۶ھ' پھر ۵۷ھ' پھر ۵۸ھ' پھر ۵۹ھ' پھر ۶۰ھ...... کتنے سال؟ ۲۰ برس۔ ہم نے ضیاء الحق کی چار پائی ۷ سال بعد اٹھالی ہے۔ وہاں بیس برس تک کوئی نہیں بولا۔ شعبان سن ۶۰ ہجری میں امیر معاویہ کا انتقال ہوا۔ لوگوں کے کہنے پر اپنے بیٹے کو امیر اور خلیفہ نامزد کیا جس کا نام یزید تھا۔ بڑا اعتراض کرتے ہیں۔

سنو! آج مسئلہ سمجھا کے جاؤں گا۔ مولانا یزدانی صاحب بھی شہادت حسینؓ بیان کر رہے تھے۔ سن لو شہادت حسینؓ کا مسئلہ بھی سن لو۔ سن ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ کے انتقال کے بعد ان کے ساتھیوں نے یزید کو امیر بنایا۔ کہنے لگے اسلام کی عمارت تبدیل ہو گئی ہے۔ کیوں؟

باپ کے بعد بیٹا حکمران ہو گیا۔ ہم نے کہا اعتراض ہم کریں تو جائز۔ تمہیں کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کیوں بھئی؟

اس لئے نہیں کہ تمہارے لئے پیمانہ اور ہمارے لئے اور۔ ہم انصاف کی بات کرتے ہیں۔

کہا بڑا ظلم ہو گیا۔ کیا ظلم ہو گیا؟

جی باپ کے بعد بیٹا حکمران ہو گیا۔ میں نے کہا میں اعتراض کروں تو اعتراض کا مجھے حق ہے۔ تجھ کو کیا حق ہے۔

کہنے لگے کیوں؟

میں نے کہا اس لئے کہ میرے مذہب میں باپ کے بعد بیٹا حکمران نہیں ہوتا۔ اگر باپ کے بعد بیٹا حکمران ہو سکتا تو فاروقؓ کے بعد عبداللہ بن عمرؓ کو حکمران ہونا چاہئے تھا کہ عبداللہ بن عمر وہ صحابی ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے تعریف کی۔ لیکن فاروقؓ نے بیٹا تو بڑی بات ہے' عشرہ مبشرہ کے چھ آدمیوں کی خلافت کمیٹی بنائی۔ ساتواں بھی عشرہ مبشرہ کا زندہ تھا۔ جانتے ہو عشرہ مبشرہ کے کتنے صحابی تھے؟

دس۔ چار خلفاء راشدین' باقی چھ۔ کسی کو پتہ ہے؟

نور جہاں کی ماں کا بھی سب کو پتہ ہے۔ شرم کرنی چاہئے۔ طوائفوں' رنڈیوں کی اولادوں کا اور باپوں کا نام یاد ہو گا۔ نہیں یاد تو رسول کے صحابہ کا نام یاد نہیں ہو گا۔ کسی کو یاد نہیں۔ پھر اگر نئی نسل ہیروئین پینے والی نہیں ہو گی تو اور کیا پیئے گی؟

سنو! دس صحابی تھے جن کا نام لے کے نبیؐ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ چار خلفاء راشدین' پانچویں حضرت طلحہؓ چھٹے حضرت زبیرؓ' ساتویں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آٹھویں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ' نویں ابو عبیدہ بن الجراحؓ دسویں حضرت سعید بن عاصؓ تھے۔ جب حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی اس وقت باقی سات زندہ تھے۔ دو پہلے فوت ہو چکے تھے۔ تیسرے جا رہے تھے۔ حضرت ابو بکر بھی فوت ہو چکے تھے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی۔ باقی کتنے تھے؟

سات! حضرت عمرؓ نے کمیٹی بنائی چھ کی۔ ساتویں کو نکال دیا۔ لوگوں نے پوچھا یا حضرت یہ چھ کون ہیں؟

کہا یہ وہ ہیں' جن کا نام لے کے نبی نے جنت کی بشارت دی ہے۔ جن میں ایک حضرت علیؓ' دوسرے حضرت عثمانؓ' تیسرے حضرت طلحہؓ' چوتھے حضرت زبیرؓ' پانچویں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ' چھٹے سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ ساتویں کو نکال دیا۔

لوگوں نے کہا اگر جنتیوں کو بنانا ہے تو ساتویں کو کیوں نہیں بنایا؟ نگاہوں کو جھکایا۔ کہنے لگے مجھے حیا آتی ہے کہ قیامت کے دن رب نے پوچھا امت کی باگ ڈور کس کے پاس دے کے آیا تھا' تو حیا آتی ہے کہ میں اس میں اس آدمی کو بھی رکھوں جو میرا بہنوئی بھی ہے۔ میں اپنے بہنوئی کو جنت کی بشارت پانے کے باوجود خلافت کی کمیٹی میں رکھنا گوارا نہیں کرتا' تا کہ خدا کی بارگاہ میں جواب نہ دینا پڑ جائے۔ سعید بن زید کو نکال دیا۔

ہم نے کہا ہمارے نزدیک باپ کے بعد بیٹا حکمران ہونا قابل اعتراض بات ہے۔ اس لئے کہ نہ صدیقؓ نے بنایا' نہ فاروقؓ نے بنایا۔ کہا جناب! ہم کو اعتراض ہے۔ تم کو کیا اعتراض ہے؟

کہنے لگے باپ کے بعد بیٹا؟ ہم نے کہا تمہارا مذہب ہی یہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا امام ہوتا ہے۔ تم کو کیا اعتراض ہے؟

تمہارا تو مذہب ہی یہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا۔ پہلے علیؓ پھر؟ حسنؓ پھر حسینؓ پھر حسنؓ کا بیٹا زین العابدین' پھر زین العابدین کا بیٹا محمد باقر' پھر محمد باقر کا بیٹا جعفر صادق' پھر جعفر صادق کا بیٹا موسیٰ کاظم' پھر موسیٰ کاظم کا بیٹا علی رضا یا علی جواد' پھر اس کا بیٹا تقی' پھر اس کا بیٹا حسن عسکری پھر بیٹا نہ ہوا تو کہنے لگے وہ غار میں داخل ہو گیا ہے۔ تم کو کیا اعتراض ہے؟

جن کے ہاں امامت نام ہی وراثت کا ہے۔

''اگر ایں گناہ ہیست کہ در شہر شما نیز کُنند''

اگر یہ گناہ تھا تو ہمارے عقیدے کے مطابق تھا۔ ''الارشاد'' مفید کی ''اعلام الوریٰ'' طبرسی کی ''امالی'' شیخ طوسی کی اور ''کتاب الکافی'' کلینی کی۔ ان سب میں لکھا ہے حسن حضرت علیؓ کے بعد حضرت علیؓ کی وصیت سے امام ہوئے کیونکہ باپ کے بعد بیٹے کے سوا کوئی دوسرا حکمران نہیں ہو سکتا۔ اگر تمہارے نزدیک باپ کا جانشین بیٹا ہوتا ہے تو معاویہ کے بعد اس کا بیٹا ہو گیا' تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تمہیں کیا اعتراض ہے؟

تمہارے نزدیک تو امامت ہے ہی وراثت کی۔ اعتراض ہو تو ہم اہل حدیثوں کو۔ جن کے نزدیک امامت کا معیار وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا اور رسول اللہ نے کیا مقرر کیا؟

سن لو پھر بات۔

آج مسئلہ خلافت بھی حل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ اور اپنی کتاب سے ثابت نہیں کروں گا۔ صرف تمہاری کتابوں سے۔ اپنی ایک کتاب کا حوالہ بھی نہیں۔ اٹھاؤ نہج البلاغہ کو' اٹھاؤ کتاب الشافی طوسی کو' اٹھاؤ کتاب الامالی کو' اٹھاؤ غارات للثقفی کو' اٹھاؤ منار الہدیٰ للبحرانی کو' اپنی کتابوں کو اٹھاؤ۔ آج سارا شور اور شور وہی کہ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

اور ؎

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لڑنے کے لئے ہم سے آئے ہیں۔ کہتے ہیں جناب خلافت کا مسئلہ حل نہیں ہوا' خلافت کی بات طے نہیں ہوئی۔ یہ شیعہ کی سب سے پرانی حدیث کی کتاب ہے۔ آج یہاں علماء بیٹھے ہوئے ہیں' وہ بھی سن لیں۔ غلط فہمی کی بات ہے کہ حدیث کی سب سے قدیم کتاب کافی ہے۔ شیعہ کی حدیث کی سب سے قدیم کتاب ''کتاب الغارات'' ثقفی کی ہے۔ یہ کتاب الغارات انجمن آثار ملی ایران کی چھپی ہوئی' ابو اسحاق ابراہیم بن محمد ثقفی کوفی اصفہانی کی لکھی ہوئی۔ ۲۸۳ھ میں اس کی وفات ہوئی ہے۔ آج سے پونے بارہ سو سال پہلے کتاب لکھی گئی اور ایران کے اندر چھاپی۔ چھاپنے والا ایران کا سرکاری پریس ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو کسی عام آدمی نے نہیں چھاپا بلکہ ایران کے سرکاری پریس نے چھاپا ہے۔ ایران کے سرکاری پریس تہران کی چھپی ہوئی کتاب۔ کتاب الغارات دو جلدوں میں ہے۔ اس کی جلد اول ص ۲۱۰ اور دوسری جگہ ص ۳۰۷۔ سنو! کیا کہا ہے علیؓ نے؟

آج کہتے ہیں۔ مسئلہ خلافت کا حل نہیں ہوا۔ حسینؓ نے یہ کیا معاویہؓ نے یہ کیا بات حسینؓ کی کرتے ہو اعتراض صدیق اکبرؓ پہ کرتے ہو۔ تمہاری کتاب' شیعہ کی حدیث کی کتاب۔ خط حضرت علیؓ کا نام محمد بن ابی بکر کے اور محمد بن ابی بکر وہ ہے جس کو حضرت علیؓ نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ یہ حضرت علیؓ کے پرانے ساتھیوں میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے شادی کی تھی۔ جس

وقت حضرت علیؓ سے شادی کی اس وقت محمد بن ابی بکر کی عمر صرف دو برس تھی۔ اس لئے یہ علی کے گھر میں پلا' علی کے گھر میں پروان چڑھا علیؓ کے گھر میں جوان ہوا اور جب علی خلافت پر متمکن ہوئے تو حضرت علیؓ نے اس کو مصر کا گورنر بنا کے بھیجا

اس کے نام خط لکھا۔

لوگوں نے پوچھا علی بتلاؤ ابوبکر کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟

تم نے ابوبکر کی بیعت کی تھی کہ نہیں کی تھی؟

تم نے ابوبکر کو مانا تھا کہ نہیں مانا تھا؟

ابوبکر کو لوگوں نے امام تسلیم کیا تھا کہ نہیں کیا تھا۔

تیری کتاب۔

اللہ کی قسم ہے! میں جھوٹ ثابت کرنے والے کو انعام میں اپنی کوٹھی دینے کو تیار ہوں۔ آئے کوئی ماں کا لال آئے' کوئی انعام لینے والا آئے۔ اگر ماں نے کسی بچے کو جنا ہے جو اٹھ کے کہے کہ کتاب غلط ہے' حوالہ غلط' عبارت غلط یا ترجمہ غلط اور اگر عبارت ٹھیک' کتاب ٹھیک' حوالہ ٹھیک ہے تو اپنا عقیدہ بھی ٹھیک کر لے۔

حضرت علی کہتے ہیں

فلما استکمل رسول اللہ مدته من الدنیا و توفاه اللہ الیه سعیدا حمیدا

جب سرور کائنات کی مدت پوری ہوئی۔ اللہ نے آپ کو وفات دی۔ آپ کو خوشبو والا محبوب' تعریفوں والا بنا کے اٹھایا

فلما مضی لسبیله تنازع المسلمون الامر بعده

جب نبی پاک ﷺ کی وفات ہوگئی تو مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ رسول کے بعد کون امیر المومنین' کون خلیفۃ المسلمین ہوگا؟ فرمایا

فما راعنی الا انثیال الناس علی ابی بکر و اجفالهم الیه لیبایعوه

میں نے دیکھا کہ جب لوگوں میں جھگڑا ہوا۔ ثقیفہ بنی ساعدہ کے اندر ایک گروہ نے کہا سعد بن عبادہ امیر۔ ایک نے کہا مہاجرین میں سے امیر ہوگا۔ لیکن میں نے کیا دیکھا' لوگ

ابوبکر پہ اس طرح ٹوٹ کے گرے جس طرح شہد کی مکھیاں شہد کے چھاتے پہ گرتی ہیں۔

فمشیت

پھر میں اٹھا

عند ذلك الی ابی بکر

پھر میں اُٹھا ابوبکر کے پاس گیا

فبایعته

میں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی۔کون کہہ رہا ہے؟

حضرت علی۔زبانی نہیں کہا خط لکھا۔میں نے ابوبکر کی بیعت کی۔۱۴۰۰ سال بعد ملاں کو الہام ہوا۔کہتا ہے اوپر سے بیعت کی اندر سے ناراض تھے۔جا مجھے بڑی خوشی ہوگی اس بیگم کوٹ کے چوراہے میں آ کر اس کتاب کو جھوٹا کہہ کر اس کو آگ لگا دے۔کہہ یہ جھوٹ بولتی ہے۔کیوں! علی نے اتنا ہی نہیں کہا۔

خدا کو پتہ تھا کچھ لوگ آئیں گے انکار کریں گے۔علی کے منہ سے کہلوایا۔آج بات بھی بتلا دے جھوٹ موٹ کی تھی کہ اندر سے کی تھی؟ کہا

فبایعته و نهضت فی تلك الاحداث حتی زاغ الباطل و زهق و کانت کلمته الله هی العلیا

میں نے بیعت ہی نہیں کی، میں ابوبکر کا دست و بازو بن گیا۔

بس؟

اس پہ بھی بس نہیں کی۔ہائے کمال کر دیا۔کہا میں ابوبکرؓ کا دست و بازو بن گیا۔آگے سن لو۔ان الفاظ کو سونے میں تولو۔اللہ کی قسم ہے۔دیکھو تو سہی علی کی فراست مومنانہ نے کیا کہا ہے؟

نهضت فی تلك الاحداث حتی زاغ الباطل و زهق

میں اٹھا ابوبکر کا دست و بازو بنا، باطل کی سرکوبی کی، حق کا ساتھ دیا۔

ولو کره الکافرون

اگرچہ کافر اس کا انکار کرتے رہے۔میں نہیں کہتا۔یہ علی کی حدیث ہے۔شیعہ کی لکھی

ہوئی‘ تیسری صدی ہجری کا آدمی‘ ایران کی چھپی ہوئی۔ اس پر بھی بس نہیں کی۔ کہا

فتولی ابو بکر تلك الامور

ابوبکرؓ امام المسلمین بنا۔

فیسر و سدد و قارب و اقتصد فصحبته مناصحا و اطعته فیما اطاع اللہ جاھدا۔ (کتاب الغارات ص:۳۰۶‘۳۰۷)

کہا! جب تک زندہ رہا‘ بہترین زندہ رہا۔ سنت پر عمل کرتا رہا‘ حق کو اونچا کرتا رہا‘ باطل کو مٹاتا رہا۔ جب تک زندہ رہا میں ابوبکرؓ کی اطاعت کرتا رہا۔

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

بات کرتے ہو حسینؓ کی‘ آتے ہو ابوبکرؓ کی خلافت پر۔ کہتے ہیں حسین کی بات کرتے ہوئے ابوبکرؓ کا نام اس لئے لیتے ہیں کہ سب سے پہلے ابوبکرؓ نے خلافت چھینی تھی۔ اگر ابوبکر نہ چھینتا تو یزید کو بھی چھیننے کی جرات نہ ہوتی۔

ہم نے کہا تمہاری مانیں کہ امام معصوم اول امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مانیں۔ علی تو کہتا ہے میں نے بیعت کی‘ بیعت ہی نہیں کی‘ اطاعت بھی کی۔ اطاعت ہی نہیں کی ابوبکر کا دست و بازو بھی بنا‘ حق کو بلند کیا‘ باطل کی سرکوبی کی۔ علی پھر کیا ہوا؟ پھر مسئلہ ختم؟ کہا نہیں۔ اللہ اکبر

فلما احتضر

جب اس کی موت کا وقت آیا

بعث الی عمر

اس نے عمرؓ کو بلا بھیجا۔

فولاہ

او سن لے! کوئی ماں کا لال اس کے انکار کی جرات کرے۔ کہا

فولاہ

اس کو ہمارا والی بنایا۔

جناب آپ نے کیا کیا۔

ہم جیسے غریب مارشل لاء کے دور میں مارشل لاء کی حکومت پر تنقید کرتے ہیں۔ مارشل لاء کے دور میں جیلیں بھگتتے' مقدمے جھیلتے ہیں۔ میں حج کرنے کے لئے گیا' پیچھے مارشل لاء کی دفعہ ۱۳ کے تحت مقدمہ بنا ہوا۔ میں نے کہا اب حج پر بھی مقدمہ بنا دو۔ کل نماز پر مقدمہ بنا دینا۔ ہم نے مقدمے جھیلے' صعوبتیں برداشت کیں' لیکن جس کو ناحق سمجھا اس کو حق کہنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ علی کو کیا ہو گیا ہے؟

یہ فاتح خیبر ہے' یہ صارع مرحب ہے' یہ اسد اللہ الغالب ہے' یہ صاحب ذوالفقار ہے۔ ساری روایتیں تمہاری ہیں۔ یہ لا فتی الا علی ہے' یہ مشکل کشا ہے' یہ حاجت روا ہے۔ ہے کہ نہیں؟

تم نے لکھا اور درود پڑھنے والوں نے بھی لکھا۔ یہ بھی بے چارے (بیگم کوٹ میں) جلسہ کرتے ہیں۔ پتہ نہیں ہمارے خلاف کرتے ہیں کہ ان کے خلاف کرتے ہیں۔ کوئی پتہ نہیں

معشوق مابشیوہ ہر کس جدا نماں
باما شراب خورد و بظاہر نماز کرد

ہمارے محبوب کے دو ہی نشان ہیں۔ کیا؟

عاشق کے ساتھ بھی' رقیب کے ساتھ بھی۔ انہوں نے بھی لکھا اپنی کتاب میں۔ کہا

ناد علیا مظهر العجائب تجده عونا لك فى النوائب

علی کو پکارو۔ وہ تمہاری آواز پر لبیک کہتا ہوا آئے گا اور تیری مصیبت کو دور کر دے گا۔

كل هم و غم سينجلى بو لايتك يا على يا على۔

(الامن والعلی۔ احمد رضا خان۔ ص:۱۲)

یہ درود پڑھنے والوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ مطلب تو دونوں کا ایک ہی ہے۔ پھر اختلاف کس کا ہے؟

اختلاف تو ہم غریبوں کے ساتھ ہے اور ہم ......

ہم تو وہی کہتے ہیں میر کے الفاظ میں ؎

ہم فقیروں سے بے اعتنائی کیا ہے
آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

ہم سے کیا لڑتے ہو؟

ہم تو تمہاری نگاہ ناز کے پہلے ہی مارے ہوئے ہیں۔ ہم کو مارنے کے لئے تو پتھر اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ نگاہ اٹھاؤ مر جائیں گے۔ ہم سے کیا لڑتے ہو۔ ہم جیسے غریب مارشل لاء کے جنگل کے قانون میں جس کو نہیں مانتے ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں ہم تجھ کو امیر المومنین نہیں مانتے۔

یہاں ایک اور بات سن لیں۔ شاید پھر کبھی نہ سنئے گا۔

کئی دن ہو گئے ہیں' تھکا ہوا ہوں لیکن آج جی چاہتا ہے تمہیں کچھ سنا کے جاؤں' سمجھا کے جاؤں۔ سن ۶۰ ھ امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید خلیفہ ہوا۔ سن ۶۱ ھ میں حسین نے خروج کیا۔ جب خروج کیا حسینؓ کی عمر ۵۹ سال تھی۔ دوسری روایت کے مطابق ۵۷ برس۔ بہر حال حضرت حسینؓ کی عمر ۵۹ سال تھی اور ۵۹ سال کا بندہ بوڑھا ہوتا ہے۔ اگر حسینؓ نے یزید کو غلط سمجھا تو بڑھاپے میں خروج کیا۔ جب نبی ﷺ فوت ہوئے' ابو بکرؓ خلیفہ بنے' اس وقت علیؓ کی عمر تیس سال تھی۔ اگر ساٹھ سال کا بوڑھا خروج کر سکتا ہے تو تیس سال کے جوان نے کیوں خروج نہیں کیا؟

اگر یہ بات ناحق ہوتی تو علیؓ زیادہ اولیٰ تھا کہ وہ خروج کرتا۔ بوڑھے کا تو عذر ہے کہ میں بوڑھا ہوں' نہیں نکل سکتا۔ جوان کا عذر کیا ہے؟

اور جوان بھی وہ جو شیر خدا ہے' جو مشکل کشا ہے' جو حاجت روا ہے' جو لافتی ہے' جو صاحب ذوالفقار ہے' اس نے کیا کہا؟

کتاب تیری' سن لے ذرا۔ اس نے کہا

فلما احتضر بعث الی عمر فولاہ

جب ابو بکر کی وفات ہوئی تو عمر کو ہم پر حکمران مقرر کیا۔

ہم نے کیا کیا؟ انکار کیا' نہ مانا' اعتراض کیا؟

کہا نہیں

فسمعنا و اطعنا و ناصحنا

ہم نے سر کو جھکا لیا' اطاعت کی' اس کے ساتھی بنے۔

و تولی عمر الامر

عمرؓ حکمران رہا۔

و کان مرض السیر میمون النقیبہ۔ (کتاب الغارات ص:۳۰۷)

عمر الہامی آدمی تھا' اس کا نفس پاک تھا۔ یہ علیؓ کہہ رہا ہے۔

میمون النقیبہ

حضرت علیؓ نے یہ کس کے بارے میں کہا ہے؟

حضرت عمرؓ کے بارے میں۔ اور حضرت عمر کے بارے میں شیعہ کی کتاب نہج البلاغہ کی شرح ابن میثم کی چوتھی جلد حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا

لله بلاد فلان فقد قوم الاود و داوی العمد و اقام السنته و خلف الفتنه ذهب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرها و سبق شرها ادی الی الله طاعته و اتقاه بحقه۔

(نہج البلاغہ ابن میثم جلد نمبر:۴' ص:۹۶)

شارح ابن میثم شیعہ شارح' اس کے نیچے لکھتا ہے۔ لما ذکر لا فی خلافة عمر کہتا ہے لوگو! سن لو! حضرت علیؓ نے یہ جو کچھ کہا ہے' یہ عمرؓ کے بارے میں کہا ہے۔ عمر وہ تھا جس نے ٹیڑھے کو سیدھا کیا' جس نے سنت کو قائم کیا' جس نے بدعت کا نام مٹا دیا' جس نے راستوں کو صاف کیا۔ جب گیا اس کے دامن پہ کوئی داغ موجود نہیں تھا۔ یہ شرح نہج البلاغہ ہے۔ ۶۷۹ھ میں لکھی گئی۔ اس کی چوتھی جلد' اس کا صفحہ ۹۶' ایران میں چھپی۔

اسی میں حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی مدح کی' عثمانؓ ذوالنورین کی مدح کی۔ اور پھر کہا لوگو میں نے پہلے ابوبکرؓ کی بیعت کی' پھر عمرؓ کی بیعت کی' پھر عثمانؓ کی بیعت کی' پھر معاویہ سے لڑا۔ یہ سمجھ کے نہیں لڑا کہ معاویہ کافر ہے بلکہ یہ سمجھ کے لڑا کہ معاویہ کا میرے ساتھ سیاسی اختلاف ہے۔ نہج البلاغہ کی روایت ہے۔ کہا

لا نستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله و لا یستزیدوننا

الامر الواحد۔

علی کہہ رہا ہے میرا ایمان معاویہؓ سے زیادہ نہیں اور معاویہ کا ایمان میرے سے زیادہ نہیں۔

الاما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براء۔

(نہج البلاغہ شرح ابن میثم جلد نمبر: ۵' ص ۱۹۴)

ہمارا اختلاف خون عثمان کے بارے میں ہے جس کا کوئی داغ میرے دامن پہ نہیں۔ کیسے نہیں؟

مروج الذھب مسعودی کی شیعہ کی' تاریخ کی کتاب کا حوالہ ذرا سن لو۔ اللہ کی قسم ہے اگر کسی کے دل میں رتی برابر بھی بات ہے' اس حوالے کے بعد اس کے سینے میں عثمان کے خلاف کدورت کا کوئی لفظ باقی نہیں رہ سکتا۔ امیر المومنین علیؓ کو جب علم ہوا کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کا محاصرہ ہو گیا ہے اور لوگوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا ہے۔ کیا کہا؟

یہ کتاب مروج الذھب مسعودی شیعہ کی دوسری جلد صفحہ ۳۴۴ اور ۳۴۵ سنو ذرا

فلما بلغ علیا انھم یریدون قتلہ بعث بابنیہ الحسن و الحسین

جب حضرت علیؓ کو پتہ چلا کہ دشمن عثمانؓ کو شہید کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے عثمانؓ کے دروازے کی پہرہ داری کے لئے حسنؓ و حسینؓ کو بھیجا۔

اِدھر جس کے گھر کی چوکیداری حسن و حسین کریں' اس کے مقام کا کیا کہنا اور بھیجا کس نے؟

علیؓ نے۔ ''مروج الذھب'' شیعہ مورخ کی کتاب

فلما بلغ علیا

جب علیؓ کو پتہ چلا

انھم یرید ون قتلہ

وہ عثمانؓ کو شہید کرنا چاہتے ہیں

بعث بابنیہ الحسن و الحسین

اس نے اس کے گھر کی چوکھٹ کی حفاظت کے لئے حسنؓ و حسینؓ کو بھیجا۔ اور کیا کہا؟

موالیہ بالسلاح الی بابہ لنصرتہ

اسلحہ بھی دے کے بھیجا۔ تم کٹ جانا نبی کے داماد پہ آنچ نہ آنے دینا اور جب حسنؓ و حسینؓ چلے' ابوبکرؓ کے بیٹے' زبیرؓ کے بیٹے عبداللہؓ' طلحہؓ کے بیٹے محمدؓ سب چلے۔ حضرت عثمانؓ کو پتہ چلا۔ کہنے لگے میں تمہیں محمد ﷺ کے رب کی قسم دے کے کہتا ہوں واپس چلے جاؤ۔ میں اپنے لئے کسی کا خون بہانا گوارہ نہیں کرتا۔ پلٹئے۔

دشمنوں نے حملہ کیا' عثمانؓ کو شہید کر دیا' علیؓ کو پتہ چلا۔ او تیری کتاب کا حوالہ۔ اگر علیؓ اس کی امارت نہیں مانتا' اگر عثمانؓ کی امامت نہیں مانتا' اگر اس سے محبت نہیں کرتا تو اس شہادت پہ خوش ہونا چاہئے یا ناراض؟

خوش ہونا چاہئے کہ دشمن مارا گیا۔ لیکن کیا ہوا؟

سن لو! کائنات کے رب کی قسم ہے۔ دنیا کا کوئی بندہ آئے۔ حوالے کو جھٹلا کے دکھلائے۔ کیا ہوا؟

لطم الحسن و ضرب صدر الحسین

زندگی میں پہلی مرتبہ علیؓ نے ہاتھ اٹھایا اور حسن کے چہرے پہ تھپڑ امارا' حسینؓ کے سینہ میں مکہ مارا۔ اس نے کہا محمد ﷺ کا داماد شہید ہو گیا' تم کیسے واپس آ گئے ہو؟

زندگی میں کبھی حسنؓ و حسینؓ کو علیؓ نے مارنا گوارا نہیں کیا کہ رسول کے بیٹے ہیں لیکن جس دن عثمانؓ کی شہادت ہوئی اس دن حسنؓ و حسینؓ کو بھی معاف کرنا گوارا نہ کیا۔ اگر حضرت علیؓ کی خلافت کا مسئلہ ہوتا تو نہ صرف یہ کہ حسینؓ کی طرح خروج کرنا چاہئے تھا بلکہ ان کی موت پہ خوش ہوتے۔

لیکن علیؓ نے کیا کیا؟

اپنے بیٹوں کو' فاطمہؓ کے جگر گوشوں کو مارا۔ مروج الذہب مسعودی کا حوالہ۔ کوئی ماں کا لال اٹھے اور اس بات کا انکار کرے۔ اور اللہ تو گواہ ہے آج بھی اگر علیؓ کی حکومت آ جائے وہ عثمانؓ کو برا کہنے والوں کو اسی طرح مارے جس طرح اس نے اپنے بچوں کو مارا تھا جنہوں نے حفاظت میں کوتاہی کی تھی۔

اور سن لو! اللہ گواہ ہے کوئی شخص اس وقت تک جنت کا وارث نہیں ہو سکتا' مومن کہلانے کا حق نہیں رکھ سکتا جب تک کہ صدیقؓ' فاروقؓ' عثمانؓ کی خلافت کو تسلیم نہ کر لے۔ اس لئے جو

صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ کی خلافت کو نہیں مانتا وہ علیؓ کی خلافت کو بھی نہیں مانتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ علی نے بھی نہج البلاغہ میں اپنی خلافت کے لئے معیار اگر بنایا ہے تو ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کو بنایا ہے۔ کیسے؟

میں انتہائی تھک گیا ہوں۔ ان شاء اللہ اس کا تذکرہ پرسوں فاروق آباد میں ہوگا یا کل خطبہ جمعہ میں ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

✱ ✱ ✱

واقعہ کربلا

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ○

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ○ (النور:۵۵)

صدق اللہ مولانا العظیم

حضرات! میں نے بہت دفعہ یہ بات کہی ہے کہ جلسے اور کانفرنسوں کے کچھ آداب ہوتے ہیں اور ان آداب میں بنیادی چیز یہ ہوتی ہے کہ آدمی اگر مجلس میں بیٹھنے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتا' بیمار ہے' کوئی پریشانی لاحق ہے یا اس کی زبان چلنے سے نہیں رک سکتی تو بہتر ہے کہ آدمی مجلس میں نہ آئے اور اگر تشریف لائے تو پھر دو نیتیں لے کر آنا چاہئے۔ ایک یہ کہ حق کی بات' اللہ سننے کی اور اس کو ماننے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آدمی دوسرا یہ ارادہ لے کر آئے کہ اس مجلس میں شمولیت سے اللہ راضی ہوگا اور اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

نبی کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے جب خطیب جمعہ کے دن خطبے کے لئے کھڑا ہو جائے اور اگر کوئی شخص تنکا بھی توڑتا ہے تو اس کے بھی اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ کیا مطلب تھا؟

مطلب یہ تھا کہ۔ پھر اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آدمی کا مجلس میں، محفل میں، درس میں، وعظ میں، نصیحت میں، مسجد میں آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کے دین کی بات سنی جائے۔ بلکہ یہ ہے کہ چلو تھوڑا سا وقت گزار کے چلے آئیں اور اس سے ایک بہت بنیادی چیز جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کائنات ﷺ نے یہاں تک کہا کہ اگر کوئی کنکری سے کھیلتا ہے تب بھی اس کے اعمال اور اس کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہلکی سی حرکت بھی کہنے والے اور سنانے والے کے دل اور دماغ پہ بڑی اثر انداز ہوتی ہے اور میں نے یہ بات بہت دفعہ اپنے خطبات میں، اپنی تقریروں میں اور اپنے جلسوں میں کہی ہے کہ تقریر بنیادی طور پر خطیب نہیں کرتا بلکہ تقریر سامعین کرواتے ہیں۔ کیا مطلب ہے؟

معنی یہ ہے کہ اگر سامعین ذوق وشوق کا اور طلب وجستجو کا اظہار کریں تو کہنے والے کی طبیعت کھلتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ آدمی پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ بات کو سمجھانے کی کوشش کرے اور اگر خطیب یہ محسوس کرے کہ سننے والے تو پتہ نہیں کہاں پہنچے ہوئے ہیں وہ بھی سوچتا ہے کہ مجھے اپنے پھیپھڑے خراب کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر یہ نہیں سنتے تو میرا وعظ کوئی شربت بنفشہ تو ہے نہیں کہ جس میں آدمی برف ڈالے اور گھول کے سامعین کو پلا دے۔ ایسی بات نہیں ہوتی۔ میرا گزارش کرنے کا یہ مدعا تھا کہ آدمی کو کسی قسم کی کوئی حرکت نہ کرنی چاہئے اور نبی کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی حرکت کر بیٹھے تو اس کو روکنا بھی نہیں چاہئے کہ روکنے سے بھی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ نبی کائنات ﷺ نے مجلس کے اتنے آداب سکھلائے ہیں۔ بہرحال آج کا موضوع بڑا اہمیت کا حامل ہے۔ آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو سننے کی اور ہم سب کو اسے اختیار کرنے، اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس موضوع کی اہمیت اس لحاظ سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ خلافت راشدہ کی بات ہے اور اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی بہت زیادہ ہے اور تھی اور خاص طور پر ان ایام میں کہ یہ ایام جو ابھی ہم بتا رہے، گزار رہے ہیں۔ ان ایام میں چند لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی آڑ لے کر جو کہ اسی ماہ محرم کی ۱۰ تاریخ کو ہوئی تھی، اپنی زبانوں کو اس قدر بے لگام کیا کہ انہیں اس بات کی کھلی چھٹی دے دی گئی کہ وہ چاہیں تو ان اکابرین امت اور

اسلاف ملت کے خلاف ہرزہ سرائی کریں کہ جن کا اگر وجود نہ ہوتا تو نہ جانے آج ہم لوگ مسلمان بھی ہوتے کہ نہ ہوتے اور جن لوگوں نے اپنی جوانیوں کی قوتوں اور طاقتوں اور اپنی زندگی بھر کی کوششوں اور کاوشوں اور اپنے عمر بھر کے اثاثے کو اللہ کی راہ میں اس لئے لٹایا کہ اللہ کا دین بار آور ہو جائے اور کائنات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا شہرہ پھیل جائے' ان کے خلاف گفتگو کی جاتی ہے۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے لئے بہانہ بنایا جاتا ہے حضرت حسین بن علیؓ کی شہادت کو اور حیرانگی کی بات یہ ہے تعجب کی بات یہ ہے' کہ نام لیا جاتا ہے حسینؓ کی شہادت کا اور مجلسوں میں ذکر ان لوگوں کا کیا جاتا ہے جو نہ صرف یہ کہ شہادت حسینؓ میں ان کا کوئی کردار نہیں اور نہ ہی انہوں نے کسی قسم کا اس بارے میں اپنے اعمال اور افعال اور اقوال سے کوئی حصہ نہیں لیا۔ بلکہ ان لوگوں کے خلاف گفتگو کی جاتی ہے جو اس واقعہ کے رونما ہونے سے نصف صدی پہلے اس کائنات سے رخصت ہو چکے تھے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ نہیں۔

اگر شہادت حسینؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کے خلاف یا ان لوگوں کے متعلق گفتگو کی جاتی جن کا کسی نہ کسی طریقے سے اس واقعہ میں ہاتھ ہے تو بات سمجھ میں آ سکتی تھی کہ بھائی چند لوگوں کا یہ نقطہ نگاہ ہے کہ فلاں اور فلاں شخص نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں کسی نہ کسی طور سے حصہ لیا' لیکن تعجب بالائے تعجب اور حیرت در حیرت اور افسوس در افسوس کہ ان کا نام تو نہیں لیا جاتا۔ نام ان کا لیا جاتا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے برسوں پہلے اس دنیا سے ہی رخصت ہو چکے تھے۔ اس دنیا میں موجود ہی نہ تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کے چالیس برس پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ سے انچاس برس پہلے رخصت ہو چکے تھے' حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا کے اس واقعہ سے تیس سال پہلے اپنے رب کے پاس جا چکے تھے۔ طلحہ' زبیر' عبدالرحمٰن بن عوف' ابوعبیدہ بن جراح سعد بن ابی وقاص' خالد بن ولید حتی کہ امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ بھی جب یہ واقعہ رونما ہوا ہے' اس کائنات میں موجود نہیں تھے۔ کوئی بھلا مانس پوچھنے والا نہیں ہے کہ بندگان

خدایا بیان تو کربلا کا واقعہ کرتے ہو اس میں ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کا ذکر کہاں سے آ گیا؟

اس واقعہ میں اور اس واقعے کے تذکرے میں عشرہ مبشرہ کی بات کہاں سے آ گئی ہے؟

اس واقعہ کے بیان میں نبی محترم رسول معظم سرور عالم (ﷺ) کے پاکباز صحابہ کی زندگیاں کیوں معرض بحث آتی ہیں؟

ہمیں کچھ بتلاؤ' کچھ سمجھاؤ کہ بات تو سیدھی سادھی ہے۔

آج ذرا جی سے بات سنو گے تو میں اللہ توفیق دے دے تو شاید بات سناؤں۔ میں بڑا ہی تھکا ہوا ہوں۔ روزانہ جلسے' طبیعت خراب' دن بھر کی معروفیت' ہمارا عجب حال' رات کو تقریریں نہیں چھوڑتیں اور صبح کے وقت جلسے کے لئے تاریخیں لینے والے نہیں چھوڑتے اور اگر کسی کو کہہ دو' آرام کر رہے ہیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے دیکھو جی جب آتے ہیں آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ شاید ہم لوگ مشینی انسان ہیں' جس کو روبوٹ کہتے ہیں۔ ہمارے اندر گوشت پوست کی کوئی چیز نہیں کہ بٹن دباؤ اور وہ چل پڑے' بٹن بند کر دو تو وہ بند ہو جائے۔ تو بہر حال تھکاوٹ کے باوجود میں یہ چاہتا ہوں کہ اس علاقے میں شاید بڑی مدت ہوئی ہے اس موضوع پر گفتگو نہیں ہوئی۔ آپ کے مولانا نے تو کی ہو گی لیکن اگر اللہ توفیق دے تو میرا جی چاہتا ہے کہ آج یہ مسئلہ سمجھا کے جاؤں۔ اس لئے کہ بیس پچیس دن بلکہ مہینہ چالیس دن یہی واقعات ریڈیو پر بھی ٹی وی پر بھی' اخبارات میں بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

سیانے کہتے ہیں کہ اگر آدمی ایک جھوٹ کو دس مرتبہ دہرائے تو جھوٹ بولنے والے کو بھی یقین ہو جاتا ہے شاید میں سچ ہی بول رہا ہوں۔ اتنی مرتبہ جھوٹ کو دہرایا جائے تو جو خود جھوٹ کو تراشتا ہے' خود جھوٹ کو گھڑتا ہے اسے بھی کبھی کبھی شبہ ہو جاتا ہے کہ کہیں میں سچ ہی تو نہیں بول رہا۔ واقعہ یہی ہے۔ ہر روز جھوٹ اور جھوٹ اتنا دہراتے ہیں' اتنا جھوٹ بولتے ہیں' آدمی کو حیرت ہوتی ہے کہ نہ سننے والے ٹوکتے ہیں' نہ بیان کرنے والے کو حیا آتی ہے' نہ کوئی عقل کا سوال کرتا ہے کہ دین' مذہب کی بات تو چھوڑو کوئی عقل کی بات ہی بتلا دو کہ عقلی طور پر بھی یہ بات ممکن ہے کہ نہیں ہے؟

کوئی آدمی اس بات کو سوچنے' سمجھنے' ٹوکنے' روکنے' پوچھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

ہر روز قصے۔ ابھی تو خدا نے مجھے ریڈیو سننے کی توفیق ہی نہیں دی۔ اس لئے کہ ریڈیو سننے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ہم کہاں سنیں؟

ایک دن ایک جلسے میں جا رہا تھا' انہی دنوں کی بات ہے تو راستے میں ڈرائیور نے' جو جلسے والے آئے تھے' ان کا ساتھی تھا' اپنی گاڑی لے کر آیا' ریڈیو لگایا۔ ایک آدمی بڑے عجیب وغریب انداز سے چیخ وچلا رہا تھا۔ میں نے کہا بند کرو۔ کہنے لگا جی ذرا سنو تو سہی۔ وہ تقریر کر رہا تھا کہنے لگا کہ حسین بن علی میدان میں آئے' تلوار اٹھائی' ادھر یزید کا لشکر' ادھر تلوار اٹھائی کشتوں کے پشتے لگ گئے' ادھر تلوار اٹھائی لاشوں کا انبار لگ گیا۔ جدھر دیکھتے ہیں لاشیں ہی لاشیں۔ اتنی زیادہ لاشیں کہ لاشوں کا پہاڑ بن گیا۔ میں پریشان ہو گیا۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب نے جتنا زور لگا کے بات بیان کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین نے دو چار لاکھ آدمی مار دیئے ہیں۔ تاریخ سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت حسینؓ کے ۷۲ ساتھی شہید ہوئے اور مخالفوں کے کوئی بارہ چودہ آدمی مارے گئے۔ یہ اکیلے حضرت حسینؓ نے ایک' دو' تین' لاکھ آدمی مار دیئے ہیں۔ لاشیں کہاں چلی گئیں تھیں؟

کوئی بندہ پوچھنے والا نہیں ہے۔ اور پھر ایک ذاکر تقریر کر رہا تھا' معصوم جا رہا ہے' قافلے کا شہزادہ جا رہا ہے اور دیکھو یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے۔ میں بڑا حیران ہوا۔ میں نے اس کی بات سن کے کہا ذرا آپ بھی اپنے دماغ پہ زور ڈال کے دیکھئے' آپ کا بھی یہی تصور ہوگا' جب آدمی ان سے یہ بات سنتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے' کہ پندرہ سولہ سال کا کوئی بالکل معصوم سا نوجوان ہے۔ جس نے زندگی میں کبھی تلوار بھی نہیں اٹھائی۔ یہ بے چارہ لڑنے کے لئے جا رہا ہے اور وہاں بڑے بڑے بندوں نے اس کو گھیر لیا اور شہید کر دیا ہے۔ بیان کرنے والے کو اتنا پتہ نہیں ہے کہ اس کی اپنی کتابوں کی روایت کے مطابق حضرت حسینؓ کی عمر اس وقت انسٹھ سال تھی۔ ایک کم ساٹھ سال اور ایک کم ساٹھ سال کا بندہ جوان اور بچہ نہیں ہوتا بلکہ بوڑھا ہوتا ہے۔ چالیس برس کی زندگی کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ عمر کی انتہا اور کمالیت کے دن ہوتے ہیں۔ جو انسٹھ ساٹھ سال کا آدمی ہو اس کے لئے تو اس طرح کے لفظ بولتے ہوئے بھی آدمی کو حیا آنی چاہئے کہ کیا لفظ ہم بول رہے ہیں؟

بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے' جس طرح کہ ایک ننھا منا سا بچہ ہو' اس کو لوگوں نے گھیر گھار

کے بلا لیا ہو۔ کوئی خدا کا خوف کرو۔ انسٹھ سال حضرت حسینؓ کی عمر ہے۔ انسٹھ' ساٹھ برس کا ایک بوڑھا انسان۔ ظاہری بات ہے کہ اب جو بندہ لڑنے کے لئے جاتا ہے اسے دو ہی کام ہیں یا لڑے گا' مارے گا یا نہیں مارے گا تو شہید ہو جائے گا۔ اس کا نتیجہ تو یہی ہوتا ہے۔ لڑنے کے دو ہی نتیجے نکلتے ہیں یا آدمی دشمنوں کو ختم کرتا ہے یا خود لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے' جان دے دیتا ہے۔ اب اس میں اتنے بڑے افسانوں' قصوں کہانیوں کی ضرورت کیا ہے اور کیا جی؟ پانی آرہا ہے اور پانی منہ میں نہیں جارہا۔ بالکل اس طرح جس طرح کہ ایک ڈیڑھ دو سال کا بچہ ہو۔ پانی پلانے کے لئے لوگ آتے ہیں اور کوئی پانی پلانے نہیں دیتا۔ کوئی بات ہے؟

عقل کی بات کرو۔ یہ اس طرح کے قصے اور پھر کیا کہتے ہیں ''شہزادہ گلگوں قبا'' کائنات کا امام' حسینؓ کا نانا' یہ تو بادشاہتوں اور شہزادگیوں کو مٹانے کے لئے آیا تھا' تم نے محمد ﷺ کے نواسے کا نام ہی شہزادہ رکھ دیا ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے؟

ان کے دماغ کے اندر کسریٰ کی شہنشاہی کی بو پڑی ہوئی ہے اور جب رسولؐ کے بیٹے کا نام لیتے ہیں تو اس کے لئے بھی وہی لقب استعمال کرتے ہیں کہ جو القاب ان جابروں کے تھے جن کی جابریت اور قہاریت اور فرعونیت کو مٹانے کے لئے اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا تھا۔ قصہ کیا ہے؟

آج حقیقی بات یہ ہے کہ لوگوں کو واقعہ کربلا کی حقیقت کا بھی علم نہیں ہے اور سنیوں کو بھی معلوم نہیں۔ بیڑہ غرق سنیوں کا بھی ہو گیا ہے اس لئے کہ سنی بھی وہی قصے اور کہانیاں بیان کرتے ہیں جن کا شیعہ متھالوجی (مکتبہ فکر) نے لوگوں کے ذہنوں میں جال اور تانا بانا بنا ہوا ہے۔ اچھے خاصے مولوی' اچھے خاصے واعظ' اچھے خاصے خطیب' شہادت حسینؓ کا تذکرہ اسی طرح کرتے ہیں جس طرح کہ شیعہ ذاکر اپنی مجلسوں میں کرتے ہیں۔ حق بات کہتے ہوئے زبانوں میں لڑکھڑاہٹ اور دماغوں میں ہچکچاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو رب کائنات نے جو دین عطا کیا اس میں کسی کی رو نہ رعایت' نہ کسی کے لئے مداہنت' نہ منافقت ہے۔ کہا

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ (الحجر:۹۴)

اے میرے محبوب! تیرا کام یہ ہے کہ جو حق ہو اس کو کھول کھول کر بیان کر۔

یہ نہ دیکھ کہ لوگوں کی پیشانیوں پر مسکراہٹ آتی ہے کہ سلوٹیں پڑتی ہیں۔ قرآن نے ہم کو یہ نہیں بتلایا کہ تم بھی قصے کہانیاں بیان کرنا شروع کر دو۔ اچھے اچھے لوگ قصہ گو بن گئے۔

حقیقی بات یہ ہے کہ دس محرم کو جو واقعہ رونما ہوا ہے اس کا آغاز سن ساٹھ ہجری کو ذی الحجہ کے ابتدائی ایام میں ہوا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی ہے۔ وہ امیر معاویہؓ جس کی بیعت خود حسینؓ نے کر رکھی تھی۔ سنو ذرا بات۔ آج ان شاء اللہ مسئلہ سمجھا کے جاؤں گا۔ ان کے بڑے بھائی حسنؓ نے بھی کی ہوئی تھی۔ وہ معاویہؓ فوت ہوئے۔ ذاکر واعظ اور ہمارے ان پڑھ مولوی بھی حضرت معاویہؓ کا نام لیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، ان پر دشنام دیتے ہیں، ان سے جا کے پوچھو کہ جاؤ ہم تو صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ کی خلافت کو ثابت کر رہے ہیں۔ لیکن اگر تم ہم سے پوچھتے ہو تو ہم کو یہ بتلاؤ کہ مسئلہ صرف صدیقؓ فاروقؓ اور عثمانؓ کا نہیں بلکہ تمہارے دو معصوم اماموں نے حضرت معاویہؓ کی امامت کو بھی مانا ہوا ہے حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کو بھی تسلیم کیا ہوا ہے اور اگر معاویہؓ کی خلافت غلط تھی تو سن چالیس ہجری سے لے کر سن ساٹھ ہجری تک بیس سال کے طویل عرصے میں حسینؓ نے معاویہؓ کی خلافت کو چیلنج کیوں نہیں کیا؟

بیس سال معاویہؓ کی خلافت کو جناب حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قبول کئے رکھا۔ ایک لفظ زبان سے نہیں کہا اور حوالہ سنیوں کی کتاب کا نہیں، حوالہ شیعہ کتاب رجال کشی کا۔ کربلا کے اندر شیعوں نے کتاب چھپوائی۔ تیسری صدی ہجری آج سے بارہ سو سال پہلے کا مصنف ہے اور دوسری کتاب حیوۃ القلوب ملا باقر مجلسی ایرانی کی جو ایران کے شیعہ پریس نے چھاپی، اس کا حوالہ ہے۔ دونوں کتابوں کے اندر لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ نے جب حضرت معاویہؓ سے صلح کی تو شرائط طے ہوئیں۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرائط کو تسلیم کیا۔ جب شرائط تسلیم ہو گئیں تو حضرت حسنؓ نے، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے خلافت سے دستبردار ہو کر اس مسجد کے اندر جس مسجد کو ان کے بابا حضرت علیؓ نے بنوایا تھا، اپنے باپ حضرت علیؓ کا منبر رکھوایا اور اس پر حضرت امیر معاویہؓ کو بٹھایا اور خود نیچے بیٹھے۔ کہا کائنات کے لوگو! سن لو! آج رسولؐ کا نواسہ، علیؓ کا

بیٹا' خلافت سے دستبردار ہو کر اپنا خلیفہ امیر معاویہؓ کو مان رہا ہے۔ یہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ جاؤ یہ تمہاری دونوں کتابوں کا حوالہ۔ خود اکیلے نہیں آئے حسینؓ کو ساتھ لے کے آئے۔ اپنی فوجوں کا کمانڈر قیس بن سعد بن عبادہ وہ بھی ساتھ ہے۔ کہا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا امام ہے۔ پھر حسین کی طرف دیکھا' اس حسینؓ کی طرف جن کا نام نامی اسم گرامی لے کر تم صدیقؓ و فاروقؓ پہ کیچڑ اچھالتے ہو۔ پھر حسینؓ کی طرف دیکھا' کہا۔

قم و بایع

حسینؓ! اٹھو۔ میں نے معاویہؓ کی امامت کو مانا ہے تم بھی معاویہؓ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے اس کو اپنا امام مانو۔ حضرت حسینؓ اٹھے حسنؓ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کی۔ پھر اپنے کمانڈر انچیف کو حکم دیا اٹھو معاویہؓ کی بیعت کرو۔ یہ فوجی آدمی تھا' اور فوجیوں کا دماغ تھوڑا سا ذرا موٹا ہی ہوتا ہے۔ ان کا بستر اٹھا کر پھینکو تو انہیں سمجھ آتی ہے۔ اپنے آپ جانے کو تیار نہیں ہوتے۔

آج اسمبلی کے اندر اسلام کا نام لے کر وہ بل پیش کیا گیا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ضیاء الحق اگر اسلام کے خلاف بھی بات کرے تو اس کو دنیا کی کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اسلام ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا اسلام کیا تھا؟

وہ جس کا اظہار صدیق اکبرؓ نے کیا تھا۔ لوگو! قرآن و سنت کے مطابق بات کروں تو میری مدد کرنا' قرآن و سنت سے ہٹ جاؤں تو مجھ کو پکڑ کر میرے سر کو سیدھا کر دینا۔ یہ صدیق کہتا ہے اور ضیاء الحق صدیق اکبرؓ سے بھی بڑا ہو گیا ہے۔ معاذ اللہ اور وہ مولوی غیرت سے عاری جو اس کے باوجود اس بل کو تسلیم کرنے اور اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس بل کو کسی شرعی عدالت میں بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ سن لو! ساری کائنات تمہارے بل کو مان لے' خدا کے فضل و کرم سے قرآن و سنت کو ماننے والے اہل حدیث اس بل کو نہیں مانیں گے اور قرآن و سنت کے خلاف کسی آواز کو گوارا نہیں کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

تو بات میں کہہ رہا تھا' حضرت حسنؓ نے قیس بن سعد سے کہا اٹھو بیعت کرو۔ فوجی آدمی تھا۔ اِدھر دیکھا' اُدھر دیکھا' اب کیا کروں؟ حضرت حسینؓ کی طرف دیکھتا ہے۔ تیری کتاب کا حوالہ۔ میں کہا کرتا ہوں۔

انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

جاؤ اگر کوئی شیعہ دوست کھڑا ہے اسے کعبہ کے رب کی قسم ہے دنیا کے کسی ذاکر سے پوچھے۔ اگر کوئی ماں کا لال اس حوالے کو غلط ثابت کرے' لاہور میں بیٹھ کے کہتا ہوں' اپنی اس مسجد میں بیٹھ کے کہتا ہوں۔ منہ مانگا انعام دوں گا۔ اور اگر حوالہ سچا ہے تو پھر اپنی کتاب کو آگ لگا دو یا اپنے باطل عقیدے کو آگ لگا دو۔ ایک بات کو مانو یا اپنا عقیدہ چھوڑ دے یا اپنی کتابوں کو چھوڑ دے۔ تیری کتابوں کے اندر لکھا ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ نے حسینؓ کی طرف دیکھا' کیا کروں؟

معاویہؓ سامنے کھڑا ہے۔ جس کے خلاف جنگیں لڑتا رہا ہوں۔ آج اس کے ہاتھ پہ کیسے بیعت کروں؟

حسینؓ کی طرف دیکھا حسینؓ نے پلٹ کے جواب دیا

قم فبایع انه امامی (رجال کشی:۱۰۲)

اٹھو قیس میری طرف کیا دیکھ رہے ہو؟

جس کے ہاتھ پر حسنؓ و حسینؓ نے بیعت کی' وہ پوری کائنات کا امام ہے۔ دنیا کا کوئی شخص اس کی امامت کو مانے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قم فبایع انه امامی

اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔ وہ میرا امام ہے۔

او جس کو تیرے دو معصوم اماموں نے امام مانا ہے تو اس کا انکار کرنے کی جرات کیسے کرتا ہے؟ ان کے خلاف کیسے بات کرتا ہے؟

یا سیدھی طرح بات کہہ کہ تجھ کو اس بات کا علم ہے جس کا تیرے اماموں کو علم نہیں تھا اور یا تو کہہ کہ تو حق پر ہے اور تیرے امام حق پر نہیں تھے۔ معاذ اللہ۔ لیکن یہ کہنے سے پھر وہ عقیدہ عصمت کا باقی نہیں رہتا۔ عقیدہ امامت کے لئے یہ ہے کہ وہ امام ہوتا ہے جس سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ امام بھی ایک نہیں دو ہیں۔ ایک حسنؓ اور دوسرا حسینؓ۔ دونوں نے بیعت کی ہے اور باتیں بتلاؤں تو پھر سن لو۔ آج باتیں کرتے ہیں مروان کی' عبدالملک کی اور حضرت امیر

معاویہؓ کی۔ جاؤ اپنی کتابوں کو اٹھا کے دیکھو۔ بیس سال حضرت معاویہؓ نے حکومت کی ہے' بیس برس بلا شرکت غیرے حکمران' خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین رہے ہیں۔ حسینؓ بھی ان کی رعایا اور حسنؓ بھی ان کی رعایا۔ بس؟ بس رعایا؟

جا اپنی کتابوں کو اٹھا کے دیکھ۔ تیرا مرزا عباس قمی ''منتہی الامال'' میں' ملا باقر مجلسی ''جلاء العیون'' میں لکھتا ہے کہ جب تک امیر معاویہ زندہ رہے' حسنؓ اور حسینؓ ان سے وظیفہ لیتے رہے اور نمازیں امیر معاویہؓ کے مقرر کردہ گورنر مدینہ مروان کے پیچھے پڑھتے رہے۔ آج باتیں کرتے ہیں مروان ایسا اور امیر معاویہؓ ایسا۔ اگر امیر معاویہؓ ایسے ہوتے تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو امیر معاویہؓ سے وظیفہ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کو جائز نہ سمجھتے اور ان کے خلاف جہاد کرتے' خروج کرتے' باہر نکلتے' تلوار بے نیام کرتے۔ انہوں نے بیس سال کے طویل عرصے میں ایک دفعہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف زبان شکوہ کو حرکت نہیں دی۔ تم نے آج یہاں مسئلہ کفر و اسلام کا بنا لیا ہے۔ تیرے کہنے سے کوئی کافر ہوتا ہے نہ تیرے کہنے سے کوئی مسلمان بنتا ہے۔ کون کافر' کون مسلمان؟

میرا عقیدہ یہ ہے جس کے ہاتھ پہ حسنؓ و حسینؓ بیعت کریں وہ کبھی کافر نہیں ہو سکتا۔ میرا تو تیرے اماموں کے بارے میں یہ عقیدہ ہے اور تیرا اپنے اماموں کے بارے میں عقیدہ کیا ہے کہ امام اور معصوم ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کافروں کی بیعت کر لی تھی؟

کچھ خدا کا خوف کرو۔ ابھی تعلقات بتلاؤں گا۔ تو بات یہ ہو رہی تھی' سن ساٹھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ ۴۰ ہجری میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت سے دستبردار ہوئے اور بیس سال حضرت معاویہؓ نے بلا شرکت غیرے حکومت کی۔ کسی نے ان کی خلافت اور امامت کے خلاف کبھی زبان شکوہ کو حرکت نہیں دی۔ ۶۰ ہجری میں انتقال ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے بعد یزید کو ان کی جگہ خلیفہ بنایا گیا۔ اب یہاں رک کے یہ بات بھی سمجھ لو۔ یار کہتے ہیں یہ بڑا ظلم ہوا ہے۔ کیا ظلم ہوا ہے؟

کہتے ہیں باپ کے بعد بیٹے کو خلافت مل گئی۔ آج ذرا ہوش سے مسئلہ سن لینا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس طرح مسئلہ سمجھاؤں گا کہ پہلے کبھی نہیں سمجھا ہو گا اور پھر قیامت تک کبھی

نہیں بھولے گا۔ ان شاء اللہ

باپ کے بعد خلافت کس کو مل گئی؟ بیٹے کو۔

ملاّ واعظ گلا پھاڑ کر کہتا ہے اسلام کی تاریخ بدل گئی۔ کیا بدل گئی ہے بھئی؟

باپ کے بعد بیٹا حکمران ہو گیا ہے' اسلام تبدیل ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر میں اہل حدیث کا بیٹا' اہلسنت کا فرزند یہ بات کہوں تو شاید اس بات کا کوئی وزن ہو۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک باپ کے بعد' بیٹا خلافت کا حقدار نہیں ہوتا ہمارے نزدیک امامت وراثت کی چیز نہیں ہے۔

اس لئے کہ کائنات کے پاکیزہ انسان جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری لمحات میں فاروق اعظمؓ کی بارگاہ میں آئے اور آ کر کہا فاروق اس دنیا سے جا رہے ہو اپنے بعد اپنے بیٹے عبداللہ کو جو سرور کائنات ﷺ کا صحابی' نبی کے پیچھے نمازیں پڑھنے والا' حضور کی قیادت میں جنگیں لڑنے والا' سرور کائنات کی زبان اقدس نے جس کی تعریف کی ہے' مومنوں کا امیر بنا دو تو فاروق نے آنکھ اٹھا کے جواب دیا نہیں نہیں میں قیامت کے دن اپنے رب سے یہ نہیں سننا چاہتا کہ میرا رب جب مجھ سے پوچھے کہ عمر امامت کی باگ ڈور کس کو دے کے آیا تھا؟ تو میں یہ نہیں سننا چاہتا کہ جواب میں یہ کہا جائے کہ اپنے بیٹے کو دے کے آیا۔ نہیں نہیں میں رب کی بارگاہ میں کہنا چاہتا ہوں' اللہ میں اس کمیٹی کو سونپ آیا تھا جس کمیٹی کے ارکان کو تیرے نبی نے اپنی زبان اقدس سے جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی۔ اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دینا چاہتا۔ یہ فاروق تھا جس نے یہ اصول وضع کیا تھا۔ آج اللہ کی رحمت سے یہ مسئلہ بھی سن لو۔

فاروق اعظم نے کنبہ پروری' خویش پروری کی جڑ یہ کہہ کر کاٹی تھی کہ جب وقت آخر آیا' مجوسی نے آپ کی پشت مبارک پہ خنجر کا وار کیا' آپ زخمی ہو کے گرے' موت کی بے ہوشیاں طاری ہوئیں تو آپ نے اس وقت ان لوگوں کو بلایا جن کو نبی کائنات (ﷺ) نے نام لے کے جنت کی بشارت دی تھی۔ کل کتنے لوگ تھے؟ دس۔ فاروق اعظمؓ کے زمانے میں سات زندہ تھے۔ آٹھویں خود فاروق تھے۔ کل دس تھے۔ صدیق اکبرؓ' فاروق اعظم' عثمان ذوالنورینؓ علی المرتضیٰؓ طلحہؓ زبیرؓ' عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فوت ہو چکے تھے اور ابو عبیدہ بن جراح بھی فوت ہو چکے تھے۔ ان میں سے آٹھویں خود حضرت فاروق اعظم تھے۔ باقی کتنے؟ سات۔ ان ساتوں کو بلایا۔ چھ کے لئے حکم دیا کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلو۔ منتخب کتنے چھوڑے؟ چھ۔ باقی کتنے تھے؟ سات۔ خلافت کتنے لوگوں میں محدود کی؟ چھ میں۔ ساتویں کو کیوں نکالا؟ جانتے ہو؟ چھ کو مقرر کیا ساتویں کو نکال دیا۔

پوچھنے والے نے پوچھا ان چھ کو کیوں مقرر کیا؟

کہا یہ وہ ہیں جن کا نام لے کر نبی ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ رب پوچھے گا امت کی باگ ڈور کے لئے کن کو مقرر کیا تو میں کہوں گا اللہ ان کو جن کے نام لے کے تیرے نبی نے جنت کی بشارت دی تھی۔ انہوں نے کہا ساتواں بھی تو ہے اس کو کیوں نہیں رکھا؟

آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہا اس کو اس لئے نہیں رکھا کہ یہ عمر کا بہنوئی ہے اور میں قیامت کے دن چاہتا ہوں' کوئی یہ نہ کہے کہ آتے ہوئے مسلمانوں کے اقتدار کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی اس میں اپنے رشتہ دار کو بھی رکھ لیا تھا۔ اتنا احساس کہ اپنے رشتہ دار کو نبی کی زبان اقدس سے جنت کی بشارت پانے کے باوجود خلافت کمیٹی میں رکھنا گوارہ نہیں کیا۔ ان کو کہتے ہیں خلافت اپنے کنبوں کو دے دی؟ کس کنبے کو دے دی؟ یہ ہمارے نزدیک قابل اعتراض ہو تو ہو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے کہ باپ کے بعد بیٹا حکمران ہو گیا؟

اور ان کو یہ بات کہنے کا کیا حق ہے کہ جن کے مذہب کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ باپ کے بعد بیٹا' بیٹے کے بعد پوتا' پوتے کے بعد پڑپوتا' پڑپوتے کے بعد اس کا بیٹا' اس کے بعد اس کا بیٹا' اس کے بعد اس کا بیٹا۔ جن کی امامت چلتی ہی نسل میں ہے ان کو معاویہؓ پہ اعتراض کا حق کہاں سے مل گیا ہے؟

جن کے مذہب کی بنیاد وراثت پر ہے وہ اعتراض کیوں کرتے ہیں؟

ان کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟

جن کے مذہب کی بنیاد ہی نسل پرستی پر ہے' جن کے مذہب کی بنیاد ہی وراثت پہ ہے وہ امیر معاویہؓ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔

اگر امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلافت دے کر کسی غلطی کا ارتکاب کیا تھا تو میں تم

سے یہ پوچھتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے بعد پھر ان کے بیٹے حضرت حسنؓ کو کیسے خلیفہ بنایا گیا؟

اگر یہ بات غلط تھی تو اس کا ارتکاب معاویہؓ سے بیس برس پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو سن ساٹھ میں اپنا ولی عہد نامزد کیا اور حضرت حسنؓ کو حضرت علیؓ نے سن چالیس میں بیس سال پہلے نامزد کیا۔ اگر یہ بات قابل اعتراض ہے تو یہ عجیب بات ہے۔ کسی شاعر نے شاید اسی لئے کہا ہے کہ

ایں گناہ ہیست کہ در شہر شما نیز کنند

تمہاری بستی میں ہو تو وہ ثواب اور ہماری بستی میں ہو تو وہ گناہ۔ معیار ایک ہی رکھو۔ ہمارے لئے بھی وہی پیمانہ اور اپنے لئے بھی وہی پیمانہ۔ ہم اعتراض کرتے ہیں' اس لئے کہ ہمارے نزدیک باپ کے بعد بیٹا خلافت اور امامت کا وارث نہیں ہو سکتا۔ تم کو کیا حق حاصل ہے؟

بہرحال یہ بات سمجھنے کے بعد پھر سنو کہ سن ساٹھ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ سن ساٹھ کے آخر میں یزید کو حکمران بنایا گیا اور اس کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ اب کیا ہوا؟

جب یزید کی بیعت کے لئے سارے شہروں کے گورنروں کو مراسلہ آیا تو مدینے کے گورنر کو بھی آیا۔ اس نے شہر کے جو سربرآوردہ لوگ تھے ان کو یزید کی خلافت کے لئے بلایا۔ ان میں حضرت حسینؓ بھی تھے' حضرت صدیقؓ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰنؓ بھی تھے اور حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بھی تھے اور بعض روایات کے مطابق ان میں حضرت زبیرؓ کے بیٹے عبد اللہؓ بھی تھے' لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ پہلے ہی مدینے سے رخصت ہو چکے تھے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا کہ یزید کی بیعت کرو۔ حضرت حسینؓ نے اجازت چاہی' گورنر کو کہا کہ دیکھو ابھی ابھی ہمیں امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر ہوئی ہے' یزید کے حکمران بننے کی اطلاع ہوئی ہے۔ ابھی ہم کو غور و فکر کی اجازت دو۔ ہم سوچ سمجھ کے بتلائیں گے۔ اس نے کہا نہیں میں مہلت نہیں دے سکتا۔ حضرت حسینؓ نے کہا مجھے صبح تک مہلت چاہئے۔ اس نے صبح تک مہلت دی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر مدینے سے کوچ کر لیا۔ آپ مکہ مکرمہ آ پہنچے۔ اس زمانے میں لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ حضرت حسینؓ کے مکہ مکرمہ میں پہنچنے کی خبر کوفہ کے لوگوں کو ملی۔ اور جانتے ہو کوفہ کے لوگ کون ہیں؟

کوفہ کے لوگ وہ ہیں جن کے شہر کو حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ سے دارالخلافہ منتقل کر کے

اس شہر کو دار الخلافہ بنایا تھا۔ پہلے دار الحکومت مدینۃ النبی تھا۔ حضرت علیؓ نے مدینۃ النبی سے خلافت کو منتقل کیا اور کوفہ کو دار الحکومت قرار دیا۔ اب اس شہر کے بھاگ جاگ اٹھے۔ ظاہری بات ہے جو کیپٹیل ہوتا ہے، دار الحکومت ہوتا ہے، اس کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے، وہاں کے لوگوں میں خوشحالی آتی ہے۔ چنانچہ کوفہ کے لوگ حضرت علیؓ کے بہت حامی اور اس بات میں مشہور تھے کہ یہ حضرت علیؓ کی سیاسی پارٹی کے رکن ہیں۔ میں نے جان بوجھ کر سیاسی پارٹی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس لئے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے اندر کوئی مذہبی اختلاف موجود نہیں تھا۔ یہ اختلاف جو آج موجود ہے، جس کو کفر اور اسلام کا اختلاف بنا دیا گیا ہے، اس کا وجود حضرت علیؓ کے زمانے میں نہیں تھا۔

اس زمانے میں دو سیاسی پارٹیاں تھیں، ایک پارٹی حضرت امیر معاویہؓ کی حامی تھی اور دوسری پارٹی حضرت علیؓ کی حامی تھی۔ دونوں کے اختلافات سیاسی تھے، مذہبی اختلاف ان کے اندر موجود نہیں تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

یہ بات میں نہیں کہتا، تیری سب سے مقدس کتاب نہج البلاغہ کے اندر موجود ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کو لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر کے مقابلے کے لئے نکلے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوجیوں میں سے چند لوگوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے فوجیوں کو گالی دی، برے لفظوں سے یاد کیا۔ حضرت علیؓ نے سنا۔ جا اٹھا کے دیکھ، نہج البلاغہ کے اندر لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے گالی سنی تو فرمایا!

لا تکونوا سبابین

گالی دینے سے رک جاؤ۔ کوئی آدمی معاویہؓ کے ساتھیوں کو گالی نہ دے۔ لوگ حیران رہ گئے، تلواریں نکلی ہوئیں، نیزے سانوں پہ چڑھے ہوئے، تیر کمانوں پہ چڑھے ہوئے، ہم نے برے لفظوں سے یاد کیا ہے اور علیؓ نے ٹوک دیا ہے۔ علیؓ نے فرمایا رک جاؤ، کوئی گالی نہ دے۔

سن لو! علیؓ کیا کہتے ہیں؟

یہ تمہارے امام معصوم اول ہیں، اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ فرمایا

لا نستزيدهم في الايمان بالله والتصديق برسوله و لا يستزيدوننا۔

او میرے ساتھیو سن لو! ہمارے درمیان اور معاویہؓ کے درمیان کوئی مذہبی اختلاف نہیں۔ بلکہ میں علیؓ یہ کہتا ہوں کہ میں معاویہؓ سے ایمان میں اتنا ہی برابر ہوں جتنا کہ عام مسلمان۔ میرے ایمان اور معاویہؓ کے ایمان میں کوئی فرق نہیں' ہم سب برابر ہیں۔

لا نستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ ولا یستزیدوننا۔

نہ ان کا ایمان ہمارے سے کم ہے' نہ ہمارا ایمان ان سے زیادہ ہے' ان کا خدا وہی ہے جو ہمارا خدا ہے' ان کا نبی وہی ہے جو ہمارا نبی ہے' ان کی کتاب وہی ہے جو ہماری کتاب ہے۔

الامر الواحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براء

(نہج البلاغۃ شرح بن میثم ج ۵ ص ۱۹۴)

ہمارے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا ہے وہ جناب عثمانؓ کی شہادت کے بارے میں ہے۔ ہم نے شہادت عثمانؓ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ ان کو غلط فہمی ہے کہ ہم نے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے ہم لڑنے کے لئے آئے وگرنہ ہمارے درمیان کفر و ایمان کا کوئی اختلاف موجود نہیں تھا۔

یہ حضرت علیؓ کہہ رہے ہیں۔ دو سیاسی پارٹیاں تھیں۔ ایک گروپ کے لیڈر حضرت علیؓ تھے' ایک گروپ کے لیڈر حضرت معاویہؓ تھے اور یہی وجہ ہے کہ جب جنگ صفین ہوئی' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کی لاشوں اکٹھا کیا گیا اور حضرت معاویہؓ کے ساتھیوں کی لاشوں کو بھی اکٹھا کیا گیا۔ لوگوں نے کہا معاویہ کے ساتھیوں کی لاشوں کو اٹھاؤ اور گڑھوں میں پھینک دو' اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو اٹھاؤ' ان کا جنازہ پڑھو' ان کو کفناؤ' ان کو دفناؤ۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا' تیری کتاب نہج البلاغہ کا حوالہ۔ فرمایا' نہیں دونوں ایمان میں برابر ہیں۔ دونوں لاشوں کو رکھا جائے' غلط فہمی کی بنیاد پہ اختلاف ہوا' علیؓ ان دونوں کا اکٹھا جنازہ پڑھائے گا۔ کوئی اختلاف نہیں۔ بہرحال سیاسی طور پر اختلاف نے اتنی وسیع خلیج حائل کر دی کہ آپس میں ملنا دشوار ہو گیا لیکن کفر و اسلام کا فتویٰ دونوں جانبوں میں سے کسی نے دوسرے پر نہیں لگایا۔

حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد' یزید کے دور حکومت کا جب آغاز ہوا' حضرت حسینؓ

چھپ کر مدینہ طیبہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف آئے۔ کوفہ کے لوگوں کو علم ہوا۔ وہی کوفہ کے لوگ جو حضرت علیؓ کی پارٹی کے لوگ تھے' انہوں نے جناب حسینؓ کی خدمت میں خط لکھے' حسینؓ تم نے بہت اچھا کیا یزید کی بیعت نہیں کی۔ آؤ ہم تیرے باپ کی پارٹی کے لوگ تجھ کو بلاتے ہیں کہ آؤ ہمارے پاس آ جاؤ' ہم تجھ کو اپنا حکمران مان لیتے ہیں۔ خط پہ خط آنے لگے ہر روز خط۔ ایک دن اتنے خط آئے کہ شیعہ مورخ نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کی بوری بھر گئی۔ ہمارے پاس آ جایئے۔ ہم آپ کو اپنا حکمران ماننے کے لئے تیار ہیں۔ آخرکار اٹھارہ ہزار کے قریب خط آئے۔ حضرت حسینؓ نے سوچا کہ یہ لوگ اتنا مجبور کر رہے ہیں' چلنا چاہیئے۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا' خود نہ چلئے پہلے کسی کو اپنا نمائندہ بنا کے بھیجئے کہ حالات تو دیکھے' حالات کیا ہیں؟

حضرت حسینؓ نے اپنے تایا' حضرت عقیلؓ...... جو حضرت علیؓ کے بڑے بھائی تھے' دس سال بڑے تھے' کے صاحبزادے...... مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا کہ جاؤ جا کے حالات کا پتہ کرو۔ حالات کیا ہیں؟ بات لمبی ہو جائے گی' مسلمؒ بن عقیل بھی نوجوان آدمی تھا۔ کوفہ کے لوگوں کے جذبات دیکھے' ان کے بہلاوے میں آ گئے۔ حسینؓ کو خط لکھا' حسینؓ انتظار نہ کرو' فصل پک کر تیار ہو چکی ہے' کاٹنے والے کا انتظار ہے۔ جلدی سے آ جاؤ۔ اب ذرا جو بات بتلانا چاہتا ہوں وہ سن لو۔

جب حضرت حسینؓ نے مکہ مکرمہ سے کوچ کا اعلان کیا' اس دن ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ تھی اور کوئی حاجی یہاں ہو گا اس کو پتہ ہے کہ آ[ٹھو]یں ذی الحج کو کیا ہوتا ہے؟

آٹھویں ذی الحج کو مکہ میں جو حاجی گئے [ہو]تے ہیں' وہ حج کا احرام باندھتے ہیں اور احرام باندھ کے منیٰ کی طرف نکلتے ہیں۔ آ[ٹھویں ذ]ی الحج کو جب لوگ احرام باندھ کے منیٰ کی طرف جا رہے تھے' حضرت حسینؓ نے اپنے قا[فلے] کو [او]ر کوفہ کی طرف رخ کیا۔ لوگوں نے پوچھا' حسینؓ لوگ حج کے لئے جا رہے ہیں' تم کہا[ں جا] رہے ہو؟

فرمایا مجھ کو میرے باپ کے شیعہ نے بلایا ہے۔ میں کوفہ میں جا رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو حضرت حسینؓ کے چچا تھے' حضرت [علیؓ کے] چچا کے بیٹے' ان کو پتہ چلا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کو تین مقام حاصل ہیں' ایک یہ [کہ حسینؓ] کے چچا' دوسرا یہ کہ یہ وہ شخصیت

گرامی ہیں جن کا نام لے کر نبی نے ان کے لئے دعا کی

اللھم علمہ القران وفقھہ فی الدین

اللہ! عبداللہ بن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ تیسرا یہ حضرت علیؓ کی فوجوں کے کمانڈر انچیف رہے ہیں۔ تین حیثیتیں۔ عبداللہ بن عباسؓ کو پتہ چلا' بھاگے ہوئے آئے۔ حسینؓ کی اونٹنی کی مہار تھام لی۔ فرمایا حسینؓ کہاں جا رہے ہو؟

فرمایا' کوفے کے شیعوں نے بلایا ہے۔ فرمایا' جن شیعوں نے تیرے باپ سے وفا نہیں کی' تجھ سے وفا کیسے کریں گے؟

نہ جاؤ۔ حسینؓ جانا ہے تو کسی اور جگہ جاؤ۔ اب حسینؓ دانا اور بینا آدمی' انسٹھ سال کے پختہ عمر کے انسان' گرم و سرد چشیدہ۔ عبداللہ بن عباسؓ کو کہتے ہیں' چچا میرے راستے سے ہٹ جاؤ' میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے اس سے پلٹنے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت بن عباسؓ نے کہا حسینؓ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں تیرے اونٹ کے راستے میں لیٹ جاؤں اور تو رک جائے گا تو میں لیٹنے کے لئے تیار ہوں۔ مت جا۔ حسینؓ نے کہا چچا اب آگے اٹھے ہوئے قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے تاریخی الفاظ کہے' فرمایا اگر تو نہیں رکتا تو میری پیشین گوئی سن لے' میں تیری داڑھی کے بالوں کو خون میں رنگا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ جنہوں نے تیرے بڑے بھائی اور تیرے باپ سے وفا نہیں کی' وہ تجھ سے بھی وفا نہیں کریں گے۔ حسینؓ اس کے باوجود چل نکلے۔

اب ادھر ماجرا دیکھئے کہ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بتیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے موت کی بیعت کی۔ یزید کو پتہ چلا' کوفے کے صوبے کے حالات خراب ہیں۔ اس نے پہلے گورنر کو تبدیل کر کے عبیداللہ بن زیاد کو گورنر بنا کے بھیجا' صرف اٹھارہ آدمی اس کے ساتھ بھیجے۔ عین اس زمانے میں جبکہ کوفہ کی ہر گلی' ہر بازار اور ہر گھر میں حسینؓ کے نعرے لگ رہے تھے' ان دنوں میں صرف اٹھارہ سپاہیوں کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد نے کوفہ میں قدم رکھا۔ اس زمانے میں عربوں کا دستور یہ تھا کہ پرانے پنجابیوں کی طرح سفر کرتے ہوئے اپنے چہرے پہ "ڈھاٹا" باندھ کے رکھتے تھے۔ جس طرح ہمارے دیہاتوں میں دیہاتی سفر کرتے ہوئے اپنی پگڑی کا پلو اپنے منہ پہ باندھ لیتے ہیں' اسی طرح عربوں کا دستور تھا کہ چہرے پہ گرد و غبار

نہ پڑے۔

عبیداللہ بن زیاد اپنے چہرے پر ''ڈھاٹا'' باندھے کوفے کے بازاروں میں داخل ہوا۔ لوگوں کو حسینؓ کا انتظار تھا' انہوں نے سمجھا' حسینؓ آ گیا ہے۔ سارا کوفہ باہر نکل آیا۔ جہاں سے گزرتے' لوگ کہتے' السلام علیك یا ابن رسول الله' رسول کے بیٹے تجھ کو سلام ہو۔ انہوں نے سمجھا' حسینؓ آیا ہے۔ جب تک عبیداللہ بن زیاد اپنے گورنر ہاؤس میں پہنچے بتیس ہزار کے قریب کوفی جمع ہو چکے تھے۔ حضرت مسلم بن عقیل کو پتہ چلا وہ بھی بھاگے ہوئے آئے کہ حسین آ گیا ہے۔ ان کو تو پتہ نہیں کون آیا ہے۔ گورنر ہاؤس کے پاس جا کر' جب کہ مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھی بھی پاس تھے عبیداللہ بن زیاد نے اپنے چہرے سے کپڑے کا پلو ہٹایا۔ لوگوں نے دیکھا کہ حسینؓ کی جگہ عبیداللہ بن زیاد آ گیا ہے۔ اب عبیداللہ بن زیاد نے بتیس ہزار شیعوں کو گھور کے دیکھا۔ صرف اٹھارہ سپاہی ساتھ تھے اور پلٹ کے کہنے لگا' جس کو اپنی جان عزیز ہو' ابھی پلٹ جائے وگرنہ کبریا کی کبریائی کی قسم ہے' میں تمہاری بیویوں کو بیوہ اور تمہارے بچوں کو یتیم کر دوں گا۔ پلٹ جاؤ۔

اب ذرا سوچنے کی بات ہے' اٹھارہ سپاہی اور وہ زمانہ نہیں تھا کہ پولیس والوں کے پاس جیپیں' بندوقیں' سٹین گنیں اور آنسو گیس کے آلات ہوں اور لوگ بیچارے نہتے' بلکہ وہ زمانہ وہ تھا کہ پولیس والوں کے پاس بھی تلواریں اور عام لوگوں کے پاس بھی تلواریں تھیں' دونوں کے پاس تلواریں تھیں۔ لیکن کوفے والوں کا حال پنجاب کی اس بستی کا سا تھا جس بستی میں ایک چور ایک لاٹھی لے کے آیا۔ پوری بستی والوں کو آگے لگا لیا۔ آگے آگے بستی والے بھاگ رہے ہیں اور پیچھے اکیلا چور بھاگ رہا ہے۔ صبح کو لوگوں نے پوچھا او تمہاری مت ماری گئی ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

کہنے لگے کیا کریں ہم سارے گاؤں والے اکیلے' چور اور لاٹھی دونوں تھے۔ یہ کوفے کے لوگوں کا حال تھا۔ اٹھارہ سپاہی اور بتیس ہزار جوان۔ اٹھارہ سپاہیوں کو دیکھ کے لوگوں نے کھسکنا شروع کیا۔ حضرت مسلم بن عقیل نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ دیکھا کہ بتیس ہزار میں سے بتیس سو باقی رہ گئے ہیں۔ کہا پکڑ لو اس گورنر کو۔

عبیداللہ بن زیاد نے کہا' کسی کی ماں نے بچہ جنا ہو تو آگے بڑھ کے تو دکھائے۔ یہ کہنے

کی دیر تھی' مسلم بن عقیل نے دیکھا کہ صرف بتیس آدمی ساتھ رہ گئے ہیں' اب ذرا اور آگے بڑھے۔ الارشاد شیخ مفید کی' اعلام الوری طبرسی کی' الفصول المھمہ بن صباغ کی' کشف الغمہ اربلی کی۔ تمہاری کتابیں' اٹھاؤ۔ کوئی مقابلہ' کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر گزری' مسلم بن عقیل نے دیکھا کہ کوفہ کے بازاروں میں تن تنہا کھڑا ہے' کوئی ساتھ باقی نہیں بچا۔ پردیسی' اجنبی' تنہا' غریب الوطن' کوفے کے راستوں کو بھی نہیں جانتا' اب بھاگا۔ اس کی تو بالکل یہی مثال ہے کہ میرے جیسا آدمی شاد باغ میں آئے' تم سارے بھاگ جاؤ تو میں کہاں جاؤں گا' مجھے تو شاد باغ کا راستہ بھی نہیں آتا۔ کہاں جاؤں؟

مسلم بن عقیل جائیں تو جائیں کہاں؟ ادھر بھاگے' ادھر بھاگے۔ آخر ایک گلی میں گھسے' دروازے پہ دستک دی' اس شیعہ نے جس نے موت کی بیعت کی ہوئی تھی' حسینؓ کے بھیا کے چہرے کو دیکھا' اپنے کواڑ بند کر لئے۔ دوسرے دروازے پہ دستک دی' اس نے دیکھا پھر کواڑ بند کر لئے۔ اسی طرح تیسرے' چوتھے دروازے پہ دستک دی' بھاگتے رہے' پیچھے سپاہی بھاگ رہے ہیں' تعاقب ہو رہا ہے۔ ایک جگہ پاؤں کو اندھیرے میں ٹھوکر لگی' حسینؓ کا بھائی منہ کے بل گرا' دانت ٹوٹ گئے' منہ سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ شیعان علیؓ میں سے کوئی خون پونچھنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ ساری رات مسلم بن عقیل کوفہ کے بازاروں میں' کوفیوں کی بے وفائی کا ذکر کرتے ہوئے گھومتے رہے' کوئی پناہ دینے کے لئے تیار نہ ہوا۔ پیاس سے نڈھال ایک مکان کے دروازے پہ جا کے گر پڑے' چیخ کی آواز گھر والوں تک پہنچی۔ ایک بڑھیا اندر سے باہر آئی' دیکھا کہ مسلم بن عقیل جس کے ہاتھ پر کل ہزاروں نوجوان حسینؓ کے لئے موت کی بیعت کر رہے تھے' آج زخمی پڑا پانی پانی چلا رہا ہے' کوئی منہ میں پانی ڈالنے کے لئے تیار نہیں۔ جلدی سے اندر گئی' روئی کا پھاہا لیا' منہ سے خون صاف کیا' پانی کے چھینٹے مارے۔

مسلم بن عقیل کو ہوش آیا' آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگے بڑھیا مجھ کو پناہ نہ دو' فاطمہؓ کے بیٹے کو پیغام پہنچا دو کہ کوفے نہ آئے' ان سے بڑی بے وفا شے کوئی نہیں ہے۔ کوئی ان کو جا کے کہہ دے' حسینؓ کو روک دے۔ میرے ساتھ جو ہو چکا' ہو چکا حسینؓ پلٹ جائے۔ جن شیعوں نے اس کے باپ سے وفا نہیں کی تھی' اس کے بھائی سے وفا نہیں کی تھی' آج اس سے بھی وفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

بڑھیا نے جلدی سے دروازہ کھولا' اندر لے گئی' پانی پلایا' کھٹکا ہوا' بیٹا جاگ اٹھا۔ کہنے لگا ماں یہ اندر کھٹ پٹ کیا ہو رہی ہے؟ کیا ہو گیا ہے؟

ڈرے ہوئے تھے ناں کہ کہیں ہتھوڑا گروپ نہ آ جائے۔ یہ مومن ہیں۔[1]

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہمارے حکمرانوں نے نشہ پلا پلا کے' ان کو خودی کو مار مار کے' ان کی آزادی کو چھین چھین کے' ان کو بزدل بنا دیا ہے۔ سارا شہر چالیس لاکھ آدمیوں کا بھرا ہوا ایک ہتھوڑے والا آ گیا ہے' سارے شہر والے اس طرح گھسے ہوئے' جس طرح چوہے بل میں گھسے ہوتے ہیں۔[1] دو لوگوں نے غیرت ماری ہے۔ سن لو!

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
کہ میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
اپنے بھی ہیں ناراض ہیں اور بیگانے بھی ہیں ناخوش

اسی قوم کی حمیت و غیرت کو دو قسم کے حکمرانوں نے کچلا ہے۔ ایک ان حکمرانوں نے جنہوں نے اپنے اقتدار کی بساط بچھانے کے لئے ان کی غیرت کو مارا' ایک ان حکمرانوں نے جنہوں نے ہر ایرے غیرے موقع پہ مردہ پرستی کو رواج دے کے یہ تاثر دیا کہ ہم مردوں سے ڈرنے والی اور مردوں کو پوجنے والی قوم ہیں اور مردوں کو پوجنے والے کبھی زندوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مردوں کا پجاری یہ وزیر[2] غسل دے رہا ہے۔ کہتے ہیں بڑا شریف ہے۔ اس کے نام کا حصہ شریف ہے۔ میں نے کہا اگر اس کے نام کی وجہ سے اس کی شرافت کی گواہی دیتے ہو تو بابرا شریف نے کیا جرم کیا ہے؟ اس کے نام کا حصہ بھی تو شریف ہے؟

شرم نہیں آتی۔ یہ وزیر ہیں۔ ان مردہ پرستوں نے زندوں کی مدد کیا کرنی ہے؟

---

1. اُن دنوں پنجاب میں ہتھوڑا گروپ کے نام سے جرائم پیشہ افراد کا ایک گروہ سرگرم تھا۔ اس کی طرف یہ اشارہ ہے۔

2. پاکستان کے سابقہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف مراد ہیں۔ آپ مختلف قسم کی بدعنوانیوں اور خیانتوں میں ملوث تھے۔ کارگل کی جنگ میں آپ کا کردار غیر معمولی طور پر شرمناک تھا۔ عدالتوں سے سزا پا چکے تھے اور قید کاٹ رہے تھے کہ اچانک مشرف حکومت نے دسمبر ۲۰۰۰ء میں آپ کو جلاوطن کر دیا۔

دس من عرق گلاب سے ایک قبر کو غسل[1] دیا ہے۔ پی جاؤ اس عرق گلاب کو تا کہ تمہاری رہی سہی غیرت بھی مر جائے۔ یہ حالت ہے ہمارے وزیروں کی' یہ حالت ہے ہمارے حکمرانوں کی۔ ان حکمرانوں کے دور میں اگر رعایا ہتھوڑوں سے نہیں ڈرے گی تو اور کس سے ڈرے گی؟ ڈرنا ہی چاہئے۔

اس بڑھیا نے مسلم بن عقیل کو اندر جگہ دی۔ بیٹے نے کھٹ پٹ کی آواز سنی' پوچھا اماں کون ہے؟

بڑھیا کہتی ہے کوئی نہیں۔ اس نے کہا مجھے آواز آئی ہے۔ اس نے کہا تیرا وہم ہے۔ بڑھیا چھپاتی ہے' بیٹا اصرار کرتا ہے۔ آخر دروازہ کھولا دیکھا' سامنے مسلم بن عقیل بیٹھا ہے۔ بڑھیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگی او ظالمو کل تک اس کے نام کے نعرے لگاتے' اس کے ہاتھ پہ بیعت کرتے تھے' آج اس کو مارنے کے لئے دوڑتے ہو۔ خدا کا خوف کرو یہ رسول کے نواسے کا نمائندہ اور رسول کے بھائی کا بیٹا ہے۔ کوئی ظلم نہ کماؤ۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ اس نے کہا میں تو جانوروں کے پیر چومنے والا ہوں' یہ تو انسان ہے۔ میں تو بڑا فرمانبردار ہوں' خدمت گزار ہوں۔ ہاتھ چومے' پاؤں چومے۔ کہنے لگا ہمارے تو بھاگ جاگ اٹھے' ہمارے گھر میں نرائن آ گئی' ہمارے گھر میں دیوتا آ گیا۔ ماں بیچاری دھوکہ کھا گئی۔ اس نے کہا کسی کو بتلانا نہیں۔ کہنے لگا ماں ایسی بات کیا کرتی ہو۔ تھوڑی دیر گزری بیٹا وضو کرنے لگا۔ اس نے کہا کیا بات ہے ابھی تو فجر کی اذان بھی نہیں ہوئی؟

کہنے لگا ماں شکرانے کے طور پہ تہجد پڑھنے لگا ہوں۔ آج رسول کے نواسے کا ہرکارہ ہمارے گھر آیا ہے۔ ماں بڑی خوش ہوئی کہ آج تہجد پڑھنے لگا ہے۔ کہتا ہے ماں جی چاہتا ہے مسجد میں جا کے نفل پڑھوں' اس مسجد میں جس مسجد کو اس کے چچا علیؓ نے بنوایا ہے۔ ماں نے دروازہ کھولا' وضو کر کے سیدھا گورنر ہاؤس پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد کو کہنے لگا آؤ میں تمہارا شکار اپنے گھر میں پھنسا کے آیا ہوں۔ ان کی حالت یہ ہے۔ حضرت مسلم بن عقیل شہید ہو گئے۔

قافلہ حسینؓ مکہ سے رخصت ہو چکا ہے۔ چند منزل فاصلہ طے کیا' حسینؓ کو خبر ہوئی کہ

---

[1] معروف صوفی بزرگ علی ہجویری کی طرف اشارہ ہے۔ ان کی قبر کو ہر سال عرق گلاب سے غسل دیا جاتا ہے۔

مسلم بن عقیل اس طرح بے یار و مددگار' بے کسی اور بے بسی کی موت مارے گئے ہیں۔ حسینؓ نے پلٹنے کا ارادہ کیا۔ جاؤ کوئی ماں کا لال دکھاؤ تو سہی جو اس کا انکار کرے۔ حسینؓ نے پلٹنے کا ارادہ کیا' لیکن مسلم بن عقیل کے بھائی بیٹھ گئے۔ کہنے لگے حسینؓ ہمارا بھائی مرا ہے' ہم پلٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ حضرت حسینؓ نے دیکھا یہ پلٹنے پر آمادہ نہیں۔ فرمایا اگر تم پلٹنے پر تیار نہیں تو میں بھی نہیں پلٹتا' قافلہ چلا۔ کوفے میں اب جتنی تلواریں ہیں وہ عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ ہیں۔ وہی لوگ جو کل تک حسین' حسین کا نعرہ بلند کر رہے تھے' آج یزید' یزید کے نعرے بلند کر رہے ہیں اور ابھی کئی منزل دور' کربلا میں نہیں پہنچے۔ دس تاریخ کی صبح دس بجے کہ ادھر سے عبیداللہ بن زیاد اپنا لشکر لے کے آ پہنچا۔ حسینؓ نے نظر اٹھائی' دیکھا لشکر میں کوئی بھی شامی نہیں' سارے کوفہ کے لوگ ہیں۔ کہا کیوں آئے ہو؟

حسینؓ تجھ سے لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ حسینؓ نے خطوں کی بھری ہوئی بوری اٹھائی ایک ایک کا نام لیا۔ تم میں تمہارا فلاں سردار موجود ہے؟

اس نے کہا موجود ہے۔

فرمایا یہ تم نے ہی خط لکھ کے مجھ کو بلایا تھا؟

کہا بلایا تھا' غلطی ہو گئی۔ کہا اگر غلطی ہو گئی تھی تو اب کم از کم گھر میں بیٹھے رہتے میرے خلاف لڑنے کے لئے تو نہ آتے۔ ایک ایک کا نام لیا پھر بات بڑھی' فرمایا اپنے سردار کو بلاؤ۔ اس طرف سے کمانڈر آگے بڑھا۔ کیا بات ہے؟

کہا میری تین شرطیں ہیں۔

مجھ کو واپس پلٹ جانے دو۔ میں مکے واپس چلا جاتا ہوں۔ مجھ کو چھوڑ دو۔ کہا یہ ممکن نہیں۔

کہا پھر مجھے بارڈر پہ بھیج دو۔ کافروں کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں گا۔ میں کسی حکومت' کسی خلافت سے تعرض نہیں کرتا' بارڈر پہ چلا جاتا ہوں۔ کہا یہ بھی منظور نہیں ہے۔

کہا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو' جو وہ میرے ساتھ فیصلہ کرے گا مجھے منظور ہو گا۔ اس نے کہا ہم کو یہ بھی منظور نہیں۔ تین مطالبے' کوفیوں نے تینوں مسترد کئے اور اسی لئے ہم حسین کی شہادت کو شہادت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حسینؓ لڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

لگ گئیں۔اور لاشیں گئی کہاں؟

کہنے لگے فرشتے اٹھا کے لے گئے۔آئے کہاں سے' گئے کہاں سے؟

کوئی خدا کا خوف کرو۔حسینؓ کی شہادت اس لئے شہادت ہے کہ حسینؓ لڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔حسینؓ کو مجبور کیا گیا۔حسینؓ نے تین منصفانہ شرائط پیش کیں۔

واپس پلٹ جاتا ہوں' بارڈر پہ چلا جاتا ہوں' یا یزید کے پاس لے چلو۔اس سے گفتگو ہو گی جو فیصلہ ہوگا مجھے منظور ہوگا۔

کہتے ہیں ناں کہ بادشاہ سے زیادہ بادشاہ پرست بیڑہ غرق کرتے ہیں۔ضیاء الحق اتنے بیان نہیں دیتا جتنے بیان چمچے دیتے ہیں۔کہتے ہیں اگر ضیاء الحق چلا گیا تو اسلام کا پایا (ستون) ٹوٹ جائے گا۔ہم نے کہا ضیاء الحق نہ ہو گیا چارپائی کا سیرو ہو گیا۔یہ اگر نہیں رہا تو پایا ٹوٹ جائے گا۔کوئی خدا کا خوف کرو۔اس کے آنے جانے سے کیا ہوتا ہے' لوگ آتے بھی رہتے ہیں اور جاتے بھی رہتے ہیں۔وہ کہتے ہیں ناں کہ

پیراں نمی پرانند مریداں ہمی پرانند

کہ پیر تو بیچارہ بیٹھنا چاہتا ہے' مرید بیٹھنے نہیں دیتے۔اڑ اڑ کے کہہ رہے ہیں امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ السلام۔

اب جناب حال یہ ہے کہ وہ زیادہ بادشاہ پرست تھے۔انہوں نے کہا' نہیں ہم تو بیعت کر کے جانے دیں گے۔لڑائی ہوئی' گیارہ بجے کے قریب جنگ ہوئی۔ڈیڑھ بجے کے قریب جنگ ختم ہو گئی اور یہ بھی اس لئے ہوئی کہ عربوں کا رواج یہ تھا کہ پہلے ایک ایک کر کے لڑتے تھے۔ایک ایک کر کے حسینؓ کے سارے ساتھی شہید ہوئے۔سب مردوں میں سے باقی ایک بچا جس کا نام زین العابدین تھا۔

اب ذرا یہاں رک کے ایک مسئلہ اور سن لو۔ذاکر کربلا کے شہیدوں کا نام لیتا ہے۔ کہتے ہیں فلاں شہید ہوا' فلاں شہید ہوا۔ہوئے۔

کون؟

کہتا ہے عون شہید ہوئے' محمد شہید ہوئے' عرفہ بن عوسجہ شہید ہوئے' حر تمیمی مارا گیا اور میں نے پوچھا۔تم بھی یاد کر لو مسئلہ۔تم بھی کبھی پوچھنا ذاکر کو [illegible] نے کہا ساروں کے بیٹوں

کے نام لیتے ہو۔ حسینؓ کے باپ کے بیٹوں کا نام کیوں نہیں لیتے ؟

دوسروں کے بیٹوں کا نام لیتے ہو کہ جعفرؓ طیار کے بیٹے مارے گئے' عقیل کے بیٹے مارے گئے' عبداللہ بن جعفرؓ کے بیٹے مارے گئے' عوسجہ کا بیٹا مارا گیا۔ یہ کیوں نہیں بتلاتے کہ علیؓ کا بھی کوئی بیٹا شہید ہوا ہے کہ نہیں؟ کیوں نہیں بتلاتے ؟

دعویٰ سن لو۔ ساری دنیا میں ایک کتاب بھی ایسی نہیں جس میں کربلا کا واقعہ بیان ہوا ہو اور اس میں علیؓ کے بیٹوں کا نام درج نہ ہو۔ مولوی ہر ایک کا نام لیتا ہے علیؓ کے بیٹوں کا نام نہیں لیتا۔ کیوں نہیں لیتا؟

اس لئے نہیں لیتا کہ کربلا کے واقعہ کی کتابوں میں لکھا ہے حسینؓ کے ساتھ لڑتے ہوئے' حسین کی حمایت کرتے ہوئے' حسین کے جھنڈے کے نیچے تلوار چلاتے ہوئے سب سے پہلے جو شہید ہوا وہ علیؓ کا بیٹا ابوبکر تھا' پھر جو شہید ہوا وہ علیؓ کا بیٹا عمر تھا' پھر جو شہید ہوا وہ علیؓ کا بیٹا عثمان تھا۔ نام اس لئے نہیں لیتے کہ اگر ابوبکر و عمر و عثمان کے نام آئیں گے' سننے والے کہیں گے' ان سے تو دشمنی تھی علیؓ نے ان کے نام پہ اپنے بیٹوں کے نام کیوں رکھے؟

اس لئے کہ دشمنوں کے بیٹوں کے نام پہ کوئی بندہ اپنے بیٹوں کے نام نہیں رکھتا۔ کس کے نام پہ نام رکھتے ہیں؟ دوستوں کے بیٹوں کے نام پر۔ اگر تو پوچھے گا تو (ذاکر) روتا ہوا ہوش میں آجائے گا یہ ابوبکر کہاں سے آ گیا' یہ عمر' یہ عثمان کہاں سے آ گئے؟ پھر سب کا نام لیتے ہو حسن کے بیٹوں کا نام کیوں نہیں لیتے ؟

کربلا کے جو شہید ہوئے ان میں حسنؓ کا بیٹا ابوبکر تھا' حسنؓ کا بیٹا عمر تھا' حسنؓ کا بیٹا عثمان تھا۔ اور سب کے نام لیتے ہو' اصغر' اکبر۔ یہ تم نے نام رکھے۔ جاؤ کسی پرانی معتبر کتاب میں اصغر' اکبر کا نام دکھاؤ۔ جانتے ہو نام کیوں رکھے؟

چھپانے کے لئے کہ حسینؓ کا جو پہلا بیٹا شہید ہوا' حسینؓ کا اپنا بیٹا اس کا نام ابوبکر تھا حسینؓ کا جو دوسرا بیٹا شہید ہوا اس کا نام عمر تھا' حسینؓ کا تیسرا بیٹا شہید ہوا اس کا نام عثمان تھا۔ اگر یہ تکرار ہو گئی ابوبکر بن علی' ابوبکر بن حسن' ابوبکر بن حسین' عمر بن علی' عمر بن حسن' عمر بن حسین' عثمان بن علی' عثمان بن حسن' عثمان بن حسین۔ لوگ پوچھیں گے یہ اتنے نام کہاں سے آ گئے؟

سب شہید ہوئے۔ باقی ایک بچا جس کا نام علی زین العابدین رحمتہ اللہ علیہ تھا' بیمار تھے'

انہی کو بیمار کربلا کہا جاتا ہے۔محمل میں' کجاوے پہ'اونٹ پران کو لادا گیا اور چلے۔اب ذرا بات سنو۔کوفہ کے بازاروں سے گزرے۔کتاب تیری' تاریخ یعقوبی شیعہ کی۔علی زین العابدین کوفہ کے بازاروں سے گزرے۔دیکھا لوگ رورہے ہیں' عورتیں بھی رورہی ہیں اور مرد بھی رورہے ہیں۔اپنے سرکو اٹھایا' بہن نے آسرا دیا' کہا بہن یہ کون لوگ ہیں؟

کہا یہ تیرے باپ کے شیعہ' کوفے کے شیعہ ہیں۔

کہا بہن یہ کس کو روتے ہیں؟

بہن نے جواب نہیں دیا' پاس پڑوس چلنے والوں نے جواب دیا۔زین العابدین یہ تیرے باپ کو روتے ہیں۔شیعہ کتاب کے تاریخی الفاظ ہیں۔کہا

من قتله اذ أ (تاریخ یعقوبی ج۱ص۲۳۵)

اگر کوئی میرے باپ کا ماتم کرتے ہیں تو مجھے یہ تو بتلا دو میرے باپ کا قاتل کون ہے؟

خود قتل کیا' خود رورہے ہیں' خود مارا' خود شہید کیا' خود ماتم؟

من قتله اذ أ

اگر یہ میرے باپ کے قاتل نہیں تو میرے باپ کے قاتل کہاں سے آئے تھے؟ نے دیکھا کہ ان پر وہ تہمت لگی جو قیامت تک نہیں دھوئی جاسکتی۔خود بلایا خود مروایا۔انہوں نے سوچا اب کیا کیا جائے۔اس تہمت کو دور کیسے کیا جائے۔کہنے لگے ہم نے نہیں مروایا۔کس نے مروایا ہے؟

کہنے لگے ابوبکر نے مروایا ہے ہم نے نہیں مروایا' عمر نے مروایا ہے۔ہم نے نہیں مروایا' عثمان نے مروایا ہے۔پوچھنے والے نے پوچھا۔احمقو کربلا کے واقعے سے تیں' چالیس' پچاس برس پہلے یہ لوگ تو رخصت ہو چکے تھے۔انہوں نے کیسے مروایا؟ عقل کی بات کرو۔

کہنے لگے وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہاتھ انہی کا ہے۔ہم نے کہا ان کا ہاتھ کیسے؟ کہنے لگے نہ یہ اس کے باپ سے خلافت چھینتے' نہ یزید اس سے چھینتا۔

کبھی کبھی میں کہا کرتا ہوں کسی شاعر نے کہا تھا

کس کو باغ میں جانے نہ دیجیو
ناحق خون پروانے کا ہو گا

کہ پروانہ جو شمع پہ جلتا ہے یہ پروانے کا یا شمع کا قصور نہیں۔ کس کا ہے؟

شہد کی مکھی کا۔ شہد کی مکھی کا کیا تعلق ہے بھلے مانس؟

کہنے لگا شہد کی مکھی باغ میں گئی' وہاں پھول لگے' اس نے ان کا رس چوسا' اس رس کو چوس کے شہد کا چھاتہ بنایا' وہاں شہد سجایا' شہد کے چھاتے سے موم بنا' موم سے موم بتی بنی' موم بتی جلی اور اوپر سے پروانہ آیا۔ اس لئے قصور موم بتی کا نہیں شہد کی مکھی کا ہے۔ یہی بات ہوگئی ناں۔

کہنے لگے نہ ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین علیؓ سے خلافت چھینتے اور نہ ہی یزید حسینؓ سے چھینتا اور نہ ہی یہ واقعہ کربلا ہوتا۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے قصور ان کا ہے۔ ہم نے کہا اگر صدیقؓ و فاروقؓ نے علیؓ کی خلافت چھینی تھی تو اس نے خروج کیوں نہ کیا؟

یہی ہے ناں بات وگرنہ صدیق و فاروق کا تذکرہ کیوں؟ مسئلہ تو خلافت کا ہے اور مسئلہ ویسے حل نہیں ہو سکا تو اذانوں میں کہنے لگے علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل۔ کسی نے کہا کہ تیرے شریک کا چہرہ سرخ ہے۔ کہنے لگا کوئی بات نہیں میں تھپڑ مار مار کے سرخ کرلوں گا۔

یہ اذان سے بنا رہا ہے مولوی۔ سمجھتا ہے میرے اذان دینے سے خلیفہ بن جائے گا۔

علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل

یعنی رسول کا بلافصل خلیفہ علی ہے۔ بھئی تیری اذان سے تو نہیں بن جائیں گے۔ تیری اذان سے کیا فائدہ؟

کہتے ہیں انہوں نے چھینی۔ ہم نے کہا نقل کی بات بعد میں کریں گے' پہلے عقل کی بات سن لو۔ اگر انہوں نے چھینی تھی جس طرح یزید نے چھینی اور حسینؓ نے یزید کے خلاف خروج کیا تو باپ نے ابوبکرؓ کے خلاف خروج کیوں نہیں کیا؟

تمہارے بقول جب حسینؓ کی خلافت چھینی گئی تو ساٹھ سال کے بوڑھے تھے اور کوئی خیبر بھی پہلے فتح نہیں کیا تھا' کسی بدر میں جوہر بھی نہیں دکھائے تھے' کسی مرحب کو قتل بھی نہیں کیا تھا' ذوالفقار بھی ان کے پاس موجود نہیں تھی اور قلعہ خیبر کا دوسومن دروازہ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں اکھاڑا تھا' لیکن بڑھاپے میں خلافت چھیننے کے باوجود خاموشی اختیار نہیں کی۔ تمہارے بقول جب علیؓ سے خلافت چھینی گئی تو اس وقت وہ تیس سال کا جوان رعنا تھا۔ اگر

بوڑھا خروج کر سکتا ہے تو جوان علیؓ نے خروج کیوں نہیں کیا؟

جس دن نبی کائنات ﷺ کی وفات ہوئی' نبی کا انتقال ہوا ہے' نبی فوت ہوئے ہیں۔ آج اہل حدیث مولوی بھی پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کے کہتے ہیں' وصال ہوا ہے۔ یہ وصال کہاں کا لفظ ہے' کونسے قرآن میں' رسول کی کونسی حدیث میں آیا ہے؟

مداہنت پسندیوں کو چھوڑ' لوگوں کی پیشانیوں کو مت دیکھ۔ رب کے قرآن کو دیکھو۔ قرآن کہتا ہے

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ (زمر:۳۰)

میرے نبی تو بھی مرنے والا' یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

مولوی ڈرتے ہوئے کہتے ہیں وصال ہو گیا ہے۔ اگر اتنا ہی ڈرتے ہو تو ان کی طرح جرات سے کہو جو یہ کہتے ہیں کہ نبی جب فوت ہوئے ۔۔۔۔۔ نہیں نہیں وہ تو فوت کہتے ہی نہیں' کہتے ہیں نبی کو جب دفنانے کے لئے چلے تو نبی آنکھیں کھول کے باتیں کر رہا تھا۔ (۷) یہ ملا نے لکھا ہے اور ایک نے یہاں تک لکھا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کہ نبی اسی طرح اپنی قبر میں زندہ ہے جس طرح دنیا میں زندہ تھا اور یہی نہیں بلکہ نبی پر اس کی عورتیں پیش کی جاتی ہیں۔ معاذ اللہ۔ مولوی تیرا دماغ کہاں تک پہنچا ہے؟

تیرے دماغ پہ جنس سوار ہے اور ہم نے اپنی کتاب البریلویہ میں یہ حوالہ دیا۔ بجائے اس بات کے کہ جرات کر کے تردید کرتے' کہنے لگے کتاب ضبط کر لو۔ کبھی حق بھی ضبط ہوا ہے؟ اور مردہ پرست وزیر[1] کہنے لگے ضبط ہو گئی۔ ہم نے کہا تیری ضبطی کو ہم مانتے ہی نہیں۔

---

[1] پنجاب کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف کی طرف اشارہ ہے۔ میاں نواز شریف کے دور وزارت' وزارت اعلیٰ اور وزارت عظمیٰ میں درگاہوں اور درباروں پر خاص توجہ دی گئی۔ لاہور میں اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ کی تاریخی عمارت کو گرا کر مزار علی ہجویریؒ کو وسعت دی گئی۔ چند سال قبل دربار کے بالکل سامنے میلارام بلڈنگ کو گرا کر پارک بنا دیا گیا۔ جب کہ میلا رام وہ شخص تھا کہ جس نے دربار میں بجلی کی روشنی کا انتظام کیا تھا۔ میاں شریف فیملی بلاشبہ ایک مذہبی فیملی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر گیارہویں کے ختم کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ماڈل ٹاؤن اور رائے ونڈ میں باقاعدگی سے محافل میلاد منعقد کی جاتی تھیں۔ شریف فیملی کے نزدیک دین کی یہی تعبیر معتبر ہوگی۔ وہ اسے ہی بدقسمتی سے حقیقی اسلام سمجھتے ہوں گے۔ لیکن افسوس ان لوگوں پر جو ان عقائد وافعال کے حامل لوگوں سے پاکستان میں نفاذ اسلام کی توقعات وابستہ کئے ہوئے تھے۔

انشاء اللہ ایک دن آئے گا۔ تیری وزارت بھی ضبط اور تو بھی ضبط ہو جائے گا[1]' حق کبھی ضبط نہیں ہو سکتا۔ کر کے دیکھ لو۔ ہم نے اللہ کی رحمت سے کبھی کسی غیر خدا سے ڈرنا نہیں سیکھا ہے۔ ان کو تو دہائی غیر اللہ کی آتی ہے۔ کتاب بند کروانے کے لئے بھی غیر اللہ کی دہائی۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ نبی پاک حضرت محمد ﷺ کی وفات کے وقت حضرت علیؓ کی عمر تیس برس تھی اور تیس برس کا آدمی جوان رعنا ہوتا ہے۔ بھرپور جوانی تیس سال کی ہوتی ہے۔ اگر ساٹھ سال کا بوڑھا اپنے حق کے چھننے پر خروج کرتا ہے تو تیس سال کے جوان نے کیوں نہیں کیا؟

کسی نے جنگ اخبار میں لکھا' کہنے لگے' خیبر کے میدان میں لڑتے لڑتے حضرت علیؓ کی ڈھال ٹوٹ گئی۔ ایک تلوار ہوتی ہے اور ایک تلوار سے بچاؤ کے لئے لوہے کا توا سا' گولا سا ہوتا ہے۔ تلوار اس کے سینے میں مارتے ہیں وہ لوہے کا گولا سا آگے کر دیتا ہے۔ اسے ڈھال کہتے ہیں۔ اچھا جی پھر؟

کہنے لگے اب بچاؤ کے لئے کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر؟

کہنے لگے سامنے خیبر کے قلعہ کا دروازہ تھا۔ اور دروازہ کتنا وزنی تھا؟

کہنے لگے چالیس آدمی مل کے اسے کھولتے اور بند کرتے تھے۔ چالیس آدمی دھکا لگاتے تھے تب بند ہوتا تھا۔ سو گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تھا۔ سو من کا تو ہو گا ہی۔ کہنے لگا حضرت علیؓ نے دیکھا اور کچھ نہیں۔ صرف دروازہ ہے۔ دروازے کے کڑے میں بایاں ہاتھ ڈالا' ہلایا' زور سے دھکا دیا' دروازہ اکھڑ کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس کو ڈھال بنا لیا اور تلوار چلانے لگے۔ جب میں یہ واقعہ پڑھ رہا تھا جو جنگ میں چھپا۔ ویسے تو شیعہ کتابوں میں ہے' سنیوں کی بھی تو مت ماری گئی ہے' اس نے بھی لکھ دیا۔ بدقسمتی سے وہ بریلوی نہیں تھا۔ اس نے یہ واقعہ لکھا۔ میرا بیٹا کہنے لگا ابو یہ سو گز لمبا' چالیس گز چوڑا' تلوار کہاں سے چلا رہے تھے؟

میں نے کہا بیٹا تلوار چلانے کے لئے درمیان میں سے کھڑکی نکال لی تھی۔ میں نے کہا اگر عقل کی بات کرے تو آدمی گپ کیسے مار سکتا ہے؟ گپ تو تب مارتا ہے جب سارے

---

[1] ان دنوں میاں نواز شریف سعودی عرب میں جلاوطنی نما قید یا قید نما جلاوطنی کے ایام گزار رہے ہیں۔ موصوف پر یہ وقت شاید ان مظلوموں کی بددعاؤں کے باعث آیا ہے۔ جن پر ان کے ادوار حکومت میں ظلم ہوئے ہیں۔

سننے والے بیوقوف ہوں۔ کہا اتنا بہادر تھا۔ ہم نے کہا تمہاری بات مان لیتے ہیں جو اتنا بہادر تھا کہ دوسومن وزنی دروازہ ایک ہاتھ سے اکھاڑ لیتا تھا' اس نے کیوں نہیں خروج کیا؟

اگر خلافت چھینی گئی ہوتی تو شیر خدا' فاتح خیبر' صارع مرحب' جنگ بدر کے ہیرو' معرکہ حنین میں جہاد کرنے والے' اس علیؓ کو خروج کرنا چاہیے تھا۔ کیوں نہیں کیا؟

بیٹے نے اگر کیا تو باپ نے کیوں نہیں کیا تھا؟

ان کی تفسیر بھی دیکھ لو ذرا۔ تیری تفسیر صافی میں لکھا ہے علیؓ اتنا بہادر تھا ایک دن ابوبکرؓ نے کوئی بات کی' مزاج پہ ناگوار گزری۔ پاؤں زمین پر مارا' زمین پہ زلزلہ طاری ہو گیا۔ زمین اس طرح ہلنے لگی جس طرح پرانی گھڑی کا پنڈولم ہلتا ہے۔ مدینے کی بستی اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر۔ حضرت ابوبکرؓ کا رنگ اڑ گیا' اڑنا ہی چاہیے تھا۔ حضرت ابوبکر نے ڈرتے ڈرتے عمرؓ کو کہا او عمرؓ علیؓ دے گوڈے پھڑ لے نہیں تے اج ساری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ (او عمر علی کے گھٹنے پکڑ لو نہیں تو آج ساری کائنات تباہ ہو جائے گی)۔ آدھا منٹ اور گزر گیا تو ساری کائنات میں کوئی مرد بھی زندہ باقی نہیں رہے گا۔ حضرت عمرؓ نے گھٹنے پکڑ لئے' علیؓ جانے دو معاف کر دو۔ حضرت علیؓ نے دیکھا اور کہنے لگے اب میری قوت کا پتہ چلا۔ کہنے لگے معافی دے دو۔ حضرت علیؓ نے پھر پاؤں مارا' زمین پہ سکتہ طاری ہو گیا۔

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا۔ (زلزال:۱)

یہ تفسیر صافی میں اس آیت کے نیچے لکھا ہوا ہے۔

جو اتنا طاقتور تھا کہ اس کے زمین پہ پاؤں مارنے سے زمین پہ زلزلہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس کا حق چھینا گیا تو اس نے خروج کیوں نہیں کیا؟

اگر یہی بات تھی تو خروج کرتے بلکہ یہی نہیں' آج ذرا ایک مسئلہ یاد کر لینا' اپنی گرہ میں باندھ لینا۔ رب کائنات کی قسم ہے! ایک مسئلہ یاد کر لو ساری کائنات کے روسیاہ اکٹھے ہو جائیں اللہ کے فضل وکرم سے مل کر اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

ان سے پوچھو اگر علیؓ کا حق مارا گیا تھا تو تمہاری ساری کتابوں کے اندر کافی کلینی کے اندر' تہذیب الابصار کے اندر' الارشاد کے اندر' اعلام الوری کے اندر' کشف الغمہ کے اندر'

جلاء العیون کے اندر' حیاۃ القلوب کے اندر' منتہی الامال کے اندر' تمہاری فقہ کی ساری کتابوں میں یہ کیوں لکھا ہوا ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبر کی خلافت میں چیف جسٹس مقرر کئے گئے اور آپ قاضی القضاۃ کی حیثیت سے جب تک ابوبکرؓ زندہ رہے ملک میں قضاۃ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بتلاؤ اگر علیؓ کا حق چھینا گیا تھا تو حق جس نے چھینا تھا اس کا عہدہ علیؓ نے قبول کیوں کیا؟

آج ہم جیسے فقیر لوگ ہم جیسے غریب لوگ' ناتواں کمزور لوگ' آج بات سنو' کبھی میں نے تقریر میں اپنی بات نہیں کہی ہے لیکن مسئلے کو سمجھانے کے لئے کہتا ہوں۔ اخباروں میں پڑھا' سی آئی ڈی والے لکھ رہے ہیں' ہماری جائیداد ضبط کی گئی۔ جس کوٹھی میں میں رہتا ہوں اس کو ضبط کیا گیا۔ اس امیر المومنین کے دور میں' اس خلیفۃ المسلمین کے دور میں میری جائیداد ضبط کی گئی۔ جرم کیا تھا؟

جرم یہ تھا کہ میں اس جابرانہ' غاصبانہ اور آمرانہ حکومت کو اسلامی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ عہدوں کی پیش کش ہوئی۔ اگر اندھے رویت ہلال کمیٹی کے ممبر اور چیئرمین بن سکتے ہیں تو ہم کو کونسی بات نہیں مل سکتی تھی؟

ہم نے کہا سن لو جائیداد ضبط کر لو' دل ضبط کر لو' زبان ضبط کر لو۔ ہر چیز گوارہ ہے مگر جسے ناحق سمجھتے ہیں اسے حق کہنا گوارہ نہیں کیا۔ آج ہم جیسے فقیر اور ناتواں لوگ مارشل لاء کی حکومت کا مقابلہ کرتے ہوئے جائیدادیں ضبط کروانا گوارہ کر سکتے ہیں' ان کے عہدوں کو قبول کرنا گوارہ نہیں کر سکتے تو حضرت علیؓ ان کے متعلق تم یہ سمجھتے ہو کہ غاصب کا عہدہ قبول کر لیا؟

آج یہ اصغر خاں' یہ نصر اللہ خاں' یہ میاں طفیل' یہ دوسرے تیسرے' کیا انہیں وزارتیں نہیں مل سکتی تھیں؟ آج ہر ایرے غیرے کو وزارت کی پیش کش ہوتی ہے۔ کیا حاجی سیف اللہ کو نہیں مل سکتی تھی' جس نے ناطقہ بند کیا ہوا ہے؟ آج کے یہ سب لوگ حضرت علیؓ کے جوتے کی خاک کا مقابلہ بھی نہیں کرتے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ یہ لوگ مارشل لاء کے کڑے دور میں چار چار پانچ پانچ سالہ جیلوں میں رہنا گوارہ کر لیتے ہیں مگر جن سے اختلاف ہے۔ ان کی حکومت میں شرکت گوارہ نہیں کرتے۔ صدیقؓ جیسے رحیم و کریم' شفیق و مہربان اور دردمند

دل رکھنے والے انسان کے دور میں علیؓ جیسا بہادر' شیر اس نے غاصب سمجھ کر پھر عہدہ قبول کیوں کرلیا؟

کہتے ہیں خلافت غصب کی تھی۔ ہم نے کہا اگر علیؓ انہیں غاصب سمجھتا تو لمحے بھر کے لئے ان کی حکومت میں شریک ہونا گوارہ نہ کرتا۔ آؤ آج تمہیں بات بتادوں حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد چہ مگوئیاں ہونے لگیں کہ امیر المومنین کون ہوگا؟

آج اپنی کسی کتاب کا حوالہ نہیں۔ تیری کتاب شافی طوسی کا حوالہ۔ حضرت علیؓ بھاگتے ہوئے آئے۔ پوچھنے لگے کہ کیا یہ باتیں ہورہی تھیں کہ صدیقؓ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟

فرمایا۔ سن لو! ہم اپنی ناکوں کو کٹوانا گوارہ کر سکتے ہیں صدیقؓ کے بعد فاروقؓ کے سوا کسی کو اپنا حکمران ماننا گوارہ نہیں کر سکتے۔ یہ صدیق اکبرؓ یہ فاروق اعظمؓ اگر انہوں نے خلافت غصب کی ہوتی تو علیؓ ان کے خلاف جہاد کرتے جس طرح بیٹے نے کیا اور اگر ان کی خلافت غلط ہوتی تو تیری شیعہ کتاب نہج البلاغہ کا حوالہ' حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت علیؓ کا اختلاف ہوا۔ انہوں نے علیؓ کی خلافت ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ نے خط لکھا کہ معاویہؓ میری خلافت کو کیوں نہیں مانتے؟

کہا اس لئے نہیں مانتا کہ عثمانؓ کے قاتل تیرے لشکروں میں موجود ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ معاویہؓ سن لو! خلافت میرا حق ہے۔

انه بايعنى القومُ الذين بايعوا ابابكر و عمر و عثمان۔

انما الشورى للمهاجرين و الانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذلك لله رضاً۔ (نہج البلاغہ شرح ابن میثم ج ۳ ص ۲۴۱)

اس لئے کہ مجھے انہوں نے خلیفہ بنایا ہے جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو خلیفہ بنایا تھا۔ جس طرح ان کی خلافت سچی تھی اسی طرح میری خلافت بھی۔

پھر محبت کا یہ عالم تھا کہ جب فاروقؓ نے علیؓ کی اکلوتی بیٹی جو فاطمہ کے بطن سے تھی' کا رشتہ مانگا تو علیؓ نے کہا کہ کائنات کا کوئی اور شخص مانگتا تو انکار دیتا لیکن عمرؓ کو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تیری سترہ کتابوں کا حوالہ کوئی انکار کر کے تو دکھائے۔

معلوم ہوتا ہے علیؓ ان کی خلافت کو سچا مانتے تھے۔ ان کی بیعت بھی کی' ان کے پیچھے

نمازیں بھی پڑھیں' ان کے جھنڈے کے نیچے جہاد بھی کیا اور ان کے دور اقتدار میں ان کے قائمقام بھی بنے۔ ایک حوالہ اور سن لو۔ آخری حوالہ ذرا کان کھول کے سنو۔ کہتے ہیں جناب اگر صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ نہ چھینتے تو یزید کو بھی چھیننے کی جرات نہ ہوتی۔ ہم نے کہا ایک منٹ کے لئے مان ہی لیتے ہیں کہ صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ نے چھین لی تھی' مان لیتے ہیں' اور پھر تو علیؓ کے قبضے میں آ گئی تھی۔ سن ۳۵ ہجری میں پھر حضرت علیؓ کے حصے میں خلافت آئی۔ جب گھر میں آ گئی پھر اٹھا کے معاویہؓ کو کیوں دے دی تھی؟

ایک بات اور دوسری بات سن لو اگر انہوں نے خلافت چھینی ہوتی تمہارے چھ شیعہ مورخوں نے لکھا ہے' مسعودی نے مروج الذھب میں' یعقوبی نے تاریخ میں' اربلی نے کشف الغمہ' میں انہوں نے لکھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں چار مرتبہ حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام سربراہ بنایا تھا۔ خود سفر میں گئے قائم مقام صدر حضرت علیؓ کو بنا کے گئے۔ اگر حضرت علیؓ کی خلافت غصب ہوئی ہوتی تو پھر۔۔۔

ضیاء الحق کو کہو کہ ہمیں ایک دن قائم مقام بنا کے دیکھے۔ صرف ایک دن اگر دوبارہ قریب آ گیا تو ہمارا نام بدل دینا۔

اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھتے کہ صدیقؓ و فاروقؓ نے میری خلافت چھینی ہے تو جب مدینے کے قائم مقام صدر' حکمران اور سربراہ بنے تو اس وقت ان کو واپس نہیں دینا چاہئے تھی۔ لیکن کیا ہوا؟

عمرؓ قائم مقام بنا کر جانے لگے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ کہا عمرؓ مت جاؤ اگر تم پہ افتاد آ گئی تو مومنوں کی وحدت باقی نہیں رہے گی۔

انك كالقطب للرحی

اے عمرؓ! تو چکی کے لئے اس کے کیل کی طرح اور تسبیح کے دانوں کے لئے ان کے امام کی طرح ہے۔

اگر امام موجود نہ ہو تو تسبیح کے دانے موجود نہیں ہوتے۔ اگر علیؓ ان کی خلافت کو درست نہ مانتے تو پھر حضرت علیؓ کو ان کی اتنی خیر خواہی کی ضرورت نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ علیؓ بھی سچا' حسنؓ بھی سچا' حسینؓ بھی سچا' صدیقؓ بھی سچا' فاروقؓ بھی سچا' ذوالنورینؓ بھی سچا رضوان اللہ علیہم

اجمعین اور جھوٹے رہ گئے ہو تو تم ہی رہ گئے ہو۔ گر ان کی آپس کی محبت ایک دوسرے کا احترام نہ ہوتا' ایک دوسرے سے تعلقات نہ ہوتے تو کبھی اس طرح کے واقعات دنیا کی تاریخ میں موجود نہ ہوتے اللہ سے دعا ہے اللہ ہمیں حقائق کو سمجھنے حق پر عمل کرنے اور نبی کے صحابہ کی محبت کو اپنے سینوں میں بسانے کی توفیق عطا فرمائے۔

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اختلافات کا حل

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ (آل عمران:۱۰۳)

حضرات! اگر آج کا یہ جلسہ میرے بھائی اور دوست' میرے مخلص اور باوفا ساتھی مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی کی بستی میں اوران کی طرف سے منعقد نہ کیا گیا ہوتا تو میں یقیناً حاضری سے بالکل انکار کردیتا۔اس لئے کہ کئی دن سے میں کافی بیمار ہوں[1] اور پھر ایک لمبا سفر کرکے آیا ہوں اور آتے ہی جلسے اوراجتماعات اور پھر ملک میں آتے ہی اس قسم کی خبریں جن کو سن کر کوئی بھی مسلمان پریشان ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔طبیعت پر ان باتوں کا اثر' راتوں کا جگراتا لیکن اس کے باوجود جب مولانا یزدانی صاحب ایسا دوست کہے تو پھر انکار ممکن نہیں ہوتا۔میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کی ہمتوں میں برکت

[1] یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ حضرت علامہ شہید کی جب طبیعت زیادہ خراب ہوتی اوراس کا اظہار وہ کبھی کبھار اپنے خطاب کے شروع میں کردیتے تھے تو ان کی وہ تقریر خطابت کا شاہکار ہوتی تھی۔جیسا کہ یہ تقریر ہے۔اس کے علاوہ اسی مجموعے میں شامل خطاب بعنوان ''محمد بن عبداللہ سے محمد رسول تک'' اور ''واقعہ کربلا' پس منظر'' بھی آپ نے ایسی کیفیت میں کئے' جب آپ کی طبیعت کافی خراب تھی۔لیکن مقامات اور موضوعات کی اہمیت کے پیش نظر اجتماع میں آپ کی شرکت ناگزیر تھی۔

عطا فرمائے اور ایسے دوستوں کو ان کے دوستوں کے لئے ہمیشہ اپنی حفاظت اور اپنی امان میں رکھے۔

میں بڑی مدت سے خطابت کے میدان میں ہوں اور آپ حضرات کے تیور دیکھ رہا ہوں۔ بہت سے دوست بڑے غور سے کان لگائے ہوئے اس بات کے منتظر ہیں کہ شاید آج توپوں کی گھن گرج ہوگی' راکٹ برسیں گے' بمباری ہوگی اور بہت کچھ ایسا سننے میں آئے گا جس سے مزا آ جائے گا۔ لیکن میں آج وہ سارا کچھ سننے کے باوجود جو کہ کل سے یہاں پر بھی کہا گیا اور پورے ملک میں ایک ہی رٹی رٹائی بات دہرائی گئی' ان ساری باتوں کے باوجود میں کوئی اختلاف کی بات نہیں کہنا چاہتا۔ اس لئے جو دوست اس بات کی امید میں ہیں کہ بڑی تو تکار ہوگی' دھینگا مشتی ہوگی' دست و گریبان کا مسئلہ پیدا ہوگا اور کہا جائے گا۔

یا اپنا گریبان چاک یا دامن یزداں چاک

وہ ابتداء ہی میں سن لیں کہ میں خود بھی اور میرے بھائی یزدانی صاحب بھی آج کی اس مجلس میں ایسی کسی بات کے کہنے کے روادار نہیں۔ میں آج طبیعت کی خرابی کے باوصف جہاں اپنے دوست اور اپنے محبوب ساتھی کی رضا جوئی کے لئے' اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے آپ حضرات کی محبت میں کھنچ کے آیا ہوں' وہاں صرف ایک پیغام دینے کے لئے آیا ہوں اور میرے اس پیغام کے مخاطب اہل حدیث سے زیادہ ہمارے وہ دوست ہیں جن کے منہ کا ذائقہ تب تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ ہم مظلوموں کو دو چار گالیاں نہیں دے لیتے۔ میں اپنی زیادہ گفتگو ان دوستوں کے کانوں تک پہنچانے آیا ہوں۔ شاید رب میری آواز میں یہ تاثیر پیدا کر دے کہ یہ آواز ان کے کانوں سے ٹکرا کے پلٹ نہ آئے بلکہ ان کے دلوں کی راہ پا لے اور کون جانے کہ دلوں کا مالک تو آسمان والا ہے کہ میرے آقا و مولیٰ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"دل میرے رب کی انگلیوں میں ہیں"

جب چاہے' جس وقت چاہے' جس کا جی چاہے دل پھیر دے' اور کامونکی کے لوگو! تم گواہ رہنا میں تمہارے دلوں کو اپنی طرف پھیرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اپنے رب کی طرف پھیرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس لئے اختلاف کی باتیں تو تم نے بہت سنی ہیں' آؤ آج اتفاق

کی بات بھی سن لو۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم روز روز کے جھگڑوں کا قضیہ پاک کرلیں؟ کیا یہ مشکل بات ہے کہ ہم اپنے مسائل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طے کرلیں؟

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں' لوگ دنیا کے معاملات میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور پھر جب جھگڑا طول پکڑتا ہے تو بستی کے چوہدری اور سیانے کے پاس جاتے ہیں' اس کے سامنے اپنا کیس رکھتے ہیں۔ وہ سیانا اگر زیادہ سیانا ہوگا تو وہ مسئلے کو سننے سے پہلے کہتا ہے تم ایک کاغذ پہ دستخط کردو کہ مجھ کو بڑا سمجھ کے جو میں کہوں گا اسے مان لو گے۔ جو اچھے لوگ ہوتے ہیں' جھگڑوں کو مٹانے والے' وہ کہتے ہیں ہم تجھ کو بڑا مان کے ہی آئے ہیں۔ اگر بڑا نہ مانتے تو تیرے پاس نہ آتے۔ اگر دستخط کی بات ہے تو دستخط کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ دستخط کروالو' جو تو کہے گا ہمیں منظور ہے۔ پھر وہ جو فیصلہ کرتا ہے' کوئی اس سے انحراف کی جرات اور جسارت نہیں کرتا۔

یارو! ہم سب مل کر سوچیں کہ دین کے مسئلے میں بھی کوئی بڑا ایسا ہے کہ جس کے پاس جا کے ہم اپنے جھگڑے کو چکا سکتے ہیں کہ نہیں؟

اگر ہم کبھی غور کریں اور سوچیں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ دنیا کے جھگڑوں میں تو لوگ کسی کو بڑا جا کے مانتے ہیں اور مسلمان کے گھر پیدا ہونے والا بچہ اپنی پیدائش ہی کے دن یہ سن لیتا ہے کہ

اشهد ان محمد رسول الله

میں دنیا میں آنکھ کھول رہا ہوں تو محمد ﷺ کو بڑا مان کے کھول رہا ہوں۔

اس کے تو دستخط ہو چکے ہیں۔ اس نے تو بڑا مان لیا ہے۔ اوروں کو تو اپنے جھگڑوں کے چکانے کے لئے پہلے کسی مشترکہ آدمی کے ڈھونڈنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسا بندہ ڈھونڈھو جس پر دونوں فریقوں کا اعتماد ہو اور یارو تمہارے پاس تو ایسی شخصیت موجود ہے کہ جو اس پہ عدم اعتماد کرے وہ اس کی امت میں شامل نہیں رہتا۔ تمہیں تو ڈھونڈھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہارے پاس تو وہ شخصیت مبارکہ' مقدسہ' محترمہ' وہ قدسی صفات شخصیت موجود

ہے جو تمہاری بھی اور ہماری بھی متاع ہے اور اس کو بڑا محلے کے لوگوں نے نہیں بنایا ہے' بستی کے لوگوں نے نہیں بنایا' شہر کے لوگوں نے نہیں بنایا۔ اس کو بڑا تو اس نے بنایا جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا۔ پھر آدمؑ کو اس میں بھیجا' نوحؑ کو بھیجا' ابراہیمؑ کو بھیجا' یوسفؑ کو بھیجا' داؤدؑ کو بھیجا' سلیمانؑ کو بھیجا' موسیٰؑ کلیم کو بھیجا' عیسیٰؑ روح کو بھیجا۔ کسی کے بارے میں یہ نہ کہا جو یتیم مکہ کے بارے میں کہا کہ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (الانشراح:۴)

اگر ساری کائنات سے بڑا کسی کو بنایا ہے تو صرف تجھ کو بنایا ہے۔

سارے بڑے لیکن آمنہ کے لال کے سوا کسی کو قیامت تک کے لئے خود بڑا اقرار نہ دیا۔

آدم بھی بڑے تھے۔ نوحؑ بھی بڑے تھے' ابراہیمؑ بھی بڑے تھے' یوسفؑ و یعقوبؑ بھی بڑے تھے' لوط و شعیبؑ بھی بڑے تھے' موسیٰؑ و عیسیٰؑ بھی بڑے تھے۔ لیکن ان کی بڑائی ایک زمانے کے لئے یا ایک بستی کے لئے تھی۔ کوئی اپنی قوم کا بڑا' کوئی اپنے قبیلے کا بڑا' کوئی اپنی جماعت کا بڑا' کوئی اپنی بستی کا بڑا'

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (الاعراف:۷۳)

ثمود کا بڑا صالح

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (الاعراف:۶۵)

عاد کا بڑا ہود

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (الاعراف:۸۵)

مدین کا بڑا شعیب

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ (الھود:۲۵)

اپنی قوم کا بڑا نوح

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (بقرہ:۴۰)

بنی اسرائیل کا بڑا موسیٰ

اور جب خلعت فاخرہ نبوت یتیم مکہ کو پہنائی گئی تو کہا گیا

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف:۱۵۸)

میں عربوں کا بڑا نہیں، عجم کا بڑا نہیں، مکے کا بڑا نہیں، جزیرہ عرب کا بڑا نہیں، اپنے زمانے کا بڑا نہیں بلکہ پوری کائنات کے زمانوں کا بڑا، پوری کائنات کے مکانوں کا بڑا۔ ساری کائنات کا سب سے بڑا تمہارے پاس ہے۔ تمہارے پاس اتنا بڑا موجود ہے یا پھر کھل کے کہہ دو ہم اس کو نہیں مانتے۔

کیا ہوتا ہے؟ دو بندوں کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں جھگڑا مٹاؤ۔ کہتے ہیں فیصل ڈھونڈو، حاکم ڈھونڈو۔ ڈھونڈتے ہیں۔ جو دلیر ہوتا ہے کہتا ہے میں اس کو مانتا ہی نہیں۔ تم اسے منصف سمجھتے ہو میں اسے منصف نہیں سمجھتا۔ یا کھل کے کہہ دو کہ اسلام کے اندر کوئی منصف نہیں ہے، کوئی حاکم نہیں ہے۔ پھر کشتی کرتے رہو۔ ہم پسپائی اختیار کر لیتے ہیں۔ ہم کمزور تم طاقت ور۔ پھر ہماری لڑائی کوئی نہیں ہے۔ پھر ہمارا جھگڑا کوئی نہیں۔ جھگڑا تو ہم تب بھی نہیں کرتے، اب بھی نہیں کرتے۔ پھر ہمارا تم سے اختلاف بھی کوئی نہیں۔ تم کہہ دو اسلام کے اندر ہمارا کوئی بڑا نہیں ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ بڑا بھی مانو، اسے منصف بھی نہ سمجھو؟

سمجھنے کی بات ہے۔ ایک نے کہا تھا بڑا مانتا ہوں، منصف نہیں مانتا۔ جھگڑا لے کے آیا، قضیہ لے کے آیا، مسئلہ پیش کیا۔ کہا بڑا یہی ہے، اس کے سامنے مسئلہ رکھو۔ مسئلہ رکھا، فیصلہ ہوا۔ اس نے کہا بڑا مانتا ہوں منصف نہیں مانتا۔ عرش والے نے کہا۔ سارا قرآن، تیس پارے بھرے ہوئے۔ پورے قرآن میں کہیں عرش والے نے اپنی ذات کی قسم نہیں کھائی۔ قرآن کے جتنے حافظ ہیں ان کو کہو الم سے لے کر والناس تک پڑھو، پورے قرآن میں رب نے کہیں اپنی ذات کی قسم نہیں کھائی۔ کہیں رات کی، کہیں چاشت کی، کہیں آمد و رفت سورج و چاند کی، کہیں ستاروں کی چشمک کی، کہیں طلوع آفتاب کی، کہیں غروب چاند کی، کہیں فجر کی، کہیں لیال عشر کی، کہیں شفع کی، کہیں وتر کی، لیکن جب اس نے کہا اسے بڑا تو مانتا ہوں، منصف نہیں مانتا، عرش والے نے اپنی ذات کی قسم کھائی۔ ادھر یہ چلا ادھر سے جبرائیل امین چلا۔ کہا

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ○ (النساء: ٦٥)

میں اپنی کبریائی کی قسم کھا کے کہتا ہوں جو تجھ کو بڑا مان کے تجھ کو منصف نہیں مانتا، وہ مومن نہیں ہے۔

جاؤ اس کا دین اور ہے، اس کا مذہب اور ہے۔ پھر بات کیا ہے؟

یا کہو ہمارا کوئی بڑا نہیں ہے۔ یا کہو بڑا ہے منصف نہیں مانتے۔ اگر بڑا بھی ہے' منصف بھی ہے تو پھر لڑائی کس کی ہے؟

چلو اس بڑے کے پاس چلتے ہیں۔ اس منصف کے پاس چلتے ہیں۔ اور عرش والے تیری رحمت پہ قربان۔ تو نے منصف وہ بھیجا' اتنا انصاف کرنے والا کہ جب ایک عورت کی سفارش لے کر لوگ آئے۔ آقا یہ بڑے اونچے گھرانے کی ہے۔ اس کو معاف کر دیں تو منصف کا کیا کہنا تھا؟

اس نے اپنی نگاہوں کو اٹھایا۔ اس نے کہا محمد (ﷺ) گھرانوں کو نہیں دیکھتا' خدا کے قانون کو دیکھتا ہے۔

منصف ایسا' جس کے انصاف کی حالت یہ ہے کہ اس نے اپنے کو دیکھا نہ بیگانے کو اور اس نے یہاں تک کہا تھا' اس کے بارے میں کہا' اس کا نام لے کے کہا کہ آسمان کے فرشتے جس کے تقدس کی قسم کھاتے ہیں۔ اس کے بارے میں کہا جو اس کا اپنا لخت جگر تھی' اپنے خون کا حصہ تھی۔ اس کے بارے میں کہا جس کی ماں خدیجہ نے حضور کو اس وقت مانا تھا جب کائنات میں کسی نے حضور کو نہ مانا تھا۔ اس کا نام لے کے کہا۔ کہا تم اس عورت کی سفارش کرنے آئے ہو۔ یہ بڑے خاندان کی ہے۔ یہ محمد (ﷺ) کی بیٹی سے اور خدیجہ کی لخت جگر سے تو بڑی نہیں ہے اور محمد ﷺ تو اتنا بڑا منصف ہے کہ انصاف کی بات آئے

لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها

اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے محمد اس کا ہاتھ کاٹتے ہوئے یہ نہ دیکھے گا کہ یہ حسن و حسین کی ماں ہے کہ نہیں ہے۔

تم اس منصف کو نہیں مانتے؟

منصف ایسا جس نے نہ اپنے کا خیال رکھا' نہ بیگانے کا خیال رکھا۔ بعض منصفوں پہ عدم اعتماد بھی ہوتا ہے کہ اپنوں کا لحاظ رکھتا ہے۔ یہ منصف تو ایسا منصف ہے جس نے تیئیس برس تک ایسا انصاف کیا کہ تیئیس برس کے بعد اپنے آپ کو بھی انصاف کے سامنے رکھتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی ہے۔ کوئی ہے ایسا منصف جس نے تیئیس برس حکمرانی کے گزارے ہوں قائد بھی ہو' میر کارواں بھی ہو' راہبر بھی ہو' راہ رو جہاں بھی ہو' قافلہ سالار بھی

ہو' کمانڈر انچیف بھی ہو' حکمران بھی ہو' سلطان بھی ہو' شہنشاہ عالم بھی ہو' منصف بھی ہو' قاضی بھی ہو' جج بھی ہو اور پھر مربی بھی ہو' استاد بھی ہو' شیخ بھی ہو اور اپنے کرتے کو اٹھا کے کہے لوگو! کسی کے متعلق انصاف کے خلاف بات ہو گئی ہو تو محمدؐ سے یہاں بدلہ لے لے' خدا کی بارگاہ میں دعویٰ دائر نہ کرے۔

کوئی ہے ایسا منصف؟

بعض منصفوں کے بارے میں شک ہوتا ہے۔ میں ہوں یزدانی کا کیس ہو' میرے بارے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے میں اس کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کسی اور کا کیس ہو اس کے بارے میں شبہ ہو سکتا ہے کہ اس کی اس کے ساتھ رشتہ داری ہے' اس کے بارے میں انصاف نہیں کر سکے گا۔ منصف؟ ایسا منصف جو اپنے بارے میں بھی منصف ہے لوگوں کے بارے میں کیا ہو گا؟

حدیث پاک میں آیا ہے۔ ایک یہودی جس کے پاس میرے آقا کی زرہ رہن رکھی ہوئی تھی۔ ایک دن آیا' اپنے قرضے کا مطالبہ کیا اور ہاتھ گریبان تک جا پہنچا۔ نبی کے گریبان کو تھام لیا۔ فاروق پہ لرزہ طاری ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھا ہاتھ تلوار کے دستے پہ کانپ رہا ہے۔ آقائے کائنات کی نگاہ اٹھی۔ فاروق کے تمتماتے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ پھر اس کے لرزتے ہوئے ہاتھ کو تلوار کے دستے پر حرکت کرتے ہوئے دیکھا۔ ہائے اپنا گریبان تھامنے والے کا خیال بھول گئے۔ جلدی سے کہنے لگے عمر ہاتھ ہٹا لو' اس کو کچھ نہ کہنا' یہ حق دار ہے' حق مانگنے آیا ہے۔ منصف ایسا منصف۔ اس منصف پر بھی کوئی شبہ ہے؟

کوئی مسئلے حل تو کریں بھائی۔ اختلاف مٹانے کے لئے کوئی بات طے تو کر لیں۔ ہمارے اندر اختلاف ہو گیا ہے۔ کوئی بات نہیں ہے' سگے بھائیوں میں بھی ہو جاتا ہے۔ میں کسی کو برا نہیں کہتا۔ جو اختلاف کرتے ہیں' ان سے بھی کوئی دشمنی نہیں۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں اختلاف ہو گیا ہے۔ کیا ہوا؟ کوئی حل کی بھی صورت ہے؟ کوئی اس اختلاف کے خاتمے کی بھی صورت ہے؟

سیانے لوگ بنیادی باتیں طے کرتے ہیں۔ کوئی منصف مان لو جو منصف بھی ہو' عادل بھی ہو اور بڑا بھی ہو۔ یہ بڑا بھی ہے' دل بھی ہے' منصف بھی ہے۔ بڑا اتنا کہ کائنات مل

جائے ایک پلڑے میں اسے رکھا جائے' ایک پلڑے میں صرف اس بڑے کو رکھا جائے' اس بڑے کا اکیلے کا پلڑا بھاری رہے۔ اتنا بڑا ہے۔ منصف اتنا کہ ساری کائنات کے ظالموں پر اس کے انصاف کو تقسیم کر دیا جائے تو کائنات کے سارے ظالم عادل بن جائیں۔ بڑا بھی موجود ہے' منصف بھی موجود ہے۔ پھر جھگڑا کیا ہے؟

یا کہو کہ بڑا نہیں مانتے یا کہو منصف نہیں مانتے۔ اگر دونوں مانتے ہو تو پھر اپنا کیس اس کی بارگاہ میں رکھنے میں دشواری' دقت اور ہچکچاہٹ کیا ہے؟

چلو اس کے پاس اپنا کیس لے کے چلتے ہیں۔ تم بھی چلو ہم بھی چلتے ہیں۔ پرانی بات نہیں کرتے' کل کی بات کر لیتے ہیں۔ کیس کی بہت باتیں ہیں۔ ایک حل کر لیں' پھر دوسری کر لیتے ہیں۔ تم نے کل جلوس[1] نکالا' تمہاری نیت پہ مجھے کوئی شبہ نہیں۔ ہم نے نہیں نکالا' تم نے ہماری نیت پہ شبہ کیا' ہم نے تمہیں معاف کیا۔ کوئی بات نہیں ہے لیکن تمہارے گالی دینے سے' تمہارے اعتراض کرنے سے' مجھے پریشانی ہو گئی ہے۔ کامونکی کے سارے علماء کرام! میں ایک طالب علم کی حیثیت سے پریشان ہوں۔ خدا کا واسطہ ہے میرا جھگڑا محمد ﷺ کی بارگاہ میں لے چلو۔ میں نے اسے بڑا بھی مانا' میں نے اسے منصف بھی مانا۔ محمد ﷺ کی بارگاہ سے جو آواز آئے کعبے کے رب کی قسم میں آنکھیں بند کر کے ماننے کے لئے تیار ہوں۔ چلو ہم چلتے ہیں۔ مدینے والا پیدا ہونے کے بعد تریسٹھ سال زندہ رہا ہے۔ اور پیدائش کی بات پہ ذرا بشریت کا مسئلہ بھی طے کر لو۔ تم حضور کی وفات پہ جلوس نکالتے ہو' کوئی دوست کسی کی موت پہ تو جلوس نہیں نکالا کرتا۔ کل یہ اختلاف تھا۔ ہائے۔

اڑا لی بلبلوں نے قمریوں نے عندلیبوں نے
چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستاں میری

ہم سے لڑتے ہو۔ ہم نے تو تمہارے ادھڑے ہوئے دامن کو رفو کیا ہے۔ او ہم سے کیا لڑتے ہو

ہم کو دعائیں دو تمہیں قاتل بنا دیا

---

[1] بارہ وفات کا جلوس' جس کو آج کل عرف عام میں عید میلاد النبی کہا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں یہ اصطلاح ۱۲ ربیع الاول کی تقریبات کے لئے بالکل استعمال نہیں ہوتی تھی۔

ہم نے بارہ وفات کا نام لے لے کے تم سے بارہ وفات چھڑوائی ہے۔ ہمارے شکر گزار بنو۔ ہم سے کیا لڑتے ہو؟

ہماری دوستی تو دیکھو۔ ہم نے کہا موت مانتے نہیں' موت کا دن مناتے ہو۔ ہم نے اصلاح کی تھی۔ کل تک اخبار میں اشتہار چھپتے تھے بارہ وفات اور یہ دن ہے بھی وفات کا۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ ولادت تو نو ربیع الاول کو ہوئی تھی بارہ کو تو وفات ہی ہوئی ہے۔ تب بھی ہماری بات مانی تھی' آج بھی ہماری بات مان لو۔ تب یہ وفات کا اختلاف تھا۔ اب کہنے لگے چلو تمہاری بات مان تو لی تھی۔ اب تو ولادت کا مناتے ہیں۔ ہم نے کہا کبھی نور کی بھی ولادت ہوئی ہے؟

بتلا دو۔ ہم نے ایک نوریوں کے سردار کی داستان بھی پڑھی ہے جو معراج کی رات میرے آقا کے براق کی لگام تھامے ہوئے تھا۔ اس کی بھی ذرا ولادت کی تاریخ تو بتلاؤ کہ جبرائیل کس دن پیدا ہوا تھا؟

سیدھے لوگ ہیں۔ ہم کامونکی میں رہتے ہیں' ہمارے اتنی عقل نہیں ہے۔ تم ہم کو بتلا دو ہم مان لیں گے۔ ہم کو بتلاؤ۔ کچھ مانتے بھی تو چلو۔ او میلاد مناتے ہو تو یہ بھی بتلاؤ کہ کبھی نور بھی پیدا ہوا ہے؟

میں نے ایک دفعہ کہا تھا۔ عیسائیوں کو غلطی لگ جائے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کیونکہ

عیسیٰ کا باپ نہیں تھا اور نور کا باپ ...... نہیں ہوتا۔

بیٹا بھی کوئی نہیں تھا اور نور کی کوئی اولاد ......

بیوی بھی نہیں تھی اور نور کی کوئی بیوی ......

غلطی لگ جائے تو کوئی بات ہے۔

یہاں صدیقہ کائنات کا ذکر بھی کرتے ہو کہ اس کے شوہر تھے۔

یہاں طیب و طاہر و قاسم و ابراہیم کا ذکر بھی کرتے ہو کہ ان کے باپ تھے۔

یہاں خدیجہ کی بات بھی کرتے ہو کہ ان کے تاجدار تھے۔

یہاں ابو طالب کی بات بھی کرتے ہو کہ ان کے نگہدار تھے۔

یہاں عبدالمطلب کی بات بھی کرتے ہو کہ ان کے پاسدار تھے۔

یہاں خدیجہ کی بات بھی کرتے ہو کہ وہ مالدار تھیں' یہ فقیر تھے اور انہوں نے مال دے کر ان کو تونگر بنادیا تھا۔

یہاں آمنہ کی بات بھی کرتے ہو کہ چھ سال کے تھے' یتیم چھوڑ گئیں اور پھر یتیمی میں پرورش پائی' پروان چڑھے۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی پھر بشریت کے بارے میں غلطی لگ جائے' ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ باپ بھی ہے' بیٹا بھی ہے' سسر بھی ہے' داماد بھی ہے' بھائی بھی ہے' خاوند بھی ہے' شوہر بھی ہے' تاجدار بھی ہے' پھر بشر نہیں ہے؟ پھر کیا ہوتا ہے؟

ہمیں کوئی بتلاؤ' کسی نور کا بیٹا بتلاؤ' کسی نور کا باپ بتلاؤ' کسی نور کا داماد بتلاؤ' کسی نور کا سسر بتلاؤ۔ ہم سے پوچھو اس کا داماد عثمان بھی ہے' حیدر کرار بھی ہے۔ اس کا سسر فاروق بھی ہے' صدیق اکبر بھی ہے۔ اس کا بیٹا طیب بھی ہے' طاہر بھی ہے' قاسم بھی ہے اور وہ ابراہیم بھی ہے جو فوت ہوا تو وہ ہاتھوں پہ رکھا ہوا اور نبی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی برس رہی ہے اور کہنے والا کہتا ہے آقا تو بھی رو رہا ہے؟

فرمایا میرے جگر کا ٹکڑا' آج میرے ہاتھوں میں اس کی لاش پڑی ہے اگر میں نہ روؤں تو کیا کروں؟

روتا ضرور ہوں لیکن زبان سے یہی کہتا ہوں اللہ ایک بیٹا تھا ساری کائنات لے لے تب بھی محمد (ﷺ) کی زبان سے تیرے شکر کے علاوہ کوئی لفظ نہیں نکلے گا۔

پھر بات تو سنو ذرا۔ تعصب کی بات نہ کرو۔ آج اختلاف کی بات نہیں کرتا۔ کوئی حل کی بات تو کرلیں۔ کوئی اتفاق کی بات بھی آج سن لو۔ یہ بات ذرا یاد رکھنا۔ اور وہابیو تم بھی بڑے سنگ دل ہو۔ میں سچی بات کہتا ہوں اپنوں کے خلاف ہو تب بھی' بیگانوں کے خلاف ہو تب بھی۔ تم بھی بہت زیادہ ہوگئے ہوناں۔ اب لڑنے کے لئے تیار رہتے ہو۔ تم کہتے ہو۔

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب میرے رازداں اور بھی ہیں

اتنے وہابی دیکھ کر تو جو بالکل بزدل ہو وہ بھی شیر ہو جاتا ہے۔ سچی بات ہے کبھی کہتے تھے چراغ لے کر ڈھونڈو وہابی نہیں ملتا۔ اب جدھر جاؤ وہابی مل جاتا ہے۔ لڑتے کیوں ہو

بھائی؟ تمہارا مسلک نفرت سے نہیں پھیلا محبت سے پھیلا ہے کیونکہ تم اس رسول کے پیروکار ہو جس نے کہا تھا۔

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ان ٹیپ ریکارڈز کو اٹھاؤ اپنے دوستوں کو کہو ہم سے لڑلو۔ لیکن ذرا سن تو لو۔ بات تو سن لو۔ کبھی سننے سے تو ایمان خراب نہیں ہو جاتا۔ مزے کی بات تو یہ ہے ہمارے دوستوں نے فتوے ہی کچھ ایسے دیئے ہیں کوئی سنے ہی نہیں۔ کہا ان کے پیچھے نماز پڑھو تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ بندہ پوچھے نماز اس نے پڑھی ہے۔ اس کی بیوی کا کیا قصور ہے؟ اس بیچاری کا گھر بیٹھے نکاح کیوں ٹوٹ گیا ہے؟

کہا ان کی آواز نہ سنو۔ جو ان کی مجلس میں جائے گا اس کا بھی نکاح ٹوٹ جائے گا۔ مجلس نہ ہوگئی بدھو کا آوا ہو گیا جو اوپر گر جائے گا اور بندہ نیچے آ کے دب جائے گا۔ تم ان کو پیار کی بات سناؤ۔ منوانا ہمارا کام نہیں ہے اور عرش والے نے تو اپنے محبوب کو کہا کہ منوانا تیرا کام بھی نہیں ہے۔

لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص:۵۶)

جس کو تو چاہے نہیں منوا سکتا۔ مانتا وہی ہے جس کو عرش والا چاہتا ہے۔

او بھئی ہمارا کیا ہے۔ ہم تو بنجارے ہیں۔ سودا اللہ رسول کا لے کے آئے ہیں۔ جس کو کھرا لگے لے لے نہ کھرا لگے ہم کو گالی دینے سے کیا فائدہ ہے؟

لوگ کبھی بنجارے کو پتھر تو نہیں مارا کرتے۔ پتھر تو نہیں پھینکتے۔ جی میں آیا تو سودا لے لیا نہیں تو نہ لیا۔ دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ یہ یار جو تمہاری آنکھوں پہ پٹیاں باندھتے ہیں اس لئے باندھتے ہیں کہ کہیں سودے کے کھرا ہونے کی وجہ سے تمہارا جی نہ آ جائے دل نہ آ جائے اور کائنات کا دل آیا ہوا ہے۔

سن لو! اس کھرے سودے پہ کائنات کا دل آیا ہوا ہے اور علامت یہ ہے دل نہ آیا ہوتا تو آج اس بستی میں جہاں کبھی رسولؐ کے پروانوں کی ایک مسجد نہ تھی دس مسجدیں کیسے بن جاتیں؟ دل آیا ہوا ہے۔ آئے ہوئے دل ہی کو تو روک رہے ہیں۔ وگرنہ لڑائی کس بات کی ہے؟

تم کہو۔ ان کی بات بھی سنو ہماری بھی سنو۔ ہم نے اپنے بندوں کو کبھی نہیں کہا تم بھولی

بھالی بھیڑیں ہو' ان کی بات نہ سننا۔ ہم کہتے ہیں جس کی جی چاہے سنو۔ سودا جہاں سے کھرا ملے لے لو۔ جاؤ یزدانی اعلان نہیں کرتا میں اعلان کرتا ہوں۔ دوست اپنی مسجد میں میرا جمعہ رکھیں اور یزدانی کی مسجد میں خود جمعہ پڑھائیں۔ ہم اس بات کے لئے تیار ہیں۔ مجھے یہ سودا منظور ہے۔ جس دن کا جمعہ تم چاہو ہماری مسجد میں تم پڑھاؤ' تمہاری مسجد میں ہم پڑھائیں۔ تم اپنا سودا ہمارے بندوں کے سامنے پیش کرو۔ ہم اپنا سودا نہیں' رسول کا سودا تمہارے بندوں کے سامنے پیش کریں گے' جس کا دل چاہے رسول کی بات کو مان لے جس کا دل چاہے تمہاری بات کو مان لے۔ فیصلہ کرلو۔ جب جی چاہے فیصلہ کرلو۔ مجھے تین پیسے کا خط لکھ دینا۔ یزدانی کو پکڑ کے میں لے جاؤں گا' اگر اس پر اعتماد نہیں ہے۔

فیصلہ تم کرلو۔ جس دن چاہے جمعہ رکھ لو۔ اور سن لو! میں نے ایک دن یہ بات ان کے ایک بہت بڑے آدمی سے کہی تھی۔ اس نے کہا ہم نعت سنائیں گے۔ تمہارے وہابیوں نے کبھی نعت نہیں سنی[1]' خشک لوگ ہیں۔ ہم نعت سنائیں گے' ان کے دل پھر جائیں گے' ہم لے جائیں گے۔ ہم نے کہا جو ہم کو چھوڑ کے چلا جائے ہم اس کی طرف پلٹ کے دیکھنے کو بھی تیار نہیں ہیں' لے جاؤ۔ جو تمہاری نعت سن کے پھسل جائے ہم کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ پہلے ہی لے جاؤ۔ ہم نے کیا کرنا ہے؟

بات تو سیدھی سادھی ہے۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

---

[1] اہل حدیث کے متعلق عموماً پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ خشک لوگ ہوتے ہیں۔ نعت سے ان کو کوئی رغبت نہیں ہوتی۔ حالانکہ واقعاتی اعتبار سے یہ بات بالکل غلط ہے۔ نبی کریم ﷺ سے اہل حدیث کی محبت کی شدت ہے کہ اس میں وہ کسی دوسرے کی شراکت گوارا ہی نہیں کرتے چاہے وہ امت محمدیہ کی کیسی ہی برگزیدہ شخصیت کیوں نہ ہو۔ اہل حدیث کے اس رویے کو مخالفین خشکی پر مبنی قرار دیتے ہیں اور اس کو بطور طعنہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ جہاں تک نعت گوئی کی بات ہے' سال ۲۰۰۰ء میں نعت کا سیرت ایوارڈ نامور اہل حدیث شاعر محترم علیم ناصری کو ان کے مجموعہ کلام ''طلع البدر علینا'' پر دیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ معاندین کا اہل حدیث سے محض یہ بغض ہے۔

آ جاؤ۔

ادھر آ اے دلبر ہنر آزمائیں ۔
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اور میری طرف سے اجازت ہے لکھ کے دیتا ہوں۔ میں ذمہ دار ہوں' میرا اعلان سن لو۔ کعبے کے رب کی قسم! کعبے کے رب کی قسم! کعبے کے رب کی قسم! میری طرف سے یہ ذمہ داری ہے' لکھ کے دیتا ہوں' ہماری اس مسجد میں جمعہ پڑھاؤ' گالیاں دو۔ جتنی گالیاں یاد ہیں سب دے لو۔ خدا کی قسم ہے جتنی گالیاں چاہو دے لو۔ یوتھ فورس کے جوانوں کا بھی میں ذمہ دار ہوں کوئی بات نہیں کرے گا۔ جس کو چاہو متاثر کر لو۔ اپنی مسجد ہم کو دے دو۔ تھوڑا سا قران سنائیں گے' تھوڑا سا محمد (ﷺ) کا فرمان سنائیں گے۔ فیصلہ ہو جائے گا۔ لاہور میں منظور ہے' ملتان میں منظور ہے اور خدا کی قسم تم یہ بات کرو ہمارے سفر کا بہت سا حصہ خود بخود طے ہو جائے گا۔ تم کر کے تو دیکھو۔ تم کیوں گھبراتے ہو؟

ہمیں تو کوئی گھبراہٹ نہیں ہے۔ جو جی چاہے لے آؤ۔ حضرت الامیر کی مسجد میں چاہو تب تیار ہیں۔ اس فقیر کی مسجد میں چاہو تب تیار ہیں۔ ہاتھ تم رکھو' حاضر میں ہوں اور پھر یہی کہوں گا۔

ادھر آ اے دلبر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

کیونکہ یہاں تیروں کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ اور اپنے پاس کیا ہے؟

اپنے پاس وہی ہے جو کائنات کے امام نے کہا تھا۔ صدیق کہتا ہے ایک کافر نے گالی دی۔ دل پہ جبر بھی کیا خود صبر بھی کیا۔ خاموش رہے۔ پھر گالی دی' پھر صبر کیا' جبر کیا' خاموش رہے۔ اس نے پھر گالی دی۔ آدمی تو جوان تھے' سردار بھی تھے چوہدری بھی تھے۔ کہنے لگے او تیری ایسی کی تیسی کیا سمجھتا ہے؟ بس تو گالی دے سکتا ہے؟

کہا ابھی میرے منہ سے جواب نکلا میں نے دیکھا کہ فضا میں' کائنات میں خوشبو پھیل گئی۔ میرے کندھے پہ ایسا معلوم ہوا جیسے ریشم کا ایک گٹھڑا رکھ دیا گیا ہو۔ پلٹ کے دیکھا کونین کا تاجدار پیچھے کھڑا تھا۔ مجھے دیکھا میرے چہرے کو اٹھایا۔ کہنے لگے صدیق تجھے پسند نہ

تھا کہ جبرائیل تیری طرف سے جواب دے رہا تھا۔ تو نے کیوں جواب دے کے فرشتوں کو دور کر دیا ہے۔ اس کو کہو اور گالی دے لے۔ تیری طرف سے تیرے رب کے فرشتے جواب دیتے ہیں۔ تو جواب نہ دے۔

جتنی جی چاہے گالیاں دے لیں۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ ہم تو یہی کہیں گے کہ

کتنے شیریں ہیں تیرے لب' کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

اور تمہارے لب تو ویسے ہی بڑے شیریں ہوتے ہیں کیونکہ پان سے رنگے ہوئے ہوتے ہیں' اور پان بھی ملٹھی والا۔ ہم کو کیا ہے جو جی چاہے کہہ لو۔ ہمیں کوئی بات نہیں ہے لیکن ذرا آؤ تو سہی۔ قریب تو آؤ۔ قریب آ جاؤ دل تبدیل کر لیں۔ ذرا قریب تو آؤ۔ ان کو پتہ ہے جو قریب گیا پھر گیا۔ انہوں نے کہا جس نے مصافحہ کیا' اس کا بھی نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ ہمارا مولوی عبدالستار ایک دن گوجرانوالہ کے چوک میں کھڑا ہو گیا۔ جو آئے اس سے مصافحہ کر لے۔ میں نے کہا مولوی عبدالستار کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا ان کے نکاح توڑ رہا ہوں۔

ذرا سوچو تو سہی ہم کیا کہتے ہیں' تم کیا کہتے ہو اور اسی بات کو دیکھ کر ذرا چودہ سو سال پیچھے تو پلٹو۔ اتنی بات ہی سن لو کہ کس کی بات کس سے ملتی ہے۔

کونین کے تاجدار کے پاس معاہدہ ہوا' کہنے لگے جو تمہارا ہمارے پاس آئے گا' ہم واپس نہیں کریں گے اور جو ہمارا تیرے پاس آئے گا تو پلٹا دے گا۔ آقا نے فرمایا مجھے منظور ہے۔ فاروق نے ہاتھ پکڑ لیا۔ آقا یہ انصاف کی بات ہے کہ ہمارا جائے یہ نہ لوٹائیں' ان کا آئے واپس کر دیں؟

فرمایا' فاروق ہم سے کوئی جاتا ہی نہیں ہے اور ان کا کبھی قریب آ جائے تو پلٹتا ہی نہیں ہے۔

اس لئے تو یہ ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ ہم نہیں روکتے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بات کیا ہے؟ کس بات کی لڑائی ہے؟ جھگڑا کیا ہے؟ آ جاؤ کل کی بات رکھ لو۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اور پھر ذرا عشق بھی دیکھ لو۔ تم حاضر و ناظر کہتے ہوئے بھی ان کے پاس نہیں جاتے میں

حاضر و ناظر نہ مانتے ہوئے پاس جانے کے لئے تیار ہوں۔ سنو تو سہی' تم کہتے ہو حاضر بھی ہیں' ناظر بھی ہیں۔ میں حاضر بھی نہیں مانتا' ناظر بھی نہیں مانتا۔ پھر بھی کہتا ہوں کہ محمد ﷺ کا حکم کائنات کے ذرے ذرے میں رچا ہوا اور کائنات کا جو ذرہ بھی محمد ﷺ کے حکم کو نہیں مانتا میں اس ذرے کو مسلمان ہی نہیں مانتا ہوں۔

کل کی بات لے لو۔ جھگڑے کی بات کیا ہے؟

چلو جن کے نام کا دن مناتے ہو ان سے پوچھو کہ پیدائش کے بعد وہ بھی کچھ دن زندہ رہے کہ نہیں۔ کتنے برس؟

۴۰ سال نبوت سے پہلے کے ۱۲ برس رسالت کے بعد کے۔ نبوت سے پہلے کبھی دن منایا ہو' تب ماننے کے لئے تیار ہیں۔ نبوت کے بعد کبھی سالگرہ منائی ہو' تب ماننے کے لئے تیار ہیں۔ ہم کو کیا ہے؟ تم حدیث دکھا دو ہم گردن کو جھکا دیں گے۔ کیوں کہ ہم نے تو سیکھا ہی یہی ہے کہ۔

ادھر حکم محمد ہو ادھر گردن جھکائی ہو

ہم کو کیا ہے؟

دکھا دو اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اگر آج دکھا دو کل جلوس نکال دیتے ہیں تا کہ غلطی کی معافی جلدی ہو۔ کہیں گے غلطی ہو گئی ہے اور بارہ کو نہیں نکال سکے' چودہ کو نکالیں گے پھر پندرہ کو بھی نکال دیں گے تا کہ خمیازہ ہو جائے۔ بتلاؤ یا پھر ایک بات کہہ دو کہ چلو حضور نے تو نہیں نکالا' ان کے یاروں نے نکالا تھا۔ فیصلہ کر دو یا سیدھی بات کرو جس طرح پہلے کہا تھا' بڑا نہیں مانتے' منصف نہیں مانتے' یار نہیں مانتے' پیار نہیں مانتے' جھوٹے تھے' یاروں کے پردے میں دشمن تھے' برسر اقتدار آئے' محمد (ﷺ) کی خوشی نہ منائی۔ یار نہ تھے' وفادار نہ تھے' جانثار نہ تھے' فدا کار نہ تھے۔ دشمن تھے' کسی نے صدیقؓ کا لبادہ پہنا' کسی نے فاروقؓ کا لبادہ پہنا' کسی نے ذوالنورین کا لبادہ پہنا' کسی نے حیدر کرار کا لبادہ پہنا یا یہ کہو ہم پھر بھی ماننے کے لئے تیار ہیں۔ بزدلی کی بات کیوں کرتے ہو؟

کھل کے بات کرو یا ادھر کی بات کر یا ادھر کی بات کر۔ ادھر ادھر کی کیا بات کرتا ہے؟

سیدھی بات کر۔

تو ادھر ادھر کی بات نہ کر
یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا

کیا بات کرتے ہو؟

جاؤ! تمہیں کبریا کی قسم ہے اور میں اپنے سادہ دل دوستوں سے کہتا ہوں۔ اِن کو نہیں کہتا جن کے بارے میں رب نے کہا ہے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ

(البقرہ:۷)

ان کو نہیں کہتا وہ تو اس وقت بھی تھے' قرآن ان کے سامنے اترتا تھا تب بھی نہیں مانتے تھے۔ وہ تو اس وقت بھی تھے جبرائیل ان کے سامنے وحی لے کے آتا تھا اور وہ کہتے تھے۔

لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف:۳۱)

اگر جبرائیل نے آنا ہی تھا تو اس یتیم پہ کیوں آیا' ہم جیسے چوہدری پہ کیوں نہیں آیا؟

عرش والے نے کہا

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج:۷۵)

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام:۱۲۴)

ہر سینہ نشیمن نہیں جبرئیل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کا صیاد

جاؤ چودھراہٹ کے کپڑے تو پہن کے آ گئے ہو' آ منہ کے لال کے دل کو تو لا کے دکھاؤ۔

ان کو نہیں کہتا لیکن بھولے بھالے دوستو تم تو کبھی ان سے پوچھو۔ کوئی صدیق کا حوالہ' کوئی فاروق کا حوالہ؟ او جلوس نکلے اور کسی کو پتہ نہ چلے؟

جلسہ اور جلوس تو ہوتا ہی لوگوں کو بتلانے کے لئے ہے اور اگر لوگ دیکھنے والے نہ ہوں تو نکل ہی نہیں سکتا۔ صدیق نے کہاں نکالا کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلا؟ فاروق نے کہاں نکالا؟ ہائے۔ فاروق جلوس نکالتا' آسمان کے کناروں پہ لکھا جاتا۔ وہ تو وہ ہے کہ اونٹ پہ سوار ہو کر مدینے سے بیت الاقدس اکیلا چلا تو دنیائے عیسائیت کے راہنماؤں نے اپنی پرانی کتابوں کو نکال لیا تھا کہ اس کی چال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی آ رہا ہے جس کا تذکرہ انجیل

میں ہوا ہے۔ وہ اکیلا چلے تو پرانی کتابوں کے اوراق پلٹے جاتے ہیں' اگر جلوس لے کے نکلتا تو کسی کو پتہ نہ چلتا؟

کوئی بات کرتے ہو؟

ہم نے تو اس کو رات کی تاریکی میں نکلتے ہوئے دیکھا اور اس نکلنے کو دنیا کی کتابوں میں ثبت ہوتے ہوئے دیکھا۔ ہم نے تو دیکھا کہ وہ رات کی تاریکی میں اپنے غلام اسلم کو لے کے نکل رہا ہے۔ رات کی تاریکی میں اکیلا ہے۔ اسلم کہتا ہے امیر المومنین ساری کائنات سوئی ہوئی اور تو جاگ رہا ہے؟

فرمایا چوکیدار کو جاگنے کے لئے ہی تو رکھتے ہیں' سونے کے لئے تو نہیں رکھتے اور نکلا۔ تنہا نکلا' ساتھ ایک غلام نکلا' بستی سے باہر نکلا' صحرا میں نکلا۔ دور ایک ٹمٹماتا ہوا دیا دیکھا۔ اس طرف بڑھا۔ ایک بندے کو غم زدہ اور افسردہ دیکھا' پریشان اور حزنیہ عالم میں دیکھا۔ پوچھا کیا بات ہے' رات گئے جاگ ہی نہیں رہے' پریشان بھی ہو؟

کہا تم کو کیا پڑی ہے کہ ایک مسافر سے پوچھتے ہو؟

کہا میں نے ویسے ہی پوچھ لیا ہے۔ ناراض کیوں ہوتے ہو؟

اس نے کہا ناراضگی کی بات نہیں میں غم زدہ ہوں' پردیسی ہوں' غریب الدیار ہوں' مسافر ہوں' غریب الوطن ہوں۔

مومن ہو' مسلمان ہو؟

رب کا شکر ہے مومن ہوں' مسلمان ہوں۔

مومن مومنوں کی بستی میں اجنبی نہیں ہوتا۔ تم اپنے گھر میں ہو۔ کہو کیا بات ہے؟

بچے کی پیدائش کا وقت ہے کوئی بھی تو پاس نہیں ہے۔

فرمایا میں جو پاس ہوں گھبراتے کیوں ہو۔

گھر آیا۔ محمد ﷺ کی بیٹی کو اٹھایا' علی کی لخت جگر کو اٹھایا۔ ایک مسافر اور اجنبی کے ہاں یوم پیدائش ہے۔ خاتون اول کو اٹھایا' فاطمۃ الزہرا کے جگر گوشے کو اٹھایا اور کہا ام کلثوم آج ثوابوں کے سمیٹنے کا دن آیا ہے۔ آؤ ایک اجنبی مسافر کی بیوی کی تیمارداری تو کر دو' عرش والا راضی ہو جائے گا۔ وہ آئی' تیمارداری کی' دایا کے فریضے کو انجام دیا۔ امیر المومنین کی

بیوی، خاتونِ جنت کی بیٹی، علی حیدر کرار کی لختِ جگر، حسن و حسین کی بہن، بچے کی پیدائش میں عورت کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ اندر سے آواز دیتی ہے۔ امیر المومنین اپنے بھائی کو خوشخبری دیجئے کہ رب نے اس کو بیٹا عطا کیا ہے۔

بیٹے کی خوشخبری بھول گیا، امیر المومنین کا نام سن کے لرزنے لگا کہ جس سے قیصر و کسریٰ کپکپاتے تھے، وہ اپنی بیوی کو میرے گھر لے کے آ گیا ہے۔ کہا امیر المومنین مجھ کو معاف کر دو، مجھ سے غلطی ہو گئی۔ فرمایا عمر کو لوگوں نے نوکر اسی لئے رکھا ہوا ہے کہ وہ ان کے کام آئے، وہ ان کے مریضوں کی تیمارداری کرے، وہ ان کے غریبوں کا ہاتھ بٹائے، وہ ان کے مجبوروں کا پرسانِ حال بنے۔ میں تو اسی لئے آیا۔

رات کی تاریکی میں عمر چلے تو تاریخ کی کتابوں میں ثبت ہو جائے جبکہ گیارہ سال تک حکومت کرے اور محمد ﷺ کا یومِ ولادت منائے لیکن دنیا کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہ آئے یا کتابیں جھوٹیں یا تم جھوٹے۔ بات کا فیصلہ کر لو۔ یا کہو عمر یار نہ تھا، عمر وفادار نہ تھا، یا کہو عمر گمنام تھا، عمر کی بات کو کوئی جانتا نہ تھا، عمر کی بات کو کوئی سنتا نہ تھا، عمر کی بات کو کوئی لکھتا نہ تھا یا تم کہو عمر نے یہ سب کچھ نہیں کیا ہم نے خود بنا لیا ہے۔ بات تو یہ ہے۔ فیصلہ کر لو۔

ایک مسئلہ، صرف ایک مسئلہ لے لو۔ گالی دینے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ گالی کا کیا ہے اور جن کی تعلیم و تربیت ہی گالی ہو وہ گالی نہ دیں گے تو اور کیا دیں گے

پڑھا ہی گالی ہے اور کچھ پڑھا ہی نہیں۔ میں نے ایک کتاب لکھی۔ اس میں میں نے لکھا کہ ان کے ایک بہت بڑے بزرگ نے لکھا ہے، جو غزالی دوراں ہے، رازی زماں ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ جب حضور کو دفن کرنے کے لئے اس کے صحابہ لے کے جا رہے تھے، اس وقت حضور آنکھیں کھولے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

لوگوں کو پتہ تو چلے کہ رسول کے بارے میں، رسول کے صحابہ کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا ہے۔

کہا جب دفن کرنے کے لئے لے جا رہے تھے، رسول نے آنکھیں کھولی ہوئیں اور باتیں کر رہے تھے۔ اب دفن کرنے کے لئے کون لے جا رہا تھا؟ صدیق تھا یا فاروق، ذوالنورین تھا یا حیدر کرار، چچا عباس تھا یا چچا کا بیٹا عقیل یا حسن و حسین تھے یا عبداللہ بن عمر،

عبدالرحمٰن بن ابی بکر' عبداللہ بن زبیر۔ طلحہ تھا یا زبیر' عبدالرحمٰن بن عوف تھا یا ابو عبید بن جراح' سعیدؓ بن العاص تھا یا عمروؓ بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اب بتلاؤ ان کے بارے میں تمہارا عقیدہ کیا ہے؟

سوچو۔ یہ بات مولانا سید احمد سعید کاظمی صاحب نے اپنی کتاب حیاۃ النبی میں لکھی۔ میں نے کہا حضور کے بارے میں بھی تمہارا عقیدہ معلوم ہو گیا اور حضور کے صحابہ کے بارے میں بھی۔ کیا؟ تم نے وہ بات کہی جو صحابہ کی دشمنی کا اعلان کرنے والے بھی نہیں کہتے۔ انہوں نے کہا کہ حضور فوت ہوئے' انہوں نے جنازہ نہیں پڑھایا۔ اُنہوں نے یہ کہا۔ اِنہوں نے کہا کہ فوت ہی نہیں ہوئے تھے' زندہ دفن کر دیا تھا۔ پھر بھی گستاخ ہم ہیں؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس کا نام گستاخی ہے کہ محبت؟

محبت اس کا نام ہے۔ آؤ میں بتلاؤں

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:۱۴۴)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان پر بھی موت اسی طرح آئے گی جس طرح پہلے رسولوں پر۔

صدیق نے ماتھا چوما' پیشانی اقدس کو چادر صدیقہ سے ڈھانپا۔ پیشانی اقدس کو اس کی چادر سے ڈھانپا جس کی چادر کی طہارت کی رب نے قسم کھائی تھی' پھر محبت کا اظہار کیا۔ کہا محمد فوت ہو گئے' محمد کا دین زندہ ہے۔ ہم جنازہ پڑھیں گے' ہم دفن کریں گے۔ دونوں آ گئے۔ ایک نے کہا یہ جھوٹے تھے معاذ اللہ' جنازہ ہی نہیں پڑھا۔ ایک نے کہا نہیں زندہ دفن کر دیا۔ ان کی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا حضرت صاحب کو کہو ایک دن ذرا خود بھی اسی طرح لیٹ کے دکھائیں اور پھر یزدانی کو اپنی پائنتی کا اور شیخ بشیر کو سرہانے کا حصہ پکڑائیں اور مولوی عبدالستار کو گورکن بنائیں پھر یوسف احرار اور شیخ یوسف بان فروش اوپر مٹی ڈالیں پھر دیکھیں مولوی صاحب کا حشر کیا ہوتا ہے؟

ہائے! ہنستے ہو رونے کی بات ہے۔ خدا کی قسم یہ فاطمہ کا باپ ہے۔نا جس کے بارے میں جو تمہارے جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہو۔ اپنے باپ کے بارے میں کبھی ایسی بات تو کرو۔ یہ حسن وحسین کا نانا ہے جس کے بارے میں کہتے ہو زندہ دفن کر دیا۔ کبھی اپنے باپ کو بھی زندہ دفن کرنے کی سوچی ہے؟ اس کا نام محبت ہے؟

میں کوئی تلخ بات نہیں کرنا چاہتا کہ تلخی سے دل سنورتے نہیں بگڑتے ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں بات کیا ہے؟ آؤ آج مسئلہ حل کر لیں اور آج حل کر کے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ سنو بات۔ کوئی ایک مسئلہ لے آؤ۔ کل کا ہی لے لو۔ کوئی کچی پکی حدیث بتلا دو۔ کوئی پکی نہیں کچی دکھا دو۔ اور یارو لمحے بھر کے لئے تم سے ذرا رخ گفتگو ہٹا کر ان سے کہتا ہوں جو آج خمینی کی تصویریں پکڑے خود شامل جلوس ہو گئے۔ تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا قارورہ آپس میں اچھال گیا ہے۔ ہم کو تو بزرگوں کا گستاخ کہتے ہو۔ صدیق کے گستاخ سے تمہاری صلح' فاروق کے توہین کرنے والے سے صلح' عثمان کو گالی دینے والے سے تمہاری صلح۔

اس عثمان سے کہ جب وہ آیا تو کائنات کا امام اٹھ کے بیٹھ گیا۔ اپنے زانوئے مبارک پہ کپڑا سیدھا کر لیا اور جب ام المومنین نے کہا آقا میرا بابا صدیق آیا' آپ لیٹے رہے' فاروق آیا جس کی ہیبت سے شیطان لرزے' آپ لیٹے رہے' ذوالنورین آیا' آپ اٹھ کے بیٹھ گئے' کپڑا سیدھا کر لیا؟

کہا عائشہ

الا استحیی رجل تستحیی منه الملائکه

کیا میں اس کی حیا کا پاس نہ کروں جس کی حیا کا پاس آسمان کے فرشتے بھی رکھتے ہیں۔ اس کو گالی دینے والے سے تمہاری صلح اور ہم تو کسی کو گالی نہیں دیتے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ تموڑی شاہ بزرگ نہیں ہو سکتا۔ اگر بزرگ ہوتا تو نام بھی بزرگوں والا رب رکھواتا۔ جس کو رب نے بزرگ بنانا ہوتا ہے اس کا نام بھی خود رکھواتا ہے۔

فَهَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا۝ يَّرِثُنِيۡ وَ يَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا۝ يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسۡمُهٗ يَحۡيٰى لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا۝ (مریم:۵-۷)

بیٹا دیا۔ نام بھی اچھا ہم نے خود رکھ دیا ہے۔ ہمارا جو ہے۔ او چلو تموڑی شاہ کی بزرگی کوئی کفر کی بات تو نہیں۔ تم مان لو تب بھی کفر نہیں ہے ہم نہ مانیں تب بھی کفر نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن میں کوئی وحی تو نہیں اتری۔ لیکن صدیق و فاروق وعثمان ان کے لئے تو قرآن میں آیا ہے

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ (التوبہ:۱۰۰)

رب ان سے راضی یہ رب سے راضی۔ اب جن کا ذکر آسمان والے نے قرآن میں کیا، ان کو گالی دینے والے تیرے یار اور ان کی پاسداری کرنے والے تیرے دشمن۔ تجھ کو مبارک ہو۔ پتہ چل گیا ہے کہ قارورہ کہاں ملا۔

لَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ (المائدہ:۲)

انصاف کی بات ہی کریں گے غیر انصاف کی نہیں۔

جس کو ہم نے دیکھا اس کو بیان کریں گے۔ سنی سنائی بات نہیں کریں گے۔ خمینی کی تصویریں لے کر لاہور میں جلوس نکلا۔ شیعہ حضرات نے کہا ہم بھی میلاد کا جلوس نکالیں گے۔ نکالو جی ہم کو کیا ہے؟

ہم جنس باہم جنس کند پرواز
کبوتر با کبوتر، باز با باز

تم کو ان کی ہم جنسی مبارک ہو۔ کوئی بات نہیں۔ میں ان کے متعلق نہیں کہتا ویسے ہی اخبار کی بات آ گئی ہے۔ دیکھنا کہیں یہ ہم جنسی ایڈز کی بیماری پیدا نہ کر جائے۔ آج کل یہ بیماری بڑی پھیلی ہوئی ہے۔

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

دلیل کیا لائے ہو؟ سیدھی بات کرو۔ ان سے بات کرتا ہوں جو کہتے ہیں نبی کے بعد میں آنے والے دشمن تھے۔ اُن سے سوال ہے، اِن سے نہیں۔

میں کہتا ہوں تمہاری کتابوں کے اندر لکھا ہوا ہے کہ دشمنوں کی حکومت میں کچھ دوست بھی تھے۔ ان کے نکالے ہوئے جلوس کا حوالہ دے دو۔ ان سے کہتا ہوں تم کہتے ہو صدیق و فاروق وعثمان دشمن تھے، اس لئے نہیں نکالا۔ میں نے کہا ان کے دور اقتدار میں کچھ دوست بھی

تو تھے' ان کا نکالا ہوا دکھا دو۔اور تو اور ہے اگر تم یہ کہتے ہو یہ تین دشمن تھے' چوتھا تو دوست تھا۔ پانچ دفعہ اس کے دور اقتدار میں بھی عید میلا د کا یہ دن آیا ہے کہ نہیں آیا ہے؟

اور تو اور اس کی بات بھی چھوڑو۔ایک دن خود اس کے نواسے کی حکومت کے دور میں بھی آیا ہے۔اس کی بات بتلا دو۔کچھ ہم کو دے تو دو کہ وہابیوں کو سمجھا سکیں۔یہ بغیر دلیل کے مانتے ہی نہیں ہیں۔ہم کو ان کا منہ بند کرنے کے لئے کوئی دلیل بتلا دو۔کوئی بات......؟

میں تمہارے دلوں پر انصاف کے نام پہ دستک دیتا ہوں۔خدا کا نام لے کر رسول کی تعلیم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر مجھ کو ایک حوالہ بتلا دو۔صرف ایک مسئلے کا۔کل (۱۲ربیع الاول) کے دن کا ایک حوالہ۔ نبی کا' صدیق کا' فاروق کا' ذوالنورین کا' حیدر کرار کا' سید شباب اہل الجنتہ کا' معاویہ کے ماننے والے ہو تو امیر معاویہ کا' ابوحنیفہ کے ماننے والے ہو تو جاؤ امام ابوحنیفہ کا' وہابی ہو کر' اہلحدیث ہو کر' محقق ہو کر' تقلید کو نہ مانتے ہوئے بھی اعلان کرتا ہوں امام ابوحنیفہ کا حوالہ بتلا دو۔کعبے کے رب کی قسم ہے پھر بھی ماننے کے لئے تیار ہوں۔

سن لو! ساری کائنات کے ملا زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں' دنیا کی کسی کتاب سے اس کا حوالہ ثابت نہیں کر سکتے۔

❋ ❋ ❋

فرقہ واریت کا خاتمہ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ (آل عمران:۱۰۲،۱۰۳)

حضرات! مجھ سے پیشتر مولانا حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی آپ کے سامنے بڑی تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ میں مسلسل ایک مہینہ اور کچھ دن اوپر ہو گئے ہیں سفروں میں ہوں۔ ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا کہ جب صبح سفر نہ ہو اور رات کو جلسہ نہ ہو۔ آج بھی رات کو میں بڑی دیر کے بعد گھر آیا تھا۔ لیکن آپ سے وعدہ تھا۔ اس لئے حاضری لازمی اور ضروری سمجھی۔ باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ پہلے ہو چکی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب جب حاضر ہوا ہوں تو چند لمحات کے لئے آپ کے سامنے کچھ گزارشات پیش کروں۔ میں نے دو آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت کریمہ چوتھے پارے کی ہے۔ دوسرا رکوع یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں اللہ رب العزت نے مومنوں کو خطاب کیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کلام مجید کے اندر رب کائنات نے دنیا میں بسنے والے مختلف طبقات کو مختلف الفاظ

سے خطاب فرمایا ہے۔ کہیں خطاب کائنات میں بسنے والے تمام انسانوں سے ہے۔ اللہ رب العزت ایسے وقت میں ارشاد فرماتے ہیں۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ:۲۱)

اور کہیں خطاب ہوتا ہے کافروں کو

قُلْ يَآيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ (الکافرون:۱،۲)

اور کہیں کافروں کے ایک مخصوص طبقے اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں کو

قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ○

(آل عمران:۶۴)

اور کبھی مخاطبین صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حلقہ بگوش، آپ کے پیروکار، آپ کے ماننے والے، آپ کے وفاشعار اور آپ کے تابعدار کہلاتے ہیں۔ کلام مجید کی ان آیات کے مخاطب بھی عام لوگ نہیں ہیں۔ نہ کافر، نہ مشرک، نہ یہودی، نہ عیسائی، نہ اور طبقات کے بلکہ ان آیات کے مخاطبین صرف وہ لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے اور اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں مخاطب ہو کے کہا اے مومنو! اللہ سے ڈرو، تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں اور اس کے بعد ان مومنوں کو ایک انتہائی اہم حکم دیا اور وہ حکم کیا ہے؟

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

وَّلَا تَفَرَّقُوْا

فرقوں میں مت بٹو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

تم اللہ کے انعام کو یاد کرو کہ تم الگ الگ تھے۔

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا

اللہ نے اسلام کی برکت سے نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے تمہارے

تمام اختلافات کو ختم کروادیا' تمہیں ایک بنادیا اور تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردی۔

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا

تم بھائی بھائی بن گئے۔

وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ

تم اختلاف کی وجہ سے آگ کے گڑھے کے کنارے پہ کھڑے تھے۔ اللہ نے اتحاد اور اتفاق سے تمہیں آگ کے گڑھے سے بچا کے جنت الفردوس کا وارث بنادیا۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۝

آج ہم اس آیت کریمہ کی روشنی کے اندر یہ دیکھنے کی زحمت گوارہ کریں کہ کیا ہم اس آیت کے مخاطب ہیں کہ نہیں ہیں؟

اگر تو ہم مومن اور مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں تو پھر یقیناً اس آیت کا سارا خطاب ہم سے ہے۔ اگر یہ خطاب ہم سے ہے تو ہم سوچیں کہ کیا ہم فرقہ بندیوں سے بالاتر ہوکر' آپس میں ایک دوسرے سے محبت و پیار کر کے اللہ کی رسی کو اکٹھے ہوکر تھامنے کے لئے آمادہ و تیار ہیں کہ نہیں؟

ایک ہے کہ ہم تھامے ہوئے ہیں کہ نہیں؟

اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہم سب مل کر اللہ کی رسی کو تھامے ہوئے نہیں ہیں۔ کوئی اپنا رخ مشرق کی طرف کئے ہے' کوئی مغرب کی طرف کئے ہے' کوئی شمال کی طرف' کوئی جنوب کی طرف اور آپس میں ایک دوسرے سے اتنی دوری ہے' اتنی اونچی دیواریں درمیان میں کھڑی کی گئی ہیں کہ دوسرے کا چہرہ بھی نظر نہ آسکے اور اس قدر بعد اور دوری پیدا کی گئی ہے کہ اکٹھے ہونا تو بڑی بات ہے' مسئلہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ دوسروں کی بات بھی نہ سنو۔ کیونکہ اگر بات سن لی تو ایک ہونے کا امکان پیدا ہوجائے گا۔ اس لئے ایک نہ ہونے کے لئے سب سے تیر بہدف نسخہ یہ ہے کہ تم بات ہی نہ سنو۔

اللہ کہتا ہے ایک ہوجاؤ اور ہم جدائی کے لئے دیواریں کھڑی کرتے ہیں کہ نہیں ہم نے ایک نہیں ہونا۔ اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ آیت کریمہ ہمارے لئے نازل ہوئی ہے کہ

نہیں نازل ہوئی ؟ اور کیا ہم مومن ہیں کہ نہیں ہیں؟

اگر تو ہم مومن ہیں' مسلمان ہیں نبی کے ماننے والے ہیں' حلقہ بگوشان محمد ﷺ ہیں' دامن رسول سے وابستہ ہیں' سرور کائنات کی امت ہیں' اللہ کے حضور حاضری اور اس کی بارگاہ میں تقرب کے خواہش مند ہیں تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمیں اکٹھا ہونا چاہئے' فرقہ بندیاں مٹانا چاہئیں' اختلاف ختم کرنے چاہئیں' تنازعات سلجھانے چاہئیں' دل کی کدورتیں مٹانا چاہئیں' ایک دوسرے کی بات سمجھنا چاہئے' حق کو ماننا چاہئے اور یہ تبھی ممکن ہے جب ہم ایک دوسرے کے قریب ہوں' ایک دوسرے کی بات سنیں۔ بات سننے کے بعد اس بات کا فیصلہ کریں کہ کس کی بات اچھی' کس کی بات غیر درست۔ جس کی اچھی ہو اس کو مان لیں' جس کی غلط ہو اس کو چھوڑ دیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کوئی پوچھ سکتا ہے یہ فیصلہ کون کرے کہ کس کی بات درست' کس کی نادرست' کس کی غلط' کس کی صحیح' کس کی اچھی' کس کی بری؟

اگر فیصلہ مولویوں پر چھوڑیں

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (الروم:۳۲)

ہر مولوی اپنی بات کو سچا کہے گا۔ اگر فیصلہ جماعتوں پر چھوڑیں تو ہر جماعت اپنی بات کو درست کہے گی' اگر فیصلہ گروہوں پہ چھوڑیں تو ہر گروہ اپنے معاملے کو روا سمجھے گا۔ فیصلہ کون کرے کہ سچ کیا ہے' جھوٹ کیا ہے' غلط کیا ہے' صحیح کیا ہے' حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اس کے درمیان کون فیصلہ کرے؟

اللہ رب العزت! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں' تو نے قرآن کو کائنات کے لئے ہدایت کا سرچشمہ بنا کر نازل کیا اور قیامت تک آنے والے مسائل کا حل اس میں بیان کیا۔ تو ہی ہم کو بتلا کہ ہم دین کے معاملے میں کس سے فیصلہ لیں کہ سچ پہ کون ہے جھوٹ پہ کون ہے؟

قرآن پاک کے اندر رب ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں آؤ! میں تمہیں منصف کی خبر دیتا ہوں' میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ سچ اور جھوٹ کا امتیاز کیسے ہو سکتا ہے' میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارے تنازعات کیسے سلجھ سکتے ہیں؟ اللہ تو ہمیں بتلا۔ فرمایا

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء:۵۹)

یہاں علماء کرام بیٹھے ہیں' کچھ طالب علم بھی ہوں گے۔ پہلے ان کے لئے بات کہتا ہوں۔ قرآن پاک میں اس آیت کے آغاز کے اندر رب ذوالجلال نے امنوا کا لفظ استعمال کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اے مومنو! اور میرے نزدیک اس کا صحیح ترجمہ یہ نہیں ہے کہ اے مومنو بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے اے ایمان کے دعوے دارو۔ کیونکہ بعد میں کہا

اِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اگر ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو پھر اپنی ہر بات کو میرے قرآن پر پیش کرو' محمد ﷺ کے فرمان پر پیش کرو۔ اگر اس کا معنی مومنو ہو تو بعد میں ''ان کنتم'' لانے کی ضرورت نہ تھی۔ کہا اگر ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو ثبوت فراہم کرو۔ اللہ کس طرح؟

اپنے مسائل کو نبٹاؤ' اپنے تنازعات کو حل کرو' اپنے اختلاف چھوڑو' اپنی گروہ بندیاں توڑو' اپنے فرقوں سے بالا و بلند ہو جاؤ' اپنی جماعتوں کی دیواریں گرا دو۔ حق کا ساتھ دو' باطل کو ترک کرو جھوٹ کو چھوڑو' سچائی کو اختیار کرو۔ اللہ پتہ کیسے چلے کہ سچ کیا ہے' جھوٹ کیا ہے؟

فرمایا رُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

ہر بات جس کے اندر اختلاف ہو' اسے رب کے قرآن پہ پیش کرو' نبی کے فرمان پہ پیش کرو۔ جس کا ساتھ رب کا قرآن دے اس کی بات سچی' جس کا ساتھ نبی کا فرمان دے اس کی بات سچی' چاہے وہ سب سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور جس کا ساتھ رب کا قرآن نہ دے' محمد ﷺ کا فرمان نہ دے اس کی بات غلط' چاہے وہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ معیار عرش والے نے مقرر کیا۔

تو لوگو سن لو! اسلام کے اندر فرقہ بندی' اختلافات' ان کا پیدا ہو جانا کوئی قباحت کی بات نہیں لیکن ان کا باقی رکھنا اسلام کی نگاہ میں یہ درست بات نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے یہ کہا

اِنْ تَنَازَعْتُمْ

کہ کسی نہ کسی مسئلے میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔ اختلاف کا پیدا ہونا ناممکن العمل نہیں ناممکن الوقوع نہیں لیکن اختلاف باقی نہ رکھو۔ جب بھی کوئی مسئلہ سمجھو کہ اس کے بارے میں لوگوں کے اندر دورائے پیدا ہوگئی ہیں۔ رب کے قرآن کی طرف آؤ محمد ﷺ کے فرمان کی طرف آؤ۔ پھر اختلاف باقی نہیں رہ سکتا۔ کیوں؟

اس لئے کہ اللہ نے قرآن کی سچائی کو بیان کرتے ہوئے کہا

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء:۸۲)

قرآن کے رب کا کلام ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کے اندر کوئی اختلاف کی بات' متضاد بات نہیں ہے۔ اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس کے اندر تضاد ہونا چاہئے تھا۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے رب نے یہ کہا اور جہاں تک نبی کا تعلق ہے

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞ (النجم:۳،۴)

نبی اپنی مرضی سے بات نہیں کرتا۔ وہ بولتا تب ہے جب عرش والا بولنے کا حکم دیتا ہے۔

نہ رب کے کلام میں اختلاف' نہ نبی کے فرمان میں اختلاف۔ اب اگر اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کے اندر اختلاف ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ اختلاف ان دونوں چیزوں سے دوری کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر ان دو چیزوں پر عمل کرتے کبھی اختلاف نہیں ہوسکتا تھا اور لوگو! دنیا والوں نے لوگوں کی عقل پہ پردہ ڈالنے کے لئے' انہیں بیوقوف بنانے کے لئے ایک اصول تراش رکھا ہے اور وہ یہ ہے' جناب یہ بھی صحیح ہے وہ بھی صحیح ہے۔ وہ بھی حق پر ہیں' یہ بھی حق پر ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں ایک آدمی کہتا ہے اس وقت رات ہے۔ ایک کہتا ہے نہیں دن ہے۔ حضرت صاحب آتے ہیں کہتے ہیں دونوں حق پر ہیں۔ ہم نے کہا ہم کو سمجھاؤ کہ دونوں حق پر کیسے ہوگئے؟

رات کہنے والا بھی سچا' دن کہنے والا بھی سچا۔ اگر دونوں سچے ہیں تو پھر ہماری عقل جو ہے اس کو فروخت کر دو۔ اور سن لو! طالب علموں کے لئے کہتا ہوں۔ اصول کی بات ہے تعدد لوازم باطل سے ہے۔ حق کبھی تعدد کا حامل نہیں ہوتا۔

ان الحق لا يتعدد

یہ فضول بات ہے کہتے ہیں جناب اس کی بات بھی سچی' اس کی بات بھی سچی اور فرق کتنا؟ ایک کہتا ہے ایک چیز حرام ہے' دوسرا کہتا ہے حلال ہے۔ حضرت صاحب آتے ہیں کہتے ہیں دونوں ٹھیک ہیں۔ مذہب کیا ہوا؟ سبب کیا ہے؟

میں کسی کا دل نہیں دکھانا چاہتا کہ اپنا مذہب دلوں کو توڑنا نہیں' دلوں کو جوڑنا ہے۔ اپنی عادت دل دکھانا نہیں بلکہ بقول شاعر ۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

دکھانے سے کیا فائدہ؟

کسی کو برا نہیں کہتے' نہ کسی پہ چوٹ کرتے ہیں' نہ کسی کو طعن دیتے ہیں' نہ کسی کو الزام دیتے ہیں لیکن بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یارو! یہ اصول کیوں تراشا گیا کہ سب حق پر ہیں؟

اس لئے کہ بات کی طرف نہیں دیکھا گیا' کہنے والے کی طرف دیکھا گیا ہے کہ یہ بڑا آدمی ہے۔ اگر اس کی بات کو غلط کہیں گے' توہین ہو جائے گی۔

سن لو! اسلام کیا سکھاتا ہے؟

اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ یہ دیکھو کہنے والا کون ہے؟ بلکہ اسلام یہ سکھلاتا ہے کہ یہ دیکھو کہہ کیا رہا ہے اور لوگو کتنے افسوس کی بات ہے کہ بزرگوں کی بزرگی کے بچانے کے لئے یہ کہہ دیتے ہو دونوں کی بات ٹھیک ہے۔ ایک مشرق کی بات کہتا ہے ایک مغرب کی اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان میں سے ایک کی بات یا رب کے قرآن کے خلاف ہے یا محمد ﷺ کے فرمان کے خلاف ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ دونوں کو سچ کہنے سے یا قرآن پہ چوٹ پڑتی ہے یا محمد ﷺ کے فرمان پہ چوٹ پڑتی ہے۔ بات کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ اسلام کی بنیادوں کو' اسلام کے قواعد اصلیہ کو' اسلام کی اساس کو' لوگوں نے فراموش کر دیا ہے۔ ساری دنیا کے بزرگوں کی بات کو اسلام سمجھ لیا گیا۔ سن لو! ہمارا آوازہ یہ ہے کہ کائنات کے انسانو! ساری دنیا کی بات کا نام اسلام نہیں۔ اسلام عرش والے کے کلام کا نام ہے یا مصطفیٰ کی بات کا نام ہے۔ جس کے ساتھ عرش والا ہو وہ سچا ہے۔ جس کے ساتھ مصطفیٰ ہو وہ سچا ہے اور اگر سب کی بات ٹھیک ہے تو پھر اسلام کے اندر حلال وحرام کا

کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ پھر تو اِس کی بھی ٹھیک ہے' اُس کی بھی ٹھیک ہے۔

آج کل دلچسپ بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کے ایک طبقے میں...... میں کسی کا نام لینے کا عادی نہیں ہوں......عورت کی دیت کا موضوع زیرِ بحث ہے۔ روزانہ اخبار میں خبریں چھپتی ہیں اور لاہور کا ایک بدترین چیتھڑا جو اپنے آپ کو اسلام کا اور پاکستان کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے' وہ اخبار ہر روز اس سلسلے میں ایک نئی سرخی چھاپتا ہے اور مزے کی بات کیا ہے؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ لڑائی ایک ہی گروہ کے دو مولویوں کے طبقوں کے درمیان ہے۔ شکر ہے ہمارا کوئی بندہ شریک نہیں۔ ایک ہی فرقہ' اس کا ایک مولوی کہتا ہے عورت کی دیت پوری' دوسرا کہتا ہے عورت کی دیت آدھی اور ہمارے ایک بزرگ جو بڑا اونچا طرہ پہنتے ہیں' اچھے آدمی ہیں۔ ان کا بیان چھپا' ان پر گرفت کی گئی' انہوں نے کہا میں نے تو دونوں میں سے کسی کو غلط نہیں کہا نہ دونوں میں سے کسی کو صحیح کہا ہے۔ پرانا فارمولا کہ دونوں صحیح ہیں۔ جو کہتا ہے عورت کی دیت آدھی ہے وہ بھی صحیح ہے' جو کہتا ہے پوری ہے وہ بھی صحیح ہے۔ فرق کیا پڑتا ہے؟

جس طرح ایک جاہل نے علم کا جبہ اور قبہ پہن لیا۔ لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے گاؤں میں آیا۔ لوگوں نے دیکھا بہت بڑے عالم آئے ہیں۔ مسئلہ پوچھا حضرت جی اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اب آدمی پریشان ہو گیا کہ مسئلے کا علم نہیں۔ کہنے لگا اس کے بارے میں اسلام کی دو رائے ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے' ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک تو ہو گا ہی۔ یہ کیا ہے؟

اہلحدیث کا جرم صرف یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں ہم فرقہ نہیں۔ اگر لوگوں کو فرقہ بندی سے روکتے ہیں تو خود بھی فرقہ کہلانے کو پسند نہیں کرتے۔ ہم کوئی گروہ نہیں' ہم کوئی جماعت نہیں۔ اوکمالیہ کے لوگو! آج مسئلہ ذرا سمجھ جانا۔ کوئی کہہ سکتا ہے' لوگوں کو کہتے ہو فرقہ بندی مت اختیار کرو' اپنا الگ فرقہ بنایا ہوا ہے۔ کسی کو اگر یہ غلط فہمی ہو تو آج دل سے نکال دے۔ اہلحدیث کسی فرقے کا نام نہیں ہے' نہ ہم جماعت ہیں۔ فرقے وہ ہوتے ہیں جو اپنے بڑوں کے نام پہ قائم ہوتے ہیں۔ جماعتیں وہ ہوتی ہیں جو بستیوں کے نام پہ بنتی ہیں۔ ہم جماعت ہیں' نہ فرقہ۔ ہم تو اس بات کی ایک تحریک ہیں کہ لوگو! آؤ فرقہ بندیوں کو چھوڑ دو'' مدینے

والے کی طرف آ جاؤ یا مدینے والے کے خدا کی طرف آ جاؤ۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اپنے بڑوں کو چھوڑ دو' ہمارے بڑوں کو مان لو' پھر تو ہم جھوٹے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ پھر ہم فرقہ ہیں' ہم کہیں چیچہ وطنی کی نہ مانو' کمالیہ کی مانو۔ یہ گروہ بندی کی بات ہے' فرقہ بندی کی بات ہے۔ ہم کہیں جبے والے کی نہ مانو' ننگے سر والے کی مانو۔ ہم کہیں کلے والے کی نہ مانو' رومال والے کی مانو۔ ہم کہیں پان اور سرے والے کی نہ مانو' ننگے سر والے کی مانو' ہم یہ نہیں کہتے۔ اگر ہم یہ کہیں تو ہم بھی فرقہ ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں آؤ! سارے فرقے چھوڑ دیں' یا رب کی کتاب کو مانیں یا محمد ﷺ کی سنت کو مانیں۔ ہم تو فرقہ نہیں ہیں۔ ہم لوگوں کو اپنی طرف بلانا جائز نہیں سمجھتے اور اس میں کیا اختلاف کی بات ہے؟

پھر آدمی اس گورکھ دھندے کا شکار نہیں بنے گا کہ یہ بھی صحیح ہے' وہ بھی صحیح ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت حافظ صاحب نے ایسی بات چھیڑ دی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی اور بات کر کے پہلی بات کو لوگوں کے ذہنوں سے محو نہ کیا جائے لیکن مسئلہ کچھ تھوڑا سا علمی ہے۔ میں بات کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔

ایک بزرگ کہتا ہے کہ اگر آزاد عورت سے شادی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو غلام عورت سے شادی جائز ہے۔ لیکن اگر آزاد عورت سے شادی کی استطاعت ہو تو پھر غلام عورت سے شادی کرنا جائز نہیں' حرام ہے۔ اگر اولاد ہو گئی تو اولاد اپنی نہیں۔ دوسرا کہتا ہے' وہ بھی بڑا بزرگ ہے' اگر استطاعت کے باوجود شادی کر لی شادی ہو گئی' نکاح جائز ہو گا۔ اولاد ہوئی' اولاد حلال کی ہو گی۔ مال چھوڑ کے مر گیا' مال اس کی اولاد کو ملے گا۔ ایک کہتا ہے شادی نہیں زنا ہے' حرام ہے۔ دوسرا کہتا ہے حلال ہے۔ ایک کہتا ہے اولاد اپنی' دوسرا کہتا ہے اولاد اپنی نہیں۔ یہ کہتا ہے وارث نہیں وہ کہتا ہے وارث ہوں گے۔ حضرت صاحب سے پوچھا' کہنے لگے دونوں حق پر ہیں۔ ہم نے کہا یہ کیا ہے؟

حلال بھی حق پر ہیں' حرام بھی حق پر ہیں۔ یہ کیا ہے؟

کہنے لگے دونوں بڑے بزرگ ہیں۔ ہم نے کہا دونوں بڑے بزرگ ہیں لیکن دونوں غلطی کر سکتے ہیں' آمنہ کا لال غلطی نہیں کر سکتا۔ عرش والے نے دونوں کی پیروی کا ہمیں حکم

نہیں دیا۔ہم یہ کہتے ہیں آؤ اختلافات کے خاتمہ کا ایک ہی طریقہ ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

اس میں کیا قباحت ہے؟ ڈنکے کی چوٹ کہو۔

حضرت صاحب کے اپنے ہی طبقے کے ایک مولوی نے اعتراض کیا۔جھوٹ بولتے ہو' امام صاحب کے قول کے خلاف ہے۔جواب میں کہا میں نے تو دونوں کو حق پہ کہا ہے۔میں نے تو کسی ایک کا ساتھ نہیں دیا۔آج لاہور کے اخبار میں چھپا ہے۔کل یہاں ڈاک ایڈیشن میں آ جائے گا۔

او کہاں ہے اہل حدیث کا بیٹا جو ڈنکے کی چوٹ کہے بڑے سے بڑا آدمی اگر قرآن کے خلاف کہتا ہے' محمد ﷺ کے فرمان کے خلاف کہتا ہے' جھوٹ کہتا ہے۔مولوی جھوٹ بولتا ہے' محمد ﷺ جھوٹ نہیں بول سکتا۔بات تو اتنی ہے۔کیا اختلاف ہے؟ آج میں اس کو مثال بنا کر کہتا ہوں اس طرح کے اختلافات سے اور دونوں باتوں کو حق کہنے سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ فتنہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کبھی اس ملک کے اندر نافذ نہیں ہوسکتا۔پتہ ہی نہیں چلتا حق کیا ہے' باطل کیا ہے؟ سب سچ ہیں تو پھر باطل اور حق کیا ہیں؟

سن لو! اگر آج تک اس ملک کے اندر اسلامی نظام کا نفاذ نہیں ہوا تو اس کا سبب یہ فرقہ بندیاں' یہ گروہ بندیاں اور یہ اپنے بزرگوں کے نام کو اونچا رکھنے کی خواہش ہے۔اور لوگو کن بزرگوں کی بات کرتے ہو؟ آؤ! ان سب بزرگوں کو اس بزرگ کے نام پہ چھوڑ دو جس کی بزرگی کا ذکر آسمان والے نے اپنے قرآن میں کیا ہے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح:۴)

تیرے بزرگ کا نام کہاں سے آیا ہے؟

صدیق کے زمانے میں' فاروق کے زمانے میں' ذوالنورین کے زمانے میں' علی حیدر کرار کے زمانے میں' رضوان اللہ علیہم اجمعین' اسلام اس لئے نافذ ہو گیا کہ ان کے ہاں بزرگوں کی ہر بات کو سچ کہنے کا رواج نہیں تھا۔ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے تم نے یہ بات کہی' تمہاری یہ بات قرآن وسنت کے خلاف ہے' نہیں مانتے۔اس کو ترک کرو' اس کو نافذ کرو جو رب کے قرآن میں ہے' محمد ﷺ کے فرمان میں ہے۔وگرنہ اگر ہر ایک کی بات سچی ہوتی تو

صحابہ تو سارے ہی بزرگ تھے۔ تمہارے بزرگوں کی بزرگی کا تو پتہ نہیں کہ ہیں کہ نہیں اور صحابہ کی بزرگی کا ذکر تو آسمان والے نے اپنے قرآن میں کیا ہے

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبہ:۱۰۰)

ان کا عالم کیا تھا؟ کبھی یہ نہ کہتے کہ فلاں بزرگ نے یہ کہا ہے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک ایک ہی بات ہوتی تھی سرور کائنات کا فرمان آ گیا ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اگر ہر آدمی اپنے بڑوں کی بات لے کے چل پڑے' کعبے کے رب کی قسم ہے' کسی ایک مسئلے کو بھی نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ میں سمجھتا ہوں' میرا الزام یہ ہے کہ حکومت ان اختلافات کو جان بوجھ کر ہوا دے رہی ہے۔ تا کہ لوگوں کے اندر اسلامی نظام کے نفاذ کی طلب مر جائے۔ لوگ کہیں گے مسئلہ حل ہی نہیں ہو سکتا۔

لوگو! مسئلہ حل ہونے کی ایک ہی بات ہے اور وہ یہ نہیں کہ ہم کہتے ہیں۔ ہم تمہارے دل کی بات کہتے ہیں۔ سوچو تو سہی۔ ہم یہ نہیں کہتے ہمارا مسلک مانو۔ اس لئے کہ ہمارا اپنا کوئی بنایا ہوا مسلک ہے ہی نہیں۔ ہمارے ہاں کوئی یہ مسئلہ نہیں کہ یہ خاندان روپڑیہ کا مسئلہ ہے' یہ خاندان غزنویہ کا مسئلہ ہے' یہ خاندان فلاں کا مسئلہ ہے۔ ہمارے نزدیک مسئلہ صرف وہ ہے جس پہ مدینے والے کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ہماری اپنی تو کوئی بات ہی نہیں اور اس پاکستان کے اندر بھی اسلامی نظام صرف اسی وقت نافذ ہو سکتا ہے جب اپنی اپنی بات کو چھوڑو گے صرف اللہ رسول' کی بات سے رشتہ جوڑو گے ورنہ اس ملک کے اندر اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ قرآن نے ہمیں حکم دیا کہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

سب مل کر' اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ آؤ اہل حدیث کے اس اسٹیج سے میں سارے کمالیہ کے لوگوں کو دعوت دیتا ہوں۔ آؤ! اتحاد کر لو' ہم اتحاد کے لئے تیار ہیں' ہم اتفاق کے لئے تیار ہیں۔ کعبے کا رب گواہ ہے ہمیں کسی سے کوئی مخاصمت نہیں۔ ایک بات یاد رکھو کہ اتحاد اور اتفاق اگر ہو گا تو صرف ان بنیادوں پر ہو گا جن بنیادوں کو رب نے

بیان کیا ہے۔

اِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ

وگرنہ میں یہ کہوں گا میرے بڑوں نے یہ کہا ہے' تو کہے گا میرے بڑوں نے یہ کہا ہے' یہ کہے گا میرے بڑوں نے یہ کہا ہے۔ اب کون اس کا فیصلہ کرے کہ کس کا بڑا بڑا ہے؟

ہر آدمی بڑا مانتا ہی اس وقت ہے جبکہ اس کے اپنے دل میں اس کو بڑا بنانے اور بڑا ماننے کا داعیہ اور جذبہ ہوتا ہے۔ اب کون فیصلہ کرے گا؟

ہم کہتے ہیں چھوڑو سب بڑوں کی بات چھوڑو' اس بڑے کی بات مانو کہ جب تک اس کا نام نہ لیا جائے تمہاری اذان مکمل نہیں ہوسکتی۔

آ جاؤ! اختلاف ختم ہو جائے گا۔ ایک ایک مسئلہ لے آؤ۔ صدیق کی صداقت کا مسئلہ ہو' فاروق کی امامت کا مسئلہ ہو' عثمان کی حیا کا' نبی سے وفا کا مسئلہ ہو' عبادات کا مسئلہ ہو' معاملات کا مسئلہ ہو' حدود و تعزیرات کا مسئلہ ہو جو عرش والے نے قرآن میں کہا جو محمد (ﷺ) نے اپنے فرمان میں کہا ہمیں منظور ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے فرقے کیوں باقی ہیں؟

فرقے اس لئے باقی ہیں۔ قرآن کی واضح آیت ہم پڑھتے ہیں' پھر جا کے مولوی سے کہتے ہیں۔ مولوی جی! قرآن کی ایک آیت ہم نے ایک مولوی سے سنی ہے۔ یہ ہمارے مذہب کے مطابق ہے کہ نہیں؟

مولوی کہتا ہے یہ وہابیوں کی آیتیں ہیں۔

قرآن کے اندر کچھ وہابیوں کی کچھ غیر وہابیوں کی آیتیں ہیں؟

حدیث سنتے ہیں' پھر جا کے مولوی سے پوچھتے ہیں' مولوی جی یہ حدیث ہمارے مذہب کے مطابق ہے کہ نہیں؟

یہ نہیں کہتے کہ ہمارا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے کہ نہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

کہ

غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

لوگو! ہماری دعوت یہ ہے کہ آ جاؤ۔ رب کے قرآن کی طرف آؤ' محمد ﷺ کے فرمان کی

طرف آؤ۔ جس کا ساتھ رب کا قرآن دے۔ اگر قرآن میں ہے آمنا وصدقنا۔ میری یہ دعوت ہے کہ کمالیہ کے لوگ اہل حدیث کا ایک مسئلہ ایسا بتلائیں جو قرآن وسنت کے منافی ہو' ہم اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں یا اپنے مسئلے اٹھا کے لائیں' ہم انہیں بتلاتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے محمد (ﷺ) کا فرمان کیا کہتا ہے؟ ہم انہیں کہتے ہیں کہ تم مان لو یا ہم کو منوا لو' اس میں گھبرانے کی بات کیا ہے؟

میں دو برس پہلے علماء کا ایک وفد لے کر عرب ملکوں کے دورے پر گیا۔ اس میں تمام طبقات کے علماء تھے۔ سب سے پہلے ہمارے سفر کا مرحلہ بغداد کے اندر تھا۔ بغداد میں ہم جمعرات کو پہنچے' دوسرے دن جمعہ تھا۔ سب نے فیصلہ کیا کہ جمعہ کہاں پڑھیں؟

کہنے لگے جی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں' چنانچہ ہم وہاں گئے۔ نو علماء کا قافلہ تھا' مجھے اس کی قیادت کا شرف حاصل ہوا۔ دریائے دجلہ کے کنارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی جامع مسجد ہے۔ وہاں ہم پہنچے۔ سرکاری مہمان تھے۔ عرب کے اندر یہ رواج ہے کہ جامع مسجد کے اندر مکبر کے لئے ایک اونچی جگہ بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ جہاں مکبر اور چند لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ امام کو دیکھ کر پیچھے سے تکبیر کہتا ہے۔ انہوں نے حکومت کے مہمان سمجھ کر ہم کو اس اونچی جگہ پر بٹھایا۔ جن لوگوں کو حج کا شرف حاصل ہوا انہوں نے کعبۃ اللہ میں بھی یہ جگہ دیکھی ہے' مسجد نبوی میں بھی۔ تقریباً تمام عرب ملکوں میں یہی رواج ہے۔ اس اونچی جگہ ہمیں جگہ دی۔ ہم نو کے نو ساتھی اکٹھے کھڑے ہوئے۔ تمام طبقات کے لوگ تھے۔ بریلوی دوست بھی تھے' دیوبندی بھی' ایک شیعہ دوست بھی تھے' اہل حدیث بھی تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب' مولانا حافظ عبد الغفور صاحب' یہ اہل حدیث کی طرف سے تھے۔ دوسروں کا نام نہیں لیتا کہ ان کا تذکرہ آنے والا ہے۔

نماز شروع ہوئی۔ اب امام صاحب کی مسجد ہے۔ امام نے ولا الضالین کہا۔ ساری مسجد آمین کی آواز سے گونج اٹھی اور یہ کمرے کے اندر چھپ کے بات نہیں کہہ رہا' اسٹیج پہ کھڑے ہو کے ذمہ داری سے بات کر رہا ہوں۔ دنیا کا کوئی شخص اس بات کی تردید کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ کوئی اس زمانے کی بات نہیں کر رہا جس زمانے میں کوئی بغداد پہنچ ہی نہیں سکتا

تھا۔ اگر کسی کو شبہ ہو ہمارے ساتھ آئے' ٹکٹ کے پیسے ہم کو دے' اگر وہاں آمین ہوتی ہو ٹکٹ اس کے ذمہ' نہ آمین پکارے تو ہم اس کا کرایہ بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ بلند آواز سے آمین کہی۔ اب دو تین مولوی صاحب بیچ میں سے بڑے پریشان ہو گئے۔ ایک تو ہمارے دوست تھے۔ ان کی ہنسی نکل گئی۔ اب میں نے دیکھا جو میرے ساتھ مولوی صاحب تھے' اللہ معاف کرے اور مولوی صاحب نے نماز کے اندر ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا کہ آمین تو ہو گئی ہے۔ آگے پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے؟

لوگ زمین کی طرف دیکھ رہے تھے' مولوی صاحب آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اب امام نے سورت جو پڑھی وہ بھی وہابیوں کی سورت۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی کیونکہ جمعہ کی نماز تھی۔ اب مولوی صاحب اور پریشان ہو گئے۔ یہ کہاں وہابیوں کی مسجد میں ہم کو لے کے آ گئے ہیں؟

مسجد امام ابوحنیفہ کی ہے۔ امام نے کہا اللہ اکبر' دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اس نے بھی اور ساری مسجد نے بھی رفع الیدین کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا' تب بھی کیا۔ اب جب سلام پھیری۔ ابھی ایک طرف ہی سلام پھیری تو چونکہ وہ میرے بائیں طرف تھے سلام دائیں طرف پھیری۔ منہ میری طرف ہوا' کہنے لگا وہابیا خوش نہ ہو' دونوں طرح جائز ہے۔ میں نے کہا مجھے دوسری طرف سلام تو پھیر لینے دے۔ دوسری سلام پھیری۔ کہنے لگا کیوں ہنس رہے ہو؟

میں نے کہا دونوں طرح جائز ہونے پہ ہنس رہا ہوں۔ کہنے لگا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟

میں نے کہا یہی عادت تمہیں ڈبو گئی ہے۔ جب کوئی جواب نہیں آتا تو کہتے ہو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کبھی پاکستان میں اپنی مسجد کے اندر کھڑے ہو کے بھی یہ کہا ہے کہ دونوں طرح جائز ہے؟

کہنے لگا کہنے کو تو تیار ہوں لیکن لوگ بڑے بیوقوف ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کعبے کا رب گواہ ہے' میں نے اسے کہا دوست دونوں طرح کی بات میرے اور تیرے جیسے گنہگار بندے کے بارے میں تو کہی جا سکتی ہے کہ کبھی ہم نے ایسا کہا' پھر بھول گئے' الٹ کہہ دیا لیکن وہ دونوں طرح کی بات نہیں کر سکتا جس کا رشتہ آسمان سے جڑا ہوا ہے۔ وہ دونوں طرح کی

بات کبھی نہیں کر سکتا کہ بھول جائیں۔ پہلے ایسا مسئلہ بتلایا پھر بھول گیا' کہا ایسے بھی جائز ہے۔

یہ کیسی بات ہے؟ یہ کہاں کی بات ہے؟

لوگو! اصل بات یہ ہے کہ ہم نے کتاب وسنت کے مقابلے میں اپنی طرف سے خود ساختہ چند اصول تراشے اور ان اصولوں کو ہم چھوڑنے کے لئے تیار نہیں چاہے کتاب وسنت ہم سے چھوٹ جائے۔ ہمارا عقیدہ کیا ہے؟

ہمارا عقیدہ یہ ہے سن لو! نبی کے پیار کا تقاضا یہ ہے ایک بزرگ نہیں' ساری کائنات کے بزرگ ایک طرف ہوں۔ مدینے والا امام ایک طرف ہو۔ محبت کا تقاضا یہ ہے ساری دنیا کے بزرگوں کو ٹھکرا دیا جائے' مدینے والے کی بات پہ آنچ نہ آنے دی جائے۔ پھر دیکھو اختلاف مٹتا ہے کہ نہیں۔ کتنی جلدی مٹے گا۔ ہر بات جو مولوی بیان کرے اس کو کہو جا اس کا حوالہ قرآن سے نکال کے دکھا یا محمد ﷺ کے فرمان سے نکال کے دکھا۔ اس کو کہو اپنی طرف سے پچر نہ لگا۔ کہتے کیا ہیں؟ قرآن کہتا ہے

لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (النمل:٦٥)

اللہ کہتا ہے زمین وآسمان میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ جواب کیا ہے؟

کہتے ہیں سیدی بوعلی کے متعلق مشہور ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مرید گرد وپیش بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت نے نگاہ اٹھائی' کہنے لگے "درے"۔ لوگوں نے کہا حضرت صاحب کیا ہوا؟

کہنے لگے کعبہ میں ایک کتا داخل ہونے لگا تھا' میں نے اس کو روک دیا ہے۔

یہ قرآن کا جواب ہے۔ کس بات کا جواب دیتے ہو؟

مولوی کہتا ہے او امام دین؟

جی مولوی جی؟

رات تمہارا باپ ننگا چل رہا تھا۔

مولوی جی اب کیا کروں؟

جاؤ! اس کے کپڑے لا کر مجھے دے دو' میں اس کو آج رات پہنا دوں گا۔

دین کے نام پر مسئلہ بتلاؤ تو صرف وہ بتلاؤ جو رب کے قرآن میں ہو' محمد ﷺ کے

فرمان میں ہو۔ مولوی کیا کہتا ہے؟

ہم نے مسئلہ بیان کیا۔ اس نے کہا۔ تم نے ٹوپی نہیں پہنی ہوئی؟ میں نے کہا تجھے نظر نہیں آتی' پہنی ہوئی ہے۔ کہنے لگا۔ عینک نہیں پہنی ہوئی؟ میں نے کہا تجھے نظر نہیں آتی' پہنی ہوئی ہے۔ کہنے لگا رسول نے پہنی تھی؟

مسئلے کے جواب میں ڈھکسلا۔ میں نے کہا میں اسے دین سمجھ کے نہیں پہنتا۔ تو بھی کہہ دے کہ تیرا ختم' درود دین میں سے نہیں ہے' ہم صبح تیرا ختم دلوا دیتے ہیں۔ کہنے لگا ٹھیک ہے۔ پھر کہنے لگا اگر ہم کہیں گے دین کی بات نہیں ہے تو حلوہ کون کھلائے گا؟

دنیا کی وجہ سے کون کھلاتا ہے؟

لوگو! کعبے کے رب کی قسم ہے سارے اختلافات' ان کا سبب پیٹ ہے۔ اس جہنم کا ایندھن ہے یا اس کا سبب جہالت ہے یا اس کا سبب عداوت ہے۔ چوتھی کوئی بات نہیں۔ اسلام دشمنوں نے یہ مذہب تراشا تا کہ اسلام کے نام پہ اسلامیان عالم کو دھوکہ دیا جا سکے ان کو تکلیف پہنچائی جا سکے جس طرح غلام احمد قادیانی کو پیدا کیا۔ یا اس کا سب جہالت ہے۔ تیرا باپ رات ننگا پھر رہا تھا مجھے کپڑے دے دے تا کہ تیرے باپ کو پہنا دوں یا اس کا سبب پیٹ کا ایندھن ہے کہ اگر ختم درود نہ چلائیں گے تو ہماری روٹی کہاں سے چلے گی؟

یاد رکھو یہ تین چیزیں' اگر ہم ان کو چھوڑ دیں۔ علم کو اختیار کریں' محبت کو اختیار کریں' رب کو اپنا رزاق سمجھیں تو پھر کبھی اختلاف باقی نہیں رہ سکتا۔ کیا اختلاف ہے؟

آ جاؤ جس کے ساتھ اللہ کا قرآن ہے' جس کے ساتھ محمد ﷺ کا فرمان ہے وہ سچا ہے۔ ایک ایک مسئلہ لے آؤ۔ یہی وہ اسلام تھا۔ سنو تو سہی۔ کیا جو اسلام تم اسلام سمجھتے ہو' صدیق و فاروق نے اس اسلام کو نافذ کیا تھا؟

ہمیں بتلا دو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ یا ہماری سنو کہ صدیق نے رائج کیا تو صرف قرآن و سنت کو' فاروق نے نافذ کیا تو صرف قرآن سنت کو۔ کوئی تیسری بات ہو تو ہم کو بھی بتلاؤ۔ ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔

لوگو! قرآن کا حکم ہے کہ اختلافات چھوڑ دو اور اختلافات کے خاتمے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ کتاب و سنت کو اپنا حکمران مانو۔ ان شاء اللہ العزیز اگر کتاب و سنت کو اپنے لئے

فیصل اور منصف مان لیا جائے تو اختلاف باقی نہیں رہ سکتا۔ یہی ہماری دعوت ہے' یہی ہمارا آوازہ ہے' یہی ہمارا ہو کہ ہے اور میں خلوص دل کے ساتھ اپنوں ہی کو نہیں دوسرے بھائیوں کو بھی کہ میں ان کو بھی بیگانہ نہیں سمجھتا' دعوت دیتا ہوں کہ اپنے مسلکوں کو ٹٹولو۔ دیکھو کہ کون سی بات قرآن وسنت کے مطابق ہے' اسے اپنالو۔ جو بات قرآن وسنت کے خلاف ہو اسے ترک کردو کہ دین کے اندر تعصب کرنا جائز نہیں۔ وگرنہ یاد رکھو قیامت کے دن رسوائیوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں ہر قسم کے تعصبات اور فرقہ بندیوں سے علیحدہ ہو کر کتاب و سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں کمالیہ کے نوجوان ساتھیوں کو' اپنے بھائیوں اور اپنے دوستوں کو ایک بات کی نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ جو حادثہ ہوا ہے اس میں دلبرداشتہ ہونے کی ضرورت ہے نہ تلخ ہونے کی۔ یہ سنت اللہ ہے کہ حق والوں کو حق کی راہ میں بڑی مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں لیکن جو لوگ حق کی راہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اللہ کی نصرت و تائید یقیناً ان کے لئے آسمان سے نازل ہو کے رہتی ہے۔ اس لئے حوصلہ ہارنے کی ضرورت ہے نہ دلبرداشتہ ہونے کی۔ ان شاء اللہ' اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ہماری دعوت سچی ہے اور یہ دعوت پھیل کے رہے گی۔ دنیا کی کوئی طاقت اس دعوت کو پھیلنے سے نہیں روک سکتی۔

آج میں انتہائی تھکا ہوا اور بیمار تھا۔ بولنے سے لاچار تھا۔ حقیقی بات یہ ہے کہ میں آج یہاں بالکل حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ ہمارے حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد اسحاق صاحب چیمہ نے صبح مجھے جب ٹیلیفون کیا تو میں نے ان سے گزارش کی کہ مجھ میں آنے کی سکت بالکل نہیں لیکن انہوں نے فرمایا کہ کمالیہ میں پہلے بھی ایک دفعہ ایسا واقعہ ہو چکا ہے کہ آپ کا اعلان تھا' نہیں آئے' لوگوں کی دل شکنی ہوئی۔ چنانچہ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے بھائی حافظ صاحب کی بات کو رد نہ کر سکا۔ راستے میں سمندری میں ہمارے ایک بزرگ حکیم عبدالرحمٰن فوت ہو گئے' اللہ انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ وہاں حافظ صاحب[1] تشریف لائے ہوئے تھے میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلے چلیں تاکہ لوگوں کی پیاس کا

[1] حافظ عبدالقادر روپڑی۔

کچھ نہ کچھ ازالہ ہو سکے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ ہماری اس درخواست کو قبول فرما کے ہمارے ساتھ ہو لئے۔ میرا آپ سے وعدہ ہے ان شاء اللہ العزیز آئندہ موقع ملے گا تو آپ کے ساتھ تفصیل سے گفتگو ہو گی۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

✲ ✲ ✲

مرزائیت کیا ہے؟

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِO بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِO

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ:۳)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک' خالق کائنات' مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ' مبارکہ' مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہ نمائی کا بندوست فرمایا۔

محمد رسول اللہ ﷺ اس کائنات میں امام ہدیٰ اور رہنمائے انسانیت بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے اس دنیا کے بسنے والوں کو اللہ کے آخری پیغام سے آشنا کیا۔ انہیں اس بات سے آگاہ کیا کہ رب العزت دنیا میں دنیا والوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے پسندیدہ اور اپنی بارگاہ کے مقرب لوگوں کو ارسال فرماتا رہا اور ان کے ذریعے دنیا والوں کو اپنی توحید اور اپنی تعلیمات سے باخبر کرتا رہا۔ انہیں گمراہی اور ضلالت کے راستوں سے ہٹا کر ہدایت کے راستوں پر گامزن ہونے کی تلقین فرماتا رہا اور وہ انبیاء کرام' رسل اللہ العظام جو اس پاک' عظیم اور اعلیٰ لقب سے ملقب ہوئے ان کے اوپر اللہ اپنی وحی اور اپنا کلام نازل فرماتا رہا تاکہ اس وحی اور اللہ کے کلام کی روشنی میں وہ لوگوں کی راہ نمائی اور راہبری کا فریضہ سرانجام دیں اور لوگوں کو اللہ کی واحدانیت سے آگاہ کریں' اللہ کے احکام سے باخبر بنائیں' اللہ کے عوامل سے آشنا

کریں، اللہ کی تعلیمات سے انہیں متصف کریں اور دنیا کے اندر وہ اس طریقے پر زندگی گزاریں جس طریقے پر احکم الحاکمین اور رب العالمین زندگی گزارنے کا حکم فرماتا ہے۔

یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سلسلے کے ایک انتہائی نامور اور اعلیٰ فرزند قرار پائے۔ اسی قبیلے کے ایک فرد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیل اللہ کے لقب سے متصف ہوئے اور اسی سلسلے میں رب العالمین نے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف اور پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پہ تاج نبوت و رسالت رکھا اور انہیں کلیم اللہ کے لقب سے سرفراز کیا۔ ان کے بعد داؤد و سلیمان تشریف لائے اور پھر حضرت عیسیٰ روح اللہ قرار پائے۔

آخر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر کو وحی اور الہام کے لئے منتخب کیا گیا اور آپ کے ذریعے دنیا والوں کو کلام مجید فرقان حمید کی صورت میں اللہ کی آخری دستاویز، بنی نوع انسان کی طرف اللہ کے آخری پیغام اور ساری کائنات کی ہدایت کے لئے، اللہ کی اس کتاب کو مینارہ نور کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اللہ رب العزت نے اس کتاب کے سکھلانے کے لئے، اس کے معانی لوگوں کو سمجھانے کے لئے، اس کے مطالب سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے اور دنیا والوں کو ایک عملی نمونہ دکھانے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کائنات میں مبعوث کیا اور ساتھ ہی وہ تمام ادوار جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئے تھے آپ کے اوپر اپنی انتہا اور اپنے کمال کو پہنچے اور امام الانبیاء سید الرسل کو اس کتاب کی عطائیگی کے بعد اور اس کتاب کے معانی کے بیان کے منزلے پر فائز کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے اس طرح کے انتظامات بھی فرما دیئے کہ اب اس کتاب کے بعد ہدایت طلب کرنے کی خاطر لوگوں کو کسی اور کتاب کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ اور جب لوگوں کو کسی اور کتاب کی ضرورت محسوس نہ ہو تو پھر اس صورت میں یہ کتاب بھی قیام قیامت تک اپنی اصلی اور صحیح صورت میں لوگوں کے پاس موجود رہے۔ یہ ضروری بات تھی کہ اگر اس کتاب کے بعد کوئی کتاب نہیں آنی تو اس کی حفاظت کا ایسا بندوبست ہو جائے تا کہ قیامت تک یا جب تلک دنیا میں انسان بستے ہیں اس کتاب کے اندر کوئی تبدیلی، کوئی تحریف نہ ہو سکے۔ رب العزت نے اس کا بھی اہتمام کیا ہے۔ فرمایا

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۝ (البقرہ:۲)

یہ وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ کو راہ پانے کی گنجائش باقی نہیں۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۝ (حم السجدہ:۴۲)

یہ وہ کتاب ہے جس کے اندر کسی صورت میں بھی آمیزش اور ملاوٹ نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ کتاب ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر:۹)

کہ اتارنے کا فریضہ بھی ہمارا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہماری ہے۔ جب تلک دنیا موجود ہے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی ہم نے لے لیا۔ پھر اس کتاب کی حفاظت کے بعد اللہ رب العزت نے اس کتاب کے معانی اور مطالب کا بیان بھی اپنے ذمے لے لیا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝

(القیامہ:۱۷-۱۹)

اے دنیا کے بسنے والو! سن لو یہ کتاب اتاری بھی ہم نے ہے اور اس کے معنوں کو بیان بھی ہم نے کیا ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے اس کے معانی کے بیان کے لئے جو الفاظ ادا ہوتے ہیں وہ ادا تو زبان محمد (ﷺ) سے ہوتے ہیں لیکن ادا رب کے حکم سے ہوتے ہیں۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم:۳،۴)

پھر ان سارے مطالب کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے، ہر قسم کے ابہام اور اشکال کو رفع کرنے کے لئے اور ہر قسم کے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ (السبا:۲۸)

اے دنیا کے لوگو! یہ بات سن لو کہ ہم نے اپنے محمد ﷺ کو کسی خاص قوم کا سربراہ بنا کر نہیں بھیجا بلکہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

کائنات میں جتنے انسان ہیں اور قیامت تک ہوں گے ان سب کا امام ہم نے محمد رسول

اللہ ﷺ کو بنا دیا ہے۔

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۸)

اے میرے محبوب! دنیا والوں کو سنا دو کہ میری رسالت اور پیغمبری صرف ملک عرب یا قوم قریش کے لئے نہیں ہے۔

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

ہر وہ شخص' ہر وہ ذی روح جس پر انسان کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اس کو محمد ﷺ کی امامت کا ماننا لازم ہے۔ ہر انسان کے لئے لازمی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امامت ورسالت کو تسلیم کر لے۔

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

صرف اسی پر بھی بس نہیں کی۔ ایک ایک شبہے کو پہلے دن دور کیا۔ صرف یہی نہیں کہ آپ کی امامت ساری کائنات کے لئے ماننا ضروری ہے اور دنیا کا کوئی شخص آپ کی امامت کے ہوتے ہوئے امامت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہی نہیں کہا بلکہ مسئلے کو اور واضح کیا۔ فرمایا

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۰)

ہم نے امامت کا سلسلہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ پہ ختم کر دیا ہے۔ اب کوئی امام آنا ہی نہیں' اب کسی نے دعویٰ نبوت کرنا ہی نہیں' اب کوئی رسول اس کائنات میں جلوہ گر ہونا ہی نہیں۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ہم نے آپ کو بھیج کر سلسلہ نبوت ہی ختم کر دیا۔ نہ نبی آئے' نہ وحی اترے' نہ جبرائیل آئے' نہ کتاب آئے' نہ شریعت آئے' نہ مذہب آئے' نہ دین آئے' نہ کسی کی امامت کا مسئلہ پیدا ہو۔ مسئلہ ختم کر دیا اور اس سے بھی زیادہ واضح کہا

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى و رضيت لكم الاسلام دينا

اے کائنات کے لوگو' سن لو! میں نے آج سرور کائنات کے ذریعے اپنے دین کو مکمل کر

دیا اور کسی کو شبہ نہ ہو کہ کونسا دین مکمل کیا؟

ورضیت لکم الاسلام دینا

میں نے جو دین مکمل کیا ہے وہ ہے جو محمد ﷺ لے کے آئے ہیں اور اس دین کا نام کیا ہے؟

ورضیت لکم الاسلام دینا

اور اس دین کا نام اسلام ہے۔ فرمایا

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۝ (آل عمران:۱۹)

اب دین کے نام سے، مذہب کے نام سے، شریعت کے نام سے، اللہ کی طرف سے فریستادہ ہونے کے ناطے سے کوئی دستور اس کائنات میں چلے گا تو صرف اسلام کا چلے گا اور کوئی نہیں چل سکتا۔ پھر فرمایا

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (آل عمران:۸۵)

اسلام کے سوا کوئی شخص کوئی دوسرا مذہب لے کے آئے گا اللہ کی بارگاہ میں اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ کوئی دوسرا مذہب نہیں چل سکتا۔

یہ ساری آیات، یہ سارے ارشادات، قرآن کریم کے اندر اللہ کے یہ سارے فرمودات اس بات کی واضح علامت اور واضح دلیل تھے کہ اب محمد رسول اللہ ﷺ کے اس کائنات میں جلوہ گر ہو جانے کے بعد کسی امام، کسی پیغمبر، کسی نبی، کسی رسول، کسی وحی، کسی الہام، کسی کتاب اور کسی دستور حیات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

محمد رسول اللہ ﷺ آ گئے اور دنیا کو ہدایت کے لئے جس جس چیز کی ضرورت تھی، وہ عطا فرما گئے۔ اب کسی چیز کی ضرورت باقی نہ رہی۔ مکمل دین عطا کیا، دین بھی ناقص نہیں دیا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی پیغمبر کو دین ایسا دیا جائے جو نامکمل ہو اور کوئی بعد میں آنے ولا پیغمبر اس کو مکمل کرے۔ لیکن جب وحی نے آنا ہی نہیں، اس لئے اگر دین ناقص رہ جائے گا تو مکمل کون کرے گا؟

اس لئے ضروری ہے کہ اسے پہلے ہی مکمل کر دیا جائے تا کہ کسی اور کے آنے کی اور آ کر اس دنیا میں دین کے مکمل کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔

الیوم اکملت لکم

خداوند عالم نے اس دین کو مکمل کر دیا ہے۔ چنانچہ ۱۴۰۰ سال سے امت کا یہ متفقہ عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اس کائنات کے اندر کوئی نبی، کوئی پیغمبر، کوئی رسول، کوئی فریستادہ، نہیں آ سکتا ہے اور قرآن حکیم کی موجودگی کے بعد بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اور کسی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بیان، قرآن پاک کی تشریح، اس کی توضیح، اس کی تفسیر کے بعد کسی اور کے بیان کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح ہدایت کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ ہدایت کا راستہ نہیں کہلا سکتا۔ اگر کوئی راستہ ہوگا تو ہلاکت کا ہوگا، بربادی کا ہوگا۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ ؕ (یوسف:۱۰۸)

سن لو! اللہ کہہ رہا ہے اے میرے محمد ﷺ لوگوں کو کہہ دیجئے

ھذہ سبیلی

اللہ نے جو راستہ مجھ کو بتلایا اور جو میرا راستہ ہے وہ یہ سیدھا راستہ ہے

اور وہ راستہ کیا ہے؟

ادعو الی اللہ علی بصیرہ

یہ راستہ اللہ کی واحدانیت کا راستہ ہے جس کی طرف میں ساری کائنات کے لوگوں کو بلاتا ہوں۔ میرے پیروکار بھی میرے راستے کی طرف بلاتے ہیں۔ میرے پیروکار اور کوئی راستہ نہیں بتلاتے۔ جو اور راستے کی طرف بلائے وہ محمد (ﷺ) کا پیروکار نہیں ہے۔

امت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے اور امت میں اس عقیدے کو نسلاً بعد نسلٍ، وراثتاً دنیا جہان میں منتقل کیا گیا۔ دور صحابہ سے یہ عقیدہ شروع ہوا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس عقیدے کو صحابہ کے ذہنوں میں پختہ اور راسخ کیا اور یہ عقیدہ اتنا پختہ ہوا کہ اگر کسی نے ذرہ برابر اس راستے سے ہٹنے کی کوشش کی تو صحابہ نے اس کے خلاف اپنی تلواروں کو بے نیام کر لیا۔ مسیلمہ کذاب اس راستے سے ہٹا۔ بات کو ذرا اچھی طرح سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ آج بعض بدبخت لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے مختلف حیلے اور بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ ایک نئی کتاب لکھی گئی۔ اس کے اندر یہ کہا گیا ہے تم ہماری صداقت اور جھوٹ کو پہچاننے کے لئے ۴۰ دن استخارہ کرو۔

استخارہ اس چیز کے بارے میں کیا جاتا ہے جس کے بارے میں شبہ ہو، یقین نہ ہو۔ جس

بارے میں شبہ نہیں ہوا اس بارے میں استخارہ بے وقوفی اور حماقت کی بات ہے اور خاص طور پر اللہ کی کتاب کے خلاف' اسلام کی تعلیمات کے منافی ہے۔ یہ استخارہ کفر کی علامت ہے' حرام ہے۔ لوگوں کو بہکانے کے لئے' لوگوں کے سامنے باطل کو حق بنانے کے لئے ان کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ اللہ دو ہیں۔ یقین نہیں آتا تو چالیس دن استخارہ کرکے دیکھ لو۔ جس دن استخارہ کرتا ہے اس دن دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ کیا معنی ہے؟

معنی یہ ہے کہ اس کو اللہ کے وجود پر شبہ ہو گیا ہے۔ استخارہ دنیاوی معاملات کے اندر یا مشکوک مسائل کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ جن کے بارے میں علم نہ ہو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھیں۔ کئی سادہ لوح لوگ ہیں۔ کہتے ہیں دیکھو جی وہ تو کہتے ہیں دعا مانگ کے دیکھ لو۔ دعا اس چیز کے بارے میں مانگی جاتی ہے جو چیز موجود نہ ہو۔ اس چیز کو طلب کیا جاتا ہے جس کا مانگنا شرعاً جائز ہو۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے میں یہ بدکاری کرنا چاہتا ہوں۔ آدمی اس کو کہے تو خدا سے دعا مانگ۔ اگر تیری قسمت میں لکھی ہو گی تو خدا تجھ کو عطا کر دے گا۔ یہ کفر کی بات ہے۔ اس چیز کے بارے میں دعا مانگی جاتی ہے جو جائز ہو اور جس کے بارے میں شک اور شبہ ہو۔ لیکن یقینیات کے بارے میں دعا نہیں مانگی جاتی۔ دعا مانگنے کا کیا مطلب ہے؟

ہندو مذہب جھوٹا ہے۔ اسلام سچا ہے۔ سچائی کو چھوڑ کر باطل کی دعا مانگنا سچائی کی تکذیب کے مترادف ہے۔ میں نے اس لئے یہ بات کہی ہے کہ بعض لوگ ہم کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں تم چالیس دن استخارہ کرو' تمہیں بشارت مل جائے گی۔ بشارت شیطان کی مل جائے گی۔ جس چیز کے بارے میں شبہ ہو اس چیز کے بارے میں استخارہ کیا جاتا ہے۔ یقینیات کے بارے میں استخارہ نہیں کیا جاتا۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا جب ایک شخص مسیلمہ نے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اعلان نبوت کیا' تو کیا صحابہ نے اس سے دلائل پوچھے کہ تمہاری نبوت کی دلیل کیا ہے؟ تمہاری پہچان کیا ہے؟ تمہاری علامت کیا ہے؟ تمہارا پیغام کیا ہے؟ تمہاری دعوت کیا ہے؟

کوئی بات نہیں پوچھی۔ صدیق نے اپنی تلوار کو بے نیام کیا اور کہا یا محمد ﷺ کے غلام زندہ رہیں گے یا یہ جھوٹا دعویٰ نبوت کرنے والا زندہ رہے گا۔ لشکر کو بھیجا جاؤ! اس شخص کا سر قلم کرکے لاؤ جو محمد ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کی جرأت کرتا ہے۔

شبہے کی بات نہیں ہے۔ کیوں؟

اس لئے کہ ان کا عقیدہ پختہ تھا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو پھر اس بارے میں اتنی جلدی فیصلہ کن اقدام کی ضرورت نہیں تھی۔ سوچتے' دلیل طلب کرتے' دعوے کی تصدیق مانگتے۔ کوئی بات نہیں کی۔ کہا اپنی تلوار کو بے نیام کرو اور جاؤ اس کی گردن کو اڑا دو اللہ نے اس عظمت کے لئے منتخب کیا تو اس شخص کے بیٹے کو کیا جو ساری عمر محمد ﷺ کی مخالفت کرتا رہا ہے اور اللہ نے بتلایا کہ اللہ کون ہے؟

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (الانعام:۹۵)

اللہ وہ ہے جو مردوں سے زندوں کو پیدا کرتا ہے۔

باپ ابوجہل ساری زندگی نبی کی مخالفت کرتا رہا' سرور کائنات کے خلاف لڑتا رہا' حضور کو دکھ پہنچاتا رہا' نبی کے خلاف سازشوں میں مشغول رہا' حتیٰ کہ معرکہ بدر کے اندر نبی کو شہید کرنے کے لئے نکلا اور اللہ کی رحمت نے اس کے بیٹے کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ باپ نبی کی مخالفت کرتا رہا اور بیٹا نبی کی چادر پہ ہاتھ ڈالنے والے کے خلاف اپنی تلوار کو بے نیام کر کے نکلا۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کو جس شخص نے جہنم رسید کیا وہ اسی ابوجہل کا بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ اللہ نے رسول کے اس سب سے بڑے دشمن کے بیٹے کو رسول کی رسالت کے تحفظ کے لئے منتخب کر لیا۔ اس طرح جب اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا' جب طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا' جب ایک عورت سجاح نے نبوت کا دعویٰ کیا' کوئی اس کے بارے میں سوچ و بچار کو بروئے کار نہیں لایا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ پوچھا جائے کہ اس کی نبوت کا دعویٰ سچا بھی ہے کہ نہیں؟ یہ جو کہتا ہے وہ غلط ہے کہ صحیح ہے؟ جانے اس پر وحی آئی ہے کہ نہیں؟ یہ بندہ کس قسم کا ہے؟ اس کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

نہیں۔ صحابہ نے کسی بندے کے متعلق سنا کہ وہ محمد ﷺ بعد دعویٰ نبوت کرتا ہے' اپنی تلواروں کو بے نیام کر لیا۔ کہا اس کو زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ صحابہ کا عقیدہ تھا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

بات جو میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں' وہ یہ ہے کہ نبی کے بعد' رسول اللہؐ کے بعد' امام الانبیاء کے بعد' سید الرسلؐ کے بعد کسی نبی کا نہ آنا یہ ساری امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور

اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے' بغیر سوچے سمجھے اس کی تکذیب کرنا' اس کو جھٹلانا' یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ کیونکہ اس کے جھوٹا ہونے کے بارے میں کوئی شک شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے مکمل اور کامل دین دے کے بھیجا ہے اور جس کا عقیدہ یہ ہو کہ نبی کا دین کامل ہے' اس کا عقیدہ تب تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ عقیدہ بھی نہ رکھے کہ اب کوئی شخص آ کے اس دین کو مکمل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر آدمی کہتا ہے کہ دین تو مکمل ہے' یہ ایک عقیدے کا مسئلہ ہے اور پھر کہتا ہے لیکن فلاں آدمی نے آ کر اس دین کو مکمل کر بھی دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اللہ کے دین کے مکمل ہونے پہ یقین نہیں ہے۔ یقین اس کا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ مکمل ہونے کے بعد جو بندہ آتا ہے وہ اس عمارت کو بدصورت بناتا ہے مکمل نہیں کرتا۔ جو عمارت مکمل ہو چکی ہو' اس عمارت میں پھر کوئی اینٹ لگنے کی گنجائش باقی نہیں ہوتی۔ اگر لگائی جائے گی تو بدصورت کر دے گی۔ صحابہ کا یہ پختہ عقیدہ تھا۔

آج یہ مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آج میں کیا کہوں کہ

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

یہ ملک جو عرش والے کے نام پہ لیا گیا' محمد ﷺ کے نام پہ لیا گیا تھا۔ یہ ہماری بدبختی کی انتہا ہے کہ آج اس ملک کے اندر یہ زمانہ بھی آ گیا ہے کہ ایک جھوٹے' کذاب' دجال کی امت کے لوگوں کو یہ جرات ہو گئی ہے کہ وہ محمد ﷺ کی نبوت کو عدالتوں کے اندر چیلنج کریں' اور اس کذاب اور دجال کی صداقت کے لئے دلائل دیں۔ آج ہماری اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہے؟

اسلام کے نام پہ بنی ہوئی مملکت' اسلام کے نام پہ بنے ہوئے ملک کے اندر کفر کے لئے دلائل مہیا کئے جاتے ہیں۔ اس سے بڑی بدقسمتی کی بات کیا ہے؟

کبھی یہ تصور ہو سکتا تھا؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کیا یہ گوارہ کیا جا سکتا تھا کہ مسیلمہ کذاب کی امت کے لوگ آئیں اور مسیلمہ کی نبوت کے بارے میں دلائل پیش کریں؟

یہ ممکن تھا کہ اسود عنسی کے پیروکار آئیں اور اسود عنسی کی نبوت کی صداقت کے بارے

میں گواہیاں پیش کریں؟

یہ ممکن تھا کہ طلیحہ اسدی کے ماننے والے آئیں اور اس کی نبوت کے بارے میں اپنا موقف پیش کریں؟

کیا یہ ممکن تھا کہ اس جھوٹی کذاب عورت سجاح کے پیروکار آئیں اور اس کی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کا سہارا لیں؟

صحابہ نے ایسے دجالوں کے خلاف زبان کو حرکت نہیں دی' تلوار کو حرکت دی ہے۔ ہر چیز کے بارے میں دلائل نہیں ہوتے۔ ہر چیز؟ کی کچھ حدیں ہیں۔ اب ایک آدمی آتا ہے اور آ کے کہتا ہے اللہ ایک نہیں دس ہیں۔ دس خدا ہیں اور مجھ کو اجازت دو کہ میں بقیہ نو خداؤں کے ثبوت پر دلائل پیش کروں۔ اللہ کے نام پہ بنے ہوئے کسی ملک میں خدا کی وحدانیت کے اقرار کے خلاف اور دوسرے خداؤں کے اقرار پر کوئی دلیل نہیں سنی جا سکتی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے اور مزے دار بات یہ ہے کہ ایک ایسے شخص کے پیروکار جس شخص کے اپنے اقوال کے مطابق وہ دجال اور لعنتی ہے...... لوگوں کے کہنے کے مطابق نہیں۔ کعبے کا رب گواہ ہے کہ غلام احمد قادیانی سے مسیلمہ کذاب زیادہ ذہین تھا' طلیحہ اسدی زیادہ سمجھ دار تھا' اسود عنسی زیادہ قابل تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے اوپر لعنت نہیں کی۔ یہ ایسا ملعون ہے کہ خود اپنے اوپر لعنت بھی کرتا ہے اور پھر اس کے پیروکار اس کی نبوت کے بارے میں دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

۱۸۷۸ء کے اندر جب اس نے الٹی سیدھی باتیں شروع کیں' علماء کو احساس ہوا کہ یہ شخص اسلام کی عمارت میں نقب لگانا چاہتا ہے' کوئی دعویٰ کرنا چاہتا ہے' علماء نے گرفت کی۔ اس نے اپنی کتاب کے اندر لکھا کہ لوگوں نے میرے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کیا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کرنا چاہتا ہوں۔ نبی پاک کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا لعنتی ہے۔ یہ غلام احمد نے خود لکھا ہے جو علماء نے سمجھا تھا' وہ درست نکلا اور اس نے ۱۹۰۱ء کے اندر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ جو آدمی اپنی زبان سے کہہ چکا ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا لعنتی ہے' اس کے لعنتی ہونے کے بارے میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟

یہ تو خود اپنی زبان سے لعنتی بن چکا ہے۔ اسی لئے میں نے آج سے تیرہ برس پہلے جب

غلام احمد کے افکار[1] پہ گرفت کی تو لاہوری مرزائیوں نے میرے جواب میں لکھا کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے' ہم اس کو مجدد اور مہدی مانتے ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں کہا تھا کیا کوئی لعنتی مجدد ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی لعنتی مہدی ہو سکتا ہے؟

مہدی ہونے کے لئے پاکباز ہونا' شریف النفس ہونا' مجدد ہونے کے لئے اعلیٰ اخلاق کا مالک ہونا ضروری ہے۔ جو آدمی خود اپنے آپ کو لعنتی کہے' وہ مجدد کیسے ہو سکتا ہے؟ حیرانگی کی بات ہے۔

جو بات میں بنیادی طور پر سمجھانا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اس امت کا سب سے اعلیٰ اور بہترین حصہ ہیں اور محمد ﷺ کی امت میں ان سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ گروہ ہے جنہوں نے براہ راست نبی سے فیض حاصل کیا۔ صحابہ کس کو کہتے ہیں؟ نبی کے شاگردوں کو۔ نبی ﷺ کے بلاواسطہ شاگردوں کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد نبی کا دعویٰ کرنے والے سے دلیل سے گفتگو نہیں ہوگی' تلوار کی دھار سے گفتگو ہوگی۔ یہ نبی کے شاگردوں کا عقیدہ ہے۔ اب کیا دلیل بازی ہے؟

یہ امت کی بے حمیتی اور حکمرانوں کی بے غیرتی ہے کہ اس ملک کے اندر جو اسلام کے نام پہ بنا ہے' مرزائی ٹولہ نہ صرف یہ کہ اپنا وجود رکھتا ہے بلکہ ایک کذاب اور دجال کو کائنات کے امام کے مقابلے میں رکھتا اور ان کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتے ہوئے اس کذاب کی صداقت کے بارے میں دلائل پیش کرتا ہے۔ یہ ہماری بھی بے غیرتی اور حکومتوں کی بھی بے حمیتی کی علامت ہے۔ آج سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزائیوں کو مسجد بنانے کا حق ہے؟

---

[1] جس زمانے میں علامہ شہید ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر تھے۔ ان دنوں آپؒ نے الاعتصام میں قادیانیت کی تردید میں بڑے جاندار اداریے لکھے۔ تمام مکاتب فکر میں انہیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ بعد میں ان اداریوں کو کتابی شکل میں ''مرزائیت اور اسلام'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کتاب میں قادیانی خلفاء کی اخلاقی حالت کی تصویر کشی بھی کی گئی ہے۔ حضرت علامہ شہید نے قادیانیت کے رد میں ایک اور معرکہ آراء کتاب ''القادیانیۃ' دراسات وتحلیل'' کے نام سے عربی میں بھی لکھی۔ آپ کی یہ کتاب انگریزی میں بھی ترجمہ ہوئی۔ اور لاکھوں کی تعداد میں خریدی گئی۔ افریقی ممالک میں فتنہ قادیانیت کے سدباب میں اس کتاب نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ عربی زبان میں اپنے موضوع پر جامع تصنیف ہے۔ یہ کتاب ہزاروں گم راہوں کی ہدایت کا سبب بنی اور آج بھی اس کی بڑی مانگ ہے۔

یہ سوال بعد کا ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ محمد کریم ﷺ کے نام پہ الاٹ شدہ ملک میں مرزائیوں کو رہنے کا حق ہے کہ نہیں ہے؟

مسجد بنانے کی بات تو بعد کی ہے۔ پہلے تو یہ سوال ہے کہ ان کو رہنے کا بھی حق ہے کہ نہیں ہے؟

سیدھی بات ہے۔ اگر کوئی شخص سرور کائنات کی ختم نبوت کو نہیں مانتا' تو ان کے نام پہ الاٹ ملک میں رہنے کا حق کیوں رکھتا ہے؟

یہ عقیدہ میرا نہیں ہے' یہ عقیدہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ جن کو محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا

انت الصدیق انت الصدیق

اے ابو بکر تو ابو بکر نہیں رہا صدیق اکبر بن گیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ صدیق اکبر نے یہ نہیں کہا تھا کہ اے مسیلمہ کذاب کے حامیو آرام سے رہو۔ ہم سے کوئی تعرض نہ کرو' جس طرح جی چاہے زندگی بسر کرو۔ یہ کہا تھا؟

کیا فیصلہ کیا تھا؟

چنیوٹ والی مسجد کے اندر خطبہ سننے والو! او جس تلک میری آواز پہنچ رہی ہے میری آواز کو سن لے۔

جاؤ! اسلام کی تاریخ کو اٹھاؤ۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے نائب' آپ کے پہلے خلیفہ' آپ کی زندگی مبارک میں آپ کے مصلیٰ امامت پہ کھڑے ہونے والے اور وہ شخص جس کے پیچھے نبی کی زندگی میں نبی کے چچا عباس نے' نبی کے داماد عثمان نے' نبی کے داماد علی نے' نبی کے نواسے حسن و حسین نے نماز پڑھی ہے' اس صدیق نے ان لوگوں کے خلاف جب علم جہاد بلند کیا' جنہوں نے رب کی وحدانیت کا انکار کیا' جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو نہیں مانا' تو اپنے کمانڈروں کو ہدایت کی میرے ساتھیو! جاؤ اللہ کے لئے' اللہ کے دین کی سرفرازی کے لئے جنگ کرو۔ لیکن بوڑھے پہ تلوار نہیں اٹھانی' بچے کو گزند نہیں پہنچانا' خدا کو نہ ماننے والے کی زمینوں کو برباد نہیں کرنا' ان کے درختوں کو نہیں کاٹنا' ان کے کھیتوں کو نہیں جلانا' ان کی عبادت گاہوں کو نہیں ڈھانا' ان کو کہو یا اسلام قبول کرو' اسلام قبول نہیں

کرتے ٹیکس دو' آرام سے رہو' ہماری بالادستی مانو۔ دونوں باتیں نہیں مانتے' باہر نکلو' مقابلہ کرو' قابض ہو جاؤ۔ بوڑھوں کو کچھ نہیں کہنا۔ بچوں کو کچھ نہیں کہنا۔ عورتوں کو کچھ نہیں کہنا۔ ان کی عبادت گاہوں کو مسمار نہیں کرنا' ان کے مذہبی راہنماؤں سے تعرض نہیں کرنا۔

جاؤ! میرے آقا کے یار کا فیصلہ سنو۔ جب عکرمہ کی قیادت میں نبی کی چادر نبوت پہ ہاتھ ڈالنے والے کے خلاف اعلان جہاد کیا تو کیا کہا؟

کہا عکرمہ جاؤ۔ جس نے میرے آقا کی نبوت پہ ہاتھ ڈالا' اس کے بچوں کو تہہ و تیغ کر دو' ان کے بوڑھوں کو قتل کر دو' ان کی فصلیں ملیں ان کو جلا دو' ان کے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دو' ان کی عبادت گاہوں کو گرا دو' اس لئے کہ اللہ محمد ﷺ کے باغیوں کا وجود دنیا میں برداشت نہیں کرتا ہے۔

صدیق کا فیصلہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کی سلطنت کے اندر ان کے باغیوں کو زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس لئے قادیانی اپنے اس بابا کے پاس جائیں جس نے ان کو پیدا کیا تھا۔ آج خبریں آئی ہیں کہ ان کا خلیفہ' ان کا نائی' ان کا پروہت' ان کا بڑا پادری' دجال کا پوتا' انگریز کی راجدھانی لندن میں پہنچ گیا ہے۔ وہاں مرکز بنا رہا ہے۔ جاؤ' تمہیں وہاں جانا مبارک ہو کہ جس نے تمہیں پیدا کیا تم اس کے پاس چلے جاؤ۔ محمد ﷺ کے گھر میں رہنے کا تمہیں حق حاصل نہیں ہے۔

دلائل دیئے جاتے ہیں

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ:۲۵۶)

دین میں جبر نہیں ہے۔

دین میں جبر نہیں کا مطلب کیا ہے؟

دین میں جبر نہیں کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کی آزادی ہو؟

امت کا اجماعی عقیدہ ہے

الصارم المسلول علی شاتم الرسول

نبی کے ملک کے اندر نبی کے خلاف اگر کوئی شخص گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے' اس کو توبہ کا حق بھی نہیں دیا جائے گا' اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

مذہبی آزادی کا مطلب کیا ہے؟

مذہبی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کافر کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔ مذہبی آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کافروں کو یہ چھٹی دے دی جائے کہ کونین کے سردار اور ثقلین کے امام' جس کی سواری کی لگام جبرائیل نے تھامی تھی اور جس کی امامت میں نماز ادا کرنے کے لئے عرش والے نے سارے انبیاء کی روحوں کو بیت المقدس میں اکٹھا کیا تھا' اس کے متعلق بکواس کیا جائے' اس کی چادر نبوت پہ ہاتھ ڈالا جائے' اس کی عزت کو درہم برہم کیا جائے۔ اس کا مطلب مذہبی آزادی ہے؟

یہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا مطلب نہیں ہے۔ ضیاء الحق چار دن کا صدر ہے۔ اگر اس کے خلاف گفتگو قابل جرم ہے اور یہ آزادی اظہار کے تحت نہیں آتی تو کونین کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ جن کی امامت امامت ابدی ہے' سرمدی ہے' لازوال ہے' جب تلک کائنات موجود ہے محمد ﷺ کی امامت موجود ہے' ان کی امامت کے بارے میں کسی کو گفتگو کرنے کا حق کیسے دیا جا سکتا ہے؟

یہ کہاں کی آزادی ہے؟

آزادی کا مفہوم غلط ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کے جی میں جو آئے وہ بکواس کرے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۝ (البقرہ:۲۵۶)

جھوٹ بولتے ہو' قرآن کی آیتوں کو بدلتے ہو۔ آزادی ہے جی۔ کس نے حق دیا ہے کہ کوئی دجال' محمد ﷺ کا باغی' لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے' لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے' اس طرح کی عبادت گاہ بنائے جس طرح کی عبادت گاہ محمد ﷺ کے غلام بناتے ہیں تاکہ مسلمان مسیلمہ کذاب کے پیچھے نماز پڑھیں؟

تمہیں کیا حق ہے؟

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (التوبہ:۲۹)

خدا نے تو کافروں کو بھی کہا ہے کہ مسلمانوں سے الگ ہو کے رہو تا کہ لوگوں کو پتہ چل

جائے کہ تم مسلمان نہیں ہو' کسی کو دھوکہ نہیں دیا جا سکے اور تم مسیلمہ کذاب کے بھائی کی امت ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں یہ حق دیا جائے کہ تم مسلمانوں کی مسجدوں کی طرح مسجدیں بنا کے مسلمان امت کو دھوکہ دو۔ کوئی شخص جو رسول کے باغی کے پیچھے جان بوجھ کے نماز ادا کر لیتا ہے اس کی ساری عمر کی نمازیں ادا نہیں ہوتی ہیں۔ تم مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہو۔ دام ہم رنگ زمیں بچھانا چاہتے ہو۔ یہ تو حکومت کی مہربانی اور اس کی مصلحتیں ہیں کہ اس نے ابھی صرف یہ آرڈیننس جاری کیا ہے کہ تمہیں مسجد نام رکھنے کا حق نہیں ہے۔ ان شاء اللہ اسلامی حکومت آئے گی...... ان شاء اللہ آ کے رہے گی۔ اگر یہ پاکستان باقی رہنا ہے تو اسلام نے آنا ہے اور اگر اسلام نہ آیا تو پھر یاد رکھو یہ ملک بھی باقی نہیں رہے گا' اس دن یہ آرڈیننس نہیں ہوگا کہ ان کو مسجد نام رکھنے کا حق نہیں ہے۔ بلکہ محمد ﷺ کی سنت کے مطابق' قرآن کے حکم کے مطابق ہوگا۔ کیا ہوگا؟

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ○لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا○ (التوبہ: ۱۰۷'۱۰۸)

پھر یہ ہوگا کہ محمد ﷺ کا غلام حکم دے گا۔ اٹھو اور ان عبادت گاہوں کو اسی طرح مسمار کر دو جس طرح محمد ﷺ نے مسجد کو مسمار کروایا تھا اور عرش والے نے حکم دیا تھا۔ کیا کہا تھا؟ لوگوں کو دھوکے دیتے ہو۔ قرآن کہتا ہے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا

اے میرے محبوب یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسجد بنائی ہے ضرار۔ مسجد بنائی ہے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے۔

قرآن......!

اللہ کی قسم ہے کسی نے کہا تھا

يزيدك وجهه حسنا○ اذا ما ذدته نظرا

دنیا کے چہرے ایسے ہوتے ہیں جن کو جتنا زیادہ دیکھو دل اکتا جاتا ہے۔ کم کم دیکھو تو دل میں محبت رہتی ہے' حسن نقش رہتا ہے۔ جب زیادہ دیکھو تو وہ کوئی قدر و قیمت باقی نہیں

رکھتے۔قرآن کا چہرہ مختلف ہے۔

یزیدك وجهه حسنا ○ اذا ما ذدته نظرا

قرآن کا چہرہ جتنا دیکھو قرآن کی محبت اتنی بڑھتی جاتی ہے۔یہ قرآن اللہ کی عجیب کتاب ہے' جتنا پڑھو اس کی محبت میں اضافہ' جتنا اس کو دیکھو اس کے پیار میں اضافہ' جتنا اس کو پڑھو' اس کے لطف میں اضافہ۔قرآن پڑھتا جا اور اپنے سینے کو محبت سے بھرتا جا۔

یہ دنیا کی عجب کتاب ہے۔۱۴۰۰ سال پہلے آیت اتری۔۱۴۰۰ سال بعد فٹ کر و حرف حرف فٹ آتا ہے۔لفظی ترجمہ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے میرے محبوب! جنہوں نے عبادت گاہ کا نام مسجد رکھا۔

''ضِرَارًا'' مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے۔

''وَّكُفْرًا'' اور تیری رسالت کا انکار کرنے کے لئے۔

وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کے اندر جدائی پیدا کرنے کے لئے۔

وارصادا لمن حارب الله و رسوله من قبل

اور ان لوگوں کو پھانسنے کے لئے جو خدا' رسول کے دشمن ہیں۔

آج مرزائیوں کی عبادت گاہ پہ یہ آیت صادق آتی ہے کہ نہیں؟

مسلمانوں میں تفریق کے لئے' خدا کے' رسول کے باغیوں کو اس میں اکٹھا کرنے کے لئے' کمیونسٹوں کو اس ملک کے اندر قوت بہم پہنچانے کے لئے' فاسقوں' فاجروں کی حکومت اس ملک میں قائم کرنے کے لئے' رسول کے دین کو جو رسول لے کے آیا ہے ہٹانے کے لئے' انگریز کی اولاد غلام احمد کے سکے کو چلانے کے لئے۔

اللہ نے کہا اس مسجد کا وجود محمد (ﷺ) تیرے ہوتے ہوئے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

صبح اٹھے' مسجد میدان کے ساتھ ہموار ہو چکی تھی۔اس کا کوئی وجود بھی باقی نہیں رہا تھا۔

کہتے ہیں جی مسجد ہے۔مذہبی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ تم محمد ﷺ کے دیس میں محمد ﷺ کی بغاوت کے لئے قلعے تعمیر کرو؟

یاد رکھو کوئی قادیانی' کوئی مرزائی سرور کائنات کا وفادار نہیں ہے۔بات کہوں غصہ نہ

کرنا۔ اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف منسوب کرنے والا اس باپ کا وفادار......

نہیں سمجھے۔ جس کی ماں کا نکاح کسی اور سے ہوا ہو اور وہ اپنی نسبت کسی اور سے کرے' وہ اپنے باپ کا وفادار نہیں ہوتا۔ نام محمد ﷺ کا لیتے ہو اور غلامی مرزے کی کرتے ہو' اس سے زیادہ بے وفائی کیا ہے؟

میرا جی عدالت کے بارے میں گفتگو کرنے کو نہیں چاہتا۔ اگر چہ اللہ' رسول کے حکموں کے مقابلے میں ہم کسی عدالت کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم نہیں مانتے۔ جاؤ! جو جی چاہے کرلو۔ ہم کسی عدالت کو قرآن اور سنت کے خلاف تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن بات کہے دیتا ہوں۔ کہتے ہو جناب نبی کو ہم مانتے ہیں اور مرزے کو بھی مانتے ہیں۔ ظلم کی انتہا ہے' اس سے بڑا ستم کائنات میں کوئی نہیں ہوا کہ ایسے شخص کو نبی کہا جائے جس سے نبوت کا منصب ذلیل ہو جائے۔

میں جو بات کہنے لگا ہوں اس کو ذرا توجہ سے سننا۔

مسیلمہ کذاب کے ساتھی اتنے مجرم نہیں تھے جتنے غلام احمد کے ساتھی۔ اس لئے کہ مسیلمہ کذاب کو کسی خارجی قوت نے نبی نہیں بنایا تھا۔ اندر سے شیطان نے اس کو ورغلایا' بن گیا۔ کسی کا آلہ کار ہو کے اس نے دعویٰ نہیں کیا' کسی کے ورغلانے سے اس نے دعویٰ نہیں کیا۔ او شرم کرو' تم تو اس کو نبی مانتے ہو جو خود کہتا ہے کہ میں ملکہ وکٹوریہ کا خود کاشتہ پودا ہوں[1]۔ ملکہ وکٹوریہ تمہاری خدا اور غلام احمد تمہارا نبی۔

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

اس خدا کے ماننے والوں پہ بھی لعنت' اس نبی کے ماننے والوں پہ بھی لعنت۔ کس کو نبی بنایا ہے؟

جو انگریز کا پیروکار ہے۔ خود اپنی کتاب کے اندر لکھتا ہے۔ جاؤ! دنیا بھر کے سچے نبیوں کی تاریخ بھی اٹھاؤ اور غلام احمد کے سوا جھوٹے نبیوں کی تاریخ بھی اٹھاؤ۔ اس بدبخت کے سوا کسی نے بھی اپنے جھوٹ کو چلانے کے لئے غیر ملکی سامراج کا سہارا نہیں لیا۔ یہ ایسا بدبخت ہے۔ کہ اپنی نبوت کے سکے کو چلانے کے لئے انگریزی حکومت کا سہارا لیتا ہے۔ اپنی کتاب

---

1. مرزا غلام احمد قادیانی کی درخواست بنام گورنر پنجاب "تبلیغ رسالت" ج ۷ ص ۸۸۔

کے اندر لکھا کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ چاہئے تو یہ تھا جب انگریز اس ملک سے گیا اس کے درخت کو بھی کاٹ کے ساتھ بھیج دیا جاتا۔ عربی کا محاورہ ہے آج صادق آیا ہے۔

کل شی یرجع الی اصلہ

ہر شے اپنے اصل کی طرف پلٹتی ہے۔

ہمیں کبھی دکھ پہنچتا ہے تو ہم کہتے ہیں ہم نے تو مرنا بھی اسی ملک میں ہے' جینا بھی اسی ملک میں ہے۔ گورنمنٹ ستاتی ہے کہتے ہیں جو مرضی کرلو۔ ہمارا تو جینا مرنا اسی ملک میں ہے اور کبھی بڑا دل گھبرا جاتا ہے' ظلم سے تنگ آجاتا ہے تو جی میں خیال آتا ہے یا اللہ ان سے تنگ آگئے ہیں مکے مدینے لے چل۔ مکے تیرا گھر ہے' مدینے تیرے رسول کا گھر ہے۔ کیوں کہ ہر شے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ ان پہ تھوڑی سی افتاد آتی ہے یہ بھی اپنے اصل کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس کے لئے کوئی دلیل کی ضرورت تو نہیں ہے۔ یہیں سے دیکھ لو کہ اصل کیا ہے؟

جن کا اصل خدا اور آمنہ کا لال مصطفیٰ ہے وہ خدا کے گھر کی طرف لوٹتے ہیں' رسول کے گھر کی طرف لوٹتے ہیں اور جن کا خدا انگریز ہے ان پہ افتاد آتی ہے تو اپنے خدا سے التجا کرنے بھاگ کے لندن جاتے ہیں۔ نبی بھی تو نے بنایا تھا' اب نبی کی امت کو بھی تو بچا۔ کہاں گیا ہے مرزا طاہر؟

لندن اور کہتے ہیں مرکز انگلستان بنا رہے ہیں۔ اچھا ہے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

جاؤ' جلدی جاؤ۔ ملک خالی کرو' جان چھوٹے۔ پھر شریعت کورٹ میں کیس کس بات کا؟ مسجد نام رکھنے کا؟

شکر کرو تمہاری قسمت اچھی ہے کہ ابھی اسلام کی حکومت نہیں آئی۔ ابھی تو اسلام آباد کی حکومت ہے۔ صدر صاحب (ضیاء الحق) بڑے اچھے آدمی ہیں۔ مولوی ملتے ہیں کہتے ہیں میں تمہارے ساتھ ہوں' نور جہاں ملتی ہے کہتے ہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اتنا اچھا صدر تمہیں مل گیا ہے اور تمہیں کیا چاہئے؟ کہ۔

چلتا ہوں تھوڑی دور میں ہر راہرو کے ساتھ

یہ تو اتنا اچھا صدر ہے نہ ہم کو کچھ کہتا ہے نہ ان کو کچھ کہتا ہے۔

دن کو مسجد میں رہے رات کو مے خانے میں

ان کا حال تو یہ ہے کہ ؎

معشوق ما بشیوہ ہرکس جدا نماں

باماں شراب خورد و بظاہر نماز کرد

اتنا اچھا ہم کو صدر ملا ہے کہ موسیقی کی محفل آتی ہے تو بین بجانا شروع کر دیتا ہے' نماز کا وقت ہوتا ہے تو امامت کروانا شروع کر دیتا ہے۔

پرانے زمانے میں ایک امرت دھارا ہوتا تھا۔ پرانے لوگوں نے سنا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے بس میں سفر کرتے تھے تو وہ امرت دھارا بیچنے والا آتا تھا۔ کہتا تھا ایک سو ایک بیماری کا علاج ہے۔ ہر بیماری کا علاج امرت دھارا ہے۔ میں ایک دفعہ سیالکوٹ سے گوجرانوالہ آ رہا تھا۔ کوئی سات آٹھ سال عمر تھی۔ انہوں نے بیماریاں رٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس نے ایک سو ایک بیماری گنی۔ ایک بندہ کہنے لگا میں لینے لگا تھا بھئی اب میں تو نہیں لیتا۔ اس نے کہا کیوں نہیں لیتا؟ اس نے کہا مجھے جو بیماری ہے وہ ایک سو ایک میں شامل نہیں ہے جن کو تو نے گنا ہے۔ اس نے کہا تجھ کو بیماری کیا ہے؟ اس نے کہا تو نے پیٹ درد' سر درد' نزلہ' زکام کا نام لیا' لیکن میرے تو دانت کے اندر درد ہے۔ اس نے کہا میرے پاس امرت دھارا کی اصل شکل ہے جو ۲۰۲ بیماریوں کا علاج ہے۔ ہمارے صدر بھی اللہ کے فضل سے بالکل امرت دھارا ہیں' ساری بیماریوں کا علاج ہیں۔ اَیکٹروں کی بیماریوں کا بھی علاج' ایکٹرسوں کی بیماریوں کا علاج' اوقاف کے ملاؤں کی بیماریوں کا علاج اور مجلس شوریٰ کے ضمیر فروشوں کا بھی علاج۔ سب کا علاج ہمارے صدر صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس لئے تمہیں شکر کرنا چاہئے کہ ایسے اچھے صدر نے تمہارے متعلق کوئی سخت فیصلہ نہیں کیا۔ تمہارا بھی دل رکھا ہوا ہے کہ کوئی نہیں کبھی تم بھی میرے کام آ جاؤ گے۔

دگرنہ ؟ آ جائے تو پھر شرعی عدالت میں دلیل بازی کی اجازت نہیں ہو گی۔ یا محمد ﷺ کے ملک میں رہو یا محمد ﷺ کا ملک چھوڑ جاؤ۔ محمد ﷺ کے غلام بن کے رہو' باغی بننا ہے تو اس ملک کے اندر جاؤ جس نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ شرم کی بات ہے۔ ہم نے دنیا بھر کی تاریخیں پڑھی ہیں۔ ایسا کوئی بے حیا بندہ نہیں دیکھا جو ان لوگوں کے کہنے پہ نبی بن گیا ہو جن

لوگوں نے اس کی قوم کے لوگوں کو پھانسی کے پھندوں پہ لٹکایا ہو۔

یہ بد بخت ۱۸۳۹ء کے اندر ہندوستان میں پیدا ہوا۔ ۱۸۵۶ء کے اندر انگریز نے مسلمانوں کے آخری بادشاہ کا تختہ الٹ کے ملکہ وکٹوریہ کا سکہ اس ملک کے اندر رائج کیا۔ ۱۸۶۷ کے اندر یہ بے وقوف سیالکوٹ کی کچہریوں میں منشی گیری کر کے اپنا وقت پال رہا تھا۔ ۱۵ روپے مہینہ تنخواہ تھی۔ انگریز کے جاسوس ملک میں ٹوہ لیتے پھر رہے تھے کہ ملک کے اندر کیا ہو رہا ہے؟

سن لو! مجھے تعصب کی عادت نہیں ہے لیکن حق بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس وقت بڑے بڑے جبہ پوش انگریز کے بوٹ چاٹ رہے تھے' ہندوستان کے اندر پاکبازوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو للکار رہا تھا اور اس للکارنے کی وجہ سے شہر شہر پھانسی کے پھندے لٹکے ہوئے تھے اور ان میں وہ لٹک رہا تھا۔ اس گروہ کا نام تھا وہابیوں کا گروہ' اہل حدیثوں کا گروہ۔ کوئی شہر ایسا نہ تھا جس شہر کے اندر اہل حدیثوں کی لاشیں سولیوں پہ نہ لٹک رہی ہوں۔ وہ کہتے تھے اس ملک کے اندر قانون محمد ﷺ کا چلے گا انگریز کا نہیں چل سکتا۔ انگریز اس جرم کی پاداش میں ان کو سولیوں پہ لٹکا رہا تھا اور ٹوہ میں لگا ہوا تھا کہ کون کون ہے جو اس گروہ کا حامی ہے؟ صرف بنگال کے اندر ایک لاکھ اہل حدیثوں کو پھانسی کے پھندے پہ لٹکایا گیا۔ صرف ایک صوبے کے اندر۔

آج لوگ ہم سے پوچھتے ہیں وہابی تھوڑے کیوں ہیں؟ تھوڑے؟

تھوڑے اس لئے ہیں کہ ایک دور اس ملک کے اندر آیا ہے کہ وہابی کا نام لینا جرم تھا۔ اس دور میں انگریز کے کتے بو سونگھتے پھرتے تھے کہ کس گھر میں وہابی ہے۔ جاسوس چھوڑے ہوئے اور پھر پٹنہ کے اندر' بہار کے اندر صادق پور کا محلہ' یہ سارا محلہ علماء کا تھا' اہل حدیث علماء کا۔ انگریز نے اس محلے کا محاصرہ کیا۔ دیکھا ایک کو مارتے ہیں دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے' دوسرے کو مارتے ہیں تیسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔

اس پٹنہ نے' اس بہار نے' اس صادق پور نے یحیٰی علی کو پیدا کیا۔ انگریز نے مسجد میں خطبہ دینے کے بعد اس کو پکڑا' موت کی سزا سنائی۔ جیل کی کوٹھڑی کے اندر بھیجا۔ رات کو سپرنٹنڈنٹ جیل نے دیکھا ساری کوٹھڑیوں کی بتیاں بجھی ہوئی' یحیٰی علی کی کوٹھڑی سے روشنی

چھن رہی ہے۔ بھاگا ہوا آیا کس نے دیا جلایا ہے؟

دیکھا دیا تو کوئی نہیں جل رہا لیکن اس تنگ و تاریک کوٹھڑی میں یحییٰ علی اپنے رب کے قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور پوری کوٹھڑی جگمگا رہی ہے۔ ہندو قیدی اس کوٹھڑی کی طرف دیکھتے ہیں اور کلمہ محمد ﷺ ادا کر رہے ہیں۔ اس نے کہا جلدی اس کا کام تمام کر دو۔ کل اسے پھانسی پہ چڑھا دیا جائے نہیں تو کئی لوگ اس کے حامی بن جائیں گے۔ صبح پھانسی ہے' رات کو انگریز جج آیا۔ دیکھوں آج کی رات کیسے گزرتی ہے؟

دیکھا یحییٰ علی اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے' انگریز جج نے کہا دروازہ کھولو۔ دروازہ کھولا گیا۔ کہنے لگا پتہ ہے صبح موت کا وقت ہے؟

کہا پتہ ہے۔

کہا پھر اتنے خوش کیوں ہو؟

کہا اسی لئے تو خوش ہوں' صبح موت کا دن ہے۔

کہا لوگ روتے ہیں' رات سو نہیں سکتے۔ تم ہنستے ہو' مسکراتے ہو؟

کہا وہ روتے ہیں جن کو عرش والے کی ملاقات کا شوق نہیں ہوتا ہے اور جن کو عرش والے کی ملاقات کا شوق ہو وہ اسی طرح خوش ہوتے' مسکراتے ہیں جس طرح عاشق اپنے محبوب کو ملنے کے دن خوش ہوتا ہے۔

غصہ آیا' کہا گستاخ ہے' اس کی داڑھی مونڈھ دو۔ داڑھی مونڈھی گئی' یحییٰ علی کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ انگریز جج حیران ہوا۔ کہنے لگا موت کی سزا سنی' ہنستے رہے۔ داڑھی مونڈھی گئی رونے لگ گئے' اتنے بزدل ہو؟

کہا داڑھی کے مونڈھے جانے پہ نہیں روتا۔

کہا کیوں روتے ہو؟

کہا داڑھی کی خوش نصیبی پہ اپنی بدنصیبی پہ روتا ہوں کہ داڑھی کے بالو! تم کتنے خوش نصیب ہو کہ اللہ کی راہ میں مجھ سے بھی پہلے قربان ہو گئے ہو۔

وہ لوگ تھے اور پھر انگریز نے حکم دیا کہ پٹنہ کے اس سارے علاقے پر ٹریکٹر چلا دیئے

جائیں۔ صادق پور کے پورے علاقے پر بلڈوزر چلا دیئے گئے۔ لاکھوں کتابیں' سینکڑوں کتب خانے' بیسیوں مسجدیں دفن ہو گئیں' گھروں والے بے گھر ہو گئے۔ ایسے دور میں جب کہ اس ملک میں حق والے انگریز امپیریل ازم اور اس سامراج کے خلاف اعلان جنگ کر رہے تھے اور اس کو نکالنے کے لئے اپنے خونوں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے' انگریز کو ایجنٹوں کی اور جاسوسوں کی ضرورت ہوئی۔ مجھے معاف کر دو' کچھ جاسوس جبہ پوشوں سے ملے' کچھ جاسوس اونچی پگڑیوں والوں سے ملے' کچھ جاسوس آغا خان کے باپ کی صورت میں ملے۔ یاد رکھنا یہ سارا قصہ۔

مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

۱۸۶۶ء کے اندر اس موجودہ آغا خان کا دادا آغا خان ثالث' اس کو انگریزوں نے اپنی گود میں لے کر پالا اور لوگوں کی امامت کا تاج دھکے سے اس کے سر پر رکھا۔ پھر دیکھا ان جاسوسوں کے باوجود جہاد میں کمی نہیں آئی۔

- چینیانوالی مسجد کے اندر بیٹھنے والو! تمہیں اس کے خطبے تو یاد ہیں' اس مسجد کی تاریخ یاد نہیں ہے۔ یہ مسجد ۱۸۵۶ء سے لے کر ۱۹۴۶ء تک مجاہدوں کے سب سے بڑے مرکز کے طور پر تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس مسجد کے اندر مجاہدوں کا اسلحہ چھپایا جاتا اور مجاہدوں کے لئے پیسہ یہاں سے منتقل کیا جاتا تھا۔ یہ مسجد اللہ کے فضل سے اس دور میں بھی حق کے علم کے بلند کرنے والے مجاہدوں کا مرکز تھی اور اللہ ہم کو توفیق دے کہ آج بھی اس مسجد کی عظمت کو اسی طرح باقی رکھیں جس طرح ماضی میں اس کی عظمت تھی۔ جب تک ہماری زبان میں قوت گویائی باقی ہے' ہم اس مسجد کی تاریخ سے بے وفائی نہیں کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ اس مسجد کی تاریخ زندہ رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس مسجد میں بڑے بڑے غازیوں نے' بڑے بڑے مجاہدوں نے' سجدے کئے ہیں۔ بڑے بڑے شہیدوں نے اس مسجد کے اندر عبادت کی ہے۔ بڑے بڑے سرفروشوں نے' انگریز کے للکارنے والوں نے اس مسجد میں راتیں گزاری ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ کعبہ اور مدینے کے بعد' مسجد اقصیٰ کے بعد میری اپنی کیفیت یہ ہے کہ جتنا اس مسجد کے اندر رات کی تاریکی میں عبادت کا لطف آتا ہے کسی اور جگہ نہیں آتا۔ کتنے سربکف

مجاہدوں نے اس مسجد کے اندر سجدے کئے ہیں [1]

[1] چینیاں والی مسجد اندرون لاہور کوچہ چابک سواراں رنگ محل میں واقع ہے۔اس کے بانی کا نام سرفراز خاں المعروف افراز خان تھا جو کہ شاہ جہاں اور عالمگیر کے ادوار حکومت میں مغلیہ سلطنت کا منصب دار تھا۔صوبہ لاہور کی فوج داری اس کے سپرد تھی۔ یہ کوئی معمولی عہدہ نہ تھا۔اورنگ زیب نے اپنے والد شاہ جہاں کو امور سلطنت سے بے دخل کرتے ہوئے قید خانے میں ڈال دیا اور خود مغلیہ سلطنت کا مالک بن گیا۔سرفراز خان اس کے دور حکومت میں بھی اپنے عہدے پر فائز رہا۔ایک سال بعد کسی نے اورنگ زیب کے کان بھرے کہ سرفراز خان تو اصل میں داراشکوہ کا وفادار ہے اور آپ کا جانی دشمن ہے۔اس سے پہلے کہ اس کی طرف سے کوئی کارروائی ہو' اس کا بندوبست کرنا مناسب ہوگا۔ بادشاہ نے سرفراز خان کی جائیداد کی ضبطی کا حکم جاری کیا اور اس کو فوج داری منصب سے برطرف کر دیا۔ابھی یہ اطلاع حاکم صوبہ کے پاس باقاعدہ طور پر نہ آئی تھی کہ سرفراز خان کو اس کا پتہ چل گیا۔اس نے فوراً اپنی تمام غیر منقولہ جائیداد وقف کردی' اپنی حویلی کو گرانا شروع کر دیا اور اعلان کر دیا کہ اس جگہ مسجد بنائی جائے گی۔ یہ سرفراز خاں کی معاملہ فہمی اور دوراندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جانتا تھا کہ بادشاہ کا حکم پتھر پہ لکیر ہے' جائداد سے تو ہاتھ دھونے ہی پڑنے ہیں کیوں نہ مسجد بنا دی جائے۔اورنگ زیب کو پتہ چلا کہ سرکاری حکم کے پہنچنے سے قبل ہی نواب سرفراز خان اپنی جائیداد راہ اللہ وقف کر چکا تھا اور اپنی حویلی کو گرا کر مسجد بنا رہا تھا تو بادشاہ نے اپنا حکم واپس لے لیا اور سرفراز خاں کو اس کے عہدے پر بحال رکھا۔اس کے علاوہ اس کو جائیداد کا بہترین متبادل بھی دے دیا۔سرفراز خان نے پھر بڑے شوق سے یہ عالی شان مسجد تعمیر کی جس کو مسجد چینی والا کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد ۱۰۸۰ھ بمطابق ۱۶۶۸ء میں تعمیر کی گئی۔جبکہ مسجد کے بیرونی دروازے پر یہ شعر درج تھا۔

طرفہ معمار خرد تاریخ سال　　گفت زیبا مسجد از افراز خاں

دوسرے مصرع سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دروازہ ۱۰۸۲ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔لالہ کنہیا لال کے خیال کے مطابق دو سال کے عرصے میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہوگی۔ یہ مسجد فن تعمیر کا لاجواب شاہکار تھی۔تاریخ لاہور اور تحقیقات چشتی میں اس کا نقشہ بیان ہوا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد سطح زمین سے خاصی بلندی پر بنائی گئی تھی۔اس کے ایک طرف دکانیں تھیں۔صحن میں حوض تھا۔سکھوں کے دور حکومت میں دیگر مساجد کی طرح اس مسجد کو بھی بڑا نقصان پہنچا۔کہا جاتا ہے کہ مسجد میں تہہ خانہ بھی تھا۔امتداد زمانہ کے ساتھ اب کچھ بھی باقی نہیں رہا۔منشی کنہیا لال یا مولوی نور احمد چشتی میں سے کسی نے بھی مسجد میں تہہ خانے کا ذکر نہیں کیا۔مولوی نور احمد نے تحقیقات چشتی ۱۸۶۷ء میں لکھی۔اس میں وہ لکھتے ہیں کہ تیس سال قبل تین دکانیں آدھی نظر آتی تھیں۔لیکن اب وہ ''غرق فی الارض'' ہوگئی ہیں۔یعنی یہ ۱۸۳۷ء کے لگ بھگ کی بات ہوگی۔منشی کنہیا لال نے ۱۸۸۲ء میں تاریخ لاہور لکھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''مسجد کا شمالی دریچہ جو زمین

اس دور میں انگریز نے جاسوس تلاش کئے' جبہ پوشوں کی صورت میں جاسوس ملے۔ خائن تلاش کئے' آغا خان اول کی صورت میں خائن ملے۔ لیکن جہاد کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ انگریز کو ایک ایسے غدار کی ضرورت ہوئی جو محمد ﷺ کی چادر پہ ہاتھ ڈال کے جذبہ جہاد کو ختم کرے۔ کوئی بد بخت اس کے لئے تیار نہیں ہوا اور یہ کلنک کا ٹیکہ اور کائنات کی یہ سیاہی اگر کسی کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی تو غلام احمد کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ یہ پندرہ روپے ماہانہ کا منشی' اس نے اپنے ضمیر کو بیچا' اس نے اپنے دین کو بیچا' اس نے محمد ﷺ سے اپنی وفاداری کو بیچا' اس نے اللہ سے اپنے ایمان کو بیچا اور اس بد بخت نے فتویٰ دیا کہ انگریز کے خلاف جہاد

سے ایک منزل بلند تھا' دو فٹ کے قریب اونچا رہ گیا ہے''۔ ان دونوں حوالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مجاہدین مسجد کی اس نچلی منزل کو جو زمین میں دب گئی تھی' اپنے لئے جائے پناہ اور چھپنے کے لئے محفوظ ٹھکانے کے طور پر استعمال کرتے رہے ہوں گے۔ منشی کنہیا لال لکھتے ہیں کہ ''(مسجد پر) قبضہ مسلمانان ملت وہابیہ کا ہے جو سنی و شیعہ فرقوں کے مخالف ہیں۔ وہابیوں نے اب بہت سا روپیہ خرچ کر کے مسجد کی مرمت کی ہے۔ پہلے دروازے کی جگہ عالی شان دروازہ بنایا ہے اور حوض بھی مقطع تعمیر کیا ہے جو نلکے کے پانی سے سیر آب رہتا ہے۔ اندرون و بیرون مرمت اس مسجد کی ہو کر مسجد کی رونق دوبالا ہو گئی ہے'' (تاریخ لاہور ص ۱۵۸)

اس تاریخی مسجد میں اکابرین اہل حدیث خطبہ جمعہ اور درس قرآن ارشاد فرماتے رہے ہیں۔ جن میں حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی' حضرت مولانا سید عبدالواحد غزنوی' حضرت امام عبدالجبار غزنوی' بطل حریت حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور ماضی قریب میں امام العصر شہید اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ بلاشبہ یہ عظیم الشان مسجد حریت فکر کے مجاہدوں کا مرکز تھی۔ غازی علم الدین شہید اسی محلہ کے رہنے والے تھے' اسی مسجد کے نمازی تھے اور مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کو منبر بنا کر تحفے کے طور پر دیا تاکہ مولانا اس پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ مولانا غزنوی کے بعد حضرت علامہ شہید کے دور میں بھی یہی منبر استعمال ہوتا رہا۔ مئی ۱۹۹۸ء میں انتظامیہ نے مسجد کی خستہ حالت کے پیش نظر اسے گرا دیا اور از سر نو جدید انداز میں تعمیر کیا ہے۔ چینیاں والی کی جدید تعمیر پر اگرچہ لاکھوں روپے لگائے گئے ہیں لیکن اس جدید کا اس قدیم سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ پرانی مسجد کے در و دیوار سے ایک عجیب ہی مہک آتی تھی جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ جو ''مزہ کھجور کے پتوں کی چھت والی کچی مسجد'' کا تھا' وہ لوہے اور کنکریٹ کے ڈھانچے میں کہاں ہے۔ اس طرح ساڑھے تین سو سال پرانی زندہ تاریخ کو تاریخ کا ایک باب بنا دیا۔ کہتے ہیں کہ چینیاں والی کی پرانی عمارت کو گرانے میں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا کیونکہ عمارت کی مضبوطی اس بات کی شاہد تھی کہ ابھی اسے گرانے کا وقت نہیں آیا۔

کرنا کفر ہے۔ انگریز کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے۔ انگریز نے کہا ایسا تو ہمیں کوئی غدار ملا ہی نہیں۔ تو ہماری خدمت کر ہم تیری خدمت کریں گے۔ اس غدار ابن غدار کو اٹھایا۔ اس کو ۱۸۸۴ء کے اندر پہلے مجدد بنایا' پھر اس کو مہدی بنایا' ۱۸۹۱ء کے اندر اس کو مسیح بنایا اور ۱۹۰۱ء کے اندر اس کو رسول بنا دیا اور نبی بنایا' خدا کی قسم اس بد بخت نے بڑے جھوٹ بولے لیکن ایک سچ بولا ہے اور وہ سچ یہ تھا کہ میں ملکہ وکٹوریہ کی تلوار ہوں اور انگریز حکومت میری ڈھال ہے۔ سارے جھوٹوں کے اندر ایک ہی سچ تھا۔ اگر انگریز حکومت نہ ہوتی تو یہ بد بخت مسلمانوں کے ہاتھوں زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے پھر اپنی مدح میں قصیدہ پڑھوایا اور اس خبیث نے قصیدہ پڑھا

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم ہیں

یہ خبیث افیمی بیٹھا ہوا تھا ایسے غصے کے اندر بات نہیں کہتا۔ اس کے بیٹے مرزا البشیر نے لکھا ہے کہ میرا باپ ساری عمر افیم کھاتا رہا ہے۔ خود سیرۃ المہدی کے اندر لکھا ہے۔ حوالہ میرے ذمے۔ اس افیمی کی موجودگی میں ایک بد بخت نے قصیدہ پڑھا اور کیا پڑھا؟

اس کی طرف اشارہ کر کے کہا

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

اعیاذا باللہ

یعنی حضور کی شان کم تر تھی' یہ انگریز کا ٹاؤٹ یہ بڑی شان والا ہے۔

''محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں''[1]

اس خبیث نے کہا کہ سارے نبیوں کے معجزے تین لاکھ ہیں۔ آدم سے لے کے محمد رسول اللہ ﷺ تک کے نبیوں کے معجزے تین لاکھ ہیں میرے اکیلے کے معجزات دس لاکھ سے

---

[1] اخبار ''پیغام صلح'' ۱۴ مارچ ۱۹۱۶ء نظم ظہور الدین اکمل قادیانی

زیادہ ہیں۔حضور کے اور سارے نبیوں کے تین لاکھ۔اسی لئے تو کہا ہے

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

اس نے کہا سارے نبیوں کے معجزے تین لاکھ' میرے اکیلے کے دس لاکھ۔اور میں نے کہا دیکھیں تو سہی اس کا معجزہ کیا ہے؟

اس نے کہا میرا معجزہ یہ ہے کہ جب میری آخری شادی ہوئی' مجھے تپ دق کا مرض تھا' آنکھوں سے پانی اترتا تھا' دایاں ہاتھ خراب تھا' دانتوں میں کیڑا پڑا ہوا تھا' رات کو سو دفعہ پیشاب آتا تھا' مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ساری بیماریاں تھیں اور قوت مردمی موجود نہیں تھی۔یہ اس نے خود لکھا۔کہنے لگا میں نے شادی کا ارادہ کیا تو مولوی نوردین نے مجھ کو کہا شادی نہ کرو فتنے کا ڈر ہے۔

کہنے لگا لیکن میرا معجزہ دیکھو کہ باوجود اس کے کہ مجھ میں قوت نہیں تھی نو مہینے کے بعد میرے گھر بچہ پیدا ہو گیا۔میں نے پھر اس پر لکھا یہ معجزہ تیرا نہیں تیری بیوی کا ہے جس نے بغیر مرد کے بچہ پیدا کر دیا۔یہ بدبخت یہ نبی ہے۔حیا نہیں آتی' شرم نہیں آتی۔وہ جو غیروں کا آلۂ کار' غیروں کا ایجنٹ تھا اس سے انگریز نے دو حربے اختیار کئے۔ایک اس نے مسلمانوں کے اندر رسول اللہ ﷺ کی عظمت پہ حملہ کروایا اور دوسرا انگریز نے یہ تاثر دیا کہ نبوت اس کو کہتے ہیں۔اس طرح کے بےوقوف آدمی نبی ہو سکتے ہیں۔اصل میں مقصد نبوت کی تذلیل تھا۔

اگر کسی بندر کو منبر پہ بٹھا دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس کا نام مولویت ہے۔مولویت کی تذلیل ہے۔مولویوں کو ذلیل کرنے کے لئے سوانگ بناتے ہیں۔جب کوئی حکمرانوں سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے کارٹون بناتے ہیں۔موجودہ حکمرانوں کا نام نہیں لیتے' ڈر آتا ہے۔مارشل لاء آیا ہے پہلے زمانے میں ایک فیلڈ مارشل صاحب حکمران تھے لوگوں نے جو......گلیوں میں پھرتے ہیں ان کے گلے میں تختے ڈال دیئے۔مطلب کیا ہوتا ہے کہ اس کو کہتے ہیں فیلڈ مارشل۔اس طرح انگریز بدبخت نے اس بدبخت کو نبوت کے منصب پر بٹھا کر صرف رسول اللہ کی گستاخی ہی نہیں کی بلکہ نبوت کی بھی تذلیل کروائی ہے کہ یہ ہے نبی' اس کا نام نبی ہے۔

اس لئے یہ بات سمجھنا چاہئے کہ قادیانیت ایک الگ دین ہے' جس کا رسول غلام احمد اور جس کا خدا ملکہ وکٹوریہ انگریزی سامراج ہے۔ اس کا اس امت سے کوئی تعلق نہیں جس کا نبی مصطفی ﷺ اور جس کا رب عرش والا خدا جل جلالہ ہے۔

لوگو! اس لئے یہ بات سمجھنا چاہئے کہ مرزائیت کیا ہے؟

مرزائیت اصل میں مسلمانوں کو انگریزی سامراج کی غلامی کے اندر پختہ کرنے کے لئے ایک افیون اور بھنگ کا نام ہے۔ مرزائیت حشیش کا نام ہے اور کوئی غیرت مند امت اپنے جسم کے اندر ایسے ناسور کو برداشت نہیں کر سکتی۔

و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

❋ ❋ ❋

حقوق العباد کی اہمیت

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًاO (النساء:۳۶-۳۷)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک، خالق کائنات، مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ، مبارکہ، مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہنمائی کا بندوبست فرمایا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کائنات میں جلوہ گر ہو کر بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے اللہ کے کلام پاک کی روشنی میں انہیں اپنے عمل قرآنی تعلیمات کے ذریعے ہدایت کی راہ پر گامزن کیا اور انہیں دنیا میں جینے کا، دنیا میں رہنے کا، دنیا میں بسنے کا ڈھنگ اور طریقہ بتلایا۔ امام کائنات، فخر موجودات، رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعلیمات اس لحاظ سے دنیا میں امتیاز اور خصوصیت کی حامل ہیں کہ ان تعلیمات میں آپ نے دنیا والوں کو صرف اللہ سے،

اپنے مالک سے' اپنے رازق سے' اپنے خالق سے آ گاہی ہی نہیں بخشی بلکہ انہیں اپنے والدین سے' اپنے قریبیوں سے' اپنے رشتہ داروں سے' اپنے پڑوسیوں سے' اپنے ساتھ سفر کرنے والوں سے معاملات برتنے والوں سے' رشتہ داریوں کے ناتوں میں ایک دوسرے سے پیوستہ' وابستہ ہونے والوں سے اور دنیا کے عام انسانوں سے' اپنے ہم مذہبوں سے' غیر مذہب کے لوگوں سے' اپنے محلے والوں سے' اپنی بستی کے لوگوں سے' اپنے ملک کے لوگوں سے' ملک سے باہر بسنے والے لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے کا ڈھنگ اور اس کے طور طریقوں سے بھی آ گاہ فرمایا ہے۔

رب ذوالجلال نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کائنات کا آخری امام اور اپنی وحی کا آخری ترجمان بنا کر بھیجا۔ آپ نے اللہ کے احکامات کو جس طریقے پر آپ پر نازل ہوئے' انتہائی امانت اور دیانت کے ساتھ مخلوقات تک پہنچایا اور انہیں اپنے رب کی بارگاہ میں جھکنے' بندگی بجالانے' اس کی جناب سے مانگنے' اس کی ذات بابرکات کے سامنے جھکنے' اس کے سامنے اپنی جھولی پھیلانے' اس کی بارگاہ میں فریاد کرنے' اس سے اپنی حاجات طلب کرنے' اس سے اپنی بے چینیوں کو رفع کرنے' اس سے اپنی پریشانیوں کو دور کرنے کے طریقوں سے آ گاہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ زندگی کا ماحصل صرف اسی بات کو قرار نہ دیا کہ انسان اپنے رب کو کیسے راضی کرے' اس کی بندگی اور عبادت کس طریقے پر بجالائے۔ بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو انسانوں کے ساتھ رہنے سہنے کا ڈھنگ بھی بتلایا اور انہیں ایک مکمل ضابطے کا پابند کیا کہ وہ دنیا میں بستے ہوئے دنیا میں موجود دوسرے لوگوں کے ساتھ کس قسم کی روش اور کس قسم کا طور طریقہ اختیار کریں۔ اس لئے کہ دنیا میں بسنے والے لوگ یا ان کے ہم عقیدہ ہوں گے یا ان کے عقیدہ کے مخالف اور دنیا میں جو لوگ بستے ہیں یا ان کے رشتہ دار ہوں گے یا ان کی برادری کے' ان کے تعلقات والے یا غیر متعلق' غیر وابستہ اور غیر رشتہ دار لوگ' ایسے تمام لوگ جو ان کے رشتہ دار ہیں ان کا رشتہ قریب کا ہوگا یا دور کا اور دور کے رشتے والے ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں گے یا باپ کی طرف سے یا پھر ان رشتہ داروں کا تعلق اولاد کے ساتھ ہوگا' بیٹیوں کے ساتھ یا بیٹوں کے رشتوں کے ساتھ۔

اس طریقہ سے رشتہ داروں کی ایک مکمل فہرست انسان کے سامنے تیار ہو جاتی ہے جب وہ اپنے گرد و پیش پہ نگاہ ڈالتا ہے۔ پھر دنیا میں بسنے والے اس کے ہمسائے ہوں گے یا

ہمسایوں کے ہمسائے ہوں گے۔ دنیا میں رہنے والے انسان ایک دوسرے کے ساتھ کسی صورت میں بھی کاروباری طور پر ملازمت کے لحاظ سے زراعت کے لحاظ سے لین دین کے لحاظ سے سفر کی وجہ سے آشنا ہوں گے یا نا آشنا۔

اللہ رب العزت نے ان تمام تعلقات اور انسانوں کے بارے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کو ایک ضابطے اور دستور کا پابند کیا کہ تم نے دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے ان تمام رشتوں سے کس قسم کے تعلقات رکھنے ہیں اور کس طرح ان کے حقوق کی ادائیگی کرنی ہے؟

دنیا میں بسنے والے لوگوں کے ساتھ تمہاری روش کیا ہونی چاہئے؟ چاہے وہ تمہارے آشنا ہوں چاہے وہ تمہارے آشنا نہ ہوں۔ اس لئے کہ اسلام صرف مسجد کا مذہب نہیں ہے کہ جو شخص مسجد میں آ گیا' اللہ کے سامنے اپنا ماتھا ٹیک لیا' رب کی بارگاہ میں قیام وقعود کر لیا' اللہ کے سامنے عجز و نیازی کا نذرانہ پیش کر لیا' اس کی بخشش ہو گئی۔ دنیا میں چاہے وہ جس طرح کی زندگی گزارے اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو گی؟ اس سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی؟

اسلام ایسا مذہب نہیں ہے' بلکہ اسلام وہ دین ہے جس نے اپنے ماننے والوں کو اس بات کا پابند کیا کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور تعلیمات کی پیروی کرنی ہے اور دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کے بارے میں بھی اللہ' رسول کی تعلیمات کی پیروی کرنی ہے۔ اگر کوئی شخص کتنا ہی نیک' عام معنوں میں کتنا ہی پارسا اور معروف لحاظ سے کتنا ہی متقی' دین دار کیوں نہ ہو لیکن اگر مخلوق خدا کے ساتھ اس کے تعلقات اس طریقے پر استوار نہیں ہیں جس طریقے پر اللہ رسول نے حکم دیا ہے تو ایسا شخص کبھی بھی رب کی بارگاہ میں سرخرو نہیں ہو سکتا۔ اس کا تقویٰ اس کی دیانت' اس کی پرہیزگاری' اس کی امانت داری' اللہ سے اس کا تعلق اور رابطہ' رب سے اس کا ڈر' بارگاہ خداوندی میں اس کا خشوع وخضوع یہ کبھی بھی اس کی نجات کا باعث اور سبب نہیں بن سکتا۔

اللہ رب العزت نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ایسا دین عطا کر کے بھیجا جو دین اور دنیا کے تمام معاملات کے بارے میں انسان کی راہ نمائی کرتا ہے اور صرف راہ نمائی ہی نہیں

کرتا بلکہ اپنے ماننے والوں کو ان تعلیمات کا پابند بناتا ہے اور جو شخص ان تعلیمات کی پابندی نہیں کرتا' اس کی کوئی عبادت رب کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ انسان یہ نہ سمجھے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ خدا کو راضی رکھو۔ کس طرح؟

اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے' اس کی راہ میں قربانی دے کے' اس کے حکم پہ صدقہ اور خیرات کر کے' اس کے اشارے پر اپنی گردن کٹا کے' اس کی مسجدوں میں حاضری دے کے' اس کے گھر کا طواف کر کے' اس کے گھر کے گرد پھیرے لگا کے' آدمی پھر جو جی چاہے کرے' اس سے کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ اسلام ایسا مذہب نہیں ہے بلکہ اسلام وہ دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو یہ بتلاتا ہے کہ اگر تم اللہ کی رضا' اللہ کی خوشنودی' اللہ کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ بلوغت پر پہنچنے کے بعد' بالغ ہونے کے بعد' شعور کو پانے کے بعد' خیر و شر کے درمیان تمیز کرنے کی عمر کے بعد' اپنی زندگی کا کوئی لمحہ اس طرح سے نہ گزارو جس طرح سے گزارنے کا رب اور رب کے رسول نے حکم نہیں دیا۔ چاہے وہ لمحہ دنیا کے حصول میں گزرے' ماں باپ کی خدمت میں' حاضری میں گزرے' لوگوں کے ساتھ چلنے اور پھرنے میں گزرے' سیر و سیاحت میں بیتے' کاروبار میں گزرے' ملازمت میں گزرے' زراعت' صنعت و حرفت میں گزرے' بے کاری میں گزرے یا کاموں کی مشغولیت میں گزرے۔ لمحہ بھر بھی ایسا نہیں گزرنا چاہئے کہ جس لمحے میں آدمی اپنے آپ کو اللہ اور اللہ کے رسول کی قید سے آزاد محسوس کرے۔ انسان مادر پدر آزاد پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ ایک مسلمان پابند ہے اور مسلم کا معنی کیا ہے؟

ہم سارے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں' ہم مسلم ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ مسلم کس کو کہتے ہیں۔ عربی زبان کے اندر مسلم اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جس کے ناک میں چھید کر کے اس کے اندر نکیل ڈالی گئی ہو اور وہ نکیل کسی دوسرے کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہو۔ جس اونٹ کی نکیل' مہار ناک میں رسہ ڈال کر' کڑا ڈال کر کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اس اونٹ کو مسلم کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسا اونٹ جو بے مہار نہیں ہے' جو اپنی مرضی سے جس طرف چاہے نہیں جا سکتا' جس کا دل جہاں چاہے منہ نہیں مار سکتا' جس جگہ چاہے نہیں رک سکتا' جب چاہے نہیں چل سکتا۔ تب چلتا ہے جب مہار تھامنے والا اس کو چلاتا ہے۔ وہاں رکتا ہے جہاں اونٹ کا

تھامنے والا اس کو روکتا ہے۔ وہاں چرتا ہے جہاں چرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ وہاں گردن اٹھاتا ہے جہاں گردن اٹھانے کی آزادی ہوتی ہے۔ وہاں اپنی نگاہوں کو گرا دیتا ہے جہاں مالک رسی کھینچ کر اس کی گردن کو جھکنے کا حکم دیتا ہے۔ اس اونٹ کو مسلم کہا جاتا ہے۔ وہ مطیع' فرمانبردار' منقاد' تابع' مہمل' جس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس کا ہر کام اس کے مالک کی مرضی اور منشاء پر موقوف ہے۔

اسی طرح صحیح معنوں میں مسلم وہ شخص ہے جو اپنی مرضی کا مالک و مختار نہیں ہے۔ جب چاہا' جہاں سے چاہا' جس وقت چاہا' جس طرف سے چاہا منہ مار لیا' لوگوں کا مال اٹھا لیا' لوگوں کے حقوق غصب کر لئے' لوگوں کی گردنوں پہ مسلط ہو کر بیٹھ گیا' لوگوں کی چیزوں کو اڑا لیا' دھوکے سے لوگوں کے مال و متاع پہ قبضہ کر لیا۔ جہاں چاہا' جب چاہا چل پڑا' جس طرف منہ اٹھایا نکل پڑا' جس طرف جی میں آئی نظریں اٹھا لیں' اس کو مسلم نہیں کہا جاتا۔ مسلم کون ہے؟

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (النور:۳۰)

مسلم وہ ہے جو اپنے رب کے احکامات کے تابع اپنی گردن کو جھکا کر رکھتا ہے' اپنی نظروں کو گرا کے رکھتا ہے۔ جس نے اپنے نظروں کو آوارہ چھوڑا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ

وہ مسلمان نہیں جس کی زبان جس کو چاہے' جس کی آبرو کو چاہے' جس کی عزت کو چاہے چھلنی کر دے' جس کو چاہے سر بازار نیلام کر دے' جس پہ چاہے دشنام طرازی' الزام تراشی کے لئے وا ہو جائے' جس کی آبرو کو چاہے پامال کر دے' جس کے بارے میں چاہے جھوٹ کو فروغ دے' کذب بیانی کو عام کرے' جس کی چاہے غیبت کرے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ

مسلمان اپنی نظروں کو جھکا کے رکھنے والا' اپنی زبان کو بچا کے رکھنے والا ہوتا ہے۔ کیا کہا؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد پاک میں بیٹھے ہوئے ہیں' صحابہ کا جمگھٹا ہے۔ سرور کائنات کے جانثار آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا لوگو! چاہتے ہو کہ اللہ تمہیں جنت عطا کر دے؟

سب لوگ پکار کے کہنے لگے یا رسول اللہ کیوں نہیں چاہتے۔

ہمارے معاشرے کی بدقسمتی یہ ہے یا ہم دین سے بالکل ناآشنا' بالکل بے خبر' بالکل بے بہرہ' بالکل ناواقف اور یا ہم نے دین کو صرف مسجد کا نام سمجھا ہوا ہے۔ لمبی نماز پڑھ لی ہے' ایک ماہ کے روزے رکھ لئے ہیں' حج کر لیا ہے' چار پیسے رب نے دیئے اس سے زکوٰۃ دے دی ہے' تھوڑا سا صدقہ وخیرات کر دیا ہے۔ پھر سمجھا ہے اب ہر چیز کی کھلی چھٹی ہے۔ اب جو جی چاہے آؤ' جو جی چاہے کریں' من چاہی کرو' جنت ہم سے بھاگ نہیں رہی۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟ آپ نے ارشاد فرمایا جنت چاہتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کی اللہ کے حبیب جنت کون نہیں چاہتا۔ آپ نے کیا کہا نماز پڑھو' جنت مل جائے گی؟

نماز پڑھنا تو مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ تو لوازمات ہیں۔ اس کے بغیر تو اسلام کا تصور ہی نہیں ہے۔ لیکن آپ نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا دو چیزوں کی ضمانت مجھ کو دے دو' جنت کی ضمانت میں تمہیں دے دیتا ہوں۔ کس چیز کی ضمانت؟ کس بات کی ضمانت ہم دے دیں؟

فرمایا اپنی عزتوں کی ضمانت تم دے دو' اپنی زبانوں کی ضمانت تم دے دو جنت مجھ سے لے لو۔ میں اللہ سے تمہیں جنت لے دوں گا۔ اگر کسی کی عفت وآبرو محفوظ نہیں اور اگر کسی کی زبان سے لوگوں کی عزت محفوظ نہیں ہے' اس شخص کو جنت نہیں مل سکتی۔

دوسری حدیث میں آیا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو باہر نکالا۔ اپنی دو انگلیوں میں اس کو پکڑا۔ فرمایا لوگو! اس کو تم محفوظ رکھو جنت اللہ تمہارے لئے محفوظ رکھ دے گا۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کا جنت سے کیا تعلق ہے؟

آپ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ قیامت کے دن جب حساب وکتاب ہوگا جہنم کے اکثر باشندے صرف اس کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ جہنم کی زیادہ آبادی صرف اس زبان کی وجہ سے ہوگی۔

لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ روزہ' نماز' حج' زکوٰۃ...... بس؟

اسلام مذہب نہیں ہے' اسلام دین ہے۔ وہ دین جس نے انسان کو رب کی عبادت کا طریقہ بتلایا اور انسانوں کو انسانوں کے ساتھ بسنے کا طریقہ بھی سمجھایا۔ کس طرح بسنا ہے؟

جس کی آبرو پہ چاہے حملے کرو، جس کو چاہے الزامات لگادو، جس کے بارے میں دل چاہے، جو جی چاہے تم کرو، کھلی چھٹی ہے؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اگر کسی شخص نے ناحق کسی کے بارے میں چھوٹی سی بات بھی کہی ہے تب تک اس کو میدان حساب سے نہ ہٹایا جائے گا جب تک اس چھوٹی سی بات کا بھی بدلہ نہیں دے دیا جاتا۔ ایک آدمی آئے گا۔ نامہ اعمال نمازوں سے بھرا ہوگا، روزوں سے بھرا ہوگا۔ حج، صدقہ، زکوٰۃ و خیرات سے بھرا ہوگا لوگ کہیں گے یہ جنتی ہے۔ سارا نامہ اعمال پانچ وقت کی نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات سب چیزیں موجود ہیں۔ اور کہنے والا کوئی عام انسان نہیں، کوئی واعظ نہیں کوئی مولوی نہیں۔ کہنے والا وہ ہے جس کے بارے میں عرش والے نے کہا ہے کہ

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم:۳-۴)

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

تب تک وہ اپنی زبان کو حرکت میں نہیں لاتا جب تک عرش والا حرکت میں لانے کا حکم نہیں دیتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ابھی میدان حساب میں کھڑا ہوگا۔ لوگ اس کے اعمال کی فراوانی سے خوش ہو رہے ہوں گے۔ بڑا نیک، بڑا پارسا، بڑا متقی، بڑا پرہیزگار ہے۔

یاتی هذا و یاتی هذا

ابھی وہ کھڑا ہوگا کہ ایک ادھر سے آئے گا۔ اللہ یہ وہ ظالم ہے جس نے دنیا میں بستے ہوئے مجھ پہ تہمتیں لگائیں۔ اللہ یہ وہ ظالم ہے جس نے بہتان لگائے۔ اللہ یہ وہ ظالم ہے جس نے افتراء پردازی کی تھی۔ ایک اور آئے گا اللہ اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر مجھ کو دھمکیاں دی تھیں۔ ایک اور آئے گا اللہ اس نے اپنی زبان سے میری عزت کو مجروح کیا تھا۔ ایک اور آئے گا اللہ اس نے مجھ کو گالی دی تھی۔ نبی صادق و مصدوق کا ارشاد گرامی ہے۔ آپ نے فرمایا ''ابھی لمحے بھی نہیں گزریں گے کہ اس کے نامہ اعمال میں ایک بھی نیکی موجود نہیں رہے گی''۔ اللہ کہے گا جاؤ آج یوم الحساب ہے۔

لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (النساء:۴۹)

کھجور کی گٹھلی کے اندر پڑے ہوئے ایک معمولی سے دھاگے کے برابر بھی کسی سے ظلم نہیں کیا جائے گا۔ آج ایک ایک چیز کا حساب ہوگا اور امام کائنات نے سمجھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ فرمایا وہ دن ایسا ہوگا کہ اللہ اس دن بکری کو زندہ کرے گا جس بکری کے سینگ نہ تھے اور اسے سینگوں والی بکری نے مارا تھا۔ اللہ کہے گا کہ اے بن سینگوں والی بکری آج موقع آیا ہے۔ اللہ کے حساب کا دن ہے اپنا بدلہ لے لے۔ آج کے دن کسی کی زبان دانی' کسی کی عزت کسی کا دنیا میں صاحب جاہ ہونا' کسی کا اقتدار والا ہونا' کسی کا اختیار والا ہونا' کسی کا شان وشکوہ کا مالک ہونا' کسی کا تاجدار ہونا' کسی کا کرسی والا ہونا' کسی کا صوبیدار ہونا' کسی کا سلطان ہونا' حاکم ہونا کوئی کسی کو فائدہ نہیں۔ بڑے بڑے سہمے ہوئے ہوں گے۔ امام کائنات نے فرمایا ساری دنیا دم بخود سہی ہوئی کھڑی ہوگی۔ عرش والا آواز دے گا۔ قیامت کے میدان کے سناٹے میں آواز گونجے گی

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (الغافر:۱۶)

او اقتدار والو' اختیار والو' عزت والو' مال والو' مرتبے والو' منصب والو' شان والو' شوکت والو' شکوہ والو' جلال والو' سطوت والو' ہیبت والو' بتلاؤ آج کس کی بادشاہت ہے؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ آدم کی ساری اولاد ایک میدان میں اکٹھی ہوگی۔ اللہ رب العزت کی آواز گونجے گی بڑے بڑوں کے سر جھک جائیں گے۔ مادر زاد کھڑے ہوں گے۔ کسی کے جسم پہ کپڑے کی کوئی دھجی نہیں ہوگی۔ عرش والا پکارے گا

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

آج کس کی سلطنت؟ کس کا اقتدار؟ کس کا اختیار؟

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

قرآن کے الفاظ ہیں پھر کوئی جواب نہیں ملے گا۔ باری تعالیٰ کی طرف سے تیسری دفعہ آواز آئے گی۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

سناٹا' خاموشی' عرش والا پھر خود ہی کہے گا

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (الغافر:۱۶)

آج میرے سوا کوئی بھی اقتدار و اختیار والا موجود نہیں۔ آج میں ہوں۔ کوئی گردن اٹھا کے دیکھے تو سہی۔

اور تو اور ہیں اللہ کے اولیاء' اللہ کے انبیاء بھی دم بخود' آدم جیسا نبیوں کا باپ سر جھکائے ہوگا۔ نوح جیسا ساڑھے نو سو سال تبلیغ کرنے والا پیغمبر چپ ہوگا' ابراہیم جیسا صاحب عزم رسول جس کو اللہ نے اپنا دوست قرار دیا ہے' اس کی زبان سے بھی کوئی لفظ ادا نہیں ہوگا اور کس کی مجال ہے جو کوئی لفظ ادا کر سکے؟ اور فرمایا جب اس صدا پہ کوئی آواز نہیں آئے گی تو امام الانبیاء بولیں گے نہیں' اپنے ماتھے کو اپنے رب کی بارگاہ میں سجدے کی صورت میں رکھ دیں گے۔ اللہ تیرے سوا کون ہے؟ اگر تیرے سوا قوت والا بھی کوئی نہیں تو اللہ تیرے سوا رحم والا بھی کوئی نہیں۔

آج ہمیں اس بات کا بالکل احساس نہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو بھی اس بات سے آگاہ کیا ہے۔ یاد رکھو! اسلام صرف نماز' روزے' زکوٰۃ' حج کا نام نہیں ہے۔ اپنی زندگی کو ایک کامل اور مکمل دستور میں' سانچے میں ڈھالنے کا نام ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے قانون اور سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات کے مطابق گزارنے کا نام اسلام ہے۔ وہ مسلمان نہیں جس کا سلوک اللہ کے بندوں کے ساتھ صحیح نہیں۔ اسی لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو تھام کے کہا لوگو! جہنم کی اکثر آبادی اس زبان کی وجہ سے ہے۔ یہ نہیں کہا بے نماز ہونے کی وجہ سے ہے' زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہے' روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے ہے۔ یہ نہیں کہا۔ فرمایا اس زبان کی وجہ سے ہے۔ اس زبان کو محفوظ رکھو اور یہ زبان کن کے خلاف چلتی ہے؟

اللہ کی مخلوق کے بارے میں' عباد اللہ کے بارے میں۔

اسی لئے اس بات کو اچھی طرح اپنے ذہنوں میں بٹھا لینا چاہئے۔ اسلام دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ ایک حقوق اللہ کا اور ایک حقوق العباد کا۔ جس طرح حقوق اللہ کی ادائیگی لازمی اور ضروری ہے' اسی طرح حقوق العباد کی حفاظت اور رعایت بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص حقوق اللہ کی حفاظت کرتا ہے' حقوق العباد کے بارے میں بے پروائی برتتا ہے' اس کو جاننا چاہئے نہ اس کا اسلام درست نہیں اور اس کی نجات نہیں ہو سکتی اور یہ میں نہیں کہتا حضرت

محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب ہو کے کہا۔ فرمایا

لا يدخل الجنة عاق

اپنے ماں باپ کا نافرمان جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔

یہ کون نافرمان ہے جو نمازی ہے' جو اپنے آپ کو متقی پرہیز گار کہلاتا ہے۔ اگر یہ نمازی نہ ہوتا تو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ ماں، باپ کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا کیونکہ بے نماز تو جنت میں جا ہی نہیں سکتا۔ نمازی کو کہا۔ تو پھر اب یہ سمجھتا ہے کہ نماز کافی ہے؟

یہ اللہ کا حق ہے۔ اللہ کے حق کے ساتھ بندوں کا حق بھی ادا کرنا ضروری ہے۔ آج کائنات میں جتنا خلفشار ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟

اس کے اسباب یہ ہیں کہ بعض لوگوں نے حقوق العباد کا خیال کیا' حقوق اللہ کو چھوڑ دیا اور بعض لوگوں نے حقوق اللہ کا خیال رکھا' حقوق العباد کو فراموش کر دیا۔ دونوں تباہ دونوں برباد۔ دونوں اللہ کی رحمت سے دور۔ آج یورپ کے معاشرے حقوق العباد کے لحاظ سے بڑے ممتاز ہیں۔ انسانی حقوق کا احترام جتنا ان قوموں میں پایا جاتا ہے شاید دوسری کسی قوم میں نہ پایا جاتا ہو لیکن انہیں حقوق اللہ کی خبر نہیں ہے اور ہماری بدقسمتی کیا ہے؟

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں کی عظیم اکثریت حقوق اللہ سے آگاہ ہے نہ حقوق العباد سے آشنا۔

فطرت دنیا غلط اندیشہ عقبیٰ غلط
کارما ایں جا غلط آں جا غلط ہر جا غلط

نہ ہم نے بندوں کو راضی کیا نہ بندوں کے خدا کو راضی کیا۔ اللہ کے بارے میں منافقت' بندوں کے بارے میں بے اعتنائی' بے پروائی۔ کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جو اللہ کو نہیں جانتے اور کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جو اللہ کو جانتے ہیں اور حقوق العباد کو نہیں جانتے۔ دونوں غلط ہیں۔ اس لئے یہ بات سمجھنی چاہئے اور اس بات کا آغاز ہم نے پچھلے خطبہ جمعہ میں کیا تھا کہ اسلام صرف انسان کی نماز کے بارے میں راہ نمائی نہیں کرتا' روزے کے بارے میں راہ نمائی نہیں کرتا' حج کے بارے میں راہ نمائی نہیں کرتا' صدقہ وخیرات کے بارے میں راہ نمائی نہیں کرتا کہ اس طرح سے ادا کرو' اس طرح سے رکھو اس طرح سے قیام کرو بلکہ ان کے ساتھ

ساتھ اس بارے میں بھی راہ نمائی کرتا ہے کہ زندگی گزارتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمہاری کیا روش ہونی چاہیے؟

ماں' باپ' بہن' بھائی' رشتہ دار' قریبی عزیز' معاشرے کے لوگ' جاننے والے' نہ جاننے والے' جاننے والوں کا بھی حق ہے' نہ جاننے والوں کا بھی حق ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایک تو ہیں جاننے والے ان کا حق تو ہم تھوڑا بہت جانتے ہی ہیں۔ نہ جاننے والوں کا حق کیا ہے؟ ذرا نبی کی بات سن لو۔ آپ نے فرمایا

سلم علی من تعرف وعلی من لا تعرف

نہ جاننے والوں کا حق یہ ہے کہ جب کسی نہ جاننے والے پر بھی تمہاری نظر پڑے تو اس پر اللہ کا سلام کہو۔

سلم علی من تعرف و علی من لا تعرف

اس کو بھی سلام کہو جس کو تم نہیں جانتے۔ ہماری حالت کیا ہے؟

ہم جن کو جانتے ہیں ان کو بھی سلام کہنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں اس میں ہماری آبرو' ہماری بڑائی میں فرق پڑتا ہے۔ ہم سلام کہیں؟ لوگ ہم کو سلام کہیں۔ ہماری روش یہ ہے کہ لوگ اٹھیں ہمارا استقبال کریں۔ نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! یاد رکھو جو لوگوں سے اپنی عزت قصداً کروانا چاہے اور چاہے کہ لوگ اس کو اٹھ کر سلام کہیں' فرمایا لوگوں سے دنیا میں اٹھ کے سلام کروا لے لیکن قیامت کے دن اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنوا لے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ لوگوں کو اپنی بندگی پر مجبور کرتے ہو؟ تم سلام کرو۔

حدیث پاک میں آیا ہے نبی پاک ﷺ جب بھی کسی انسان کے پاس سے گزرتے سلام کرنے میں پہل فرماتے۔ ہمیشہ آپ کی خواہش یہ ہوتی کہ میں پہلے سلام کروں اور اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا

افشوا السلام و اطعموا الطعام صلوا باللیل و الناس نیام

لوگو! سلام کثرت سے کہا کرو۔ اللہ کے لئے غریبوں کو کھانا خوب جی بھر کے' دل کھول کے کھلایا کرو اور اس وقت رب کو منایا کرو جب کائنات سوئی ہوئی ہو۔ بندگان خدا سے

ہمدردی' بنی نوع انسان سے پیار' رشتہ داروں کے حقوق کا خیال' ماں باپ کی فرمانبرداری' ہمسایوں کی نگہداشت' یتیموں کی کفالت' بیواؤں کی نگہداشت یہ اصل اسلام ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب اپنے گھر سے باہر نکلتے تو سلام کہتے ہوئے گزرتے۔ راستے میں لوگ ملتے' اگر کوئی آپ کو روکتا تو رک کے اس کی بات سنتے اور اس کا جواب دیتے۔ جو آپ کو بلاتا وہیں رک جاتے۔ کبھی آپ نے تفخر' غرور اور تکبر کا ثبوت فراہم نہیں کیا کہ مجھ کو راستے میں روکنے والے کون ہیں۔ آج جس آدمی کو اللہ دو ٹکے عطا کر دیتا ہے' اس کی گردن میں لوہے کے سریئے پڑ جاتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اس طرف جھانک کے دیکھا تو یہ سریئے ٹوٹ جائیں گے۔ ہماری حالت یہ ہے۔

امام کائنات ﷺ کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کوئی غریب' کوئی فقیر' کوئی مسکین راستے میں آپ کو روک دیتا' آپ تب تک کھڑے رہتے جب تک وہ آدمی آپ کو جانے کی اجازت نہیں دے دیتا۔ یہ کس کا عالم ہے؟

سرور کونین کا' رسول ثقلین کا ﷺ۔ جو پوری کائنات کے امام ہیں۔ لیکن لوگوں کے کہنے پہ رکنے والے رسول جب کسی یتیم کو گلی میں کھیلتا ہوا دیکھتے' حدیث پاک میں آیا ہے' بغیر اس کے بلائے ہوئے اس کے پاس رک جاتے۔ لمحے بیت جاتے' آپ اس کے ساتھ پیار سے باتیں کرتے رہتے۔ کئی صحابہ کہتے ہیں اس یتیم سے نبی کی محبت کو دیکھ کے ہمارے دل میں خواہش ہوتی کاش ہم بھی یتیم ہوتے اور نبی ہمارے سر پہ بھی اتنے پیار سے ہاتھ پھیرتے۔ یہ نبی پاک حضرت محمد ﷺ کی روش مبارک ہے۔ انتہائی پیار کے ساتھ' خوبصورتی کے ساتھ' اچھے الفاظ کے ساتھ لوگوں سے پیش آتے۔ مشہور واقعہ ہے جب آپ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام کیا تو سب سے پہلے آپ نے جس چیز کا ارادہ کیا وہ مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا تھا اور یہاں سے بھلے مانسو ایک سبق حاصل کرنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کی کوئی نئی بستی بنے سب سے پہلے مسلمانوں کو اس بستی میں اپنے مکان بنانے کی فکر نہ کرنی چاہئے بلکہ رب کے گھر کے بنانے کی فکر کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ مسجد مسلمانوں کے اجتماعات اور ان کی شان وشکوہ اور ان کی آبرو اور ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کا مظہر اور مرکز ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو کام کیا وہ مسجد کی تعمیر کا تھا۔ آپ نے فرمایا زمین ڈھونڈو۔ زمین تلاش کی گئی۔ جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے سامنے ہی ایک زمین تھی۔ پتہ چلا کہ یہ زمین بھی خالی پڑی ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کس کی ہے؟

صحابہ نے عرض کی اللہ کے رسول یہ دو یتیم بچے سہل و سہیل ہیں، ان کی ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو بلاؤ۔

اب ذرا خیال دیکھئے، انسانوں کے حقوق کی نگہداشت دیکھئے۔

آپ نے فرمایا بلاؤ۔ دونوں بچوں کو بلایا گیا۔ آپ نے فرمایا بیٹو یہ زمین بیچنا چاہتے ہو؟

نبی کے ماننے والے تھے۔ کہنے لگے آقا آپ نے زمین کیا کرنی ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا میں نے اس زمین پہ رب کا گھر بنانا ہے۔

یتیم بچے پکار اٹھے۔ اللہ کے رسول رب کے گھر کی تعمیر کا مسئلہ ہے، ہم سے پوچھنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ زمین آپ کی ہے جتنی جی چاہے لے لیں۔

آپ نے کیا ارشاد فرمایا؟ آپ نے کہا اللہ نے محمد (ﷺ) کو یتیموں کا مال ہڑپ کرنے کے لئے نہیں بھیجا۔

انہوں نے کیا کہا؟

اللہ کے حبیب آپ اپنے لئے تو نہیں لے رہے، اللہ کے گھر کے لئے لے رہے ہیں۔

فرمایا نہیں میں یتیموں کے مال کو بغیر قیمت دیئے نہیں لے سکتا۔

انہوں نے کہا آقا پھر جو جی چاہے آپ عطا فرما دیجئے۔ نبی پاک نے اپنے صحابہ کی طرف نظر ڈالی فرمایا جاؤ بازار سے پتہ کرو۔ جو بازار میں قیمت ہو اس سے زیادہ یتیموں کو ادا کی جائے۔

آج یہ اسلام کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں اور ہائیکورٹ میں بیان دیتے ہیں ہم جس کی جی چاہے پراپرٹی لے لیں۔ ہنگامی حالات کے تحت ہم سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے۔ وہ حکمران اور وہ حکومتیں جو لوگوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں رکھتے اور نہیں رکھتیں قیامت کے دن ان کا شمار بھی غاصبوں ڈاکوؤں اور لٹیروں میں ہوگا۔ کس نے

حق دیا تم جس کی جی چاہے پراپرٹی پہ قبضہ کرلو؟ اسلامی سلطنت میں بیان دیتے ہوئے حیا نہیں آتی۔ عدالتوں کے اندر سٹیٹ منٹ (بیان) دی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ روش بن چکی ہے کہ طاقتور جس کی چیز پر چاہے قبضہ کر لے۔ اور تو اور نام نہاد مولوی داڑھیوں والے انہوں نے ڈاکوؤں کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ لوگوں کے مال کو اپنی ماں کا مال سمجھ کے جس طرح چاہا اس کو بیچا' جس طرح چاہا اس کو غصب کرلیا۔ کیا اسلام ہے؟

کوئی اسلام نہیں۔ اسلام اللہ کے حقوق کے ساتھ بندوں کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے اور ہماری بدقسمتی کیا ہے؟

ہم اللہ کے حقوق بھی وہی مانتے ہیں جو ہماری مرضی کے مطابق ہوں اور بندوں کے حقوق ان کو تو ہم تسلیم ہی نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں بندوں کا کوئی حق ہے ہی نہیں۔ ہم تو اللہ کے بھی وہ حق مانتے ہیں جن سے ہماری اپنی خواہشات پہ چوٹ نہ آئے۔ جو مرضی کے حکم ہوں وہ مان لیتے ہیں' جو نہ مرضی کے ہوں کہتے ہیں سارا اسلام کس نے پڑھا ہے۔ سارے اسلام پہ کون عمل کرسکتا ہے؟

جو مرضی کا مسئلہ ہے وہ مان لو جو مرضی کا نہیں وہ چھوڑ دو اور اسلام کی تاریخ ہم یہ بتلاتے ہیں کہ دمشق کی جامع مسجد ٹیڑھی بنی۔ کیوں ٹیڑھی بنی؟ اس لئے کہ ساتھ کے مکان والی بڑھیا نے اپنا مکان بیچنے سے انکار کر دیا۔

واقعے ہم یہ بیان کرتے ہیں۔ قانون یہ ہے جس کی جی چاہے زمین اکوائر کرلو۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک آرڈیننس جاری ہو جائے فلاں زمین کو اکوائر کرلیا ہے' کوئی اس پر اپیل نہ وکیل نہ دلیل اور یہ اسلام ہے؟ اور پھر ہم کہتے کیا ہیں؟

کہتے ہیں ہم اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اگر ہر آدمی یہی کہنا شروع کر دے کہ ہم اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں تو پھر قانون کی ضرورت کیا ہے؟

ایک چور چوری کرتا ہے آدمی اس کو پکڑتا ہے کہتا ہے تو پکڑنے والا کون ہے' میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں۔ ایک قاتل کسی کو قتل کر دیتا ہے اس کو گرفتار کیا جاتا ہے کہتا ہے تو گرفتار کرنے والا کون ہے' میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں۔ یہ اس دور کا نیا فلسفہ ہے کہ ہم اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اللہ کے سامنے جواب بعد میں دینا ہے' پہلے دنیا میں جواب دہ ہیں۔

انسانی حقوق کا خیال رکھو' انسانی آبروؤں کی حفاظت کرو' انسانی مسائل کی نگہداشت کرو۔ ہر آدمی چھوٹے سے لے کر بڑے تک اس سے انسانوں کے حقوق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ دنیا میں بھی اس کو سزا ہوگی قیامت کے دن بھی سزا۔ کوئی آدمی اللہ کی لاٹھی سے بچ نہیں سکتا۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (البروج:١٢)

اور لوگو! کتابوں میں لکھا ہے کہ رب کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ یہ کتابوں میں ہم پڑھا کرتے تھے کہ رب کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ لیکن اب زمانہ وہ آ گیا ہے کہ ہم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

شادمان میں جاتے ہوئے لارنس روڈ کی نکڑ پہ ایک اٹھارہ انیس کنال کا پلاٹ تھا۔ سارے پلاٹ الاٹ ہوئے' یہ بھی الاٹ ہوگیا۔ پاکستان کے اندر الاٹمنٹ کا قانون یہ ہے کہ کسی شخص کو گورنمنٹ کی کسی کالونی کے اندر اس وقت تک پلاٹ الاٹ نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ حلف نامہ داخل نہ کرے کہ پاکستان میں اس کا کوئی دوسری جگہ مکان موجود نہیں ہے۔ پوچھا گیا یہ انیس کنال کا پلاٹ کس بے مکان کو الاٹ ہوا ہے؟

کہنے لگے کہ یہ اس کو الاٹ ہوا ہے کہ پاکستان کے ہر شہر میں جس کی ہزاروں ایکڑ زمینیں اور بیسیوں مکانات ہیں۔ لاڑکانے میں بھی ہیں' کلفٹن میں بھی ہیں' ہر جگہ اس کے مکانات' اسلام آباد میں بھی ہیں۔ لوگ چپ ہیں اور اس قوم کا عالم یہ ہے کہ جب وہ پلاٹ الاٹ ہوا تو اوورسیئر اور انجینئر اٹھارہ کنال کو انیس کنال بنا کے پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ناں کہ چوروں کا کپڑا اور لاٹھیوں کے گز۔ پیمائش کرتے ہوئے ڈیڑھ کنال رقبہ اور بڑھا لیا گیا۔ لوگوں کا لے لیا گیا۔ کہا گیا کہ اٹھارہ کی بجائے ساڑھے انیس ہوگیا ہے۔ کہنے لگے بادشاہوں کے اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ پھر" چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات" ابھی چند دن نہیں گزرے تھے کہ الاٹمنٹ رہی نہ الاٹ کروانے والا رہا۔

کیا ہے اسلام؟

لوگوں کے حقوق غصب کرنے والے بالکل یہ نہیں سوچتے کہ

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (البروج:١٢)

اللہ کی پکڑ......

اور یہ آیتیں حکمرانوں کے لئے نازل نہیں ہوئیں۔ یہ آیتیں ہمارے لئے بھی ہیں۔ ہر آدمی سوچے میں نے اپنے ہمسائے کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

ہماری حالت یہ ہے کوئی شریف سادہ لوح گاہک ہمارے سامنے آ گیا' ہمارے پاس پھنس گیا۔ ہم نے کند چھری کے ساتھ اس کو ذبح کیا۔ دھوکہ کیا' فریب کیا' بے ایمانی کی جھوٹی قسمیں اٹھائیں' اس کو ذبح کیا۔ وہ چلا گیا اور پھر گردن تنا کے فخر سے کہنے لگے دیکھا گاہک کو کیسے ذبح کیا ہے۔

تم نے ذبح نہیں کیا تم خود ذبح ہو گئے کہ محمد عربی ﷺ نے کہا ہے

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (مسلم)

جو میری امت کے کسی آدمی کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے وہ میری امت سے اپنے نام کو کٹوا لیتا ہے۔ تیرا نبی کی امت سے کوئی تعلق باقی نہیں۔ کیا کیا ہے؟

چار پیسے کے لئے ہمسائے کو ناجائز تنگ کیا۔ جگہ اس کی ہے۔ دھوکے سے' فریب سے' قوت سے' طاقت سے اس پر قبضہ جما لیا۔ پھر اتراتا ہے دیکھا میں نے اس کو کیسا الو بنایا ہے۔ اس کو نہیں بنایا خود بن گئے۔ اس کو نہیں بنایا اپنی عاقبت تباہ کی ہے۔ ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کی بجائے اس کی گرہ کاٹنا یہ قابل فخر نہیں یہ باعث مذمت ہے' سبب ملامت ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کے دل میں اللہ کا خوف' حقوق العباد کی نگہداشت اور اس پر محافظت کا یہ جذبہ پیدا کیا۔ دو آدمی لڑتے ہوئے آئے یا رسول اللہ ﷺ یہاں میرا مکان یہاں میرے ساتھی کا مکان۔ درمیانی دیوار میری۔ اس نے کہا یا رسول اللہ جھوٹ کہتا ہے میری ہے۔ یہ میرا راستہ میری زمین کا راستہ۔ اس نے کہا نہیں جناب میری ہے۔ اس نے کہا جناب میری ہے۔ نبی پاک ﷺ نے دونوں کی بات سنی۔ اب فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

وہ جس پر جبرائیل امین آسمان سے وحی لے کے آتا ہے۔ اب جھگڑنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ جس کے حق میں نبی نے فیصلہ کر دیا اس کا حق بن جائے گا اور اس کے حق کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ حکومت کسی کے بارے میں فیصلہ دے تو اس کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ رسول کسی

کے بارے میں فیصلہ کر دے تو اس کو چیلنج کرنا تو کفر ہے۔ نبی پاک نے دونوں کی بات سنی۔ اور کس طرح انسانی حقوق کی نگہداشت کا سبق دیا۔ دکھتی ہوئی رگ پہ ہاتھ رکھا۔ فرمایا ساتھیو سنو! ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی اپنے کیس کو بہتر طریقے سے پیش کر سکے اور کوئی حق ہوتے ہوئے بھی اپنا کیس صحیح طریقے سے پیش کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ یہ ممکن ہے۔ کئی جھوٹے اپنی زبان دانی سے سچے بن جاتے ہیں اور کئی سچے اپنی قوت گویائی کے نہ ہونے سے جھوٹے بن جاتے ہیں۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے اور یہاں نہیں لیکن یورپ میں وکیلوں نے اپنے بورڈ لٹکا رکھے ہیں کہ ہم نے تین سو قاتلوں کو جو صحیح معنوں میں قاتل تھے' ان کو رہا کروایا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے کس طرح انسانی معاشرے کو پاک بنایا ہے۔ فرمایا سن! لو ممکن ہے کہ کوئی بڑا ہوشیار چالاک اپنی زبان کی تیزی سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کر لے لیکن سن لو میں نبی ہونے کے باوجود بھی اگر فیصلہ کر دوں تو میرا فیصلہ حق کو باطل اور باطل کو حق نہیں بنا سکتا۔ حق دار کا حق حق دار کا رہے گا۔ میں نے فیصلہ ظاہری بیانات سن کر کرنا ہے لیکن سن لو! جس نے حق والے کا حق مارا' اس نے مال نہیں لیا اس نے جہنم کا ٹکڑا خرید لیا ہے۔ یہ کہا اور فیصلہ کرنے لگے۔ دونوں نے کہا اللہ کے حبیب رک جایئے۔

نبی پاک رک گئے' فرمایا کیا بات ہے؟

کہنے والا کہتا ہے آقا زمین کا یہ ٹکڑا جس کے بارے میں جھگڑا ہے میرا نہیں' اسی کا ہے۔ دوسرا رو پڑا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ یہ میرا بھائی ویسے ہی کہہ رہا ہے میرا نہیں اسی کا ہے' اسی کو دے دیجئے۔

آپ نے دونوں کی ایمانی کیفیات کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا عجیب بات ہے لحہ پہلے جھگڑتے ہوئے آئے ہو۔ اب دونوں میں سے کوئی دعوے دار ہی نہیں ہے؟

اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ زمین کا کیا ہے زندگی رہی' اللہ اور دے دے گا لیکن اگر آخرت تباہ ہو گئی تو زمین کا ٹکڑا ہمیں کیا فائدہ پہنچائے گا؟ جہنم

محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! اگر اللہ کے لئے اپنا حق چھوڑ دیتے ہو' حق ہو تب بھی اللہ کے لئے چھوڑ دو۔ فرمایا تم نہیں جانتے اللہ قیامت کے دن بھی اس کا بدلہ عطا کرے گا' دنیا میں بھی اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یہ ہیں نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات

اور یہی چیز عرش والے نے اپنے کلام میں بے شمار جگہ کہی ہے۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (النساء:۳۶)

لوگو اللہ کی بندگی کے ساتھ' رب کی توحید کے اقرار کے ساتھ اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے بچتے ہوئے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے والدین کے حقوق کا خیال رکھو' پھر رشتہ داروں کے حقوق کا خیال' پھر پڑوسیوں کے حقوق کا خیال اور یہاں پہ بات بس نہیں کی۔

وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى

پڑوسیوں کا

وَ الْجَارِ الْجُنُبِ

قریب کے پڑوسیوں کا' دور کے پڑوسیوں کا

اورعرش والے تیرے حکم کا کیا کہنا فرمایا

وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ

پھر دور کے پڑوسیوں کے پڑوسیوں کا بھی خیال رکھو۔ اب کون باقی رہا؟ پہلے گلی والے' پھر محلہ والے' پھر بستی والے۔

وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ

اور آگے کیا کہا؟

وَ ابْنِ السَّبِيْلِ

اور فرمایا یہ تو بستی والے ہوں گے کوئی غیر بستی والا آ جائے' مسافر ہو تو اس کا بھی خیال رکھو۔ باقی کون رہا۔ باقی ملک سے باہر والا رہ گیا۔ فرمایا

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات:۱۰)

اگر ایک مومن مشرق میں بستا ہے دوسرا مومن مغرب میں بستا ہے' دونوں سگے بھائی ہیں۔ یہ اللہ نے کہا اور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی تعلیمات میں کہا

مثل المومنین فی تحابھم و تعاطفھم و تواد د ھم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی منه عضو تدعی له سائر الجسد بالسھر والحمی

لوگو! ساری کائنات میں بسنے والے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی ہے کہ جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ انگلی کاٹ دو تو دل میں تکلیف نہیں ہوتی۔ اگر پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو سارا جسم چین نہیں کر سکتا۔ فرمایا ساری کائنات میں بسنے والے مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر جسم کے ایک حصے میں تکلیف پہنچے تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں قرآن اور نبی کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں کے حقوق کی بھی نگہداشت کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

❋ ❋ ❋

نماز کی اہمیت

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ:۲۷۷)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک خالق کائنات مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ مبارکہ مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہ نمائی کا بندوبست فرمایا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کائنات میں جلوہ گر ہو کر اللہ کے حکم پر لوگوں کو جس دعوت سے آشنا کیا' اس دعوت کا نام دعوت اسلام ہے۔ اسلام ایک ایسے ضابطے اور نظام کا نام ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلائیں اور مومنوں میں شمار کروانا چاہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کو اسی طرح تسلیم کریں جس طرح کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اسے تسلیم کیا تھا۔ قرآن میں بھی اللہ رب العزت نے یہی بات کہی ہے

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرہ:۱۳۷)

اگر دنیا کے لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ایمان لائے ہیں تب اللہ ان کو ہدایت یافتگان میں شمار کرے گا۔ یعنی ایمان کے لئے'

ہدایت کے لئے یہ شرط ہے کہ ایمان اس طرح کا ہو جس طرح کا ایمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ لائے ہیں۔

اگر ایمان اس قسم کا نہیں ہے جس قسم کا ایمان نبی کے صحابہ نے اختیار کیا تو ایسا ایمان انسان کی نجات اور اللہ کی بارگاہ میں قرب کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس بنیاد پر ہم یہ دیکھیں اور سمجھیں کہ امام کائنات' فخر موجودات' رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم کے صحابہ کس قسم کا ایمان لائے تھے تو انہیں اس بات کا اندازہ ہوگا کہ صحابہ کا ایمان اس طرح کا تھا کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ زندگی کے تمام پہلو اور زندگی کے تمام لمحے' زندگی کے تمام گوشے اور زندگی کے تمام ادوار اس قالب میں ڈھالنے ہیں جس قالب میں ڈھالنے کا رب العالمین نے حکم دیا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی سیرتوں کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے یہ جانے اور سمجھے کہ صحابہ نے اسلام اور ایمان کو صرف عبادات تک محدود نہیں رکھا تھا اور نہ ہی ان کے نزدیک ایمان اور اسلام زبان سے اللہ کی توحید کے اقرار کر لینے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے مان لینے کا نام تھا۔ بلکہ اللہ کی توحید کے اقرار کے ساتھ ساتھ نبی محترم' رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر ایمان کے ساتھ ساتھ کچھ اور چیزیں بھی تھیں جن کو وہ ایمان اور اسلام کا حصہ اور جزو سمجھتے تھے۔ اگر اسی طرح ہم بھی ان چیزوں کو ایمان کا حصہ اور جزو سمجھیں تو راہ نجات کے راہی ہیں اور اگر ہم نے ان چیزوں کو تو الگ رکھا اور یہ کافی سمجھا کہ ہم نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا ہے' اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ ہماری نجات کے لئے یہ بات کافی ہو گئی ہے تو ماسوائے اس بات کے کہ ہم ایسی گمراہیوں کا شکار ہو گئے کہ جن سے نکلنے کی کوئی توقع نہیں' ہمیں ایمان اور اسلام سے اور کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔

آپ یہ بات توجہ سے سنیں کہ رب العزت نے پورے کلام مجید کے اندر کہیں بھی نجات کے لئے کلمہ طیبہ کے اظہار کو اور اس کے پڑھنے کو کافی قرار نہیں دیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ وہ لوگ جو اللہ کی توحید پر یقین رکھتے اور نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو مانتے ہیں' وہ لوگ جنتی ہیں اور وہ لوگ نجات پانے والے ہیں۔ بلکہ جہاں بھی جنت کا' جہنم سے بچنے کا اور نجات پانے کا تذکرہ کیا وہاں کلمہ توحید اور رسالت کے ساتھ ساتھ کسی اور چیز کا بھی اضافہ

کیا ہے۔ کہا

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اے لوگو سن لو! وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے لئے نجات نہیں۔ بلکہ ایمان لا کر جنہوں نے نیکیوں کا ارتکاب کیا' اچھے اعمال کئے اور پھر اللہ رب العزت نے اچھے اعمال کی توضیح بھی کلام پاک کے الفاظ میں فرمائی۔ فرمایا

اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ

اچھے اعمال یہ ہیں کہ نمازیں ادا کیں اور اللہ کی بارگاہ میں زکوٰۃ کو ادا کیا۔

لَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ

وہ لوگ ہیں جن کا اجر رب پہ واجب ہوا۔

وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

یہ وہ لوگ ہیں جو حشر کے میدان میں نہ غم زدہ ہوں گے نہ جہنم سے خوف کھائیں گے۔

کون لوگ؟

جنہوں نے ایمان کو عمل صالح کے ساتھ مربوط جانا۔ صرف زبان سے اقرار' اعتراف' اظہار اور اعلان یہ انسان کو مسلمانوں کی برادری میں تو داخل کر دیتا ہے لیکن انسان کی نجات کے لئے یہ اظہار کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے انسان کو کچھ اور بھی ایمان کے اوپر اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح گیارھویں پارے میں رب العزت نے سورہ یونس کے اندر یہی بات ارشاد فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (یونس:۹)

اے لوگو! یاد رکھو نجات کن کے لئے ہے؟

نجات ان کے لئے جنہوں نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کو بھی جزو زندگی بنایا۔ جس نے صرف ایمان کو نجات کے لئے کافی سمجھا اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ان کے لئے نجات نہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

وہ لوگ جو جنت کی منزل کے راہی بنیں گے' جو جنت کو پانے والے ٹھہرائے جائیں

گے' یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کو بھی اختیار کیا۔ اس لئے میں یہ بات آج کے خطبہ جمعہ میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔

مسلمان دو قسم کے ہیں۔ ایک مسلمان ہیں قانونی' ایک مسلمان ہیں حقیقی۔

قانونی مسلمان اس مسلمان کو کہا جاتا ہے جس نے کلمہ طیبہ کو پڑھ لیا۔ توحید کو مان لیا' رسالت پر ایمان لے آیا۔ ایسا شخص قانونی طور پر مسلمانوں کے زمرے میں شمار ہوا لیکن یہ شخص حقیقی مسلمان نہیں ہے۔ اور یہی قسم کے لوگ ہیں جن کو مخاطب کر کے رب ذوالجلال نے کہا تھا

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات:۱۴)

یہ لوگ کہتے ہیں ہم مومن ہو گئے۔ اے میرے حبیب پاک محمد رسول اللہ ﷺ آپ ان کو کہہ دیجئے اپنے آپ کو مومن نہ کہلواؤ۔ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔

کیا مطلب ہے؟

کہ قانونی طور پر یہ لوگ مسلمانوں کی برادری کا حصہ بن گئے لیکن حقیقی مسلمان نہیں ہوئے۔ حقیقی مسلمان وہ ہے جس نے زبان سے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اللہ کی توحید' نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو ماننے کے بعد اپنی زندگی میں ان تمام عناصر کو شامل کیا جنہیں شامل کرنے کا رب العالمین نے حکم دیا ہے۔ عملی طور پر اسلام کو ثابت کیا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے یہ بات کہی تھی کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر کسی بستی پہ حملہ کے لئے جائے' رات کو شبخون نہ مارے' صبح کا انتظار کرے۔ اگر اس بستی سے اذان کی آواز آئے' لوگ نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلیں تو وہ بستی مسلمانوں کی بستی ہے' اس پر حملہ نہ کیا جائے۔ اگر اسلام کے دعوؤں کے باوجود اس بستی میں اذان نہیں ہوتی' لوگ نماز کے لئے مسجد میں نہیں نکلتے' تو پھر اُس بستی پر حملہ کیا جائے کیونکہ وہ بستی مسلمانوں کی بستی نہیں ہے۔ قانونی طور پر لا الہ الا اللہ سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے' لیکن حقیقی اسلام کے لئے اسلام کے ان تمام اصولوں کو ماننا ضروری ہے جن کی تلقین رب العالمین نے اپنے کلام پاک میں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان مبارک میں کی ہے۔ ان میں سے سب سے پہلی چیز اقامت صلوۃ ہے۔

یاد رکھو! جو شخص مسلمان کہلاتا ہے لیکن نماز ادا نہیں کرتا' ایسے شخص کا حقیقی اسلام سے کوئی

تعلق نہیں ہے۔ ایسا آدمی جنت میں جانا تو بڑی بات جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔ اس لئے کہ پورے قرآن پاک میں کہیں بھی یہ بات نہیں کہی گئی کہ صرف ایمان انسان کی نجات کے لئے کافی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید میں رب نے کہا جب جہنمی جہنم میں پھینکے جائیں گے لوگ پوچھیں گے

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ؟ (المدثر:۴۲)

تمہیں جہنم میں کس چیز نے پھینکوا دیا ہے؟

ذرا سینوں پہ ہاتھ رکھ کر آیت کا لفظی ترجمہ سنو۔ رب العالمین جواب دیتے ہیں کہ وہ جہنمی کہیں گے' اللہ نے ان کے الفاظ جو وہ کہیں گے' ان کو قرآن میں درج کیا' کہا پوچھا جائے گا۔

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ؟

تم جہنم میں کیوں چلے گئے؟ تم تو کلمے کے بڑے ورد کرتے تھے۔ جواب میں کہیں گے

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (المدثر:۴۳)

ہم جہنم میں اس لئے چلے گئے کہ ہم پختہ نمازی نہیں تھے۔ عدم صلاۃ اقامت صلاۃ کے فریضے کے ترک نے کلمے کے باوجود ہمیں نجات نہیں بخشی۔ ہم جہنم رسید ہو گئے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک دوسرے فرمان سے قرآن پاک کی اس آیت کی توثیق ہوتی ہے' تفسیر اور توضیح ہوتی ہے کہ آپ نے ارشاد کیا ہے

بين العبد و بين الكفر الصلاة

ایمان اور کفر کی سب سے بڑی علامت نماز ہے۔ اگر بندہ نماز پڑھتا ہے تو مسلمان ہے اور اگر نماز نہیں پڑھتا تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور اس سے بھی واضح الفاظ میں فرمایا

من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر

جس نے جان بوجھ کر' قصداً نماز کی اہانت' استخفاف اور اسے معمولی جانتے ہوئے ایک نماز بھی ترک کر دی' وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان لے آئے' کلمہ پڑھ لیا' لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ اب نماز

روزے کی کوئی ضرورت نہیں۔

لا الہ الا اللہ پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ آدمی اس بات کا اقرار کرے کہ میں نماز' روزے کا پابند رہوں گا۔ اگر اس نے نماز روزے کی پابندی نہیں کرنی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کے دعوی میں جھوٹا ہے۔ لا الہ الا اللہ کا معنی ہی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے کہا' جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس کی پابندی کروں گا۔ اگر رب کے قرآن کی' نبی کے فرمان کی پابندی نہیں کرتا تو اس کا کلمہ بھی جھوٹا ہے۔ کلمے میں سچا نہیں ہے۔ اقرار تو یہ کر رہا ہے کہ جو اللہ' رسول کہیں گے میں مانوں گا اور وقت پہ رب کی بات مانتا ہے نہ رسول کی بات مانتا ہے۔ اس لئے یاد رکھو محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں اس بات کا تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی بندہ مسلمان ہو کے نماز کا تارک بھی ہو سکتا ہے۔ اس بات کا لوگ تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ مسلمان نماز کا تارک تو بڑی بات ہے' با جماعت نماز سے بھی پیچھے نہیں رہتا۔

حدیث پاک میں آیا ہے۔ میں نے شاید پچھلے خطبہ جمعہ میں یہ حدیث بیان کی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میرا جی چاہتا ہے کہ عشاء کی نماز کی جماعت کے لئے میں کسی اور کو اپنی جگہ کھڑا کروں اور خود مدینہ کی گلیوں میں چکر لگاؤں اور دیکھوں کہ جو شخص مسجد میں آ کر جماعت کے اندر شامل نہیں ہوا اس کے گھر کو آگ لگا دوں کیونکہ وہ گھر مسلمانوں کا گھر نہیں''۔ اتنی تشدید فرمائی اور حدیث کے اندر آیا ہے' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں ہم نے منافقوں کی پہچان کے لئے ایک موٹا اصول وضع کیا ہوا تھا اور وہ کیا تھا؟

جو شخص عشاء کی نماز میں اور فجر کی جماعت میں بروقت حاضر نہ ہوتا ہم سمجھ لیتے کہ یہ مسلمان نہیں' منافق ہے۔ صرف پیچھے رہنے سے لوگوں کو ایسے شخص کے بارے میں نفاق کا شبہ ہو جاتا تھا اور جو نماز میں حاضر ہی نہیں ہوتا' جس نے کبھی نماز ادا ہی نہیں کی اس کے بارے میں شریعت اسلامیہ کیا کہتی ہے؟

محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگو یاد رکھو! قیامت کے دن بارگاہ ربانی میں سب سے پہلا جو سوال ہو گا وہ نماز کے بارے میں ہو گا۔ نماز پڑھتا رہا ہے کہ نہیں؟ اگر کسی نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟

آج مسلمانو! رمضان المبارک کے مہینے کے اندر اللہ نے ہم کو یہ توفیق بخشی کہ ہم اللہ کی

رضا کے لئے روزے رکھیں۔ اپنے ایمانوں کو درست کرو اور سمجھو کہ روزہ چوتھے نمبر کا فریضہ ہے۔ اگر ہم چوتھے نمبر کی بات پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے نمبر کی بات کو ہم نے کیسے چھوڑ دیا؟

اول اللہ کی توحید ' نبی کی رسالت کا اقرار ہے اور دوسرے نمبر پر نماز ہے اور پھر دلچسپ بات یہ ہے روزہ کسی نہ کسی حالت میں بندے کو معاف ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایسا آدمی جو انتہائی بوڑھا ہو اب اس کی جوانی کے پلٹنے کا تو کوئی امکان موجود نہیں۔ ایسے آدمی کو اللہ رب العزت نے اجازت بخشی ہے کہ وہ اپنے کفارے کے طور پر' اپنے فدیہ کے طور پر خود روزہ نہ رکھے' کسی کو اپنی جگہ روزہ رکھوا دے۔ اسی طرح ایسا بیمار آدمی جس کی شفا یابی کی کوئی توقع نہ ہو۔ دل کا بیمار ہے یا شوگر اتنی زیادہ ہے کہ اب اس کی تندرستی کی کوئی امید اور توقع موجود نہیں ہے' اللہ رب العزت نے اس کو اجازت دی ہے

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (البقرہ:۱۸۴)

یہ کسی کو کفارے کے طور پر روزہ رکھوا دے۔ اللہ نے اس کو روزہ معاف کر دیا۔ اس کو روزے کا ثواب مل جائے گا۔ یہ تیسرے' چوتھے نمبر کا فریضہ ہے جو کئی لوگوں کو معاف ہے۔ نماز ایسا فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو معاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز اتنا اہم فریضہ ہے کہ اگر کوئی کھڑے ہو کے نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کے پڑھے۔ اگر کسی میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں ہے اس کو بھی نماز معاف نہیں ہے۔ بیٹھ کے پڑھ لے۔ اللہ کے رسول ایک آدمی بیٹھ کے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا؟

آپ نے فرمایا لیٹ کے پڑھ لے۔ یہ نہیں کہا جو بیٹھ کے نماز نہیں پڑھ سکتا اس کو نماز معاف ہے۔ کہا بیٹھ کے نہیں پڑھ سکتا لیٹ کے پڑھ لے۔ اللہ کے رسول لیٹ کے بھی ادا نہیں کر سکتا؟

فرمایا اشارے سے نماز پڑھ لے۔ جس کے ہوش و حواس قائم ہیں' اللہ نے اس کو نماز معاف نہیں کی ہے۔ اشارے کے ساتھ پڑھ لے۔ اتنی سخت بیماری کے عالم میں بھی نماز کو معاف قرار نہیں دیا۔ حالانکہ دوسری طرف چلتے پھرتے آدمی کو جو بیمار ہے اور اس کی شفایابی کی کوئی توقع نہیں۔ خیال ہے روزہ رکھے گا' ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔ چلتا پھرتا ہے' اس کو روزہ معاف کر دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی اشارے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کو بھی نماز

معاف نہیں ہے۔ اس شخص کو نماز معاف ہے جس کے ہوش و حواس قائم نہیں۔ اس کا موجود اور عدم موجود برابر ہے۔ اس قدر نماز کے بارے میں تاکید ہے۔ اور قرآن کی طرف آؤ۔ اللہ رب العزت نے نماز کو عین حالت جنگ میں بھی معاف نہیں کیا۔ گولیاں برس رہی ہیں' تلواریں چل رہی ہیں' تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔

اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (النساء:۱۰۲)

اے میرے نبی ﷺ آپ موجود ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں' دشمن خون کا پیاسا۔ ایسے حال میں بھی نماز معاف نہیں۔ اٹھو باجماعت نماز ادا کرواؤ۔

اللہ! دشمن سامنے موجود' خطرے کی حالت' گولیاں برس رہی ہیں۔ فرمایا آدھی فوج دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے' آدھی فوج اللہ کی بارگاہ میں کھڑی ہو جائے۔ ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں اور ہم دکان پہ بیٹھے ہوئے' کاروبار میں مصروف' کھاتے پیتے' چلتے پھرتے' دوڑتے بھاگتے' ہاتھوں کے اندر قوت' پیروں کے اندر توانائی' جسم کے اندر طاقت ہر چیز موجود ہے لیکن نماز ادا کرنے کی ہمت موجود نہیں ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:۴'۵)

ایسے نمازیوں کے لئے بھی جہنم جو سستی کے مارے ہوئے۔ کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی۔ حاجی صاحب بڑے نیک آدمی ہیں۔ کیا علامت ہے ان کی نیکی کی؟ یہ صبح اور عشاء کی نماز ضرور پڑھتے ہیں۔ یہ نیکی کی علامت ہے؟

یہ بدبخت خدا کا مذاق اڑاتا' رسول اللہ ﷺ کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ نے پانچ نمازیں اتاریں' رسول نے پانچ نمازوں کو فرض قرار دیا۔ یہ اپنے آپ کو خدا اور رسول بنا بیٹھا کہ خدا کی پانچ نمازیں نہیں رسول کی پانچ نمازیں نہیں' اس نے اپنی طرف سے دو بنا لی ہیں۔ ایسا شخص قیامت کے دن دوہرے عذاب کا مستحق ہو گا۔ ایک اللہ کی نافرمانی اور دوسرا شریعت کا مذاق۔ اس نے دوہرا جرم کیا۔

اور مسئلہ آج یاد رکھنا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق بیوی کو نماز پڑھانا خاوند کی ذمہ داری ہے اور بے شرمی کی انتہا ہے' بے حمیتی کی انتہا ہے۔ آج کے زمانے میں بیویاں خاوندوں کو نماز پڑھاتی

ہیں۔ بیوی پنج وقتہ نمازی اور خاوند بد بخت نے کبھی نماز کا چہرہ ہی نہیں دیکھا' بڑی بہادری کی کہ جمعہ کے دن مسجد میں آ گیا اور ایسے بھی بدنصیب موجود ہیں جن کو جمعے کے دن بھی مسجد آنے کی توفیق نہیں ہوتی صرف عید کے عید آتے ہیں۔ ایسے بدنصیب بھی موجود ہیں۔

لوگو! امام کائنات کی بات سنو۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیوی کو نماز پڑھانا بھی خاوند کی ذمہ داری ہے اور نابالغ بیٹے کو نماز پڑھانا بھی باپ کی ذمہ داری ہے۔ قیامت کے دن ایسے شوہر اور ایسے باپ مجرموں کی صف میں اٹھائے جائیں گے جو خود تو نماز پڑھتے ہیں لیکن گھر والوں کو کبھی نماز کا حکم نہیں دیتے۔ اب سوچو۔ اگر جن کے گھر والے نماز نہیں پڑھتے وہ مجرموں کی صف میں اٹھیں گے تو جو خود نہیں پڑھتا وہ کس طرح مومنوں کی صف میں اٹھے گا؟

محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی اس کے اعمال کا وزن ہو چکا ہوگا۔ اللہ کہے گا جاؤ اسے جنت میں لے جاؤ' اس کے اعمال بھاری ہیں۔ جنت میں جانے لگے گا۔ ایک عورت چیختی ہوئی آئے گی۔ اللہ ان حاجی صاحب کو ذرا روکو۔ یہ نمازی صاحب جنت میں مجھ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اللہ کے حکم سے روکا جائے گا۔ رک جاؤ۔ کہے گی اللہ یہ بد بخت میرا شوہر ہے۔ خود نماز پڑھتا تھا۔ ہنڈیا میں نمک زیادہ ہو جائے' لاٹھی اٹھا لیتا تھا۔ روٹی پکانے میں دیر ہو جائے' گھر کو آسمان پہ اٹھا لیتا تھا لیکن اللہ اس نے کبھی مجھ کو نماز کی تلقین نہیں کی۔ اللہ میں جہنم میں جا رہی ہوں' یہ جنت میں کیسے جا رہا ہے؟

یہ چاہتا تو میں کبھی نماز کی تارک نہ ہو سکتی تھی۔ اللہ کہے گا جاؤ اس بد بخت کو بھی جہنم میں لے جاؤ۔ کیوں؟

خود نماز پڑھ کے اس نے بیوی کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ یہ بھی جہنم میں جائے گا۔ ایک اور جا رہا ہوگا بیٹی چیختی چلاتی آئے گی۔ اللہ یہ میرا باپ تھا۔ خود تو مسجد میں جا کے نماز پڑھتا تھا مجھ کو ٹی وی کے سامنے بٹھاتا تھا۔ کبھی نماز کا حکم نہیں دیا۔ اللہ کہے گا اس کو بھی جہنم میں لے جاؤ۔ چھوٹی بہن آئے گی۔ اس کے مطالبے پر اس کو بھی جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ ماں آئے گی۔ اللہ یہ جوان بیٹا تھا اس نے کبھی مجھے دین کا درس نہیں دیا۔ اس نے کبھی مجھ سے نماز کی درخواست نہیں کی۔ اللہ کہے گا اس کو بھی جہنم میں لے جاؤ۔

او لوگو! ایک نمازی انسان اپنے چار بے نماز رشتہ داروں کی وجہ سے اگر جہنم میں چلا جائے گا تو جو خود بے نماز ہے' وہ جنت میں کیسے جا سکتا ہے؟ کبھی سوچو' سمجھو اور ساری بیماری کا سبب کیا ہے؟

ساری بیماری کا سبب دنیا ہے۔ یہ دنیا جس کی آخرت کے مقابلے میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں ویسی ہی ہے جس طرح ایک قطرہ پانی کی حیثیت سمندروں کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ کتنا بدنصیب اور بے وقوف ہے وہ آدمی جو ایک قطرہ پانی کے لئے سمندر کو ٹھکرا دے۔ کتنا احمق ہے وہ آدمی جو لاکھوں سالہ زندگی کو ساٹھ سالہ زندگی کی وجہ سے تباہ کر دے۔ یہ آدمی جو نماز نہیں پڑھتا کیوں نہیں پڑھتا؟

یہ جسم جس کو حرام کھلا کے پالا ہوا ہے' یہ جسم جس کو آرام کا عادی بنایا ہوا ہے' یہ جسم جس کو ائیر کنڈیشنر کے حوالے کیا ہوا ہے' یہ جسم جس کو پنکھوں کا عادی بنایا ہوا ہے اس جسم کو نماز پڑھتے ہوئے ذرا تکلیف دینی پڑتی ہے۔ تھوڑی سی دشواری ہوتی ہے۔ نماز پڑھتا ہوا کوئی مر تو نہیں جاتا؟ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ مر جاتے ہیں؟ کیا ہوتا ہے؟

تھوڑا سا وقت اللہ کے لئے نکالنا' گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں اور سردیوں کی ٹھٹھرتی فجر میں اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا۔ بات تو اتنی ہے۔ کیا دشواری ہے؟

خدا کی قسم ہے جن لوگوں کو اللہ نماز کی عادت ڈال دیتا ہے جب وہ نماز نہیں پڑھتے تو ان کو بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ ان کو رات کو نیند نہیں آتی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں سفر میں تھا۔ سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے بھول گیا کہ نماز پڑھی ہے کہ نہیں پڑھی۔ لیٹا اور سو گیا۔ رات کے گیارہ بجے اس طرح معلوم ہوا جس طرح کوئی چیز چھینی گئی ہے۔ بار بار کروٹیں بدلتا تھا۔ اٹھتا تھا سوچتا تھا کیا ہو گیا ہے۔ خدانخواستہ گھر میں کوئی نقصان نہ ہو گیا ہو۔ بارہ بجے تک کروٹیں بدلتا رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد خیال آیا۔ اوہو نماز رہ گئی ہے۔

کیا دقت ہے؟

چار رکعتیں صبح کی' آٹھ رکعتیں ظہر کی اور اگر بڑی تکلیف ہے تو چار ہی پڑھ لے کہ فرض تو رب معاف نہیں کرتا۔ چار رکعتیں عصر کی' پانچ رکعتیں مغرب کی اور کم سے کم سات رکعتیں

عشاء کی۔ چار فرض دو سنتیں اور ایک وتر۔ کیا تکلیف ہو جاتی ہے؟ قیامت کیا بیت جاتی ہے؟

اگر سارے مجموعی وقت کو شمار کیا جائے تو ایک گھنٹہ نہیں بنتا۔ قیامت کیا آ جاتی ہے؟

اس جسم کو جس کو اتنا عزیز رکھتا ہے' یہ نہیں جانتا کہ اس جسم کو آخر میں کیڑوں نے کھانا ہے۔ جن کے لئے کماتا ہے' ان کے لئے روز دوکان پہ جاتا ہے اور اپنے آپ کو رزاق سمجھتا ہے۔ یہ خیال کرتا ہے میں دکان سے اٹھ جاؤں گا میرا رزق کم ہو جائے گا۔ گویا اس نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ یہ خود رزق دینے والا ہے۔ کس کے لئے محنت کرتا ہے؟ اپنی اولاد کے لئے بچوں کے لئے۔ جن کے لئے دکان سے اٹھنا گوارہ نہیں کرتا' یہی بچے مرنے کے بعد ایک دن بھی اس کے جسم کو اپنے گھر رکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ کبھی رکھا ہے کسی نے؟

جس اولاد کے لئے مرتا اور اپنے جسم کو خدا کی بارگاہ میں نہیں جھکاتا' اس اولاد کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس کے جسم کو اپنے گھر میں ایک دن کے لئے بھی رکھنا گوارہ نہیں کرتی اور یہی اولاد کندھوں پر اٹھا کے جاتی ہے اور گڑھے میں ڈال کے مٹی کے نیچے دبا کے' اکیلا چھوڑ کے واپس چلی آتی ہے۔ کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی مرا ہو اور اس کے بیٹوں نے کہا ہو ہم بھی ساتھ ہی جاتے ہیں؟

اکیلا چھوڑ کے پھینک کے آتے ہیں۔

او جس دنیا کے کمانے کے لئے نماز کے اوقات میں اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے کے لئے نہیں اٹھتا' اس دنیا کا حال یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد جاتا ہے تو دنیا سے صرف چار گز کے کفن کا ٹکڑا لے کے جاتا ہے۔ کبھی کسی کے ساتھ دنیا گئی ہے؟

کبھی کوئی بڑا امیر آدمی مر گیا ہو لوگوں نے کہا ہو اس کی کوٹھی بھی اس کی قبر کے اندر رکھ دو' اس کی کار بھی رکھ دو' اس کی قبر کے اندر کنڈیشنر لگا دو۔ او بیوقوفو! اوپر بلب لگا دیئے یا ٹیوبیں لگا دیں' اندر والے کو کیا فائدہ پہنچا ہے؟

اندر والے کو تو تبھی فائدہ پہنچا جب عرش والے نے اس کے اندر جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی۔ اس کے اندر کو جنت کا ٹکڑا بنا دیا۔ اندر والے کو تو تبھی فائدہ پہنچے گا اور یہ فائدہ کس کو پہنچے گا؟

حدیث پاک میں آیا ہے جس نے اپنے آپ کو نماز کی عادت ڈالی اس کو...... کہ جب

لوگ اسے دفنا کے چلے گئے ...... عرش والے کے حکم سے اٹھایا گیا۔ سوال و جواب کے لئے منکر نکیر آئے۔ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا جب اٹھایا جائے گا عصر کی نماز کا وقت ہوگا۔ چاہے کوئی رات کے وقت دفن ہو' چاہے صبح ہو۔ قبر کے اندر دفنائے جانے کے فوراً بعد اس طرح کا وقت ہوگا جس طرح عصر کا وقت ہوتا ہے۔ اٹھا کے بٹھایا جائے گا۔ اٹھو! اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کے لئے حاضر ہو۔ جس کو نماز کی عادت پڑی ہوئی ہوگی عصر کا وقت دیکھے گا۔ کہے گا رک جاؤ۔ تمہارے سوالات کا جواب بعد میں دیتا ہوں۔ پہلے مجھے نماز عصر ادا کر لینے دو۔ میری نماز نہ ضائع ہو جائے۔ نبی کے' ناطق وحی کے الفاظ ہیں' اللہ کے فرشتے اس کی یہی بات سن کر اس کو اس طرح لٹا کے چلے جائیں گے' جس طرح نئی نویلی دلہن کو پیار سے رشتہ دار لٹا کے چلے جاتے ہیں۔ کہیں گے تجھ سے سوال جواب کی ضرورت ہی نہیں۔

یہ کون کہے گا کہ نماز پڑھنی ہے جس کو دنیا میں نماز کی عادت ہے۔

اور محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو نماز کی عادت نہیں اللہ کہے گا اس کو حشر کے دن تک منتظر نہ ٹھہراؤ۔ اس کی قبر ہی کو جہنم کا ایک حصہ بنا دو۔ جب تک قیامت نہیں آ جاتی تب تک جہنم میں جلتا رہے۔ لوگو! اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ ایسا شخص جو نماز ادا نہیں کرتا اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں۔ بعض علماء نے یہاں تک کہا ہے ایسے شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا شخص مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا حق نہیں رکھتا۔

آج اللہ کی بارگاہ میں' اس مقدس دن میں' اس مقدس مہینے میں' اس مقدس مہینے کے مقدس عشرے میں' وہ دن جو جمعے کا دن ہے۔ جس دن کے بارے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ نے ہفتے کے سارے دنوں میں سے جمعے کے دن کو بابرکت بنایا ہے اور فرمایا کہ جمعے کے دن کے اندر اس وقت کو جبکہ خطیب خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے' اللہ نے سب سے مبارک وقت بنایا ہے۔ اس مبارک مہینے میں جس سارے مہینے کو اللہ نے برکت کا مہینہ اور جنت کا مہینہ قرار دیا ہے۔ اس مبارک دھاکے میں کہ رمضان کا دوسرا دھاکہ شروع ہو چکا ہے۔ جس دھاکے کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بخشش کا دھاکہ قرار دیا ہے۔ پہلا دھاکہ رحمت کا' دوسرا دھاکہ بخشش کا اور بخشش کا دھاکہ شروع ہو چکا ہے۔ اس مقدس مہینے میں اس مقدس دھاکے میں اس مقدس دن میں اور اس مبارک گھڑی میں کائنات

کے سب سے اعلیٰ مقام پہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کائنات کے اندر سب سے بہترین قطعہ زمین اگر کوئی ہے تو مسجد کا ہے' فرمایا کہ اللہ کی رحمتیں مسجد کے اندر اترتی' فرشتے صفیں باندھ کے مسجد کے اندر بیٹھتے ہیں۔ فرشتے بیٹھے ہوئے' اللہ کی رحمتیں نازل ہو رہی ہیں۔ لوگو! اپنے دلوں کو ٹٹولو' اللہ کی بارگاہ میں عہد کرو' اللہ جتنی زندگی غفلت کی بیت گئی ہے' بیت گئی۔ اب ساری زندگی جب تک زندہ رہیں گے نماز ادا کرتے رہیں گے۔ اللہ سے وعدہ کرو۔ اللہ کی بارگاہ میں عہد کرو کہ جب تک زندہ رہیں گے اللہ نماز ادا کرتے رہیں گے۔ دعا مانگو اور یہ دعا ابراہیم خلیل اللہ نے مانگی تھی۔ دعا مانگو

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ (الابراہیم:۴۰)

اللہ مجھے نماز پر پختگی سے قائم رہنے والا بنا۔ اللہ میری اولادوں کو اللہ نمازی بنا۔ میرے گھر والوں کو نمازی بنا۔ پہلے عہد کرو پھر دعا مانگو۔ یاد رکھو خدا کی قسم ہے جس شخص نے اپنی اولاد کو نماز کی تلقین نہیں کی' اپنے بچوں کو نمازی نہیں بنایا جس دن اس کی آنکھیں بند ہوں گی' بچوں کا رشتہ ٹوٹ جائے گا اور جس نے بچوں کو نمازی بنایا یہ مر جائے گا' بچے کا رشتہ برقرار رہے گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ مر جاتا ہے ساری نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ فرمایا

ولد صالح يدعوله

بیٹے سے' اولاد سے رشتہ قائم رہتا ہے۔ نیک اولاد جو ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھاتی اور اپنے والدین کی مغفرت کی دعا مانگتی ہے۔ اپنی اولاد کو بھی' اگر اپنے سے ان کا رشتہ' تعلق قائم رکھنا چاہتے ہو' نمازی بناؤ اور یہ زندگی ساٹھ سال کی' پینسٹھ سال کی زندگی اس زندگی کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے جس زندگی کا پہلا دن ہی پچاس ہزار سال لمبا ہوگا۔ قیامت کا دن' حشر کے میدان کا دن کتنا لمبا ہوگا؟

خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج:۴)

پچاس ہزار سال۔ اب کتنا احمق ہے وہ آدمی جو ساٹھ سالہ زندگی کو بنانے کے لئے ان لاکھوں سالوں کی زندگی کو خراب کرتا ہے۔ بہترین انسان وہ ہے جس کو اللہ نے اس زندگی میں موقعہ عطا کیا۔ خود نمازی بنا' اپنی اولادوں کو نمازی بنایا اور قانونی مسلمان نہیں ٹھہرا بلکہ حقیقی مسلمان بنا۔ اللہ کی نجات کا مستحق ہو گیا۔ اولاد کے بارے میں حدیث یاد رکھو۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب بچہ سات برس کا ہو جائے اسے نماز سکھاؤ۔ جب بچہ دس سال کا ہو جائے مار کے نماز پڑھاؤ۔ اگر پھر بھی نماز نہ پڑھے تو مارو۔ کیونکہ دس سال کے بعد اگر بچے نے نماز ترک کی تو اس کی ذمہ داری اس کے والد پر ہے۔ جب بڑا ہو گیا پھر وہ جانے اور اس کا رب جانے اور میرا یقین ہے جو لوگ بچپنے میں اپنے بیٹوں کو نمازی بنا دیتے ہیں اللہ رب العزت ان کو ساری عمر نمازی بنائے رکھتا ہے۔ وہ کبھی نماز نہیں چھوڑ سکتے۔ لیکن جو لوگ بچوں کی بچپن میں تربیت نہیں کرتے' عموماً ان کی اولاد کبھی نیک نہیں ہو سکتی۔

لوگو! بچوں کو نمازی بنانے کے لئے رمضان کے یہ دن بہترین دن ہیں۔ اللہ ہمیں صحیح معنوں میں مومن اور مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہم کو بھی نمازی بنائے' اللہ ہمارے گھر والوں کو بھی نمازی بنائے' اللہ ہماری اولادوں کو بھی نمازی بنائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

❋ ❋ ❋

معاشرے کی تباہی کے اسباب

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌO (البقرہ:۲۰۸)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک، خالق کائنات، مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ، مبارکہ، مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہ نمائی کا بندوبست فرمایا۔

محمد رسول اللہ ﷺ اس کائنات میں امام رحمت اور امام ہدایت بنا کر بھیجے گئے اور آپ نے امت مسلمہ کو راہ حق پر گامزن کیا اور غیر مسلم اقوام اور امتوں کو اسلام کی راہ دکھلائی، انہیں توحید سے آشنا کیا اور انہیں قرآن پاک کے احکامات اور اپنی تعلیمات سے بہرہ ور فرمایا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو رب کائنات نے ایک مکمل ضابطہ حیات دے کر اس دنیا میں مبعوث کیا اور آپ نے زندگی کے تمام پہلوؤں پر انسانوں کی راہ نمائی کے لئے، قیامت تک کی ہدایت کے لئے واضح اصول اور ضوابط مقرر کئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے وہ ضوابط، وہ قواعد اور وہ اصول جو اس دنیا میں انسانوں کی فلاح اور بہبود کے لئے لوگوں کے سامنے رکھے اور بیان کئے، ان میں سے ایک اہم ترین قاعدہ یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار کا تعلق رکھیں اور

ایک دوسرے کے رنج و آلام کو تقسیم کریں' انہیں بانٹیں اور ایک دوسرے کی مدد و معاونت کے لئے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ ساتھ ہی ساتھ رحمت کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو راہ نمائی کے لئے جو اصول عطا کئے ان میں یہ بھی تھا کہ اگر کسی سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جو اخلاق کے معیار سے گری ہوئی ہو یا اللہ کے احکامات سے ہٹی ہوئی ہو یا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہو یا ایسی چیز ہو جس سے انسان کے شرف اور اس کی عزت پر داغ اور دھبہ آتا ہو تو ایسے آدمی کو تنہائیوں میں خلوتوں' میں اپنے رب سے معافی مانگنی چاہیے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کو اس کی کسی ایسی حرکت کا علم ہو جائے تو وہ بجائے اس بات کے کہ اسے شہرت دے' لوگوں کے سامنے اس کی تشہیر کرے اور مسلمان معاشرے میں اس بات کو پھیلا کر مسلمان معاشرے کی اخلاقی تباہی کا سبب اور باعث بنے' اس کو اس بات کو حتی المقدور چھپانا چاہیے' اس پر پردہ ڈالنا چاہیے۔

امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو اپنے بھائی کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے قیامت کے دن اللہ اس کے عیبوں کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جس طرح کہ اس نے اپنے بھائی کے گناہ پہ پردہ ڈالا' خداوند عالم قیامت کے دن جب ساری کائنات کے لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں گے' اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے اپنی رحمتوں سے اسے ڈھانپ کر جنت الفردوس عطا فرما دے گا۔ اتنی بڑی بات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ پردہ پوشی اس قدر اسلامی تعلیمات میں اہمیت رکھتی ہے کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ السلام نے پردہ پوشی کی صفت کو خدا کی صفت قرار دیا۔ فرمایا میرا رب بھی گناہگاروں کے گناہوں پہ پردہ ڈالتا ہے۔

اسی طرح مومنوں کو بھی اپنے بھائیوں کے گناہوں پہ پردہ ڈالنا چاہیے' ان کی ستر پوشی کرنی چاہیے۔ ان کے گناہوں کو عام لوگوں کے سامنے پھیلانا' انہیں نشر کرنا اور انہیں لوگوں کے سامنے رکھنا' یہ کسی صورت بھی مناسب نہیں ہے۔ ایک اس لحاظ سے کہ اس آدمی کی رسوائی ہوگی اور وہ آدمی جس کے بارے میں یہ توقع کی جا سکتی ہے اور امید رکھی جا سکتی ہے کہ یہ کسی نہ کسی وقت اپنے گناہ پر نادم ہو کر' اپنے رب سے معافی مانگ کر' اپنے اللہ کی بارگاہ میں تائب ہو کر' اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے گا اور آئندہ کے لئے پاکیزہ زندگی کو اختیار کرے گا۔

رسوائی اور بدنامی سے اس کو توبہ کی توفیق جو میسر آ گئی ہوتی ہے' وہ ختم ہو جاتی ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ اب میں بدنام تو ہو ہی گیا ہوں' اب اس کے سوا میرے بارے میں اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ چلو جو کرنا ہے اب کرتے رہو۔

اس لئے کہ گناہوں سے انسان کو جو چیز بہت زیادہ باز رکھتی ہے' وہ اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ لوگوں کو میرے اس گناہ کا علم نہ ہو جائے' لوگوں کی نگاہوں سے میں مخفی رہ جاؤں' لوگوں کی نظروں سے میرا یہ عیب چھپا رہے اور اگر اس کو یہ پتہ چل جائے کہ اب عیب کا تو سب کو پتہ چل ہی گیا ہے' گناہ کا سارے لوگوں کو علم ہو ہی گیا ہے تو پھر وہ گناہ کرتے ہوئے اس قدر ہچکچاہٹ اور تذبذب اپنے اندر نہیں پاتا جس قدر کہ تذبذب اور ہچکچاہٹ اسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ وہ یہ جانتا ہے کہ میری گناہ گاری کا علم کسی دوسرے کو نہیں۔

دوسرا اس سلسلے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو بہت زیادہ تلقین کی اور قرآن حکیم میں بھی اس کا بہت زیادہ حکم دیا گیا ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ گناہ کی تشہیر سے لوگوں کے دلوں کے اندر سے گناہ کے خلاف نفرت ختم ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ اگر ہر روز کسی پاکباز انسان کے سامنے کسی شخص کے برے فعل کا تذکرہ کیا جائے تو ابتداء میں اسے اس کے ذکر سے بڑی نفرت اور قباحت محسوس ہوگی۔ لیکن آہستہ آہستہ جب تکرار کے ساتھ اس عیب کا ذکر اس کے سامنے ہوگا تو اس کے دل سے اس گناہ اور عیب کے خلاف جو حقارت اور نفرت موجود ہوگی اس میں کمی آتی جائے گی اور پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ وہ خود اپنی زبان سے اس گناہ کا ذکر کرتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ پہلے اسے لوگوں سے سنتے ہوئے بھی حیا آتی تھی' اب اسے خود تذکرہ کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ اس طرح یہ گناہ' یہ برائی اور یہ عیب زبانی طور پر لوگوں کو گوارہ ہوتا جائے گا اور پھر اللہ معاف کرے ایسا وقت بھی آ جائے گا کہ تذکرہ کرتے ہوئے جو عیب محسوس نہیں کرتا' وہ اس کا ارتکاب کرتے ہوئے بھی کوئی حیا محسوس نہ کرے گا۔ اس طرح گناہ معاشرے میں سرطان کی طرح پھیل جاتا ہے۔

قرآن مجید میں رب ذوالجلال نے جہاں گناہ کی مذمت کی ہے' وہاں گناہوں کا ذکر کرنے والوں کی بھی بڑی مذمت کی۔ فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ (النور:۱۹)

وہ لوگ جو منکرات اور فواحش کا لوگوں کے درمیان ذکر کرتے رہتے ہیں' لوگوں کے درمیان گناہوں کے تذکرے کرتے رہتے ہیں' لوگوں میں برائی کو پھیلاتے رہتے ہیں' اللہ کا عذاب ان پر بھی اسی طرح آئے گا جس طرح کہ برائی کا ارتکاب کرنے والوں پہ آتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے لوگوں کے اندر برائی کو گوارہ بنا دیا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کسی برائی کے اندر مشغول دیکھے اور محسوس کرے کہ میرے سوا اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اگر تو اتنے لوگ ہوں کہ گواہی دے کر اس آدمی کو سزا دلوا سکیں اور وہ لوگوں کے لئے عبرت کا مرقع بن سکے یا تو ایسی صورت ہو پھر تو انہیں شرعی عدالت کے اندر جا کر اسلامی قضا کے پاس حاضر ہو کر ایسے شخص کے خلاف گواہی دے کر اس کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہئے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو پھر گناہوں کا تذکرہ کر کے' اس کی عیب گوئی کر کے لوگوں کو اس بات کی طرف ترغیب نہ دینی چاہئے کہ اگر اتنے بڑے آدمی نے گناہ کیا اور بچ گیا ہے تو اب تمہیں گناہ کرتے ہوئے کیا رکاوٹ ہے؟

آج ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات کی سچائی کو اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس سے گریز کے نتیجے میں ہمارے اندر' ہمارے معاشرے کے اندر جو تباہی اور بربادی پیدا ہو گئی ہے اس کے اثرات کو بھی دیکھتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ امت مسلمہ نے اپنے نبی کی تعلیمات کو چھوڑ کر کس طرح اپنے معاشرے کو ایسا معاشرہ بنا دیا ہے جس کو مسلمان اور اسلامی معاشرہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج اچھے بھلے شریف لوگوں کے نزدیک چھوٹے گناہ تو چھوٹے ہوتے ہیں' بڑے گناہوں سے نفرت نہیں رہی۔ کبھی ایسا زمانہ تھا کہ اگر پورے محلے میں ایک شخص کسی ایسی حرکت کا ارتکاب کرتا تھا جسے اخلاقیات کے منافی سمجھا جاتا تھا تو ایسا شخص مدتوں تک محلے میں دن دیہاڑے نکلنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ رات کی تاریکی میں آتا تھا اور صبح کی روشنی کے اجالے کے پھیلنے سے پہلے اندھیرے میں نکل جاتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے؟

آج یہ حالت ہے کہ نہ صرف یہ کہ برائی ہم کو گوارہ ہو چکی ہے بلکہ ہم برائی کا اظہار

کرتے ہوئے اور اپنی طرف برائی کو منسوب کرتے ہوئے کوئی حیا محسوس نہیں کرتے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے لوگ آج ہر روز اخبارات کے اندر وہ کہانیاں پڑھتے' وہ قصے پڑھتے' وہ خبریں پڑھتے ہیں' مسلمان مرد بھی' مسلمان عورتیں بھی' ہم بھی' ہماری بیٹیاں بھی' ہماری جوان بہنیں بھی' ہماری مائیں بھی' ہماری بہوئیں بھی ایسی خبریں پڑھتی اور ایسی خبریں انہیں پڑھنے کے لئے مہیا کی جاتی ہیں جن کا ذکر کبھی مردوں کے سامنے بھی نہیں کیا جاتا تھا اور اگر کوئی ایسی بات کا اظہار بھی کرنا چاہتا تو اس کی پیشانی پسینے سے ڈوب جاتی' پسینے سے تر بتر ہو جاتی اور وہ بات کو اشاروں اور کنایوں میں کرتا۔

اس وقت معاشرہ پاک معاشرہ تھا' معاشرہ طاہر معاشرہ تھا' معاشرہ پوتر معاشرہ تھا۔ لوگ برائی سے نفرت کرتے اور اپنے بچوں کو برائی سے بچاتے' انہیں منکرات سے محفوظ رکھتے تھے۔ آج چونکہ اس برائی کا تذکرہ عام ہو گیا ہے' اس لئے اس کا تذکرہ تو تذکرہ اس کا ارتکاب بھی آج کوئی قباحت کی بات نہیں رہی ہے۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ آج وہ لوگ گردن زنی ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کا اس دنیا میں تذکرہ کرتے ہیں اور وہ لوگ بڑے ترقی پسند ہیں' وہ لوگ بڑے مہذب ہیں جو سرور کائنات کی تعلیمات کے چہرے مسخ کرتے' بے حیائی کا ارتکاب کرتے' بے شرمی کو فروغ دیتے' اخلاقی قدروں کو پامال کرتے ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں' آپ کے صحابہ کے زمانے میں آپ کے خلفاء راشدین کے دور میں عورتیں جب بھی کسی غیر مرد سے گفتگو کرتی تھیں تو دیوار کی اوٹ سے 'پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرتی تھیں اور اس گفتگو کے اندر بھی اللہ کے نبی نے ان کو حکم دیا تھا' قرآن مجید نے ان کو حکم دیا تھا

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (الاحزاب:۳۲)

اے محمد (ﷺ) کی بیویو! اے مسلمانوں کی بیٹیو! اے مومنوں کی بیویو! اے مسلمان عورتو! پردے کے پیچھے سے بھی گفتگو کرتے ہوئے اپنی آواز میں لوچ پیدا نہ کرو۔ اپنی گفتگو میں نرمی اور مٹھاس کا لہجہ پیدا نہ کرو۔ کیوں؟

فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ

اس لئے کہ بیمار دلوں والے لوگ' کج فکر لوگ' کج ذہن لوگ' کج رو لوگ' تمہاری گفتار کی نرمی سے بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ کس نے کہا؟ رب العالمین نے اپنے قرآن مجید کے اندر کہا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو آگے بڑھایا۔ فرمایا کوئی عورت پردہ کر کے برقعہ پہن کر' چادر اوڑھ کر بھی بازار میں جاتے ہوئے خوشبو لگا کے نہیں جا سکتی۔

برقع پہنا ہوا ہے' چادر اوڑھی ہوئی ہے' پردہ کیا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود گھر سے باہر نکلتے ہوئے خوشبو کا استعمال نہیں کر سکتی۔ کیوں؟

اس لئے کہ آوارہ مزاج لوگ تمہارے کپڑوں سے اٹھنے والی خوشبو کے سہارے تمہارے جسم کے بارے میں گفتگو نہ کرنے لگیں۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا جو عورت گھر سے باہر نکلے' پازیب پہن کے نہ نکلے' چوڑیاں پہن کے نہ نکلے۔

پازیب ابھی پچھلے چند برسوں تک ہمارے پنجاب میں عام پہنی جاتی تھی۔ اب پھر نیا رواج شروع ہو گیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی تاریں جن کے ساتھ ہلکے گھنگھرو بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض دفعہ گھنگھرو بھی نہیں ہوتے' چاندی کی بنی ہوئی تاریں جس کو پنجابی میں سگلا بھی کہتے ہیں' عورتیں اپنے پیروں میں پہنا کرتی ہیں۔ اس لئے کہ اس عورت کے چلنے سے جب پاؤں اٹھتا ہے تو تاریں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ ان کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس آواز کے پیدا ہونے سے لوگوں کی نگاہیں جانے والی عورت کی طرف چاہے وہ پردہ کئے ہوئے ہو' اٹھتی ہیں۔ اسی لئے محمد رسول اللہ ﷺ نے پازیب پہن کر' سگلا پہن کر عورت کو گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا ہے کہ سگلا پہن کر گھر سے باہر نہیں نکلنا' پازیب پہن کے نہیں نکلنا۔ یہاں تک کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا جو عورت پازیب پہن کر یا خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلتی ہے جب تک گھر میں واپس نہیں آ جاتی اللہ اس کا شمار بدکاروں میں کرتا ہے۔

آج برائی کے راستوں کو بند کرنے کے لئے' فحاشی پر قدغن عائد کرنے کے لئے' لوگوں کے ذہنوں کی آوارگی کو ختم کرنے کے لئے' لوگوں کی نگاہوں پر قدغنیں عائد کرنے کے لئے' لوگوں کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے' منکرات کو اسلامی معاشرے سے نیست و نابود کرنے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ نے اور محمد کریم کے خدا نے اس قدر سختی کی کہ گھر سے باہر

کوئی ایسا لباس، کوئی ایسی چیز عورت کے استعمال کے لئے جائز نہیں جو انسانی جذبات کے اندر تخریب کاری کے اثرات پیدا کرے۔ اب کوئی یہ نہ سمجھے کہ مولوی بڑے تنگ ظرف ہیں۔ گھر کے اندر عورت جو جی چاہے کرے۔ اس گھر کے اندر جس گھر کے اندر کسی غیر محرم کی آمد و رفت نہ ہو۔

میں نے یہ مسئلہ پہلے بھی بتلایا تھا۔ عورتیں اپنے گھر کے اندر جس میں کسی غیر محرم کی آمد و رفت نہیں ہے، غیر محرم کی کوئی بے حجاب نگاہ نہیں پڑتی، عورت جس طرح جی چاہے رہ سکتی ہے۔ دوپٹہ لے نہ لے، قمیض جس طرح کی چاہے پہنے، شلوار جس قسم کی چاہے پہنے۔ لیکن گھر سے باہر جہاں غیر محرم کی نگاہ اس پہ پڑتی ہے، کسی ایسی چیز کا استعمال عورت کے لئے جائز نہیں جو انسانی فطرت اور انسانی جذبات کے اندر کسی قسم کی تخریب کاری کے اثرات پیدا کرے۔ حتی کہ خوشبو، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں سب سے زیادہ پسندیدہ شے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

حبب الی من د نیا کم شیئان

مجھے دنیا میں سب سے زیادہ جو چیزیں پسند ہیں ان میں سے ایک چیز خوشبو ہے اور نبی کائنات ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ اس قدر خوشبو کو پسند کرتے، اس قدر خوشبو لگایا کرتے کہ آپ کے پسینہ اطہر سے اور اس کے قطرات سے بھی کستوری کی اور نافع کی خوشبو آیا کرتی تھی اور حدیث پاک میں آیا ہے سرور گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام جس راستے سے گزر جاتے تھے وہ سارے کا سارا راستہ خوشبو سے معطر ہو جاتا تھا۔ حضور کو خوشبو اتنی پسند تھی۔ لیکن عورت کے لئے آپ نے کہا کہ جو عورت خوشبو استعمال کر کے اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے، گھر کے اندر جو جی چاہے کرے، جب تک وہ گھر میں پلٹ نہیں آتی فرشتے اس کا شمار بدکاروں میں کرتے ہیں۔ کیوں؟

اس لئے کہ یہ لوگوں کی نگاہوں کی آوارگی کا اور لوگوں کے جذبات کی انگیخت کا اور معاشرے کے اندر بے حیائی کے فروغ کا سبب بنتی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے خوشبو کو، پازیب کو، چوڑیوں کو کہ اس کے چھنکنے سے بھی آوارہ مزاج لوگوں کی نگاہیں عورتوں کی طرف مبذول ہوتی ہیں...... ان کے استعمال کو ممنوع قرار دیا اور ہمارے نام نہاد مسلمان۔

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

وہ یہ کہیں کہ عورتوں کو نیکریں پہنا کر باہر لانا چاہیے اور وہ عورتیں' مغرب زدہ عورتیں' جو بورڈ اٹھا کے...... شرم اس معاشرے سے اس طرح مٹ گئی ہے' حیا اس طرح اس معاشرے سے ختم ہوگئی ہے' بے حیائی' فحاشی اس طرح اس معاشرے میں پھیل گئی ہے کہ اپنے نام مسلمانوں کے رکھنے والی عورتیں' اگر کافروں کے نام ہوں انیتا ہو' لنڈا ہو' مارگریٹ ہو' سیتا ہو' کوئی اور کشور سنگھ ہو تو کوئی بات ہے۔ لیکن نام زینب رکھ کر' نام مریم رکھ کر' نام مسلمانوں کے رکھ کر' کتبے اٹھا کے باہر پھرتی ہیں کہ ''مولوی کی داڑھی میں تنکا''۔ یہ کتبے اٹھا کے باہر نکلتی ہیں اور اگر کوئی اس پہ ٹوکتا ہے تو بے غیرت میدان میں آ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم عورتوں کے حقوق کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتے اور اگر یہ بات کہی جائے کہ عورتوں کو جانگئے اور نیکریں پہنانے کی بات جو بے حیا کرتا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے معاشرے کو تباہ کرنے کی سازش کرتا ہے' کہتے ہیں عورتوں کے حقوق پہ ہم پابندی برداشت نہیں کریں گے' اور بے غیرتی کی انتہا ہے۔

تین دن پہلے' اس طرح کی بات کرنے والا ایک شخص میرے پاس آیا۔ مجھ کو آ کے کہنے لگا جی آپ اس طرح کی بات کیوں کرتے ہیں؟ یہ عورتوں کے حقوق کے منافی ہے۔

میں نے کہا عورتوں کا حق یہ ہے کہ ان کو اس طرح اپنے گھر میں رکھا جائے جس طرح بادشاہ اپنی ملکہ کو رکھتا ہے کہ کوئی نوکر اس پر نظر ڈالنے کی جرات نہیں کرتا۔ کیا یہ عورتوں کا حق ہے کہ عورت کو اس طرح آوارہ بنا دیا جائے جس طرح گمشدہ گائے بازاروں میں عام پھرتی ہے؟ کوئی ان کا مالک نہیں ہے' ان کی مہار کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ عورتوں کا حق ہے؟

کہنے لگا نہیں جی اسلام میں یہ سب جائز ہے۔

میں نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ کے اسلام میں تو عورت کا خوشبو لگا کے نکلنا بھی جائز نہیں ہے۔

کہنے لگا جی آپ کو کیا تکلیف ہے؟

میں نے کہا تم پھر اپنی ماں بہن کو نیکر پہنا کے باہر کیوں نہیں لاتے؟

اگر یہ کام بڑا ثواب کا ہے تو اس کا آغاز اپنی ماں' بہن' بیٹی سے کیوں نہیں کرتے؟

اب ذرا اس بے غیرت کا جواب سنو۔ کہنے لگا یہ جو نیکریں پہن کے پھرتی ہیں' ہم ان کو بھی اپنی ماں بہن ہی سمجھتے ہیں۔

ہمارے مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمتہ اللہ علیہ' گوجرانوالہ کے' انہوں نے ایک دفعہ تقریر کی۔ فرمانے لگے یہ ہیر رانجھے کا مصنف وارث شاہ اور اس قسم کے دوسرے لوگ' یہ دوسروں کی بہو بیٹیاں تھیں جن کے جسم کے ایک ایک حصے کا شاعری میں ذکر کیا ہے' اپنی بیٹی کا ذکر کرتا تو پھر ہم دیکھتے۔ بے غیرت کہتے یہ ہیں لیکن کسی بے غیرت کو ہمت نہیں ہوتی اپنی بہن کو بھی نکال کے دکھائے تو سہی کہ لوگ اس کو دیکھیں۔ ان پر کوئی تعجب نہیں' ان پر کوئی حیرت نہیں کہ ہمیں پتہ ہے معاشرے کے اندر ایک ایسا طبقہ موجود ہے کہ جس کی آنکھوں سے شرم و حیا کی پٹی اتر چکی ہے۔ جس کا دل مر چکا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی جب ایک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ اس کے دل پر ایک سیاہ داغ ڈال دیتا ہے۔ فرمایا دوسرے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' توبہ نہیں کرتا۔ اللہ دوسرا دھبہ ڈال دیتا ہے۔ تیسرے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' تیسرا داغ پڑ جاتا ہے' چوتھے کا کرتا ہے' چوتھا پڑ جاتا ہے۔ فرمایا پھر اتنے گناہ کرتا ہے کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نبی کائنات ﷺ نے کہا جس کا سارا دل سیاہ ہو جائے پھر وہ بے غیرت ایسا ہو جاتا ہے جس کو اسلام میں ''دیوث'' کہا جاتا ہے کہ پھر گناہ کرتے ہوئے اس کو کوئی حیا' شرم اور ندامت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ہم سمجھتے ہیں ہمارے معاشرے کے اندر ایک طبقہ اس قدر گناہوں میں لتھڑ چکا ہے کہ اس کے دل سیاہ ہو چکے ہیں' اس کے دل تاریک ہو چکے ہیں۔ اب ان کو اپنی بے حجابی اور بے حیائی کے بعد دوسرے کی بہو بیٹیوں کو بھی بے حیا بناتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ ان پر تعجب نہیں۔

میری بات کو آج توجہ سے سننا۔ جو بات اب میں کہنے لگا ہوں غور سے سننا۔

ان پر تعجب نہیں ہے' ان پر حیرت نہیں ہے۔ ان کے دل تو سیاہ ہو چکے ہیں۔ تعجب ان ملاؤں پہ ہے' ان مولویوں پر' ان نام نہاد علمائے دین پر جو اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کا وارث کہلاتے ہیں' نبی کے نام کی روٹی کھاتے ہیں' ان پر تعجب ہے۔ اسلام پر آرے چلائے جاتے ہیں' سرور کائنات کی رسالت کا مذاق اڑایا جاتا ہے' قرآن کا استخفاء کیا جاتا ہے'

قرآن کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے' ان کی غیرت کو کوئی جوش نہیں آتا۔ ان کی روٹی کے بارے میں کوئی چھوٹی سی بات کرے سارے مولوی اپنے جاموں سے باہر ہو جاتے ہیں۔ رسول کے بارے میں کوئی غیرت نہیں' قرآن کے بارے میں کوئی غیرت نہیں' شریعت کے بارے میں کوئی حمیت نہیں۔ ان کی روٹی کی بات کرو' لڑنے مرنے پر تیار۔

آپ کو بات سمجھ نہیں آئی۔ آپ کو میں سمجھاتا ہوں۔

لاہور کے اندر عورتوں کا جلوس نکلا۔ انہوں نے کتبے اٹھا کے قرآن کا مذاق اڑایا' رسول کا مذاق اڑایا۔ کہا مولوی کی عقل آدھی ہے۔ مولویوں کا بھی مذاق اڑایا۔ کیوں اڑایا؟ کہ مولوی خدا کا نام لیتا ہے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

خدا کا مذاق اڑایا' رسول کا کتبے اٹھائے۔ نماز آدھی' روزے پندرہ' حج آدھا' زکوٰۃ سوا فیصدی۔ مولوی کی داڑھی میں تنکا اور مولوی کی عقل آدھی' عورت کی گواہی پوری' عورت کی دیت پوری۔ قرآن کا مذاق' رسول کی تعلیمات کا مذاق اڑایا' ہم گناہگاروں کے سوا کوئی نہیں بولا' کسی نے بیان نہیں دیا۔ بڑے عشق رسول کا دعویٰ کرنے والے سب خاموش ہو گئے۔ جمعیت اہل حدیث کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ اس میں ایک مخصوص واقعے کو پیش نظر رکھ کر ایک قرارداد منظور کی گئی کہ اس حکومت کی سرپرستی میں جس قدر شرک و بدعت کو فروغ حاصل ہوا اس کی کوئی مثال سابقہ دور میں نہیں ملتی کہ جب بھی کوئی وزیر حلف اٹھاتا ہے' سیدھا خدا کے گھر میں نہیں جاتا' کسی قبر پہ جاتا ہے۔ وہاں پھول چڑھاتا ہے' نذر دیتا ہے' نیاز چڑھاتا ہے اور یہ تاثر دیتا ہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے' اس کی وجہ سے ملا ہے۔

اس میں کوئی تکلیف کی بات ہے؟

وہ مولوی جو خدا' رسول کے مذاق اڑانے پر نہیں بولے' قرآن کے مذاق پر نہیں بولے' نبی کی تعلیمات کے استخفاء پر نہیں بولے۔ اٹھارہ مولویوں نے اکٹھے بیان دیئے مل کر اور

نزلہ بر عضو ضعیف

میرا نام لے کے کہا کہ احسان الٰہی ظہیر نے قبروں کے خلاف بات کر کے معاشرے

میں فتنہ وفساد پیدا کر دیا ہے۔ حیرانگی کی بات ہے خدا کا مذاق اڑانے سے کسی کو تکلیف نہیں ہوئی' رسول کا مذاق اڑانے سے تکلیف نہیں ہوئی' مزاروں پہ چادر نہ چڑھانے سے فساد پیدا ہوگیا ہے۔ کیوں؟

خدا کا مذاق اڑائیں گے' رسول کا مذاق اڑائیں گے ہم کو کیا ہے۔ لیکن چادر نہ چڑھائیں گے ہمارے گھر' روٹی کہاں سے آئے گی؟

یہ ان کا اسلام ہے۔ اٹھارہ مولویوں کا مشترکہ بیان چھپا اور کل تک چھپتے رہے۔ کل بھی ایک مولوی صاحب کا بیان چھپا۔ فتنہ پیدا ہوگیا ہے' پاکستان کے عوام کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ اوپر کی سرخی یہ تھی کہ خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ میں نے کہا پتہ نہیں انڈیا نے حملہ کر دیا ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے۔ غالب نے کہا تھا

پیٹوں دل کو کہ رووں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اب اسلام کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ اسلام کی اصل تعلیمات کا جو جی چاہے مذاق اڑائے۔ آج کے نوائے وقت میں میرے خلافت ایک مضمون چھپا ہے اور ہم کو تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے نہیں کہ جب بھی کوئی ایسی بات آتی ہے ہم پریشان ہونے کی بجائے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ خلوص ادا کرتے ہیں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح

ہم اگر کھٹکتے ہیں اور ہم کو جو برا کہتے ہیں' اس لئے نہیں کہتے کہ ہم نے یہ کہا ہے کہ یہاں یہ برائی ہو رہی ہے۔ یہ کہا ہے کہ یہ اسلام کے خلاف چیز نہیں ہونی چاہئے۔ یہ اسلام کے خلاف بات نہیں ہونی چاہئے۔ دشمن بھی گواہی دیتا ہے کہ ہم پر اعتراض یہ نہیں ہے کہ ہم نے اسلام کے خلاف بات کی ہے۔ ہم پر اعتراض یہ ہے کہ ہم اسلام کے حق میں کیوں بات کرتے ہیں۔ ایک این ڈی پی کے کمیونسٹ صاحب کو' ایک پی این پی ...... ہم نے اس پارٹی کا نام بھی نہیں سنا' میں نے کل اخبار نویسوں کو کہا تھا۔ میں نے کہا یہ این ڈی پی' پی این پی نام بھی ہم نے نہیں سنا۔ ان کی پنجاب کی ساری پارٹیوں کے بندے اگر اکٹھے کیے جائیں تو اہل حدیث کی ایک مسجد کے نمازیوں سے ان کی تعداد کم رہتی ہے۔ ان کو تکلیف ہے۔ کہتے ہیں

جی عورتوں کے خلاف بڑی باتیں کرتے ہیں۔ہم نے کیا بات کی؟

ہم نے کہا یہاں چکلے ختم ہونے چاہئیں' گناہ کے بازار ختم ہونے چاہئیں۔ کہتے ہیں یہ عورتوں کے حقوق کے خلاف بات ہے۔بھئی ہم کو کیا پتا ہے کہ تمہارے نزدیک عورتوں کے حقوق یہ ہیں کہ ان کو گناہ کے بازار میں بٹھا کر ان کے جسموں کی خرید وفروخت کی جائے۔یہ عورتوں کا حق ہے؟

محمد رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کا جو حق بیان کیا۔فرمایا

بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

فاطمہ بتول بن کے ساری کائنات کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا کہ اپنی آغوش میں کسی حسین کی تربیت کر سکے۔محمد رسول اللہ ﷺ کی تربیت تو یہ ہے کہ حسین کو وہ مائیں پیدا کرتی ہیں جو فاطمہ جیسی ہوں۔وہ فاطمہ جب ان کی موت کا وقت آیا تو اپنے خاوند کو وصیت کی۔کہا میرے شوہر! میرے مرنے کے بعد میری ایک وصیت کو یاد رکھنا۔جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا' بی بی تم میری بیوی ہی نہیں محمد ﷺ کی بیٹی بھی ہو۔مجھے بتلاؤ تمہاری وصیت کیا ہے' میں پورا کروں گا۔

فرمایا میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ رات کو اٹھانا' دن کی روشنی میں نہ اٹھانا۔اس لئے کہ میں نہیں چاہتی کہ میرا جسم دن کی روشنی میں نکلے اگرچہ چادر ہی پڑی ہوئی ہو۔لیکن میں چادر کے اندر سے بھی اپنے جسم کو غیر محرموں کی نظروں میں لانا گوارہ نہیں کرتی ہوں۔

بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

یہ معنی ہے۔آج ہم کو کہتے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کی مخالفت کرتے ہیں۔کیوں؟اس لئے کہ تم یہ کہتے ہو کہ عورتیں اس طرح گلیوں میں' بازاروں میں' آوارہ نہ پھریں جس طرح آوارہ گائیں پھرتی ہیں۔یہ عورتوں کے حقوق کی مخالفت کرتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

ہمارا معاشرہ تباہی کے آخری دھانے تک پہنچ گیا ہے۔لیکن مجھے ان پر کوئی تعجب نہیں

ہے۔ ایمان کی بات ہے میں جانتا ہوں کہ ان کے دل مسخ ہو چکے‘ ان کی ذہنیتیں مسخ ہو چکی‘ ان کے دل گناہوں کی کثرت سے سیاہ ہو گئے۔ ان میں غیرت نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ معاشرے کے واقف حال طبقے جانتے ہیں کہ معاشرے کے اس طبقے کے اندر برائی برائی نہیں سمجھی جاتی۔ ان کے ہاں کوئی برائی نہیں۔ لیکن تعجب ملاؤں پر ہے۔ مولویوں پر۔ آدھی گواہی قرآن نے قرار دی ہے‘ میں نے قرار نہیں دی۔ قرآن نے کہا‘ تیسرا پارہ‘ سورہ البقرہ۔ مرد گواہی دے تو ایک‘ عورت گواہی دے تو دو۔ یہ میں نے نہیں کہا۔ اس قرآن نے کہا ہے جو سرور کائنات کے سینہ اطہر پہ نازل ہوا تھا۔ اس کا مذاق اڑایا ہے‘ مولوی نہیں بولا۔ کسی کے طرے میں خم پیدا نہیں ہوا‘ کسی کے پیٹ میں بل نہیں پڑے‘ کسی کی عینک پسینے میں نہیں ڈوبی۔ ہم نے کہا مزاروں پہ جا کے چادریں نہ چڑھاؤ‘ اکٹھے اٹھارہ بولے ہیں۔ کہنے لگے ملک فتنے فساد میں مبتلا ہو گیا ہے۔ کیا فتنہ فساد ہو گیا ہے؟

تیری روٹی اگر بند ہو جائے گی تو ملک میں فتنہ ہو جائے گا؟

تیری روٹی بند ہو جائے ملک کے سارے فتنے ختم ہو جائیں گے۔ یہ فتنے پیدا ہی تیرے پیٹ کے ایندھن نے کئے‘ کہ تو نے اس پیٹ کے جہنم کو بھرنے کے لئے ان مسئلوں کو بیان کیا جن کے بارے میں اقبال نے کہا تھا ؂

زمن بر صوفی و ملا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

اس صوفی اور ملا کو میرا اسلام کہو جو نام خدا کا لیتا ہے‘ رسول کا لیتا ہے‘ جبرائیل کا لیتا ہے بات وہ کرتا ہے جس بات کو سن کر رسول بھی حیران ہو جاتا ہے‘ جبرائیل بھی حیران ہو جاتا ہے‘ خدا بھی حیران ہو جاتا ہے۔

اور ایک بڑے صاحب نے دلیل کیا دی ہے؟

کہتا ہے اگر یہ حرام ہے تو فلاں مولوی نے کیوں کیا تھا؟

مجھ سے کیا پوچھتے ہو بھئی۔ فلانے مولوی کا نام حلال شاہ ہے؟

یہ دلیل ہے۔ یہ نہیں کہ یہ قرآن کا حوالہ ہے تم نے ناجائز کہا۔ یہ قرآن کا حوالہ یہ محمد ﷺ کے فرمان کا حوالہ۔ یہ نہیں کہا۔ حوالہ تو یہ دینا چاہئے تھا کوئی بات نہیں ہم سے غلطی ہو جاتی ہے' ہم تو غلطی ماننے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن حوالہ کیا دینا چاہئے تھا؟

حوالہ دینا چاہئے تھا کہ یہ جو وزارت کا حلف اٹھا کے قبروں پر جاتے ہیں۔ یہ کوئی بری بات نہیں کرتے۔ صدیق اکبر بھی حلف اٹھا کے اس کی قبر پر گئے تھے کہ جس جیسی قبر روئے زمین پر کسی دوسرے شخص کی نہیں ہے۔ وہ قبر اطہر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ وہ قبر اطہر کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ روئے زمین پر ساری کائنات کی قبریں جن میں نبی بھی شامل ہیں سب اکٹھی ہو جائیں تو ان کے اندر وہ برکت اور وہ طہارت نہیں ہے جتنی اس ٹکڑہ زمین کے اندر ہے جہاں میرا محمد ﷺ لیٹا ہوا ہے۔

حوالہ یہ دینا چاہئے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔ صدیق نے حلف اٹھایا تھا سیدھے اس قبر اطہر پہ گئے تھے۔ اس سے بڑی قبر تو کسی کی نہیں ہو سکتی۔ پھر فاروق نے حلف اٹھایا تھا تو ان کی قبر پہ گئے' پھر چڑھاوا چڑھایا تھا' پھر پھولوں کی چادر چڑھائی۔ کیا حوالہ ہے؟

کہتا ہے فتنہ فساد پیدا ہو گیا ہے اور اگر یہ بات غلط ہے تو جماعت اسلامی والوں نے جو چڑھائی تھی اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ہم لوگ تو بڑے بڑے لوگوں سے اس وجہ سے گردن زدنی ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں ہم بزرگوں کی نہیں مانتے۔ اب ہم منصورہ کی کیسے مان لیں گے بھئی؟ ہمارے نزدیک پروفیسر غفور کیسے حجت ہو گیا ہے؟

ہم تو کہتے ہیں اللہ' رسول کے مقابلے میں کسی محدث' فقیہ کی بات بھی ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ بندوں کے حوالے تمہارے نزدیک بڑے معتبر ہیں۔ ہمارے نزدیک حوالہ دینا ہے تو رب کے قرآن کا دو یا محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا دو۔

میں یہ التجا کے ساتھ کہتا ہوں یا ہماری اصلاح کر دو یا اپنی اصلاح کر لو۔ حوالہ ہم کو بتلا دو۔ وہ بات میں نے نہیں کہی تھی' میری مجلس شوریٰ کے اجلاس نے کہی تھی۔ خدا کی قسم تم حوالہ بتلاؤ میں دوبارہ مجلس شوریٰ کا اجلاس بلا کر اس کی معافی منگوانے کے لئے اور اس کے خلاف قرارداد پاس کروانے کے لئے تیار ہوں۔ حوالہ تو دو۔ لیکن۔

میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

ہم کو پتہ ہے قصے کہانیاں بیان کرنے والی قوم کبھی قرآن وحدیث کا کوئی حوالہ نہیں دے سکتی۔ امیر المومنین' خلیفۃ المسلمین' حسنین کے والد ماجد' فاطمۃ الزہرا کے شوہر' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی' داماد' صحابی' چوتھے نائب' علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کمانڈر انچیف کو بھیجا۔ جنگ کے لئے نہیں' گورنر بنا کر۔ مسلم شریف کی روایت ہے۔ حدیث ابو الحیاج الاسدی۔ کہا ابو الحیاج میں تجھے وہ پیغام دے کے بھیجتا ہوں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھے دے کر بھیجا تھا اور وہ پیغام کیا ہے؟

ما رایت قبرا مشرفا الا سویته و لا صورة الا طمسته

مجھے میرے آقا نے کہا تھا! علی جاؤ جو قبر اونچی نظر آئے اس کو گرا دو' جو مورتی نظر آئے اس کو مٹا دو۔ میں نے محمد ﷺ کے حکم کی تعمیل کی' تم بھی میرے حکم کی تعمیل کرو۔

ہم کو حوالہ دینا ہے تو قران کا' حدیث کا دو۔ لیکن یہ تو بڑی دور کی بات ہے۔ ہم تو کہتے ہیں ہر بندے کو حق حاصل ہے کہ اپنے دل کی بات کہے۔ ہم کسی کا حق چھیننے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن کہتا ہوں ہمارے خلاف بیان دیتے ہوئے تھوڑا سا اسلام کے خلاف بات کرنے والوں کے خلاف بھی بیان دے دیتے۔ اللہ تیرا شکر ہے کہ لوگوں نے بھی مانا کہ اسلام کے خلاف بات کا جواب تم دو گے۔ تمہارے خلاف بات کا جواب......

اسلام کی مدافعت ہمارا حق ہے۔ کیونکہ یہ ہمارا ہے اور

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

یہ اللہ کی توفیق ہے اور یہی بات آج کے اخبارات میں میں نے اپنی پریس کانفرنس میں کہی تھی کہ جب ایم آر ڈی کے دوشتونگڑے' کیمونسٹ انہوں نے مجھے آ کے کہا کہ جناب آپ ہمارے سٹیج پر اسلام کا نام لیتے ہیں ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ تو میں نے کہا الحمد للہ' الحمد للہ

الفضل ماشهدت به الاعداء

کئی ہمارے اپنے سادہ لوح بھی بڑے پریشان تھے۔ جی آپ کیا لینے جاتے ہیں؟ میں نے کہا دشمنوں نے بات بتلائی کہ یہ ہمارے سٹیج پہ بھی آتا تھا تو ہماری بات نہیں کہتا تھا بلکہ

اللہ کے فضل و کرم سے اپنے خدا کی کہتا' اپنے مصطفےٰ کی کہتا تھا اور ہم نے کہا کہ

اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○ (الانعام:۱۶۲'۱۶۳)

اللہ ہمارا جینا بھی تیرے لئے' ہمارا مرنا بھی تیرے لئے

اللہ کے فضل و کرم سے میں اس بات کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو گواہ بنانا چاہتا ہوں کہ جب تک جسم میں سانس کی آمد و رفت باقی ہے سٹیج کوئی سا ہو' کسی کا ہو' ہم اللہ کے فضل و کرم سے اللہ' رسول کے علاوہ اور کسی کی بات کہنے کو تیار نہیں ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

❋ ❋ ❋

علماء اور طلباء سے خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حم السجدہ:۳۳)

حضرات! آج کا اجتماع حقیقت میں صرف اس مقصد کے لئے منعقد ہوا ہے کہ جماعت اہل حدیث کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ[1] کے طلباء کے نتائج کا اعلان کیا جائے اور وہ طلباء جنہوں نے اپنی جدوجہد سے' محنت سے' کوشش سے' کاوش سے اور تعلیم کے حصول میں لگن سے نمایاں پوزیشن اور کامیابی حاصل کی ہے' انہیں انعامات دیئے جائیں اور جو طلباء فارغ ہوئے ہیں' انہیں سندات دی جائیں اور ان کی دستار بندی کی جائے۔

حقیقی بات یہ ہے کہ ہر دور میں وہ لوگ بڑی قدر و قیمت کے مالک رہے جنہوں نے اپنے آپ کو دین اسلام کی واقفیت کے لئے اور کتاب و سنت میں مہارت کے لئے وقف کیا اور پھر علم دین کو حاصل کر کے دنیا والوں کو دینی علوم سے روشناس کروانے والے اور بہرہ ور بنانے والے بن گئے۔ لیکن آج کے دور میں ایسے لوگوں کی اہمیت اور حیثیت میں اس لحاظ سے اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے کہ آج کا دور خالصتاً مادیت کا دور ہے اور ہر شخص دنیا کی دوڑ میں لگا ہوا ہے۔ ہر آدمی کے پیش نگاہ صرف اور صرف ایک مقصد ہے کہ کس طرح مال و دولت

---

[1] جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں جی ٹی روڈ پر واقع ہے۔ پاکستان میں جماعت اہل حدیث کے اہم دینی مدارس میں سے ایک ہے۔ ۱۹۸۱ء میں جامعہ محمدیہ ہی میں پاکستان بھر سے علماء اہل حدیث کا تاریخ ساز کنونشن منعقد ہوا تھا جس میں جمعیت اہل حدیث پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔

کا حصول کیا جائے اور دنیا میں عزت اور نام ونمود حاصل کیا جائے؟

ایسے وقت میں اپنے آپ کو دین کی راہ میں وقف کرنا اور دنیاوی الائشوں سے دور رکھنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جن پر رب کی خصوصی نظر کرم ہو وگرنہ ہر آدمی کو یہ سعادت' یہ منقبت اور یہ فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔

میں ابھی دوستوں سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ پچھلے دور میں بھی ایسے لوگوں کی بہت بڑی قربانی تھی جنہوں نے دنیا کو چھوڑ کر اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کیا لیکن جوں جوں مادیت کا فروغ ہوتا گیا اور دنیاوی تقاضے بڑھتے چلے گئے توں توں ان لوگوں کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا چلا گیا جنہوں نے دنیا سے رخ موڑ کر اپنے آپ کو دین حنیف کی خدمت کے لئے وقف کیا۔ آپ میں سے ہر آدمی ذرا اپنے گریبان کے اندر جھانک کر دیکھے' اپنے آپ کو سوچنے پر آمادہ و مجبور کرے اور لمحے بھر کے لئے یہ سوچے کہ اس کا اپنی اولاد کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟

آدمی چاہے غریب ہو' چاہے آدمی تونگر ہو' چاہے کاروبار کرتا ہو' چاہے ملازم پیشہ ہو' ہر آدمی اپنے بچوں کے بارے میں یہ آرزو رکھتا ہے کہ اگر کاروباری ہے تو اپنے بچے کو بچپن ہی سے کاروبار کے داؤ پیچ سکھائے' اس کو کاروبار کے گر سکھلائے تاکہ اس کا بچہ آگے چل کر اس کی دولت میں اضافے کا سبب بنے۔ اگر کوئی ملازم پیشہ ہے تو اس کی بھی یہی خواہش ہے۔ سوچ کا انداز مختلف ہو سکتا ہے۔ شاید وہ یہ سوچے کہ اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوائی جائے تاکہ جب اس کی ملازمت کے حصول کا موقع آئے تو کسی اچھے عہدے پر سرفراز ہو سکے۔ ماں بچے کو جنتے ہوئے ہی یہ خواب دیکھنا شروع کر دیتی ہے کہ یہ بچہ بڑا ہوگا اور میرے لئے زندگی کی آسائشوں اور کشائشوں کے حصول کا سبب بنے گا۔ باپ کا نقطہ نظر بھی یہی ہوتا ہے۔ ایسے عالم میں وہ لوگ کتنی بڑی قربانی کرتے ہیں جو اپنے بچوں کو اپنی دنیا میں اضافے کے لئے اور اپنے مال و دولت میں اضافے کے لئے اپنی راہ پہ نہیں چلاتے بلکہ اپنی آخرت اور ان کی عاقبت کو سدھارنے کے لئے انہیں محمد ﷺ کی راہ پہ چلاتے ہیں۔

حقیقی بات یہ ہے کہ جب تلک ہم میں سے ہر شخص اس بات کی اہمیت کا خود اپنے بچوں پر انطباق کر کے اندازہ نہ لگائے' اس کو ان لوگوں کی قدر و قیمت کا علم نہیں ہو سکتا جو دین کی راہ

میں نکلے ہوئے ہیں۔ ہم دن رات اس بات کے لئے محنت کرتے ہیں کہ دنیا کا حصول ہو جائے اور جو آدمی اپنے بچے کو دین کی راہ پہ ڈالتا ہے وہ قصداً آج کے دور کے مطابق دنیا میں فقیری کو مول لیتا ہے' غربت کے دروازے پہ دستک دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرا بچہ عالم دین بن جائے گا' کسی بڑے عہدے پر سرفراز نہیں ہو سکے گا کیونکہ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں انگریز نے دو سو برس حکومت کر کے ملک کی ڈگر کو اس انداز پہ ڈال دیا ہے کہ کوئی دین پڑھا ہوا آدمی ملک کے کسی اہم عہدے پر تو بڑی بات ہے' حکومت کی کسی معمولی ملازمت کو بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

ہمارے ملک کا نظام تعلیم ایسا ہے جس کے اندر دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے کوئی مقام' کوئی مرتبہ' کوئی عہدہ' کوئی منصب اور نوکری کی کوئی پوسٹ مختص نہیں کی گئی ہے۔ ایسا آدمی جو اپنے بچے کو دین کے لئے وقف کرتا ہے' وہ جانتا ہے کہ حکومت کے اندر تمام عہدے میرے بچے پر بند ہو گئے۔ اسی طرح آج کے اس دور میں وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ جب میرا بچہ علم دین سے آراستہ ہو جائے گا' کوئی بہت بڑا کاروبار نہیں کر سکے گا۔ اس لئے کہ دین ہمہ وقتی کام ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک آدمی صبح دین کا کام کرے' شام کو اپنا کاروبار کرے۔

جس طرح ہر چیز انسان سے اس کی پوری توجہ مانگتی ہے' اسی طرح علم دین بھی آدمی سے مکمل فراغت کا طلب گار ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ اپنے بچے کو دین کے لئے وقف کرنے والا یہ بھی سمجھتا ہے کہ میرے بچے کو اگر اللہ نے دین کا علم عطا کر دیا' عالم بن گیا اس کی آزمائش کے مرحلے ختم نہیں ہوں گے۔ بڑا ہو گا' دین کی فیلڈ میں کام کرے گا۔ چھتیس سو آدمی اس کی ٹانگ کھینچنے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ کوئی حسد کرے گا' کوئی بغض کرے گا' کوئی اس کو حق کی راہ سے ہٹانے کے لئے اس کے ضمیر کو خریدنا چاہے گا' کوئی اس پر بات کرنے پر پابندیاں اور قدغنیں عائد کرے گا اور پھر اگر واقعی یہ صحیح طور پر علم دین سیکھ گیا تو کئی اقتدار والوں کی پیشانیوں پر اس کی بات سن کے شکنیں پڑ جائیں گی۔ پھر اسے احمد بن حنبل کے نقش قدم پہ چلنا پڑے گا' اسے ابن تیمیہ کی طرح زندگی گزارنا پڑے گی' اسے شاہ شہید کی سیرت کو زندہ رکھنا پڑے گا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ سارے راستے کٹھنائیوں سے اٹے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص پھر اپنے بچے کو دین کے لئے وقف کرتا ہے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ

اس نے ساری کائنات کو اپنے رب کے لئے ٹھکرایا اور اس کا رب اس کی عاقبت کو کبھی برباد نہیں ہونے دے گا۔ یقیناً اس کی آخرت' اس کی عاقبت ایسی ہوگی کہ دنیا والے اس پر رشک کریں گے اور عرش والے نے بھی اسی بات کا تذکرہ اپنے کلام مجید میں کیا ہے

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حم السجدہ:۳۳)

لوگوں کو اپنی دنیا کے پیمانوں سے ماپنے والو' دنیا میں لوگوں کی قدر و قیمت کا تعین ان کی دولت' ان کے مرتبہ' ان کے منصب اور ان کے عہدوں کی بنیاد پہ کرنے والو سن لو! تم یہ کہتے ہو جو مالدار ہے' دولت مند ہے' صاحب اقتدار ہے' عہدے والا ہے' منصب والا ہے' وہ دنیا میں بہت بڑا ہے۔ تم یہ کہتے ہو' عرش والا یہ کہتا ہے جو میرے محمد (ﷺ) کی مسند پہ بیٹھا ہوا ہے اس سے بڑا اور کوئی نہیں ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حم السجدہ:۳۳)

کائنات میں سب سے اعلیٰ وہ آدمی ہے جس نے اپنی زندگی کو رب کے دین کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کیا۔ لیکن دین پڑھنے والے بھی یہ سن لیں کہ اگر ان کا مقصود یہ ہے کہ اور کسی کام کے کرنے کا طریقہ نہیں آتا تھا' اور کسی کاروبار کے کرنے کی ہمت نہیں تھی' اور کسی ملازمت کے حصول کے لئے دل میں تڑپ نہیں تھی' اہلیت نہیں تھی' اس لئے دین پڑھ لیا ہے اور اب دین پڑھ کے چار ٹکے کی نوکری تلاش کرنی ہے۔ اگر صرف یہ مقصد ہے' نوکری کی تلاش' تو سمجھ لو کہ دین کا حق ادا نہیں ہوا ہے۔

دین اس نے پڑھا اور دین کا حق اس نے ادا کیا جس نے اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کیا کہ میں نے ساری کائنات کو اللہ کی توحید سے اور نبی کی سنت سے روشن کرنا ہے' چاہے اس سلسلے میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اس نے دین کو سمجھا ہے اور پھر اس راہ میں بڑے سے بڑے شخص کی بڑائی' کسی صاحب اختیار کا اختیار' کسی کرسی والے کی کرسی' کسی اقتدار والے کا اقتدار' کسی چودھراہٹ کے مالک کی چودھراہٹ' کوئی چیز اس کی راہ میں رکاوٹ نہ بنی اور اس نے لوگوں کی پیشانیوں کو دیکھ کے مسئلہ نہیں بتلایا بلکہ رب کے قرآن کو دیکھ کے مسئلہ بتلایا۔

اس نے دین کا حق ادا کیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب یہ چلتا ہے تو اپنے پیروں کے اوپر نہیں چلتا فرشتوں کے پروں کے اوپر چلتا ہے۔ جس کے اندر یہ جذبہ ہے اور پھر اس کو اللہ نے جو آبرو عطا کی' اس کو اللہ نے جو عزت بخشی' اس کو اللہ نے جو وقار عطا کیا وہ کائنات میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں بن سکتا۔

وہ لوگ جنہوں نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کیا' دین کے خدمت گزار بنے' سرورِ کائنات کی سنت کے علمبردار ٹھہرے' اللہ کی توحید کے پرچارک بنے' ہم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے' ان لوگوں کے حالات پڑھے ہیں۔ وہ دنیا کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے' ساری دنیا ان کی سرفرازی کے لئے دعائیں مانگتی ہے اور یہ بات دنیا کے کسی بڑے سے بڑے اقتدار والے کو حاصل نہیں۔ ہم نے ہر دور میں دیکھا۔ مالک بن انس کے دور میں دیکھا' احمد بن حنبل کے دور میں دیکھا' امام ابن حزم کے دور میں دیکھا' امام ابن تیمیہ کے دور میں دیکھا' امام عزالدین عبدالسلام کے دور میں دیکھا' امام شرف الدین نووی کے زمانے میں دیکھا' امام ابن کثیر کے دور میں دیکھا' امام ابن قیم جوزی کے دور میں دیکھا' ہر دور میں کائنات ان کی عزت کے لئے' ان کی سرخروئی کے لئے دعائیں مانگتی ہے۔ کسی حکمران کے لئے یہ نہیں کیا گیا۔

امام عزالدین عبدالسلام کا واقعہ مورخین نے جلی قلم کے ساتھ لکھا ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ نے مسلمانوں پر ٹیکس عائد کیا۔ امام عزالدین عبدالسلام کو پتہ چلا۔ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھانے کے لئے آئے۔ خطبہ شروع کیا' ایک آدمی نے پرچہ بھیجا۔ امام صاحب کاروبار کے حالات خراب ہیں' لوگ اقتصادی بدحالی کا شکار ہیں اور بادشاہ ٹیکس پہ ٹیکس لگا رہا ہے۔ ایک نیا ٹیکس لگایا ہے۔ امام عبدالسلام نے رقعہ پڑھا' خاموش رہے' جمعہ کا خطبہ ختم کیا' سلام پھیرا' فارغ ہوئے۔ وہ آدمی آگے بڑھ کے کہنے لگا حضرت میں نے رقعہ بھیجا تھا بادشاہ سے ڈر گئے ہو؟

آپ نے پوچھا تم نے رقعہ بھیجا تھا؟

اس نے کہا حضرت میں نے بھیجا تھا۔

آپ نے فرمایا میں اس بات کی تحقیق کروں گا کہ یہ بات درست ہے کہ نادرست۔

اس نے کہا حضرت نمازیوں سے پوچھ لیجئے۔ نمازیوں سے پوچھا' نمازیوں نے گواہی دی۔ جمعہ پڑھانے کے بعد اپنے گھر نہیں گئے' سیدھا بادشاہ کے گھر پہنچے۔ دروازے پہ دستک دی' اس کے درباری باہر نکلے' کہا جاؤ بادشاہ کو کہو کہ عزالدین آیا ہے۔ بادشاہ کو پتہ چلا۔ ننگے پاؤں امام کے استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ لوگ حیران وششدر رہ گئے کہ اتنا بڑا بادشاہ اور ایک عالم کے استقبال کے لئے بغیر جوتا پہنے ہوئے دروازے پہ آیا ہے۔ عزت وتکریم سے اندر لے گیا۔ بیٹھنے کو کہا۔ امام صاحب نے ارشاد فرمایا میں اس مسند پہ نہیں بیٹھ سکتا جو لوگوں پہ ظلم کر کے حاصل کی گئی ہو۔ بادشاہ پریشان ہو گیا۔ کہنے لگا امام صاحب کیا بات ہے؟

کہا مجھے پتہ چلا ہے تو نے لوگوں پہ ٹیکس لگایا ہے۔

طالب علمو! ذرا بات سمجھو۔ بخاری کے نسخوں میں اضافہ کر دینا' یہ علم دین کا حاصل کرنا نہیں ہے۔ کسی مدرسے کی سند لے کر اپنے آپ کو فارغ التحصیل کہلا لینا' یہ علم دین کا حصول نہیں ہے۔ علم دین کے حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ آدمی اس بات کا احساس کرے کہ وہ محمد ﷺ کی مسند کا امین بننے والا ہے۔ اس پر لوگوں کی اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

بادشاہ نے نظر اٹھا کے دیکھا۔ کہا امام صاحب کیا بات ہے؟

فرمایا مجھے پتہ چلا ہے تو نے بے روزگاری کے زمانے میں لوگوں پہ نیا ٹیکس لگایا ہے۔

بادشاہ نے کہا آپ نے ٹھیک سنا ہے۔

پوچھا کیوں لگایا ہے؟

اب ذرا بادشاہ کی بات سنو۔ کہنے لگا کافروں سے جہاد کے لئے لشکروں کی تیاری کی خاطر لگایا ہے۔ کفر سے جہاد کے لئے لگایا ہے۔

امام صاحب نے کہا مجاہدوں کو تیار کرنے کے لئے خزانے میں کوئی پیسہ نہیں رہا ہے؟

اس نے کہا جناب خزانے میں کوئی پیسہ نہیں ہے۔

سامنے بادشاہ کے نوکر چاکر کھڑے تھے اور بادشاہوں کے نوکر زرتار لباس پہنے ہوئے' سونے اور چاندی کا کپڑوں پہ کام کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو۔ بادشاہ کو کہہ رہے ہیں۔ بادشاہ تڑپ اٹھا۔ اس نے کہا مولوی صاحب آپ مجھے جھوٹا کہتے ہیں۔ امام سے مولوی پہ اتر آیا' بادشاہوں کی یہی عادت ہوتی ہے۔ جب تک کوئی ان کی ہاں میں ہاں

ملائے تب تک عزت ہے۔ جب ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاؤ تو عزت چھن جانے کا خطرہ۔ کہنے لگا مولوی صاحب مجھ کو جھوٹا کہتے ہو؟

فرمایا ہاں تجھ کو جھوٹا کہتا ہوں۔ اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ کہنے لگا اپنے خزانوں کو میں جانتا ہوں یا تو جانتا ہے؟

فرمایا جاننے کے لئے ضرورت نہیں' عزالدین کی نگاہیں دیکھ رہی ہیں تیرے پاس مال موجود ہے۔ عزالدین کی نگاہیں جھوٹ نہیں بولتیں۔ کہا کہاں دیکھ رہی ہے؟

کہا یہ نوکروں کو جو سونے اور چاندی کا چڑھا ہوا لباس پہنایا ہے' قیامت کے دن جب محمد ﷺ کی امت تجھ سے سوال کرے گی تو بتلاؤ جواب کیا دو گئے؟

پہلے جتنے نوکر ہیں ان کے زرتار لباس اترواؤ۔ ان کو بازار میں فروخت کرو۔ اگر ان کی فروختگی کے بعد پھر بھی مجاہدوں کی تیاری کے لئے پیسے کی ضرورت ہو گی تو عزالدین پیسے کے حصول کے لئے فتویٰ دے گا۔ جب تلک یہ لباس موجود ہیں تمہیں لوگوں سے ٹیکس حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بادشاہ بادشاہ تھا۔ اس نے کہا

امور مملکت خویش خسرواں دانند

بادشاہت کے امور مولویوں کو کیا پتہ ہیں۔ یہ حکمران ہی جانتے ہیں

آپ نے فرمایا جس مملکت کے حالات کو نبی کی مسند کے امین نہیں جانتے' عزالدین اس مملکت میں رہنا گوارہ نہیں کرتا۔ بادشاہ بھی خوش ہوا کہنے لگا نکل جاؤ۔ دمشق سے نکلے۔ جب دمشق سے نکلے تو پورا دمشق بھی امام کے پیچھے نکل پڑا۔ بادشاہ نے دیکھا حالات بگڑ گئے ہیں۔ پیغام بھیجا مجھے معاف کر دو واپس پلٹ آؤ۔ آسمان کی طرف دیکھ کے کہا اللہ میں اس شہر میں کبھی نہیں جانا چاہتا جس میں تیری رعایا پہ ایسا بادشاہ ہو جو تیری رعایا پہ ظلم کرتا ہو۔ میں اس شہر میں نہیں رہنا چاہتا۔ ابھی نگاہ نیچے نہیں گرائی تھی کہ اللہ نے مالک الموت کو بھیجا کہ جاؤ ایسے ظالم و سفاک بادشاہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے جس کے لئے عزالدین عبدالسلام بددعا کرتا ہے۔

تو بات جو کہنے کی تھی وہ یہ تھی کہ لوگوں نے علم دین حاصل کیا پھر اس کا حق ادا کیا' پھر رب نے ان کی زبان میں تاثیر بھی پیدا کی۔ آج کون ہے جو حکمرانوں کو ٹوکے؟

آج حکمران یہ بھی کہتے ہیں ہم اندرا گاندھی سے نہیں لڑ سکتے' روس سے بھی نہیں لڑ

سکتے۔ پاکستان کے دو ہی دشمن ہیں۔ ایک طرف شمال کی سرحدوں پر روس دشمن ہے' جنوب کی سرحدوں پر انڈیا دشمن ہے۔ ہمارے حکمران کہتے ہیں دونوں سے نہیں لڑ سکتے۔ دونوں سے نہیں لڑ سکتے تو ٹیکس کیوں لیتے ہو؟

ہم سے لڑنے کے لئے؟

پھر یہ تیاری کس کے خلاف ہے؟ اسلحہ کس کے خلاف ہے؟

انڈیا سے تم نہیں لڑ سکتے' روس سے تم نہیں لڑ سکتے تو پھر اسلحہ ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے لے رہے ہو؟ آج ٹیکس پہ ٹیکس لگے ہوئے ہیں۔ کوئی آدمی بولنے کی جرات نہیں کرتا۔ حق کہنے والے کہاں گئے ہیں؟

حق کہنے والے اس لئے ناپید ہو گئے ہیں کہ آج بعض لوگوں نے...... میں سب کی بات نہیں کرتا...... علم دین کو بھی دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ یاد رکھو علم دین دنیا کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ رب کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے اور وہ شخص جو علم دین اس لئے پڑھتا ہے کہ رب راضی ہو جائے کائنات کے رب کی قسم روئے زمین پر کوئی مخلوق اس سے افضل نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہونی چاہئے کہ آدمی جب علم دین حاصل کرے تو پیش نظر صرف یہ بات رکھے کہ میں نے رب کی رضا چاہنی ہے۔ کائنات ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے۔

آج کیا ہے؟

آج بیچارے غریب مولوی اپنی مسجد میں وہ مسئلہ بیان نہیں کر سکتے جس مسئلے کو حق سمجھتے ہیں اس لئے کہ مسجد کا متولی اس مسئلے کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس مسئلے کی زد اور چوٹ مسجد کے متولی پہ پڑتی ہے۔ متولی سود کھاتا ہے' سودی لین دین کرتا ہے' سودی کاروبار کرتا ہے۔ مولوی ساری عمر سود کے مسئلے سے اس طرح بچ بچا کے گزر جاتا ہے جس طرح ہمارے صدر صاحب انتخاب سے گزر جاتے ہیں۔ نام ہی نہیں لیتے۔ ساری عمر سود کا مسئلہ بیان نہیں کرتے۔

مولوی سمجھتا ہے کہ وہ گھرانہ جس گھرانے میں صبح کا آغاز گانے بجانے سے ہوتا ہے اور دن کا اختتام ٹی وی کی فلم پر ہوتا ہے' اس گھر میں رب کی رحمت کا فرشتہ کبھی داخل نہیں ہوتا۔ مولوی یہ سمجھتا ہے لیکن مسئلہ بیان نہیں کرتا۔ اس لئے کہ مسجد کے متولی حاجی صاحب'

میاں صاحب' چوہدری صاحب' خان صاحب' مرزا صاحب' ان سب کے گھروں میں ٹی وی بھی رکھے ہوئے ہیں' وی سی آر[1] بھی رکھے ہوئے ہیں۔ مسئلہ کیسے بیان کریں؟

مولوی مسئلہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کے گھر کی علامت یہ ہے کہ دن کا آغاز قرآن کی تلاوت سے اور دن کا اختتام قرآن کی تلاوت سے ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں جب ہندو اس جگہ رہتے تھے' لوگ اکٹھے رہتے تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے محلوں کی پہچان تھی اور وہ پہچان کیا تھی؟

مسلمانوں کے محلوں میں صبح دم قرآن کی آواز آتی' ہندوؤں کے محلوں سے گانے بجانے کی آواز آتی۔ ہندوؤں کی عبادت گانا بجانا' مسلمانوں کی عبادت قرآن پڑھنا' قرآن پڑھانا۔ ہندوؤں کے گھروں میں صبح کا آغاز گانے بجانے سے ہوتا' مسلمانوں کے محلوں میں قرآن پڑھنے پڑھانے سے ہوتا۔ آج کون حق بیان کرے؟

حق بیان کریں گے لوگ کہیں گے مولوی بڑا تنگ دل ہے۔ مولوی کا دل کتنا کھلا ہونا چاہئے کہ جس میں ساری جہنم اندر آ جائے۔ وہ مولوی کھلے دل کا ہے جو لوگوں کی رضا اور منشاء کے مطابق مسئلے بتلائے۔ اگر کسی شخص نے دین اس لئے پڑھا کہ لوگوں کی رضا کے مطابق چلے' رب کی رضا کو چھوڑ دے تو سمجھ لے کہ اس کے بارے میں عرش والے نے قرآن میں کہا ہے

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ (الجمعہ:۵)

وہ گدھا ہے جس پہ کتابوں کی چھت لگی ہوئی ہے لیکن اس پر ان کتابوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔

حق کہنے کا کوئی جذبہ ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں توحید کا درس دو اور توحید کا معنی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خالق' مالک' رازق نہیں ہے۔ توحید یہی ہے کہ نہیں ہے؟

توحید کا معنی کیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق' مالک' رازق نہیں ہے۔ یہ توحید ہے

---

[1] یہ خطاب ۱۹۸۵ء کا ہے۔ ان دنوں بات ابھی ٹی وی اور وی سی آر تک تھی۔ اب تو ڈش انٹینا بھی پرانا ہو چکا ہے۔ کیبل اور انٹرنیٹ کا دور ہے۔ نہ جانے ٹیکنالوجی کی ترقی کا یہ طوفان کہاں تھمے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے اہل وعیال کو اس طوفان کی شیطانی لہروں سے اپنی پناہ میں رکھ لے۔ آمین

کہ پیر نہیں دے سکتا' فقیر نہیں دے سکتا۔ یہ عقیدہ تو ہے لیکن یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسجد کا متولی دے سکتا ہے۔

میرے فارغ ہونے والے دوستو اور بھائیو سن لو!

جس نے لوگوں کی پیشانیوں کو دیکھا' رب کے قرآن کو نہ دیکھا' اس کی دنیا بھی برباد اس کی آخرت بھی برباد۔ دنیا تو برباد کر کے دین کی طرف آیا ہے' دنیا چھوڑ کے دین کی طرف آیا ہے۔ دنیا پہلے چھوڑ چکا' لوگوں کی رضا کے لئے دین اب چھوڑ رہا ہے اور ایسا بندہ پھر کبھی حق کی بات کہنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جو چھوٹے خداؤں کے سامنے نہیں بولتا اس نے بڑے خداؤں کے سامنے کیا بولنا ہے؟

ابھی پچھلے دنوں میں سعودی عرب میں تھا۔ ایک یونیورسٹی کے طالب علموں سے میرا خطاب تھا۔ پہلے گفتگو کرتے ہوئے سپاس نامے میں مجھ سے کہنے لگے جناب ہم احمد بن حنبل کے ماننے والے' ہم ابن تیمیہ کے ماننے والے ہیں۔ میں نے کہا غلط کہتے ہو۔ احمد بن حنبل کے ماننے والے تم نہیں ہو۔ احمد بن حنبل کا ماننے والا وہ ہے جو نہ چھوٹے خداؤں کو مانتا ہے نہ بڑے خداؤں کو مانتا ہے۔ صرف وہ ہے جو محمد ﷺ کے خدا کو مانتا ہے۔

احمد بن حنبل ...... آدمی جب بھی ان کی بات کرے' جب بھی ان کا واقعہ بیان کرے' جب بھی ان کے حالات پڑھے' آدمی کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ تین بادشاہوں سے مار کھائی' تین حکمرانوں سے مار کھائی۔ ہمارے ہاں کسی نے بھٹو سے دو کوڑے کھا لئے ہیں اس کا پیر زمین پہ نہیں پڑتا۔ تین بادشاہوں سے مسلسل مار کھائی۔ تیسرا بادشاہ گذرا' متوکل کا دور آیا' امام کو رہا کیا' معافی مانگی' عزت و تکریم سے جیل سے نکالا۔ اب ذرا حق کی بات سنو۔

گھر میں عزت و تکریم سے بھیجا' احسان کیا۔ تین بادشاہ مار رہے تھے۔ اس نے نہ صرف رہا کیا بلکہ عزت و تکریم سے رہا کیا' معافی مانگی۔ امام اپنے گھر چلے گئے۔ متوکل کے دل میں خیال تھا کہ امام شکریہ ادا کرنے میرے پاس آئیں گے۔ امام نے پلٹ کے دیکھنا گوارہ نہیں کیا۔ آخر انتظار کر کے ایک دن پیغام بھیجنے لگا کہ میرے دربار میں آؤ۔ متوکل کی ماں نیک عورت تھی۔ اس نے کہا متوکل سنو! تو دنیا کا بادشاہ ہے لیکن احمد بن حنبل آخرت کا بادشاہ ہے۔ اس کو ہرکارے کے ہاتھ پیغام نہ بھیجو۔ کہا ماں میں تو اس کو راضی کرنا چاہتا

ہوں۔ چاہتا ہوں ایک دفعہ میرے گھر میں آئے' میرے لئے دعا کرے' میرے گھر میں برکت نازل ہو جائے۔ کہا پھر ملازم کو نہ بھیجو' بھیجنا ہے تو اپنی ماں کو بھیجو۔ احمد بن حنبل کی بارگاہ میں متوکل نے اپنی ماں کو بھیجا۔ ماں اس فقیر کے دروازے پہ آئی۔ وہ فقیر جس کو تین بادشاہوں کی بادشاہت مرعوب کر سکی نہ بادشاہ کی ماں کی ترغیب مرعوب کر سکی۔

دو ہی چیزیں ہوتی ہیں جن سے آدمی بہک جاتا ہے۔ ڈر سے یا لالچ سے اور آج کل کے مولوی ان دونوں چیزوں کے بغیر بک جاتے ہیں۔ ڈر کی بھی ضرورت نہیں' لالچ کی بھی ضرورت نہیں' یہ اتنے بے نفس ہیں کہ بغیر قیمت کے ہی بکنے کے لئے تیار ہیں۔ گاجروں مولیوں سے زیادہ سستے ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں تم ہم پہ نظر کرم ڈال دو ہم تمہارے باپ دادا کے غلام ہیں۔ پھر مولویت کا نام چھوڑ دو۔ مولویت غلامی کا نام نہیں کائنات کی آقائی کا نام ہے۔ بات سن لو۔ لالچ پھسلا دیتا ہے یا ڈر بہکا دیتا ہے۔

تین بادشاہوں نے ڈرا کے دیکھا' پاؤں میں لغزش نہ آئی۔ بادشاہ کی ماں خود دروازے پہ دستک دیتی ہوئی آئی' تب بھی پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ بیٹا عبداللہ اندر جا کے خبر دیتا ہے بابا! بادشاہ کی ماں آئی ہے اور بادشاہ کسی چھوٹے سے ملک کا نہیں۔ ساری اسلامی مملکت کا ایک بادشاہ۔ عرب سے لے کر عجم تک' شام سے لے کر روم تک' یونان سے لے کر پاکستان تک ایک بادشاہ اسلامی دنیا کا حکمران تھا۔ کہا بادشاہ کی ماں آئی ہے۔ احمد بن حنبل نے اپنی نگاہ اٹھائی فرمایا جاؤ اس سے پوچھو کیا کہتی ہے؟

کہا بابا آپ سے ملنا چاہتی ہے۔

کہا بلا لو۔

بادشاہ کی ماں آئی اور ادب سے سلام کیا۔ پردے کے پیچھے بیٹھی۔ کہنے لگی امام میں اپنے بچے کی طرف سے معافی مانگنے آئی ہوں۔ ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے' کہا میں معافی دینے والا کون ہوں' اللہ تیرے بیٹے کو معاف کرے۔ اب کیا کہتی ہے؟

کہنے لگی امام ایک دن میرے بچے کے گھر تو آ جاؤ۔ امام کا بیٹا عبداللہ کہتا ہے میرے باپ کی کمر مار کھاتے کھاتے کمر جھک گئی لیکن میں نے اپنے باپ کے چہرے پہ کبھی زردی نہیں دیکھی۔ کوڑے پڑ رہے ہیں' چہرہ تنا ہوا ہے' بوڑھا ہو گیا ہے اور سیرت نگاروں نے لکھا

ہے کہ مار کھا کھا کے اتنے دبلے اتنے پتلے ہو گئے کہ ہوا چلے تو اس میں اڑ جائیں۔ اتنے کمزور تھے۔ کہا مار پڑی' کوڑے پڑے' کبھی چہرے کا رنگ نہیں بدلا۔ جب بادشاہ کی ماں نے کہا میرے بیٹے نے تجھ کو اپنے محل میں بلایا ہے امام کا چہرہ بدل گیا۔ خاتون نے پوچھا امام جواب نہیں دیتے؟

آنکھوں میں آنسو آ گئے' فرمایا میں اس گھر میں کیسے جا سکتا ہوں جس گھر میں رب کی نافرمانی کی جاتی رہی ہو؟ اس گھر میں کیسے جاؤں؟

ماں تڑپ اٹھی۔ کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کو کہا تھا معاف کر دو۔ کہا معافی اور بات ہے' رب کی نافرمانی اور بات ہے۔ دعا مانگتا ہوں لیکن اس گھر میں نہیں جاتا۔ ماں مایوس ہو کے پلٹ گئی۔ متوکل تڑپ اٹھا' کہنے لگا ماں ایک دفعہ بلا لو۔ میرے گھر نہیں آتے اپنے گھر ہی بلا لو۔

امام ابن کثیر نے لکھا' ماں مجبور ہو کے پھر گئی۔ کہنے لگی میرے بیٹے کے گھر نہیں آتے' بادشاہ کے محل میں نہیں جاتے تو میرے گھر تو آ جاؤ۔ بہت مجبور کیا' منتیں کیں' خوشامدیں کیں۔ گھر والوں نے بھی آمادگی کا اظہار کیا امام مان لو' یہ بڑھیا ہے عقیدت سے بلاتی ہے۔ امام چل پڑے۔ عورت نے اپنے بیٹے کو خبر دی۔ قسما قسم کے کھانے لے کے اپنی والدہ کے گھر میں امام کی بارگاہ میں حاضری دینے کے لئے آیا۔ کھانے کا وقت ہوا۔ امام کے سامنے کھانا رکھا۔ اللہ اکبر

احمد کا بیٹا عبداللہ ساتھ ہے۔ ارشاد فرمایا جب کھانا رکھا گیا میرے باپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اپنے چہرے کو اٹھایا' خاتون کو مخاطب ہو کے ارشاد فرمایا اماں کھانے کو اٹھا لو۔ احمد بن حنبل نے تیرے گھر میں قدم رکھنے سے پہلے روزے کی نیت کی ہوئی ہے۔

اس گھر میں کھانا بھی گوارہ نہیں۔ یہ لوگ تھے اور پھر امام ابن کثیر نے لکھا ہے اور میں اس پہ اضافہ کرتا ہوں کہ آج امام احمد کو بارہ سو سال گزر گئے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں آج تک کسی شخص کا اتنا بڑا جنازہ نہیں ہوا جتنا احمد بن حنبل کا ہوا۔ آج کا زمانہ جو ٹیلی ویژن کا' ریڈیو کا' ٹیلی فون کا' اخبارات کا' وائرلیس کا زمانہ ہے پل بھر میں ایک جگہ کی خبر دوسری جگہ اور پل بھر میں ایک جگہ کے لوگ دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔ آج تک کسی شہنشاہ کا' کسی بادشاہ کا کسی بڑے سے بڑے آدمی کا اتنا بڑا جنازہ آسمان سے نہیں دیکھا جتنا

بڑا جنازہ احمد بن حنبل کا دیکھا تھا۔ امام ابن کثیر جیسے ثقہ آدمی نے لکھا کہ لوگوں نے احمد ابن حنبل کے جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کو گنا۔ وہ لوگ جن کو گنا جا سکا ان کی تعداد بارہ لاکھ سے زیادہ تھی اور ارشاد فرماتے ہیں یہ وہ لوگ تھے جن کو گنا جا سکا اور جن لوگوں نے چھتوں پر' دجلہ کے اندر کشتیوں پر امام کا جنازہ پڑھا ہے' ان کی تعداد کو گنا نہیں جا سکا تھا۔

کیا صلہ ہے کہ اللہ کی رضا چاہی۔ کائنات میں کسی دوسرے کی پیشانی کو دیکھنا گوارہ نہیں کیا۔ علم دین کا معنی یہ ہے۔ لوگ حسد کریں اور حسد؟

یہ بھی سن لو۔ حسد دین کے طالب علموں کی پہلی منزل ہے۔ جو بندہ اس منزل کو پار نہیں کرتا وہ کبھی دین کی خدمت نہیں کر سکتا۔ شیطان کو اللہ نے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ دل توڑو۔ جتنا حسد اس طبقے میں ہے اتنا حسد اور کسی طبقے میں نہیں پایا جاتا اور اللہ نے آزمائش کے لئے یہ بات رکھی ہے۔ دیکھتا ہوں قدموں میں ڈگمگاہٹ تو نہیں آجاتی۔

تو لوگو یاد رکھو! آج وہ شخص جو علم دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتا ہے کائنات میں کوئی دوسرا شخص اس کی عزت وعظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ شرط یہ ہے کہ وہ دین پڑھے اور اپنے پیش نظر صرف اللہ کی رضا رکھے۔ بندوں کی رضا جوئی کی خواہش نہ رکھے۔ دنیا ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے۔ دنیا والے ناراض ہوتے ہیں تو ہو جائیں' عرش والا ناراض نہ ہو۔ جب تلک یہ جذبہ انسان کے اندر پیدا نہ ہو وہ صحیح معنوں میں سرور کائنات ﷺ کی مسند کا امین بننے کا حق نہیں رکھتا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی زندگی پاک سے اس بات کا درس دیا ہے کہ ساری خدائی ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ اکیلے ایک طرف۔ لوگوں نے کہا اے محمد ﷺ ساری قوم دشمن بن گئی ہے۔ فرمایا ہوگئی ہے تو ہو جائے لیکن مجھے دنیا کی پرواہ نہیں ہے۔

اِنَّ وَلِـیِّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَ هُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ (الاعراف:۱۹۶)

دنیا ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے دنیا کا مالک ناراض نہ ہو۔

ایک مومن کی' دین کے ایک طالب علم کی' دین کے ایک پڑھانے والے کی' دین کا ایک سبق سکھلانے والے کی' دین کا ایک درس دینے والے کی یہ منزل اور اس کے پیش نظر یہ بات ہونی چاہیے۔

اور آج کے دور میں؟

آج کے دور میں تو دین کی راہ اور کٹھن ہو گئی ہے۔ ایک طرف حکمران مخالف دوسری طرف نئی تہذیب کے فرزند مخالف' تیسری طرف وہ لوگ مخالف کہ دین جن کے مفادات پر چوٹ مارتا ہے۔ آج کے اخبار میں آپ نے پڑھا ہے کہ مسلمانوں کے عظیم مطالبے کی بنیاد پہ ختم نبوت کا مسئلہ حل ہوا ہے۔ تھوڑا سا حل ہوا ہے۔ دونوں کو تکلیف ہے' حکمرانوں کو بھی تکلیف ہے' جدید تہذیب کے فرزندوں کو بھی تکلیف ہے۔ دونوں کو تکلیف ہے۔ بعض جاہل مولویوں نے فتوے دیئے حکومت کا شکریہ۔ حکمرانوں نے بڑی مہربانی کی ہے۔ حکمران اگر مہربانی کرنے والے ہوتے تو سات سال انتظار کیا کرتے رہے ہیں؟

حکمرانوں نے مہربانی نہیں کی۔ قوم نے نبی کی ختم نبوت کے مسئلے پر قربانی دینے کا عزم کر کے حکمرانوں کو ماننے پر مجبور کیا۔ تکلیف حکمرانوں کو بھی ہے۔ کیسے؟ وہ بھی بتلاتا ہوں۔

لاہور کے اندر ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اور اخبارات میں اس کا اتنا غلیظ اشتہار چھپا ہے اتنا گندہ کہ خبیث' نجس' ذلیل ہر قسم کی گالی دی گئی اور بے حیاؤں کی بے حیائی کا عالم یہ ہے روٹی بھی ان کی دی ہوئی کھاتے ہیں گالی بھی ان کو دیتے ہیں۔ حالت یہ ہے پہلے یہ جلوس نکالتے تھے کہ وہاں سے ہمارے بندے کیوں نکالے گئے ہیں۔ بندے تمہارے وہاں رہتے ہیں گالی ہم کو دیتے ہو نجدی کہہ کے۔ پھر لاہور میں جلوس نکالے گئے' اشتہار لگائے گئے۔ حکومت دم سادھے خاموش بیٹھی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے حکومت بہری ہو گئی ہے' اندھی ہو گئی ہے' نظر نہیں آتا۔ غلیظ اشتہار چھپ رہے ہیں اور گوجرانوالہ کے لوگو یاد رکھنا! ان اشتہاروں کو وہ چھاپ رہے ہیں جو حکومت کے ٹاؤٹ ہیں۔ میں برملا کہتا ہوں' سی آئی ڈی والے لکھیں' مجھ پہ مقدمہ چلائیں۔ اس سازش میں بھیرہ کا ایک نام نہاد پیر جس کو اس دور کی......

ہائے ہائے کیا کہوں؟ الفاظ زیب نہیں دیتے ہیں۔ اس زمانے نے کیا کیا کروٹیں بدلیں اور کن کن لوگوں کو شاہ نشین بنایا ہے۔ ایک جاہل پیر جس کو الف ب نہیں آتی ہے اس کو سپریم کورٹ کا' شریعت کورٹ کا جج بنایا گیا ہے۔ اس سپریم کورٹ کے' شریعت کورٹ کے جج نے اپنی ججی کی بھی شرم نہ رکھتے ہوئے اتنا غلیظ' اتنا گندہ اپنے پرچے کے اندر اداریہ لکھا ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں ایسا گندہ اداریہ کبھی نہیں لکھا گیا۔

اس نے کہا یہ وہابی ابوجہل کی اولاد ہیں' ابولہب کی اولاد ہیں۔ وہ اپنے آپ کو شریعت کورٹ کا جج کہتا ہے اور یہ الفاظ ہیں ابوجہل کی اولاد ابولہب کی اولاد۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل اور ابولہب کی دایہ یہی بنی ہوئی تھی۔ یہ دایہ کا فریضہ سرانجام دیتا رہا ہے۔ ابوجہل کا' ابو لہب کا سارا شجرہ نسب اس کے پاس ہے۔ حیا نہیں آتی اور دوسرا ایک نیم اندھا جس کو رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین بنایا ہوا ہے۔ جس کو بندہ نظر نہیں آتا اس کو چاند دیکھنے کے لئے بٹھایا ہوا ہے۔ اس ساری تحریک میں پیش پیش یہ دو سرکاری ٹاؤٹ ہیں۔ ایک شریعت کورٹ کا جج اور دوسرا رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین۔ یہ دونوں اس تحریک کو چلا رہے ہیں۔ تم سمجھتے ہو ہم بیوقوف ہیں۔ ہمیں پتہ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں تھانیدار جن کو آنکھ دکھا دے تو دس دس دن گھر سے نہیں نکلتے۔ سرکاری ملازم' ہم ان کو جانتے ہیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہ تو ہمارے دیوبندی بھائیوں کی بزدلی کے سبب ہے۔ قسم ہے خدا کی میں سچی بات کہتا ہوں۔ ؎

اسد علی و فی الحروب نعامة

اہلحدیثوں کے خلاف بات ہوتی ہے کرتے اٹھا کے بھاگے آتے ہیں۔ بریلویوں سے بات ہوتی ہے ان کو منہ نہیں دکھاتے۔ ان کے لئے میں لڑ رہا ہوں۔ یہاں بھی اور لاہور میں بھی۔ آخر بھائی ہیں۔ صرف لاہور کے اندر بریلویوں نے بائیس مسجدیں دیوبندیوں کی چھینی ہیں۔ دلیر ہو گئے۔ انہوں نے کہا یہ تو مسئلہ ہی بالکل ہضم ہو جائے گا جس طرح چاہو ان کو آگے لگالو۔ حکومت کے ایماء پر' حکومت کی سازش سے یہ تحریک چلائی گئی ہے۔ میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں اگر حکومت کی سازش نہیں تھی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے ہمارا نام اخبارات میں چھپنے کی اجازت نہیں ہے۔ سعودی عرب سے واپسی پر مجھ سے بیان لیا' بعد میں اخبار والے نے کہا جناب حکم نامہ آ گیا ہے کہ احسان الٰہی ظہیر کا نام بھی اخبار میں نہیں چھپ سکتا۔ میں نے کہا نام اس لئے نہیں چھپ سکتا کہ میرا نام سن کے ان کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ تو نہیں چھپ سکتا لیکن قوم کے اندر آگ لگانے کے لئے' قوم کے اندر کشت وخون کرانے کے لئے

روزانہ غلیظ اور گھٹیا قسم کے اشتہارات ضرور چھپ سکتے ہیں۔ کیا ہم بیوقوف ہیں؟ ہم نہیں سمجھتے یہ کون کروا رہا ہے؟

شریعت کورٹ کا جج' رویت ہلال کمیٹی کا چیئر مین' اخبارات میں اشتہار؟

یہ سارا کچھ ہو رہا ہے' ہم کو پتہ ہے۔ سبب کیا ہے؟

گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جائے تاکہ ختم نبوت کے آرڈیننس پر کوئی عمل کا مطالبہ نہ کر سکے۔ لوگ آپس میں الجھے رہیں مرزائی چھوٹ جائیں۔ ایک طرف حکومت کی حالت یہ ہے' دوسری طرف جدید تہذیب کے فرزندوں کا حال یہ ہے۔

پشاور کی ایک بی بی بولی' کہنے لگی میں قادیانیوں کے حقوق کی حفاظت کروں گی۔ اس کے پیٹ میں درد اٹھا ہے کہ میں قادیانیوں کے حقوق کی حفاظت میں لڑوں گی۔ جمعرات کو اس کا بیان چھپا تھا جمعہ کے دن میں آ گیا تھا۔ میں نے کہا اگر حقوق کے لئے لڑنا ہے تو پہلے اپنے سسر کے حقوق کے لئے لڑو۔ اس کے حقوق کی تو تم سے حفاظت نہیں ہو سکی۔ مرزائیوں کی تو چیمپئن بن گئی ہے۔ آج کے اخبار میں لاہور کے وکیلوں کی بات بھی چھپی ہے۔ ہم نہ حکومت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں یہ تو اچھی بات تھی۔ دوسری قرارداد کہ علماء اور عوام...... کہنے لگے ان کو بھی نہیں کرتے۔ بھئی تم کو کیا تکلیف ہے؟

دونوں سازشیں' جدید تہذیب کے فرزندوں کی سازش' حکمرانوں کی سازش اپنے اپنے مقاصد کے لئے ہیں۔ علم دین کا' عالم دین کا تقاضا یہ ہے کہ تمام واقعات پہ نظر رکھے۔ نہ حکمرانوں کی حکومت کو پرواہ میں لائے نہ جدید تہذیب کے فرزندوں کی بات کو پرواہ میں لائے۔ وہی بات کہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کہی ہے۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

کہ

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

یہ ایک مومن کی' ایک طالب علم کی' دین کی مسند کے ایک امین کی نشانی ہے اور اہل حدیث...... ان کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ اہل حدیثو تم نے اپنے آپ کو للہ کے رسول کی مسند کا سچا وارث بتلایا ہے۔ تم یہ کہتے ہو ہمارے لئے صرف دو چیزیں ہیں

رب کا قرآن ہے یا محمد ﷺ کا فرمان ہے۔ تیسری کوئی چیز ہم نہیں مانتے۔ اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے اور یقیناً سچا ہے تو اپنے آپ کو اس بات کا اہل بناؤ کہ رب کے قرآن کے خلاف نبی کے فرمان کے خلاف' جس کی آواز بھی بلند ہو اہل حدیث اس آواز کے مقابلے کے لئے سینہ سپر ہو جائیں۔ اور ان شاء اللہ ہم نے اس بات کا حلف اٹھایا ہے جب تلک جسم میں سانس کی آمد و رفت باقی ہے پاکستان میں محمد ﷺ کا پرچم نیچے نہیں گرے گا۔ ان شاء اللہ جب تلک ایک اہل حدیث زندہ ہے سرور کائنات کی بات سے اونچی کسی کی بات نہیں ہو سکتی۔ نہ حکمرانوں کی بات' نہ جدید تہذیب کے فرزندوں کی بات اور ان شاء اللہ ہم ہر سازش کو ناکام بنائیں گے اور یہاں محمد ﷺ کی ختم نبوت کے مسئلے کو نافذ کروا کے رہیں گے۔ ان شاء اللہ دنیا کی کوئی سازش اس سلسلے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

آخر میں میں جامعہ محمدیہ کے منتظمین کو' اس کے مدرسین کو' ان لوگوں کو جو مالی' جانی' بدنی کسی قسم کی بھی اس جامعہ کے چلانے میں مدد کرتے ہیں' مبارکباد دیتا ہوں اور پھر طالب علموں سے کہتا ہوں طالبعلمو! آج تمہارے مسلک کو ایسے فرزندوں کی ضرورت ہے جو حق بات کے لئے اپنی گردن کے کٹانے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ غیر خدا کے سامنے اپنی گردن کے جھکانے کی بات نہ رکھتے ہوں۔ ان شاء اللہ ایسے ہی لوگ آئیں گے اور پاکستان کی فضاؤں میں نبی کی سنت کے ترانے گائیں گے اور اس ملک میں کتاب و سنت کے قانون کو نافذ کروائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

❋ ❋ ❋

فکر آخرت اور اس کے تقاضے

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا○ (النساء:۵۹)

حضرات!

آپ نے مجھ سے پہلے میرے دوستوں کے خیالات سنے ہیں۔ میں اس جگہ آ کر بڑی خوشی اور مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے کہ اب اس روشنی اور تعلیم کے دور میں پاکستان کی کوئی بستی ایسی موجود نہیں رہی جس میں اللہ کی توحید کا بوٹا (پودا) نہ لگ گیا ہو۔ میری ایماندارانہ رائے ہے کہ نہ صرف یہ ہماری خوش قسمتی ہے بلکہ جس جس بستی میں اللہ کی توحید کا اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کا چمن لگایا گیا یا لگ گیا ہے' اس ساری بستی والوں کی یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

دنیا میں آدمی اس لئے نہیں آیا کہ وہ کھائے' پئے' نشوونما پائے' جوان ہو' بوڑھا ہو اور مر جائے بلکہ انسان دنیا میں اس لئے آیا ہے تاکہ اس کائنات میں رہ کر وہ ایک ایسی زندگی کے لئے سامان اور بندوبست مہیا کرے جو زندگی کبھی ختم ہونے والی نہیں اور جو زندگی یا تو بڑی عیش' عشرت' ناز' نعمت اور آرام کی زندگی ہوگی یا بڑے دکھ' تکلیف' مصیبت' رنج' غم اور الم کی زندگی ہوگی۔

امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس زندگی کے بارے میں یوں بیان کیا

ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس زندگی کا آغاز ہوگا تو ایک ایسا شخص جس نے دنیاوی زندگی میں کبھی دکھ نہیں دیکھا۔ ساری زندگی عیش وعشرت کے ساتھ گزارتا رہا' بسر کرتا رہا۔ دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہ تھی جو اسے میسر نہ آئی ہو۔ ایسا آدمی اس نئی زندگی میں ایک لمحہ کے لئے جہنم میں پھینکا جائے گا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے وہ شخص جس نے دنیاوی زندگی میں کبھی دکھ نہیں دیکھا' جس نے ہر قسم کے سکھ اور آرام کو پایا ہے۔ بتلاؤ اس ایک گھڑی کا دکھ چکھنے کے بعد تمہیں اپنا کوئی اچھا وقت بھی یاد ہے؟

وہ کہے گا اللہ یہ گھڑی بھر کا دکھ جو میں نے چکھا ہے' اس نے مجھے زندگی بھر کے سارے سکھ بھلا دئے ہیں۔ ایک سکھ بھی یاد نہیں رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری زندگی تکلیفوں' مصیبتوں' غموں' آلام اور تلخیوں میں گزر گئی۔

فرمایا ایک ایسا شخص لایا جائے گا جس کے کپڑے پھٹے ہوئے' رہنے کو کوئی اچھا مکان نہیں' کھانے کو کچھ نہیں' اس کو لمحے بھر کے لئے جنت میں لے جایا جائے گا۔ ایک لمحہ جنت میں گزارے جانے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا اے بندۂ خدا! تو دنیا میں بڑی طویل زندگی گزار کے آیا ہے' بتلا کبھی دکھ بھی دیکھا تھا؟

وہ آدمی جس کی ساری زندگی کٹی ہی دکھوں میں ہے' جنت کے ایک لمحے کا سکھ چکھنے کے بعد کہے گا اللہ میں نے زندگی میں کبھی دکھ دیکھا ہی نہیں ہے۔

یہ زندگی اصل میں اس زندگی کی تیاری کے لئے انسان کو مہیا کی گئی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ موسم بہار سے پہلے' موسم ربیع سے پہلے' فصلوں کے پکنے کے موسم سے پہلے آدمی کو بوائی کے لئے' آدمی کو بیج کے بونے کے لئے' آدمی کو کھیت کے تیار کرنے کے لئے مہلت مہیا کی جاتی ہے تو وہ شخص جو اس مہلت سے فائدہ اٹھاتا ہے' اس وقت سے کچھ حاصل کرتا ہے وہ اپنا سارا وقت اس بات میں صرف کرتا ہے کہ کھیت کو اچھی طرح تیار کیا جائے' اس میں بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو اچھی طرح اس کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ بیج کو قبول کر سکے۔ رات کو سوتا نہیں ہے۔ لوگ سو رہے ہوتے ہیں وہ پھاوڑا یا کدال اپنے کندھے پہ رکھتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں بھلے مانس سردیوں کی رات ہے' تو ایسے وقت میں کہاں جا رہا ہے؟

جا آرام کر۔ وہ کہتا ہے نہیں۔ اگر میں نے اب آرام کر لیا تو کٹائی کے وقت سوائے

مایوسی کے میرے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔اس لئے اگر میں چاہوں کہ جب لوگوں کی فصلوں کی کٹائی ہو تو میرا کھیت بھی لہلہا رہا ہو' میرا کھیت بھی سرسبز و شاداب ہو' میرے کھیت پہ بھی بہار ہو' میری فصل بھی پکی ہوئی ہو' میرے گھر میں بھی دانے آ جائیں' میرے بچے بھی آرام کی زندگی بسر کریں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ میں رات کے آرام کو دیکھوں نہ دن کے چین کو دیکھوں۔ یہ نہ دیکھوں کہ رات ہے' کہ نہیں سرد ہے یہ نہ دیکھوں کہ دن گرم ہے کہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ دیکھوں کہ اگر اب محنت نہیں کرتا تو موسم بہار میں کٹائی کس چیز کی کروں گا؟

بالکل اس شخص کی طرح اللہ نے ایک بڑی زندگی کے لئے انسان کو ایک وقت مہیا کیا ہے کہ دیکھ تیرے لئے ایک بڑی لمبی زندگی ہم نے رکھی ہوئی ہے۔وہ زندگی جس نے سو سال کے بعد' دو سو سال کے بعد' تین سو سال کے بعد' چار سو سال' چار ہزار سال' چار لاکھ سال کے بعد بھی ختم نہیں ہونا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ اس زندگی نے باقی رہنا ہے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ان لوگوں کا فیصلہ ہو گا جن لوگوں نے اس زندگی میں اپنی اُس زندگی کے لئے کچھ سامان مہیا کیا اور ان لوگوں کا جنہوں نے کچھ بھی مہیا نہیں کیا۔اس زندگی والے جہنم میں' اُس زندگی والے جنت میں ڈالے جائیں گے تو جہنمیوں کو ایک آس ہو گی۔جسم جلے گا' چمڑہ جلے گا۔وہ کہیں گے کوئی بات نہیں اب جسم جل جائے گا' چمڑہ جل جائے گا' جان چھوٹ جائے گی۔ قرآن میں رب نے کہا

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ

(النساء:۵۶)

جب ایک چمڑہ جلے گا ہم نیا چمڑہ چڑھا دیں گے تاکہ ان کے عذاب میں کوئی کمی اور تخفیف واقع نہ ہو۔ان کو اتنی ہی تکلیف ہو جتنی پہلی دفعہ جلتے ہوئے ہوئی تھی۔

کہا پھر ان کو آس ملے گی چلو اب نیا چمڑہ مل گیا۔پھر جلتا ہے پھر نیا مل گیا۔ایک دن آئے گا کہ زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔دکھوں سے چھوٹ جائیں گے۔اللہ کہے گا جاؤ موت کو لاؤ۔موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں' ایک بچھڑے کی صورت میں' ایک دنبے کی صورت میں ان کے سامنے لایا جائے گا۔اللہ کہے گا اس موت کو ان کے سامنے ذبح کر دو تاکہ ان کو پتہ چل جائے کہ دکھوں سے نجات کے لئے موت بھی نہیں آنے والی۔دنیا میں آدمی گھبرا جاتا

ہے تو کیا کہتا ہے؟

کہتا ہے چلو یار کوئی بات نہیں، دن ہی تو ہیں گزر جائیں گے۔ چار اچھے گزر گئے، چار برے گزر گئے، کون سا ہم نے یہاں رہنا ہے؟

اللہ نے کہا او عقلمندو، او نیک بختو! اس زندگی کے دن تو گزر جائیں گے لیکن جس زندگی کو بنانے کے لئے تمہیں بھیجا ہے اس زندگی کے دن کبھی نہیں گزریں گے۔ اس زندگی کا خیال کرو۔ اب اس زندگی کے سنوارنے کا طریقہ کیا ہے؟

ایسی زندگی یا انتہائی دکھوں کی یا انتہائی راحت کی ہوگی۔ دکھ کیسے دکھ ہوں گے؟ امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دکھ ایسے دکھ کہ جن دکھوں کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ایسے دکھ کہ آدمی جن دکھوں کا سوچنا چاہے تو سوچ بھی نہ سکے۔ کہا ان دکھوں کا اندازہ اس بات سے لگا لو کہ سب سے ہلکا دکھ جس شخص کو دیا جائے گا، اس کو جہنم کی آگ کی جوتی پہنائی جائے گی۔ کہا کیسی جوتی؟

کہا جب پیروں میں پہنائی جائے گی تو شعلے دماغ سے نکلنا شروع ہو جائیں گے۔ یہ وہ شخص ہوگا جس کو سب سے تھوڑی تکلیف دی گئی ہوگی۔ کھانے کے لئے بھوک لگے گی۔ کہے گا اللہ جہنم میں تو تو نے پھینک دیا، اب کھانے کو تو کچھ دے دے۔ قرآن کے الفاظ ہیں، نہ کسی مولوی کے وعظ کے الفاظ، نہ کسی شخص کی خودساختہ کتاب کے الفاظ، اس کتاب کے الفاظ جسے خود رب نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پہ نازل کیا۔ کیا الفاظ ہیں؟

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ

(الدخان: ۴۳-۴۵)

جب جہنمیوں کو، دوزخیوں کو بھوک لگے گی، بھوک سے نڈھال ہوں گے تو رب کو کہیں گے اللہ کھانے کو کچھ دے۔ اللہ ان کو کھانے کے لئے کانٹے دار درخت مہیا کرے گا۔ کہیں گے اللہ پیاس لگی ہے۔ کہا سالہا سال، سو سال، ہزار سال تک پکارتے رہیں گے پیاس۔

آج گرمیوں کے چند گھنٹے پیاس میں نہیں گزرتے۔ نہ فقیر کے گزرتے ہیں، نہ امیر کے، نہ مفلس کے گزرتے ہیں، نہ تونگر کے، نہ قلاش کے گزرتے ہیں، نہ مالدار کے، نہ غریب کے گزرتے ہیں، نہ صاحب مال کے، نہ محکوم کے گزرتے ہیں، نہ حاکم کے، نہ رعایا کے گزرتے ہیں

'نہ راعی کے' نہ پرجا کے گزرتے ہیں' نہ راجہ کے۔ یہ حالت ہے۔ چند گھنٹے نہیں گزرتے' کوئی برف والا پانی پیتا ہے' کوئی مٹکے کا پیتا ہے' کوئی ٹھنڈا پیتا ہے۔ جتنی کسی کو میسر ہوتی ہے اتنا خرچ کرتا ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ کنویں کا ٹھنڈا تازہ پانی نکال کے پی لیتا ہے۔ چند گھنٹے پیاس میں گزارنا برداشت نہیں۔

ایک مشہور واقعہ ہے۔ ایک بزرگ ایک بادشاہ کے پاس رات کو سوئے ہوئے تھے۔ ہارون الرشید کا واقعہ ہے۔ اس وقت کے بادشاہ بھی نیک تھے۔ اپنے پاس بزرگوں کو' نیکوں کو' عالموں کو ٹھہراتے تھے تاکہ ان سے کوئی نیکی کی بات معلوم ہو اور اس وقت کے عالم بھی کوئی ضمیر فروش نہیں تھے کہ مسئلہ وہ بیان کریں جو بادشاہ چاہے بلکہ مسئلہ وہ بیان کرتے تھے جو رب چاہے۔ رب کی مرضی کا خیال کرتے' بادشاہ کی مرضی کا خیال نہیں کیا کرتے تھے۔ آج ہمارے حکمرانوں کا جو بیڑہ غرق ہوا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کو ضمیر فروش مولوی مل گئے ہیں' جو ان کو وہی مسئلے بتلاتے ہیں جو ان کا دل چاہتا ہے۔ اس وقت کے علماء بھی وہ تھے کہ وہ مسئلے بیان کرتے تھے' جو رب چاہے۔ بادشاہ ناراض ہو جائے تو پرواہ نہ کرتے تھے سمجھتے تھے کہ بادشاہوں کا بادشاہ ناراض نہ ہو جائے۔ ہارون الرشید کے پاس ایک عالم سوئے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا' گرمی کے دن تھے۔ بادشاہ کو پیاس لگی۔ اٹھا' خادم کو آواز دی۔ امام وقت بیدار ہو گئے۔ کہا رک جاؤ۔ خادم کو روک دیا۔ کہا بادشاہ کیا بات ہے؟

کہا پیاس لگی ہے۔

جلدی سے اٹھے' پیالہ پانی کا بھر کے لے آئے۔ بادشاہ کے سامنے کیا۔ ہارون الرشید نے ہاتھ بڑھایا' امام وقت نے پیالہ پیچھے ہٹا لیا۔ پھر ہاتھ بڑھایا پھر پیالہ پیچھے کر لیا' پھر ہاتھ بڑھایا پھر پیالہ پیچھے کر لیا۔ بادشاہ نے کہا امام مجھے پیاس نے نڈھال کر رکھا ہے۔

آدھی رات کو نیند اپنی مرضی سے نہیں آتی' آنکھ اپنی مرضی سے نہیں کھلتی۔ اسی وقت کھلتی ہے جب تکلیف ہو۔ تمہاری آنکھ بھی اسی وقت کھلتی ہے جب تکلیف ہو۔ نیکوں کی بغیر تکلیف کے رب کے ڈر سے بھی کھل جاتی ہے۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (السجدہ:۱۶)

فرمایا بدبخت ہوتے ہیں تکلیف ہوتی ہے آنکھ کھلتی ہے۔ نیک بخت ہوتے ہیں آرام

سے سوئے ہوئے ہیں' رب کی یاد آتی ہے آنکھ کھل جاتی ہے۔

بادشاہ نے کہا امام تکلیف تھی تو آنکھ کھلی۔ مجھے اور تکلیف نہ دو۔ گرمی نے نڈھال کر رکھا ہے۔ کیا امام تھا' کیا عالم تھا' کیا فتویٰ دیا؟

اس وقت کے مشیر بھی یہ تھے۔ کہا بادشاہ بتلا اگر پانی کا یہ پیالہ تجھ کو نہ دیا جائے تو ایک پانی کے پیالے کے لئے کتنی دولت صرف کرنے کو تیار ہو؟

اس نے کہا امام اگر پانی کے اس پیالے کی قیمت مقرر کی جائے اور مجھ کو کہا جائے تو اس کی قیمت دے تب پانی دیں گے' خدا کی قسم ہے میں اپنی آدھی سلطنت دے دوں اور پانی کا ایک پیالہ لے لوں۔ ایک رات پانی کی پیاس برداشت نہیں ہوتی۔ آدمی بھوک تو چار چھ دن برداشت کر لیتا ہے پیاس لمحے بھر کی برداشت نہیں ہوتی۔ نہ پانی کے بغیر آدمی کا گذر ہے نہ ہوا کے بغیر اور یہ دونوں رب کی وہ نعمتیں ہیں جن پر کسی حاکم کا کنٹرول نہیں ہے۔ اگر کسی حاکم کا پانی اور ہوا پر بھی کنٹرول ہوتا تو ہمارا حشر وہی ہوتا جو آج گوشت کھانے والوں کا ہو رہا ہے۔ بالکل سچی بات ہے۔ اس پر کسی کا کنٹرول نہیں۔

جہنمی آواز دیں گے اللہ! پانی۔ اللہ! پانی۔ ہائے! ہزار ہا سال گزر جائیں گے۔ پھر کیا کہیں گے؟

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (الزخرف:۷۷)

اور اس سے پہلے قرآن نے نقشہ کھینچا۔ جنت والوں کو دیکھیں گے۔ ادھر جہنمی پانی کی بوند سے تڑپ رہے ہیں۔ ہزار سال گزر گئے۔ ادھر جنتی آب خورے لئے ہوئے ٹھنڈے پانی' کوثر کے پانی' سلسبیل کے پانی پی رہے ہوں گے۔ کہیں گے' قرآن کے الفاظ ہیں

اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ (الاعراف:۵۰)

اے لوگو! تمہیں رب نے جو پانی دیا ہم کو ایک قطرہ ہی دے دو۔ کہیں گے رب نے ہم کو پلایا' تمہارے پینے کے لئے ایک قطرہ بھی عطا نہیں کیا۔ ہم تو رب کے ماننے والے وہی کام کریں گے جو رب کہے گا۔ رب کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ جب دیکھیں گے کہ یہ بھائی' یہ رشتہ دار' یہ قریبی' یہ پڑوسی پانی دینے کے لئے تیار نہیں تو کہیں گے

يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ

اے داروغہ جہنم! خدا کو کہو اس طرح تو نہ مارے۔ مارنا ہے تو یک لخت مار دے۔

قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ

جواب ملے گا نہیں نہیں، مر نہیں سکتے، تڑپتے رہو گے موت نہیں آ سکتی۔

قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ

نہیں نہیں۔ تمہاری قسمت میں تڑپنا، بلکنا لکھا ہوا ہے، مرنا نہیں لکھا ہوا۔ موت ایک وقت آنی تھی، وہ آ گئی۔ اب نہیں مرنا۔ اب اسی طرح رہو گے۔ اللہ کے حبیب نے کہا تڑپ تڑپ کے نڈھال ہو جائیں گے۔ کہیں گے اللہ کچھ تو پینے کے لئے دے دے۔ اللہ کہے گا اچھا پینا ہی چاہتے ہو، جاؤ میرے فرشتو ان کو پلاؤ۔ اللہ کیا پلائیں؟

کہا ان کے جسموں سے نکلنے والی پیپ ان کو پلاؤ۔

كَالْمُهْلِ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ (الدخان:۴۵)

اس زندگی کے لئے بھی ہم نے کبھی کچھ سوچا ہے؟

آج دیہات میں رہنے والے ہوں، قصبات میں رہنے والے ہوں، چھوٹے شہروں میں رہنے والے ہوں، بڑے شہروں میں رہنے والے ہوں، ساری دنیا کے لوگوں کی ساری کوشش و کاوش کا مرکز و محور کیا ہے؟

صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے بچوں کے لئے اور اپنے لئے کچھ آرام کی چیزیں مہیا کر لیں۔ ہر آدمی، مولوی ہے اس کی یہی تگ و دو، واعظ ہے اس کی یہی تگ و دو، پیر ہے اس کی یہی تگ و دو، فقیر ہے اس کی یہی تگ و دو، مفلس ہے اس کی یہی تگ و دو، کسان ہے اس کی یہی کوشش، مزارع ہے اس کی یہی کوشش، مزدور ہے اس کی یہی کوشش، تاجر ہے اس کی یہی کوشش، کائنات میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس کی یہ کوشش نہ ہو کہ میں اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے کچھ بنا لوں۔ کیا بنا لوں؟

گرمی سے بچاؤ کے لئے کپڑے بنا لوں، سردی سے محفوظ رہنے کے لئے تلائی اور رضائی بنوا لوں، گرمیوں کی چلچلاتی ہوئی دھوپ سے بچنے کے لئے پنکھا لگوا لوں اور زیادہ اہتمام کر کے گھر میں ٹھنڈے پانی کا کوئی کولر لے آؤں۔ ساری کوشش کا مرکز و محور صرف یہی ایک چیز ہے۔ دوسری کوئی چیز دنیا میں کوشش کا مرکز نہیں ہے۔ یہ عزت، یہ اقتدار، یہ شہرت، یہ

ہوس' یہ چیز دوسرے نمبر پہ آتی ہے۔ پہلے نمبر پہ چیز آتی ہے اپنا آپ۔ یہ الگ بات ہے کوئی حلال طریقے سے بناتا ہے' کوئی حرام سے۔ کوئی لوگوں کی جیبوں پہ ڈاکہ ڈال کے بناتا ہے کوئی محنت کر کے بناتا ہے۔ لیکن کوشش کا مرکز یہی ہے۔

بندگان رب ساٹھ سالہ زندگی کے لئے' ستر سالہ زندگی کے لئے تو اتنی تگ ودو' اس کی گرمی سے بچاؤ کے لئے اتنی کوشش' اس کی سردی سے حفاظت کے لئے اتنی کاوش۔ لیکن اس ایک دن کی گرمی سے بچاؤ کے لئے بھی کچھ بندوبست کیا ہے؟ جو ایک دن پچاس ہزار سال سے زیادہ لمبا ہے۔ اس ایک دن کے لئے بھی کچھ کیا ہے؟

اور آج کی گرمی اتنی گرمی جس کی پاکستان میں زیادہ سے زیادہ ڈگری ایک سو ستائیس درجے تک ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ گرمی نہیں پڑتی۔ ایک سو ستائیس درجے کی گرمی پڑتی ہے اور جس دن کہ سورج لاکھوں میل دور ہے' کروڑوں میل دور ہے۔ ایک سو ستائیس درجے کی گرمی پڑتی ہے اور لوگ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں۔ سیالکوٹ میں زیادہ سے زیادہ ایک سو تیرہ ایک سو چودہ پڑتی ہے۔ ایک سو ستائیس پاکستان کے ان علاقوں میں جو انتہائی گرم علاقے ہیں۔ جب وہاں اتنی گرمی ہوتی ہے آدمی نڈھال ہو جاتے ہیں۔ یہاں سیالکوٹ میں ایک سو تیرہ چودہ درجے کی پڑتی ہے' یہاں کئی لوگ مر جاتے ہیں۔ یہاں سورج لاکھوں میل دور ہے اور پھر سایہ دار درخت موجود ہیں' پھر گھر کی چھتیں موجود ہیں' پھر کچی کوٹھری موجود ہے' کچھ نہیں تو مسجد کی چھت موجود ہے۔ او بندگان رب! گرمی سے بچاؤ کے لئے چیز موجود ہے' اندر کی گرمی کے بجھانے کے لئے پانی موجود ہے۔ کہ آدمی نڈھال ہو جاتا ہے۔ اس دن کا بھی بندوبست کیا ہے جس دن سارے میدان میں کوئی سایہ دار درخت نہیں ہوگا اور جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوگا؟

کائنات کے امام نے کہا مرد کے جسم پہ کپڑا ہوگا نہ عورت کے جسم پہ پردہ ہوگا۔ آپ کی بیوی نے کہا آقا ہمارے جسم پر بھی' عورتوں کے جسم پر بھی؟

کائنات کے امام نے ارشاد کیا لوگو! سن لو! کسی عورت کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوگا۔

عورت نے کہا' بیوی نے کہا' خاتون نے کہا' زوجہ نے کہا آقا مرد بھی ہوں گے' عورتیں بھی ہوں گی؟

کہا مرد بھی ہوں گے عورتیں بھی ہوں گی۔
کہا درمیان میں کوئی پردہ بھی ہوگا؟
آقا نے ارشاد فرمایا درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہوگا۔
کہا اللہ کے حبیب عورتیں شرم سے مر جائیں گی جب مرد ان کی طرف دیکھیں گے۔
آپ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت کی تلاوت کی

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۔

(الحج:۱-۲)

عائشہ تم نے پوچھا مرد اور عورتیں اکٹھی ہوں گی۔ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟
عائشہ اس وقت کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کی ہوش ہی نہیں ہوگی۔یہ عالم ہوگا۔

تَرَى النَّاسَ سَكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى

حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔آدمی نشے میں بدمست نظر آئے گا۔لوگ سوچیں گے بھنگ پی ہوئی ہے۔بھنگ نہیں پی ہوئی' اللہ کے عذاب نے اس کے ہوش وحواس گم کئے ہوئے ہیں۔

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ

لوگو!اس دن سے ڈر جاؤ جس دن کہ لوگ اپنے ہوش وحواس میں نہیں ہوں گے۔او سننے والو ذرا سنو۔اللہ کے حبیب مردوں کے جسم پر بھی نہیں' عورتوں کے جسم پر بھی کپڑے نہیں ہوں گے۔سورج کتنی دور ہوگا؟
فرمایا عائشہ سورج اتنا نزدیک ہوگا کہ اگر آدمی ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ سورج کو لگ جائے۔
آقا!زمین کا حال کیا ہوگا؟لاکھوں میل دور تو یہ حال ہے' اس دن کیا حال ہوگا؟
فرمایا زمین تانبے کی طرح تپ رہی ہوگی۔
آقا!انسان کے جسموں کا کیا حال ہوگا؟
فرمایا جسم سے پسینے اس طرح چھوٹ رہے ہوں گے جس طرح پتھروں سے پانی

چھوٹتا ہے۔

کہا آقا! پسینے کا کیا حال ہوگا؟

فرمایا عائشہ! جسم سے نکلنے والا پسینہ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح کڑاہے میں ابلتا ہوا تیل کھولتا ہے۔

کہا آقا! نبیوں کے جسم پر بھی کچھ ہوگا؟

کائنات کے امام نے فرمایا نبی کے جسم پر بھی کچھ نہیں ہوگا۔ سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہوگا۔

وہ منظر وہ ہے بطلاق منظر

کائنات کے امام سے لوگوں نے پوچھا اللہ کے حبیب اتنے سخت دن' لوگ تو مر رہے ہوں گے؟

فرمایا لوگوں کی حالت یہ ہوگی زبانیں اس طرح مونہوں سے باہر نکلی ہوں گی کہ چھاتیوں پر پڑی ہوئی ہوں گی۔ فرمایا حلقوم سے زبان اس طرح باہر نکلی ہوئی ہوگی جس طرح کہ سخت گرمیوں کے دنوں میں بھوک اور پیاس سے نڈھال کتوں کی زبان باہر نکل کر گری پڑتی ہے۔ اسی طرح سے مردوں کی' عورتوں کی زبانیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی۔

آقا پھر کیا ہوگا؟ دن کتنا لمبا ہوگا؟

کہا ہزار سال کا دن' ایک حدیث میں آیا پچاس ہزار سال کا دن ہوگا۔

اتنا لمبا دن؟ آقا گزر کیسے ہوگا؟

فرمایا جس نے اس زندگی کو رب کی بندگی میں گزارا ہے' جس نے اس زندگی میں اس دن کا خیال کیا ہے' جس نے اس زندگی میں اس دن کے لئے سامان مہیا کیا ہے' جس نے اس دن کی تپتی ہوئی دھوپ میں اس دن کی دھوپ کا خیال کر کے تپتی ہوئی مسجد میں آ کے اپنی پیشانی رکھی ہے' اللہ اس دن کی گرمی سے اس کا بندوبست فرما دے گا۔

آقا! کیا بندوبست ہوگا؟

آقا نے فرمایا رب پہلے مجھے لباس پہنائے گا' پھر نبیوں کو لباس پہنائے گا' پھر صدیق کو لباس پہنائے گا' پھر فاروق کو لباس پہنائے گا' پھر مجھ کو' صدیق کو' فاروق کو حوض کوثر پہ بٹھائے

گا۔ پیاسے آئیں گے، پیاس سے ان کے چہرے اترے ہوئے، زبانیں نکلی ہوئیں، میری طرف آئیں گے۔ فرشتے درمیان میں کھڑے ہوں گے کہیں گے ٹکٹ لے کے آؤ۔ اللہ ٹکٹ کیا ہے؟

اس حوض کوثر پر وہی آئے گا جس کو پاس ملا ہو گا۔ اللہ کے حبیب پاس کیا ہے؟

فرمایا جس نے گرمیوں کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں اور سردیوں کی ٹھٹھرتی ہوئی راتوں میں وضو کیا۔ اس کے وضو کے نشان چمک رہے ہوں گے۔ وہ کہے گا اللہ میں یہ پاس لے کے آیا۔ فرشتے کہیں گے جاؤ جس کا چہرہ چمک رہا ہے، جس کے ہاتھ چمک رہے ہیں، جس کی پیشانی چمک رہی ہے، جس کے پیر چمک رہے ہیں، جو پنج کلیان ہے جائے محمد ﷺ کے ہاتھ سے حوض کوثر کا پانی پیئے۔ حضور نے فرمایا جس نے ایک پیالہ پی لیا پھر جنت میں جانے تک اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ جس نے اس دنیا میں بندوبست کیا۔

کائنات کے امام سے لوگوں نے پوچھا اللہ کے حبیب، پھر پیاس کا تو بندوبست ہو جائے گا، سائے کا کیا ہو گا؟

امام کائنات نے ارشاد فرمایا۔ فرمایا اللہ اپنے عرش پہ جلوہ گر ہو گا، کہے گا اے میرے فرشتو! سات قسم کے آدمیوں کو گھیر گھیر کے لاؤ، گرمی سے بچا بچا کے لاؤ۔

اللہ کہاں لائیں؟

فرمایا میرے عرش کے نیچے لاؤ۔ آج ان کے لئے کوئی سایہ نہیں، میرا عرش ان کے لئے سایہ بن جائے گا۔ رب ان کو اپنا سایہ مہیا کرے گا۔ اللہ وہ کون سے بندے ہیں؟

فرمایا

شاب نشأ فی عبادة الله

ان میں ایک وہ جوان ہو گا جس نے اپنی جوانی کو رب کی عبادت میں گزارا۔ اس نے اپنی جوانی کو لہو میں نہیں گزارا، لعب میں نہیں گزارا، اس نے اپنی جوانی کو آلودگی میں نہیں گزارا، اس نے اپنی جوانی کو عیش میں نہیں گزارا، اس نے اپنی جوانی کو عشرت میں نہیں گزارا، اس نے اپنی جوانی کو بدمعاشی میں نہیں گزارا، اس نے اپنی جوانی کو گاؤں کے، قصبے کے، شہر کے چوراہوں میں کھڑے ہو کر، غیروں کی بیٹیوں پر آوازہ کسنے میں نہیں گزارا۔ اس نے کس میں گزارا؟

شاب نشأ فی عبادۃ اللہ

جب جوان چوراہوں میں کھڑے ہو کے غیروں کی بیٹیوں پر آوازے کسا کرتے تھے' یہ رب کی بارگاہ میں آ کے سجدے کیا کرتا تھا۔

شاب نشأ فی عبادۃ اللہ

رب کہے گا جاؤ! اس جوان کو بلا کے لاؤ جس کو میں نے جوانی عطا کی اس نے جوانی کو دیوانی نہیں بنایا' اس نے جوانی کو مستانی نہیں بنایا' اس نے اپنی جوانی کو رب کی بندگی میں گزار دیا۔

رجلان تحابا فی اللہ و تباغضا فی اللہ

فرمایا ان دو آدمیوں کو بھی بلاؤ جن کے درمیان کوئی رشتہ نہیں تھا' جن کے درمیان کوئی خون کا تعلق نہیں تھا۔ کوئی اوکی کا رہنے والا' کوئی ڈسکہ کا رہنے والا' کوئی سیالکوٹ کا رہنے والا' کوئی سمبڑیال کا رہنے والا۔ ان کو خون کے کسی رشتے نے' کسی دیگ کے چاول نے اکٹھا نہیں کیا۔

رجلان تحابا فی اللہ

ان کو مسجد میں اکٹھا کیا تو رب کی محبت نے اکٹھا کیا۔ ان کو بھی بلاؤ۔

رجلان تحابا فی اللہ و تباغضا فی اللہ

جو جمع ہوئے تو رب کی محبت میں جمع ہوئے' جدا ہوئے تو رب کے لئے جدا ہوئے۔

امام عادل

اور اس امام کو بھی بلاؤ جس کو ہم نے حکومت بخشی اور اس نے حکومت کو بندوں پر ظلم وستم میں نہیں گزارا۔ بلکہ اس نے بندوں پر رحم کیا' بندوں میں انصاف کیا' بندوں کے درمیان عدل کیا' بندوں کے درمیان وہ قانون نافذ کیا جو رب نے اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا۔ ان سات آدمیوں کو بلاؤ جنہوں نے اپنی زندگی کو رب کی اطاعت میں صرف کیا۔

تو لوگو! یہ دن جو ہے اس دن کے لئے کبھی ہم نے کچھ سوچا ہے؟

ہماری دعوت' ہماری پکار' ہمارا آوازہ' ہمارا ہو کہ صرف اس دن کے لئے ہے اور ہم کیا کہتے ہیں؟

لوگ ہم سے پوچھتے ہیں آپ کونسی چیز پیش کرتے ہیں؟

ہم کہتے ہیں دوستو! ہماری دعوت کا خلاصہ یہ ہے' اہل حدیث کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے' ہماری پکار کا خلاصہ یہ ہے' ہم یہ نہیں کہتے آؤ ہمارے پیٹ کے ایندھن کو بھر دو ہم یہ نہیں کہتے آؤ یتیموں کا مال ہمارے حوالے کر دو' ہم یہ نہیں کہتے آؤ بیواؤں اور مسکینوں کو محروم کر دو اور ان کے مال کو ہڑپ کر لو' ہم یہ نہیں کہتے کہ قل کے نام پر' تیجے (سوئم) کے نام پر اور چالیسویں کے نام پر غم زدگان کے غم میں اضافہ کیا جائے۔

ہماری دعوت یہ ہے کہ لوگو! یہ زندگی آخرت کی زندگی کے لئے توشہ مہیا کرنے کو رب نے عطا کی ہے۔ یہ زندگی رب نے اس لئے دی ہے کہ اس زندگی میں اُس زندگی کے لئے کچھ بندوبست کیا جائے۔ یہ زندگی رب نے اس لئے عطا کی ہے کہ ہم اِس زندگی میں اُس زندگی کے لئے کچھ کاشت کر لیں کہ آخر کاٹنا تو وہی ہے جو بویا ہوا اور رب نے اس زندگی کی مثال فصل کے ساتھ دی ہے کہ جس طرح کسان فصل کی کٹائی کے موقع پر وہی کچھ کاٹتا ہے جس کو وہ بوتا رہا' وہی کچھ حاصل کرتا ہے جس کے لئے وہ محنت کرتا رہا' بعینہ ایک بندہ قیامت کے دن وہی کچھ حاصل کرے گا جو اس نے اس زندگی میں کاشت کیا' جو اس نے اس زندگی میں بویا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ○ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ○ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ○ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ○ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ○ (الحاقہ:۱۹'۲۴)

جس کو اس زندگی کے بدلے میں اُس زندگی کے آغاز میں نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ وہ اچھلتا ہوا' کودتا ہوا' مچلتا ہوا' لپکتا ہوا' لوگوں کے سامنے لہلہاتا ہوا' کھلتا ہوا' ہنستا ہوا' مسکراتا ہوا کہے گا

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ

آؤ لوگو! میں نے زندگی تو بڑے دکھوں میں گزاری لیکن دکھوں میں میں نے رب کی نافرمانی کو اختیار نہیں کیا۔ زندگی تکلیفوں میں گزاری لیکن محمد ﷺ کی بغاوت کو اختیار نہیں کیا۔ آؤ

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ○ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ○ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ

رَّاضِيَةٍ○

مجھے یقین ہے' رب نے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال تھمایا ہے' میری زندگی آخرت کی زندگی اچھی گزر جائے گی۔ اللہ کیا کہے گا؟

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ○ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ○

او بندۂ خدا تیرے منہ سے بات بعد میں نکلی' جا دیکھ وہ اللہ نے تیرے لئے جنت مہیا کر رکھی ہے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا' بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ○

تمہیں پچھلی زندگی میں کچھ کھانے کو نہ ملا۔ جا اب سیر ہو کے کھا۔ اتنا کھا' اتنا کھا جتنا جی چاہے۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (حم السجدہ:۳۲)

آج تو رب کا مہمان اور رب تیرا میزبان بن گیا ہے۔ جو جی چاہے کھا۔ آج تو اس کے گھر میں مہمان آیا ہے جس کے گھر کے خزانے کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ تجھ کو اس نے صرف تیرا حصہ اتنا عطا کیا کہ امام کائنات نے بیان کیا ایک بندۂ مومن کو جنت میں اتنا لمبا باغ ملے گا کہ اگر ستر سال تک اس باغ سے گزرتا رہے' باغ ختم نہیں ہوگا' سفر ختم نہیں ہوگا۔ بندہ تھک جائے گا لیکن اس کے حصے کا باغ ختم ہونے میں نہیں آئے گا۔ اتنا لمبا' اتنا خوبصورت باغ ہوگا۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا' بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ○

جاؤ پچھلی زندگی میں اگر کچھ نہیں ملا تو اب اپنی ساری کسر نکال لو۔ رب نے سب کچھ تیرے لئے مہیا کر رکھا ہے

ایک اور آئے گا

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ○ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ○ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ○ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ○ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ○ (الحاقہ:۲۵'۳۲)

ایک اور آئے گا بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ہوگا۔ کہے گا ہائے اللہ! اس نامہ اعمال کے

تھامنے سے پہلے میں مر چکا ہوتا۔

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْo

آج نہ تخت کام آیا ہے نہ تاج کام آیا ہے' نہ مال کام آیا ہے' نہ دولت کام آئی ہے' نہ اولاد کام آئی ہے' نہ بیٹے کام آئے ہیں۔

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْo

پکارتا ہوا' لرزتا ہوا کہے گا

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْo يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَo

کاش! میں آج کے دن کو نہ دیکھتا۔ یہ لرز رہا ہے' تھرا رہا ہے' کپکپا رہا ہے۔ اللہ کہے گا

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُo

اس کو پکڑو' اس کو زنجیروں میں جکڑو۔ اللہ کتنی لمبی زنجیروں میں؟

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُo ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُo ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُo

اس کو پکڑو' اسے الٹا لٹکاؤ' اس کے پیروں میں سنگل ڈالو' اس کے پیروں میں زنجیریں پہناؤ۔ گردن میں نہ ڈالو کیونکہ اسے پیروں سے پکڑ کر منہ کے بل گھسیٹنا ہے۔

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُo ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُo

ستر گز کی زنجیر اس کے گرد لپیٹو' کہیں بھاگ نہ جائے۔

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُo

پھر اسے جہنم کی تہہ میں پھینکو۔

اللہ کے حبیب جہنم کتنی گہری ہے جس کی تہہ میں پھینکا جائے گا؟

کائنات کے امام نے فرمایا جہنم اتنی گہری ہے کہ اگر آدمی اس کی گہرائی کی طرف سفر کرے' ستر سال سفر کرتا رہے' اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

میری بہنو' میری ماؤں' میری بیٹیو' میرے بھائیو' میرے دوستو' میرے بزرگو! اس دن کے لئے سوچو۔ ہم نے کیا کیا ہے؟

خدا کی قسم ہے! ہماری دعوت اس دن کے لئے نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس دن

ہمیں چندہ دو' اس دن ہمیں مال دو' اس دن مرے ہوئے کے کپڑے دو' اس دن تیجے (سوئم) کے نام پر یتیموں کے لئے جو کچھ وہ چھوڑ گیا ہے' ہمارے حوالے کرو' اس دن چالیسویں کے نام پر اس کی بیوہ کو لوٹ لو۔ ہم یہ نہیں کہتے۔

ہم کہتے ہیں کہ اُس دن کے لئے اِس دن یہ کرو کہ کائنات میں رب کے سوا کسی کے سامنے گردن نہ جھکاؤ' کائنات میں کسی کو اپنا مشکل کشا نہ بناؤ کائنات میں کسی کے سامنے اپنی جھولی نہ پھیلاؤ' کائنات میں کسی کے سامنے اپنا ماتھا ٹکرا اپنے ماتھے کو آلودہ نہ کرو۔ اس ماتھے کو رب نے تقدس بخشا ہے' اس پیشانی کو رب نے احترام عطا کیا ہے' اس گردن کو رب نے عظمت بخشی ہے۔ کیا عظمت؟

اللہ اکبر۔ رب نے کہا

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الاعراف:۵۴)

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ (النحل:۱۲)

اس کائنات کی ہر چیز' اس کائنات کا چاند' اس کائنات کا سورج' اس کائنات کی ہوائیں' اس کائنات کی فضائیں' اس کائنات کی زمین' اس کائنات کا آسمان میں نے تمہارے سامنے جھکایا' تم کو صرف اپنے سامنے جھکایا۔ اپنے آپ کو رسوا نہ کرو' اپنے آپ کو ذلیل نہ کرو۔ ہم نے تم کو جھکنے کے لئے نہیں' جھکانے کے لئے پیدا کیا۔ ہم نے تم کو مسخر ہونے کے لئے نہیں' مسخر کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم نے تم کو کسی اور کی عبادت کرنے کے لئے نہیں صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ کتنے بے غیرت ہیں وہ لوگ جو کہ اس کو چھوڑ کر جس نے پیدا کیا ہے کسی دوسرے کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ یارو تم اپنے دیہات میں کہتے ہو یہ بندہ بڑا بے غیرت ہے۔ کیوں؟

اس کی بیوی اس کے سامنے غیروں کے ساتھ جاتی ہے۔

او وہ عورت تو بڑی بے غیرت ہے جو اپنے مرد کو چھوڑ دے اور وہ بندہ کتنا بے غیرت ہے جو اپنے رب کو چھوڑ کے کسی اور کے پاس جاتا ہے۔ تم نے اپنے آقا کا گھر چھوڑ دیا۔ تم سے زیادہ بے غیرت کون ہے؟

اور سوچو تبھی تو رب نے زنا کو اور شرک کو اکٹھا بیان کیا ہے۔ کہا

اَلزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ (النور:۳)

یاد رکھو بدکار عورت صرف بے غیرت مرد اختیار کرتا ہے۔ بے غیرت عورت سے کوئی غیرت مند مرد شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اللہ بے غیرت مرد کون ہے؟

لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ

بے غیرت مرد وہ ہے جو لوگوں کی بیٹیوں کے پاس جاتا ہے یا رب کے در کو چھوڑ کر غیروں کے در پہ جاتا ہے۔

اللہ نے مشرک اور بدکار' دونوں کو اکٹھا ذکر کیا۔ کیونکہ دونوں کے اندر غیرت نہیں ہوتی۔ اللہ نے زانیہ کو' بدکار عورت کو اور مشرکہ عورت کو اکٹھا بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے خاوند کا گھر چھوڑا' اس نے اپنے خدا کا گھر چھوڑا۔ دونوں کی حیثیت ایک ہے۔ رب نے کہا کہ بدکار عورت سے شادی کرے تو یا بدکار مرد کرے یا مشرک مرد کرے۔ مومن' غیرت مند کبھی بدکار عورت سے شادی۔ کے لئے تیار نہیں ہوتا اور غیرت مند وہی ہے جو غیر عورت کے پاس جاتا ہے نہ غیر کے در پہ جاتا ہے۔

او ہم نے تمہیں کیا بتلایا ہے؟ ہم نے تمہیں کونسی گالی دی ہے؟

ہم تمہیں صرف یہی کہتے ہیں کہ غیرت مند بنو۔ اپنے گھر کے لئے بھی غیرت مند بنو اور رب کے گھر کے لئے بھی غیرت مند بنو۔ او تمہیں شرم نہیں آتی ہے کہ اپنے گھر پہ کسی غیر مرد کا نام لکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ گھر ہو احمد دین کا' نام لکھتے ہو احمد دین۔ گھر ہو کرم دین کا' نام لکھتے ہو کرم منزل۔ گھر ہو انور کا' لکھتے ہو انور ہاؤس۔ گھر ہو اکرم کا' لکھتے ہو اکرم لاج۔ گھر ہو چوہدری لعل دین کا' لکھتے ہو لعل دین کا گھر۔ کبھی لعل دین کے گھر پہ کرم دین لکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ او تمہاری غیرت کو کیا ہوا ہے کہ گھر ہے رب کا اور نام لکھتے ہو عبدالقادر کا۔ تمہیں شرم نہیں آتی ہے۔ اگر اپنے گھر پہ غیر مرد کا نام لکھنا گوارہ نہیں تو رب کے گھر پہ غیر اللہ کا نام لکھنا کیسے گوارہ کرتے ہو؟

کبھی غور کیا ہے' کبھی سوچا ہے کہ

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن:۱۸)

او تیرا گھر' اس کے لئے تو قرآن میں کوئی آیت نہیں اتری اور اس گھر کے لئے تو رب نے قرآن میں نازل کیا

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

مسجد میرا گھر ہے' اس گھر میں میرے سوا کسی کا نام جپنا جائز نہیں ہے۔

تیرے گھر کے لئے تو کوئی سند نہیں اتری۔ اس گھر کی تو تجھے غیرت ہے کہ اس گھر پہ کسی غیر مرد کا نام نہیں لکھتا۔ لیکن جس گھر کے لئے سند اتری ہے' اس گھر پہ غیر کا نام کیسے لکھتا ہے؟ تیری غیرت کو کیا ہوا ہے؟

ہم نے اگر جگایا ہے تو تیری غیرت کو جگایا ہے' ہم نے اگر بیدار کیا ہے تو تیری عزت کو بیدار کیا ہے' ہم نے اگر بیدار کیا ہے تو تیری حمیت کو بیدار کیا ہے۔ ہم نے تجھ سے کیا مانگا ہے؟ تجھ کو یہی تو کہا ہے اپنے گھر کے لئے بھی غیرت مند بن' رب کے گھر کے لئے بھی غیرت مند بن۔ ہم نے تجھ سے اپنے لئے تو کچھ نہیں مانگا' اپنے لئے سوال نہیں کیا' اپنے لئے کوئی چیز طلب نہیں کی اور ہم اپنا کیا سنوارتے ہیں؟

یارو! ہم سنوارتے ہیں تو تمہارا سنوارتے ہیں' ہم سدھارتے ہیں تو تمہارا سدھارتے ہیں۔ میری بہنو! مانگو تو صرف اس سے مانگو جس سے ابراہیم نے مانگا' مانگو تو اس سے مانگو جس سے اسحٰق نے مانگا' مانگو تو اس سے مانگو جس سے یعقوب نے مانگا'

اس سے مانگو جس سے ابراہیم نے بیٹا مانگا' رب نے بیٹا عطا کیا اور اس سے مانگو جس سے ابراہیم کے پوتے نے گم شدہ بیٹا مانگا تھا اور کہا تھا

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یوسف:۸۶)

اللہ بیٹا ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک گیا ہوں۔ اب تو ڈھونڈنے کی بھی ہمت نہیں رہی۔ کیوں؟ چالیس سال ڈھونڈتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ اللہ اس کے غم میں رو رو کے آنکھیں بھی سفید ہو گئی ہیں۔ اب ڈھونڈوں' تو کیسے ڈھونڈوں اب تلاش کروں تو کیسے تلاش کروں؟

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

(یوسف:۸۶)

اور قرآن کے الفاظ کیا ہیں؟

وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ (یوسف:۸۴)

یوسف کے لئے یعقوب اس دن اتنا رویا کہ رو رو کے آنکھ کی سیاہی سفیدی میں تبدیل ہوگئی۔ آنکھ میں دیکھنے کی کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ کہا

اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ

اللہ بیٹوں کو دوڑا دوڑا کے تھک گیا۔ قافلے والوں سے پوچھ پوچھ کے تھک گیا۔ اللہ لوگوں سے اپنے یوسف کے بارے میں سوال کر کر کے تھک گیا ہوں۔ اللہ سب سے تھک گیا ہوں لیکن تیری بارگاہ سے تو نہیں تھکا۔

اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ

حضرت یعقوب اندھے ہو چکے ہیں۔ اٹھے' دیوار سے ٹکرائے' ماتھے پہ دیوار لگی۔ خون کا فوارہ چھوٹا' نبی کی پیشانی خون سے تر بتر ہوگئی۔ دیکھا خون بہہ نکلا ہے۔ کہا

اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ

اللہ دیکھ لے اب تو یوسف کے غم میں آنکھوں کی بینائی بھی چلی گئی' دیواروں کی ٹھوکریں بھی لگنے لگی ہیں' کہا ادھر اس کی زبان سے بات نکلی ادھر ہم نے یوسف کو کہا جاؤ' تیرے باپ نے تجھ کو ہم سے مانگا ہے۔ کل تک قافلے والوں سے پوچھتا تھا آج ہم سے پوچھا ہے۔ ایک قاصد کو قمیض دے کر بھیجو۔ ادھر قاصد مصر سے قمیض لے کے چلا۔ وہی باپ ہے جس کے پاس چاہ کنعان میں یوسف خود پڑا ہوا تھا تو پتہ نہیں چلا۔ اب مصر سے قمیص چلی ہے تو کہنے لگا

اِنِّىۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَـنِّدُوۡنِ (یوسف:۹۴)

او میرے بیٹو! اگر تم مجھے دیوانہ نہ کہو تو تم سے ایک بات کہوں۔ بابا کہو کیا بات ہے؟ کہا مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

اِنِّىۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَـنِّدُوۡنِ

اور پکارا کس کو تھا؟

اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ

اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا (یوسف:۹۶)

یوسف کی قمیص آئی' اس کے چہرے پہ ڈالی۔ رب نے کہا تو نے مجھ کو پکارا تھا ناں۔
دیکھ مجھ کو پکارنے والے کا پھر کیا انجام ہوتا ہے؟

ابھی یوسف نہیں آیا۔ کہا یوسف کو تب دکھلانا ہے جب تو اسی طرح کا ہو جائے گا جب یوسف کی جدائی کے وقت جیسا تھا۔ اسی طرح تجھ کو دکھانا ہے۔

اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا

قمیض یعقوب کے چہرے پہ ڈالی' اللہ نے بینائی کو واپس لوٹا دیا۔ رب تو وہی ہے۔
پکارنا ہمارا کام ہے اور قرآن میں رب نے کہا

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (یوسف:۱۵)

یوسف نے پکارا۔ اللہ باپ کا سایہ چھین لیا ہے' اللہ تو سایہ بن جا۔ رب نے کہا تو نے اس کو پکارا جس کے لئے کنویں کی اندھیری رات کوئی اندھیری نہیں ہے۔ کہا جبرائیل جاؤ۔
میرے یوسف کو کنویں کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے اپنی گود میں اٹھالو۔ یوسف کو گزند نہ پہنچے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

ہم نے کہا یوسف! تجھ کو پھینکنے والے ایک دن زمانے کے پھینکے ہوئے تیرے سامنے آئیں گے اور تجھ سے صدقہ مانگیں گے۔ تو بادشاہ ہوگا یہ گداگر ہوں گے۔

او مانگنا ہے تو کس سے مانگیں؟

مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے ایوب نے اپنی صحت کی دعا مانگی تھی۔

مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے یونس نے مچھلی کے پیٹ سے نجات مانگی تھی۔

مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے مریم نے اپنے بیٹے کی پیدائش کے وقت رسوائی سے حفاظت مانگی تھی۔

مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے کونین کے شہنشاہ نے میدان بدر میں اپنی فتح کی دعا مانگی تھی۔

مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے عائشہ نے اس دن کہ جس دن منافقوں نے تہمت لگائی' اپنی برات کا سوال کیا اور لوگوں نے کہا تھا کہ اب عائشہ کے دامن کو کون صاف کرے گا؟

تو آسمان والے نے کہا تھا اس نے مجھ سے مانگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (النور:۱۱)

او عائشہ تو نے مجھ سے مانگا' جا میں نے تیری برأت کے لئے کلام مجید میں اٹھارہ آیتوں کو نازل کر دیا۔

مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے ابوایوب انصاری کی بیوی نے محمد ﷺ کی مہمانی مانگی تھی۔

مانگیں تو کس سے مانگیں؟ تو کیا مانگ رہی ہے؟

بچہ مانگ رہی ہے' صحت مانگ رہی ہے' رزق مانگ رہی ہے۔ کیا مانگ رہی ہے؟

رزق مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے موسیٰ نے رزق مانگا تھا۔

اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (القصص:۲۴)

اللہ میں فقیر ہوں تو تونگر بنا دے اور مانگنا ہے تو اس سے مانگ جس سے زکریا نے بیٹا مانگا تھا اور تو کیا مانگتی ہے؟

بیٹا مانگتی ہے یا رزق مانگتی ہے' یا حفاظت مانگتی ہے یا بلندی مانگتی ہے۔ او سب کچھ مانگتی ہے لیکن نہیں جانتی کہ رب کے نبیوں نے کس سے مانگا ہے؟

اگر انہوں نے اپنے بزرگوں سے مانگا ہو ہم کو بھی دکھلا دو۔ ہم تمہارے نام پہ مانگنا شروع کر دیں اور اگر نہ مانگا ہو تو اپنی آخرت کو' اپنی دنیا کو تباہ نہ کر۔ اسی سے مانگ جس سے موسیٰ نے مانگا' جس سے عیسیٰ نے مانگا' جس سے عیسیٰ کی ماں نے مانگا' جس سے فرعون کی بیوی' آسیہ نے مانگا' او جس سے موسیٰ کی ماں نے مانگا۔ کہا اپنے بیٹے کو سمندر کی لہروں میں ڈالو۔ اللہ لہروں کا کام مٹا دینا اور ماں کا کام بچا لینا ہے۔ اللہ کیسے ڈالوں؟ مجھ سے تو نہیں ڈالا جاتا کہ لہروں کا کام ڈبونا ہے۔ رب نے کہا

اَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ (القصص:۷)

اور کبھی کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ جس کو ماں کی گود نہیں بچا سکتی' سمندر کی لہریں بچا لیتی ہیں۔ تو ڈال تو سہی۔ اللہ ماں جگرا کہاں سے لائے' ماں حوصلہ کہاں سے لائے' ماں دل

کہاں سے لائے کہ وہ اپنے بچے کو اپنے سامنے سمندر میں ڈال دے؟

اللہ نے کہا۔

إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (القصص:۷)

حوصلہ کر۔ ہم لیں گے تو موسیٰ لیں گے' دیں گے تو کلیم اللہ دیں گے۔ لیں گے تو اکیلا موسیٰ' دیں گے تو رسول اللہ بنا کے دیں گے۔ ڈرتی کیوں ہے؟

إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ

اور قرآن پڑھو۔ اکیسواں پارہ ہے۔ یہاں کلیم اللہ بنانے کا وعدہ تھا۔ رب نے کہا ایک دن انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ (القصص:۷)

اور کیا کہا

حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ (القصص:۱۲)

ایک دن کا بچہ' دایا دودھ پلانے کے لئے آئی۔ ہم نے در وحی کھول دیا۔ ہم نے وحی نازل کی۔

حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ

ہم نے کہا موسیٰ تجھ سے رب ہم کلام ہے۔ کسی غیر کا دودھ نہیں پینا۔ پینا ہے تو اپنی ماں کا ہی پینا ہے۔

حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰٓ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ

اور قرآن کے الفاظ ہیں

فَرَدَدْنٰهُ إِلَىٰٓ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (القصص:۱۳)

او گھبرا جانے والو! او دنیا کی مصیبتوں سے اپنے دل کو برداشتہ کر لینے والو! آؤ! ذرا صبر کر کے دیکھو تو سہی کہ رب کی رحمتوں کا دروازہ کیسے کھلتا ہے؟

اگر دیر سے کھلے اور ڈھیر لے کے کھلے تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟

دیر ہو گی لیکن ڈھیر بھی ساتھ آئیں گے۔ کیا ہوا؟

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

ابھی ایک رات گزری تھی۔ موسیٰ کو اٹھایا' ماں کی گود میں رکھا۔ کہا بیٹا بھی تیرا تنخواہ بھی تیری۔ دودھ بھی تیرا اور فرعون کا گھر بھی تیرا۔ تو اس کو غریبی میں پال رہی تھی ہم نے اس کو شہنشاہ کے محل میں پال دیا ہے۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

اور ہم یہی تو کہتے ہیں کہ جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ' اسی کے سامنے جھکاؤ' اسی سے مانگو' اسی سے سوال کرو اور تم کیا کہتے ہو؟

یارو تم نے کن کو اپنا راہ نما سمجھا' کن کو قائد سمجھا' کن کو مرشد سمجھا' کن کو ہادی سمجھا؟

جو آتے ہیں تو اچھا بھلا گھر ہوتا ہے' جاتے ہیں تو گھر کی صفائی ہو چکی ہوتی ہے۔ کبھی گھر کی صفائی' کبھی گھر والوں کی صفائی اور اخبارات میں چھپتا ہے پیر آیا' رات رہا' گھر کی صفائی کر گیا اور گھر والی کو بھی ساتھ لے گیا۔ پھر کیا کہتے ہیں؟

پیر جعلی تھا۔ ہم نے کہا جتنے آتے ہیں جعلی ہی آتے ہیں۔ کیوں؟

اصلی آیا نہیں کرتا' اصلی کے دروازے پہ جایا کرتے ہیں۔ تمہارے گھر میں جو بھی آتا ہے وہ جعلی ہی ہوتا ہے۔ جو اصلی ہوتے ہیں وہ گدھوں پر چھتیں ڈال کے نہیں پھرتے' وہ گداگر نہیں ہوتے' وہ بھکاری نہیں ہوتے' وہ منگتے نہیں ہوتے' وہ لوگوں سے لیتے نہیں' لوگوں کو دیتے ہیں۔ تم نے لینے والوں کو پیر سمجھا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان فرق یہی ہے۔ تم لینے والے کو پیر سمجھتے ہو۔ ہم دینے والے کو پیر سمجھتے ہیں اور پھر اپنا اپنا فیصلہ کر لو کہ تمہیں یہ لینے والا پیر مبارک' ہمیں دینے والا پیر مبارک۔ تمہیں گھر کا صفایا کرنے والا مبارک' ہمیں گھر کا آباد کرنے والا مبارک۔ تمہیں اپنی بیویوں' اپنی بیٹیوں پر نگاہ بد ڈالنے والا مبارک' ہمیں وہ مبارک کہ جس کے پاس اس کی ایک مریدنی مسئلہ پوچھنے کو آئی۔ درمیان میں پردہ پڑا ہوا تھا' اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا' اس پیر نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ کہا عائشہ اس کو کہو اپنے ہاتھ کو پیچھے ہٹا لے۔ میں کسی غیر محرم عورت کا چہرہ تو بڑی بات ہے' اس کا ہاتھ دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا۔

تم نے بدکار کو پیر جانا' ہم نے پاک باز کو پیر مانا۔ تم نے لینے والے کو پیر مانا' ہم نے

اس کو پیر مانا کہ جس کے گھر میں کئی دن سے ایندھن نہیں جلا اور جس کے گھر والے کئی دن کی بھوک سے ہیں اور مدینے والوں کو علم ہوا کہ آج نبی کے گھر والوں نے کچھ نہیں کھایا۔ ایک آدمی آیا' اس نے کہا گھر میں کچھ ہے؟

بیوی کہنے لگی دودھ کا ایک ہی پیالہ ہے جو بچوں کے لئے بچا رکھا ہے۔ اس نے کہا بی بی بچوں کی بھوک برداشت کر لو' نبی کے گھرانے کی بھوک برداشت نہ کرو۔ پیالہ لاؤ۔ رات کا وقت ہے اور مسجد نبوی کی طرف چلا۔ نبی کے دروازے پہ دستک دی۔ نبی پاک اندر سے باہر آئے' کہا ساتھی کیسے آئے ہو؟

کہا آقا! میرے ماں باپ تجھ پہ قربان' تیرے گھر والوں نے کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ میرے پاس اور کچھ نہ تھا' دودھ کا ایک پیالہ تھا' لے کے آ گیا ہوں۔ کائنات کے پیر نے دودھ کا پیالہ اٹھایا' اپنی گھر والی کا رخ نہیں کیا' مسجد کے درویشوں کا رخ کیا۔ پیالہ لے کے آیا۔ مسجد کے درویشوں کے پاس آیا۔ ایک سوسترہ درویش تھے۔ کہا ابو ہریرہ! سب کو جگاؤ' آج ان کے لئے دودھ آیا ہے۔

آقائے کائنات نے کہا ابو ہریرہ! دودھ کا پیالہ لو' ان کو پلاؤ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں آقا پلانا ہی تھا تو مجھ بھوکے کو پلا دیتے جس نے چھ دن سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ کائنات کے امام نے کس کا نام لیا؟

خود پیروں کا پیر ہے۔ اپنا نام نہیں لیا۔ کہا...... بسم اللہ

عرش والے تیرے نام کے ساتھ پیالہ پلاتا ہوں۔ توحید کا درس دیا۔ دودھ کا پیالہ اٹھایا' ابو ہریرہ کو تھمایا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں' بخاری شریف کی روایت ہے' میں نے ایک کو پلایا' اس نے ڈیک (جی بھر کے) لگا کے پیا۔ جب پیالہ واپس کیا تو اسی طرح بھرا ہوا تھا جس طرح کائنات کے امام نے عطا کیا تھا۔ دوسرے کو دیا تیسرے کو دیا' چوتھے کو دیا' ایک سو سولہ نے پیا۔ کائنات کے امام نے ابو ہریرہ کو دیکھا فرمایا سارے پی چکے ہیں؟

کہا آقا سارے پی چکے ہیں۔ فرمایا اب تم پی لو۔ آقا آپ پی لیں۔ کہا محمد (ﷺ) لوگوں کی بھوک کے مقابلے میں اپنی بھوک کو ترجیح نہیں دیتا۔ محمد (ﷺ) پینے کے لئے نہیں آیا' محمد (ﷺ) پلانے کے لئے آیا ہے۔ ہم نے پیر اس کو مانا ہے۔

تم نے پیر مانا پینے والوں کو' ہم نے پیر مانا پلانے والوں کو۔ تم نے پیر مانا لینے والوں کو' ہم نے پیر مانا دینے والے کو۔ تمہارے پاس پیر آئے' کہے مرنے والے کے کپڑے دے دو وگرنہ اس کو لباس میسر نہیں آئے گا اور ہم نے پیر مانا کہ ایک آدمی مرا' کائنات کے امام کو پتہ چلا۔ گھر آئے' اس کے بچوں کو بلایا' کہا بیٹو غم نہ کرو۔ تیرا بابا اگر مر گیا ہے تو محمد (ﷺ) تیرا باپ موجود ہے۔ غم نہ کرو' میں تمہارا بابا موجود ہوں' میں تمہارا والد موجود ہوں۔ جب بھی کوئی وقت آئے' جب بھی کوئی ضرورت پڑے تو محمد (ﷺ) کے دروازے پہ آنا' محمد (ﷺ) تمہیں اس طرح دے گا جس طرح تمہارا باپ دیا کرتا تھا۔

تم نے لینے والے کو مانا' ہم نے دینے والے کو مانا۔ فرق صرف یہی ہے۔ تمہارا پیر اس کا چہرہ' اس کی شکل' اس کی صورت' اس کا جسم' اس کا لباس' اس کی تراش' اس کی خراش' تم جانو اور تمہارا پیر جانے اور ہمارا پیر وہ پیر ہے کہ زلف لہرائے تو رب اس کا ذکر کلام مجید میں کر دے۔ ہمارا پیر وہ ہے کہ اگر قدم اٹھائے تو رب اس زمین کی قسم کھائے جس زمین پر قدم رکھے۔ تمہارا پیر وہ ہے کہ جس زمین پہ قدم رکھے' زمین پناہ مانگے اور میرا پیر وہ ہے کہ جس زمین پہ قدم رکھے' زمین چومنے کے لئے آگے بڑھے۔ تمہارا پیر وہ ہے کہ جس کو اگر دیا دیکھے تو دیا بجھ جائے اور میرا پیر وہ ہے کہ جو آئے تو چودھویں کا چاند بھی اس کے چہرے کی تاب نہ لائے۔ میرا پیر وہ ہے کہ جس کے بارے میں حسان نے کہا

واحسن منك لم تر قط عيني
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبراء من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

آقا تیرا چہرہ اتنا حسین چہرہ کہ بھوکا تیرے چہرے کو دیکھے تو اس کی بھوک مٹ جائے۔ پیاسا تیرے چہرے کو دیکھے تو اس کی پیاس مٹ جائے۔ تیرا چہرہ وہ چہرہ کہ اسی چہرے کو دیکھ کے تو ابو ہریرہ چھ چھ دن بھوکا رہا کرتا تھا۔ تیرے پیر کا چہرہ کونسا چہرہ ہے؟

تو اپنے پیر کا فیصلہ کر لے' ہمارا بھی فیصلہ کر لے۔ لوگ اپنی بڑائی کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں او میری زمین دیکھ' اور اپنی زمین دیکھ۔ او تو کہاں کا چودھری ہے؟ او تیرے پاس دو ایکڑ

ہیں' میرے پاس دو مربعے ہیں۔ کوئی کہتا ہے تیرے پاس دو مربعے ہیں۔ میرے پاس دس مربعے ہیں۔ کوئی کہتا ہے او تیرا بیٹا تھانیدار' میرا بیٹا ایس پی۔ کوئی کہتا ہے تیرا بیٹا ڈی سی' میرا بیٹا کمشنر۔ کوئی کہتا ہے تیرا بیٹا وزیر' میرا بیٹا وزیر اعلیٰ۔ او تیرا پیر منگتا اور میرا پیر عطا کرنے والا۔

تیرا پیر کون ہے؟

تیرا پیر تموڑی شاہ' تیرا پیر لسوڑی شاہ' تیرا پیر کھوتے شاہ' تیرا پیر گھوڑے شاہ اور میرا پیر وہ ہے جس کا نام جاہلیت میں بھی رکھا گیا تو محمد (ﷺ) رکھا گیا کہ جس کی تعریف کی گئی۔ او تیرے پیر کا نام بھی جانوروں کا اور میرے پیر کا نام وہ ہے کہ دشمن بھی لے تو جب تک تعریف نہ کرے محمد ﷺ کا نام آتا ہی نہیں۔ تیرا پیر یہ اور میرا پیر وہ ہے۔ اور تو بھی فخر کر لے اور میں بھی فخر کر لوں۔ تو بھی آنا چراغ بی بی کے بیٹے کو لے کر اور میں بھی آؤں گا آمنہ کے لال کو لے کر۔ تو بھی آنا علی پور والے کے پیچھے اور میں بھی آؤں گا مدینے والے کے پیچھے۔ تو بھی آنا بصرہ کے پیچھے' بغداد کے پیچھے' کوفے کے پیچھے' اجمیر کے پیچھے' پاکپتن کے پیچھے اور میں بھی آؤں گا والئی یثرب کے پیچھے' والئی بطحا کے پیچھے۔ سارے کلام مجید میں رب نے جس کا نام لے کر نام نہ لیا۔ کہا

یَآاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ (المزمل:۱)

یَآاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ (المدثر:۱)

یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب:۴۵'۴۶)

او میرا رب میرے پیر کا نام لے تو خوشی سے اس طرح سماتا نہیں ہے کہ جس طرح...... ''اللہ تشبیہات سے پاک ہے اللہ تمثیلات سے پاک ہے''...... کسی کا بیٹا پیارا ہو' کسی کا محبوب پیارا ہو تو اس کا ایک نام نہیں لیتا' دس دس نام لے کے پکارتا ہے' میرا بہادر' میرا سوہنا' میرا جوان' میرا شالا۔ رب کہتا ہے میرا مزمل' میرا مدثر' میرا سراج' میرا شاہد' میرا مبشر' میرا نذیر' میرا داعی' میرا ہادی' میرا مرشد۔

رب کو میرے پیر پہ پیار آیا تو اتنا پیار آیا کہ سارے کلام مجید میں اس کا نام نہیں لیا' اس کی صفتیں ہی گنواتا رہا۔ تو اپنے پیر کو لے کے آجانا' ہم اپنے پیر کو لے کے آجائیں گے۔ ہم کہیں

لگے اللہ ان کو ان کے پیر مبارک' ہماری نگاہ میں اس کے سوا کوئی جچا ہی نہیں ہے۔اس کا چہرہ دیکھا' اس کے چہرے کے سوا کوئی چہرہ نہ جچا۔اس کا شہر دیکھا' اس کے شہر کے سوا کوئی شہر نہ جچا۔

اللہ! یہ کوئی ہند کی طرف جاتا تھا' کوئی بریلی کی طرف جاتا تھا' کوئی سہارن پور کی طرف جاتا تھا' کوئی کسی بستی کی طرف جاتا تھا۔اللہ ہم نے بستی دیکھی تو مدینہ کی بستی دیکھی۔ اس کے پتھروں پہ اتنا پیار آیا کہ ہم نے اس کے پتھروں کو سینے سے لگایا' پیشانی پہ سجایا اور ہم نے کہا مدینہ یا تیرے پتھروں سے پیار ہے یا حجر اسود سے پیار ہے اور یا پھر جنت کے ان ٹکڑوں سے پیار ہے جن کو میرے محمد ﷺ کے قدموں نے چھوا۔ہمیں اور کوئی بستی' اور کوئی دیس' اور کوئی قصبہ' اور کوئی قبیلہ' اور کوئی برادری' اور کوئی شہر' اور کوئی ملک پسند آیا ہی نہیں ہے۔

ہم کو کہو ہم اجمیر نہیں مانتے' نہیں مانتے۔ہم کو کہو پاکپتن نہیں مانتے' نہیں مانتے۔ہم کو کہو ہم لاہور نہیں مانتے' نہیں مانتے۔ہم کو کہو ملتان نہیں مانتے' نہیں مانتے کہ جہاں سے ہر روز چرسئے پکڑے جاتے ہیں۔ہم کو کہو کہ راولپنڈی نہیں مانتے' بری امام نہیں مانتے' نہیں مانتے کہ جہاں سے ہر روز جواری گرفتار ہوتے ہیں۔ہم نے مانا تو صرف اس بستی کو مانا کہ جس بستی میں میرا آقا پیدا ہوا یا اس بستی کو مانا جس بستی میں میرا آقا آرام کر رہا ہے۔اور کوئی بستی' اور کوئی شہر' اور کوئی چہرہ' اور کوئی جسم' اور کوئی کپڑا' اور کوئی دروازہ' اور کوئی نسیم سحر کا جھونکا' اور کوئی باد صبا کی مسام انگیز اور عطر انگیز فضا ہم کو کبھی راس آتی ہی نہیں۔

ہم جیتے ہیں تو یہ کہتے ہوئے جیتے ہیں کہ اللہ موت آئے تو مدینے میں آئے' اللہ دم نکلے تو مدینے میں نکلے' اللہ قیامت کو آنکھ کھلے تو تیرے محبوب کے شہر میں کھلے کہ تیرے محبوب نے کہا تھا جو میرے شہر میں مر سکے مر جائے کہ میرے شہر میں مرنے والوں سے اللہ حساب و کتاب بھی نہیں لے گا۔ہم کو تو یہی بستی نظر آئی۔

ہم نے قلاوہ ڈالا تو اسی بستی والے کا ڈالا' ہم نے غلامی کی تو اسی بستی والے کی جس کی غلامی نے صدیق کو کائنات کا سرتاج بنایا' جس کی غلامی نے فاروق کو کائنات کا حکمران بنایا' جس کی غلامی نے عثمان کو ذوالنورین بنایا' جس کی غلامی نے علی کو حیدر بنایا' جس کی غلامی نے سعد بن ابی وقاص کو فاتح ایران بنایا' جس کی غلامی نے ابو عبیدہ کو امین امت بنایا' جس کی غلامی نے طلحہ کو' زبیر کو ایسا بنایا کہ رب کے محبوب نے کہا تم نے میرے دروازے پہ پہرہ دیا'

آسمان کے فرشتے تمہارے دروازوں پہ پہرہ دیتے ہیں۔ ہم نے مانا تو اس کو مانا۔ ہم کو تمہاری بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر تمہیں ہماری بات سمجھ میں آئے کہ جو قران کی بات ہے' جو نبی کے فرمان کی بات ہے تو یارو مان لو۔ نہیں مانتے تو ہمارا کیا بگڑتا ہے؟

جائے گا تو تمہارا کچھ جائے گا' سنورے گا تو تمہارا سنورے گا۔ ہماری تو پکار یہی ہے۔ اہل حدیث کا نعرہ صرف یہی ہے کہ آؤ تو صرف اللہ کے در پہ آؤ اور سر جھکاؤ تو صرف رب کی بارگاہ میں جھکاؤ اور دامن تھامو تو صرف والئی بطحا کا تھامو' یثرب والے کا تھا' مو مدینے والے کا تھامو اور دامن وہ دامن کہ جس کے معطر ہونے کا حال یہ ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں ایک دفعہ دروازے پہ دستک دی۔ اندر سے ام المومنین نے پوچھا کون ہے؟

میں نے کہا حضور کا خادم ابو ہریرہ۔

کہا ابو ہریرہ آقا تو گھر میں موجود نہیں ہیں۔

او دامن تھامو تو اس کا تھامو کہ جس کی خوشبو کا عالم یہ ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں دروازے سے پلٹا اور پھر گلی میں آ کے کسی سے پوچھا نہیں کہ آقا کہاں گئے ہیں؟ کیوں نہیں پوچھا؟

کہا اس لئے نہیں پوچھا کہ گلی میں آ کے سونگھا خوشبو کس طرف سے آ رہی ہے؟ جہاں سے خوشبو آ رہی تھی اسی طرف چل پڑا۔ مجھے پتہ چل گیا کہ خوشبو اگر پتہ دیتی ہے تو کونین کے شہنشاہ کا دیتی ہے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

حضرات! میں اس مقام پہ آ کے انتہائی خوش ہوا ہوں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ اس بستی میں تو نے اپنی توحید کا ایک پودا لگایا ہے اور مجھے کسی دوست نے کہا یہ پودا کمزور ہے۔ میں نے کہا اس کی کمزوری کا تم کیوں فکر کرتے ہو؟

جس کے نام پہ تم نے لگایا ہے وہ خود طاقتور بنا دے گا۔ اگر یتیم مکہ کو اس نے زمین کی پستیوں سے اٹھایا' عرش کی بلندیوں سے ہمکنار کیا تو اپنی توحید کی آواز کو اس کائنات کے چپہ چپہ پر وہ نہیں پھیلائے گا؟

یہ اس کا کام ہے۔تمہارا کام آواز دینا ہے۔آواز پہنچانا تمہارا کام نہیں۔آواز پہنچانا عرش والے کا کام ہے۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (الحج:۲۷)

ابراہیم آواز تم دو' دلوں میں کھنچ میں پیدا کر دوں گا۔تمہارا کام لوگوں تک پہنچانا نہیں' تمہارا کام لوگوں کو منوانا نہیں' منوانا بھی میرا کام' پہنچانا بھی میرا کام ہے۔میں دعا کرتا ہوں اور آپ سب لوگ میرے ساتھ دعا کریں۔

اللہ! یہ گھر تیرے نام پہ بنا ہے' اللہ! اس میں اور کسی کا نام شامل نہیں ہے' اللہ! یہاں پڑوس میں پورن کا کنواں بھی موجود ہے' اللہ! یہاں علی پور بھی موجود ہے۔اللہ! ہم نے پورن کے کنویں کی طرف رخ کیا نہ علی پور کی طرف رخ کیا۔اللہ! ہم نے رخ کیا ہے تو تیرے قبلہ و کعبہ کی طرف رخ کیا ہے۔اللہ! اس کی لاج تو نے رکھنی ہے' اللہ !اس کی آبرو تو نے رکھنی ہے' اللہ! ہمارا کام لگانا تھا سینچنا تیرا کام ہے۔ہم تو مٹی میں ملاتے ہیں تو مٹی سے اگاتا ہے۔ہم تو مٹا دیتے ہیں۔ہم بیج ڈالتے ہیں اور مٹی میں ملا کر خاک در خاک کر دیتے ہیں اور تو خاک میں ملے ہوئے کو اٹھاتا ہے' اس کی انگوری بناتا ہے' پھر اس کو تناور بناتا ہے' پھر اس کو سایہ دار بناتا ہے اور پھر تیری نظر کرم اگر درخت پہ پڑ جائے تو اس کو تو پھل دار بناتا ہے اور پھر اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور لوگ اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں' اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔اللہ! یہ تیرا کام ہے۔پودا ان لوگوں نے لگایا' اللہ! درخت بنانا تیرا کام ہے۔اللہ! اس گھر کو انہوں نے بنایا' آباد کرنا تیرا کام ہے۔اللہ! تو اپنے بندوں کو توفیق عطا فرما کہ تیرے حق کی آواز کو کہیں' تیرے حق کی آواز کو قبول کریں۔اللہ! تیرے نبی نے کہا تھا کہ بندوں کے دل رحمان کی انگلیوں میں ہیں۔اللہ! ہم عاجز کمزور ہیں اللہ! ہم ناتواں سہی' اللہ! ہم بے کس و بے بس ہیں' اللہ! ہمارے پاس نہ کوئی اقتدار ہے' اللہ! نہ ہمارے پاس کوئی اختیار ہے' اللہ! نہ ہمارے پاس کوئی قوت ہے' اللہ! نہ ہمارے پاس کوئی طاقت ہے۔اللہ! تیرا شکر ہے کہ صرف وہ آواز موجود ہے جو تیرے نبی نے مکے اور مدینے کے بازاروں میں بلند کی تھی۔اللہ! ہم اتنے اہل نہیں ہیں کہ تیری آواز کو بلند کر سکیں' اللہ! ہمیں اپنی زبانوں کی

نجاست کا علم ہے' اللہ! ہمیں اپنے دماغوں کی کجی کا اعتراف ہے' اللہ! ہمیں اپنے جسموں کی پلیدگی کا خیال ہے۔ اللہ! ہمیں اس بات کا پورا اندازہ ہے کہ جس طرح تیرے اہل حق کو ہونا چاہئے' ہم اس طرح کے نہیں ہیں۔ اللہ! سب کچھ ہیں لیکن یہ بھی تو تیری کرم نوازی ہے کہ اپنے سارے گناہوں کے باوجود تیرے دروازے کو چھوڑ کر کبھی دوسرا دروازہ نہیں دیکھا ہے۔ اللہ! اپنی اسی توحید کی برکت سے اس علاقے کو اپنی توحید کے چشموں سے سیراب فرما دے۔ اللہ! اپنی توحید کے نور سے جگمگا دے' اللہ! کتاب وسنت کے نور اور روشنی سے پوری کائنات کو منور فرما دے۔ اللہ! اس مسجد کو مینارہ نور بنا دے۔ اللہ! اگر اس کے بنانے والوں میں' اس کی تولیت کرنے والوں کی نیتوں میں کوئی کجی ہے تو اس کو درست فرما دے۔ اللہ! اس کو تو خالصتاً اپنی رضا کے لئے' اپنی مرضات کے لئے' اپنی وجہ کے لئے کر لے۔ اللہ! تو اس کو قبول فرمالے' اللہ! جو لوگ اس مسجد کو اپنے جسموں کے ساتھ' اپنے مالوں کے ساتھ' اپنی حاضری کے ساتھ آباد کریں تو ان کے گھروں کو آباد فرما دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

❋ ❋ ❋

استقامت

آخری خطبہ جمعہ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدہ:۳۰)

تمام قسم کی تعریفات وحدہ لاشریک' خالق کائنات' مالک ارض وسماء کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں اس ہستی اقدس ومقدس پہ کہ جن کا نام نامی اسم گرامی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے۔ وہ ذات مقدسہ' مبارکہ' مطہرہ کہ رب العزت نے جنہیں رحمت کائنات بنا کر بھیجا اور جن کے ذریعے اہل کائنات کی ہدایت اور راہ نمائی کا بندوبست فرمایا۔

اس بات کے باوجود کہ جب آپ کی دعوت کا آغاز ہوا' اسلام انتہائی ناتواں اور کمزور تھا اور مسلمان بڑی کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ چند ہی لوگ تھے جنہوں نے رحمت کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کو قبول کیا تھا اور ان لوگوں کو پھر ایک ایسی بہت بڑی اکثریت کے مقابلے میں اپنے ایمان کی شمع کو فروزاں کرنا اور اسے محفوظ رکھنا پڑا جو اکثریت نہ صرف یہ کہ کفر میں بڑی پختہ تھی بلکہ وہ اپنے کفر کی خاطر' اپنے عقائد کے مخالف نظریات رکھنے والوں پر ہر قسم کا تشدد اور ہر قسم کی سختی بھی جائز اور روا سمجھتے تھے۔ ایک ایسے ماحول میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے آوازہ حق کو بلند کیا اور لوگوں کو اس بات کا درس دیا کہ اے کائنات کے باسیو! اگر تم اللہ کی آواز پر لبیک کہو گے' خدا کی بات کو اپنا لو گے اللہ کے بتلائے ہوئے راستے

پر چل نکلو گے' محمد رسول اللہ ﷺ نے جو دین تمہیں عطا کیا ہے' اس دین کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو گے' اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لو گے تو یاد رکھو ساری دنیا کی مخالفتیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ اصل عقیدہ جو لوگوں کے ذہنوں میں آپ نے راسخ کیا' وہ یہی عقیدہ تھا کہ اگر آدمی حق کی راہ کو اختیار کر لے اور پھر اس پر استقامت سے ڈٹ جائے تو دنیا کی کوئی مخالفت ایسے حق کا عقیدہ اپنانے والوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ حق اختیار کرتے ہوئے دل میں کوئی تذبذب اور ذہن میں کوئی تزلزل نہ ہو اور حق کو اختیار کرنے کے بعد پھر آدمی پامردی' جرأت' ہمت' بہادری اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بات پہ ڈٹ جائے۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے ایسے ہی لوگوں کا تذکرہ کیا

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا

مومن وہ ہے جو اللہ کو ایک مان کر' اللہ کو ایک جان کر پھر اس عقیدے پر ڈٹ جاتے ہیں۔

یاد رکھئے کسی چیز کو مان لینا' یہ اور بات ہے' پھر اس بات کا اظہار کرنا' یہ اس سے بھی مختلف بات ہے اور پھر اس اظہار پر ڈٹ جانا' یہ اس سے بھی آگے کی بات ہے۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو ایک بات کو اختیار کر لیتے' اپنا لیتے ہیں لیکن ان کے اندر اس بات کو ظاہر کرنے کی ہمت اور جرات نہیں ہوتی اور بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ایک بات کو اپنا لیتے ہیں' پھر اس کو ظاہر کرنے کی ہمت بھی اپنے اندر پا لیتے ہیں لیکن اس پر ڈٹنے کی توفیق انہیں حاصل نہیں ہوتی ہے۔

ایمان اس کا نام ہے کہ آدمی حق کو اختیار کرے اور اختیار کرنے کے بعد ڈنکے کی چوٹ اس کا اعلان کرے اور اعلان کرنے کے بعد اس پر ڈٹ جائے۔ ایسے آدمی کو مومن کہا جاتا ہے۔ اگر آدمی حق بات کو مانتا ہے لیکن اس کا اظہار اور اعلان نہیں کرتا' ایسے حق ماننے والے کا حق ماننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اگر آدمی اعلان کرنے کے بعد پسپائی اختیار کر لیتا ہے' اپنے سچے راستے سے ہٹ جاتا ہے' ایسے آدمی کا ایمان بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ فائدہ صرف اسی شخص کا ایمان اسے پہنچاتا ہے جو شخص ایمان کو اختیار کر لینے کے بعد اس کا اظہار کرتے ہوئے پھر استقامت کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اگر آدمی سوچے کہ استقامت کی راہ میں کونسی چیز رکاوٹ بنتی ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ سب سے بڑی چیز جو رکاوٹ بنتی ہے وہ یا کسی

مفاد کا حصول ہوتا ہے یا کسی چیز کا خوف ہوتا ہے۔ یا آدمی ڈر جاتا ہے یا آدمی لالچ میں آ جاتا ہے۔ یہ دو چیزیں ہی ہوتی ہیں جو انسان کو استقامت کی راہ سے روکتی ہیں۔ آدمی ایک بات کو حق جانتے ہوئے حق کا اظہار اس لئے نہیں کرتا کہ سمجھتا ہے اس سے میرے مفادات پہ چوٹ پڑے گی۔ اس لئے استقامت کی راہ اختیار نہیں کرتا کہ سمجھتا ہے جو فوائد مجھے حاصل ہو رہے ہیں' وہ حاصل نہیں ہوں گے۔ اس لئے استقامت کی راہ اختیار نہیں کرتا کہ وہ جانتا ہے جو منفعتیں اور منافع آج اس کے پاس موجود ہیں' وہ اس سے محروم ہو جائے گا یا آدمی استقامت کے راستے سے اس لئے ہٹ جاتا ہے کہ وہ ڈر محسوس کرتا ہے' خوف محسوس کرتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے ایسا کیا تو یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا۔

اس لئے دو ہی چیزیں ہوتی ہیں جو استقامت کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ ایک لالچ ہوتا ہے' دوسرا خوف ہوتا ہے اور اللہ کے پاکباز اور نیکوکار بندے وہ ہوتے ہیں جو ایمان کی راہ میں نہ لالچ کو رکاوٹ بننے دیتے ہیں نہ خوف کو رکاوٹ بننے دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ کے ماسوا سے لالچ رکھنا بھی شرک ہے اور اللہ کے سوا ڈرنا بھی شرک ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ

لا یذل من و الیت و لا یعزمن عادیت

اللہ جس کا دوست ہو جائے دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی اور جس کا اللہ دشمن بن جائے دنیا کی کوئی طاقت اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ نقصان کا نام خوف ہے اور فائدے کا نام لالچ۔ مومن دونوں چیزوں سے بلند تر ہوتا ہے۔ نفع سے بھی اور نقصان سے بھی' خوف سے بھی اور ترغیب سے بھی' تخفیف سے بھی اور تحدید سے بھی' ترغیب سے بھی اور تحریص سے بھی اور ایسا ہی شخص اپنے آپ کو مسلمان اور مومن کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہوتا ہے

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آل عمران:۲۶)

اے اللہ ساری کائنات کی بادشاہت تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ تیرے علاوہ کسی

کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے' مالک الملک تو ہے۔

تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دے دیتا ہے' جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

جس کو چاہتا ہے عزت سے ہمکنار کر دیتا ہے' جس کو چاہتا ہے ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔

بِيَدِكَ الْخَيْرُ

تیرے سوا ساری کائنات کی بھلائیوں کا مالک اور کوئی بھی نہیں ہے۔

اسی عقیدے کا نام ایمان ہے' اسی عقیدے کا نام اسلام ہے۔ وہ شخص مومن نہیں ہے جو اللہ کے سوا کسی کا ڈر اپنے سینے میں رکھے اور خدا کے سوا کسی سے نفع کی امید رکھے۔ مومن رب کے سوا نفع کی توقع کسی سے رکھتا ہے نہ نقصان کا خوف اللہ کے سوا کسی سے رکھتا ہے۔ جب یہ جذبہ انسان کے اندر پیدا ہو جائے ...... اور یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے عقیدے کی پختگی کے بعد...... پھر انسان ماسوا اللہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے' غیر اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کو غیر اللہ کی کوئی پرواہ نہیں رہتی۔ پھر وہ استقامت کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے اور استقامت کا درجہ کیا درجہ ہے؟

رب قدوس نے اس کا تذکرہ اپنے کلام مجید میں کیا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد استقامت اختیار کر لیتے ہیں۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اللہ کے فرشتے رب کی بشارتیں لے کر ان پہ نازل ہو جاتے ہیں اور کیا کہتے ہیں؟

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(حم السجدہ: ۳۰)

وہ کہتے ہیں اے اللہ کے بندے نہ خوف کھاؤ' نہ غم کرو۔ ہم تیرے پاس اللہ کی جنت کی خوشخبریاں لے کے آئے ہیں۔ یہ خوشخبریاں عام انسان کو نہیں ملتیں۔ یہ خوشخبریاں ملتی ہیں تو صرف ایمان کے بعد استقامت اختیار کر لینے والے بندے کو ملتی ہیں۔

بھائیو اور دوستو! آج باوجود اس کے کہ میری طبیعت بے انتہا خراب تھی۔ روز روز کے جلسوں اور سفروں نے مجھے تھکا کے رکھ دیا ہے۔ جس کو کہتے ہیں کہ کمر توڑ دی ہے' وہ حال ہو گیا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے چاہا کہ شاید اللہ کی رحمت اور فضل و کرم سے اس مسجد میں یہ آخری خطبہ[1] جمعہ ہو' آپ حضرات کو آج آخری دفعہ یہاں بات کرتے ہوئے اللہ کی توفیق سے بیس سال کی تبلیغ کا خلاصہ بیان کر دوں۔

یاد رکھئے گا ساری گفتگوئیں' ساری تبلیغیں' سارے جمعے کے خطبات' سارے جلسے' سارے درس' ساری تقریریں ان کا ماحاصل یہ ہے کہ انسان ایمان کی راہ کو اختیار کر کے استقامت کو اختیار کرے اور استقامت نام ہے ماسوا اللہ سے بے نیاز ہو جانے کا۔ ماسوا اللہ کے اندر محلے دار بھی ہیں' ساہوکار بھی ہیں' تھانیدار بھی ہیں' اقتدار والے بھی ہیں' اختیار والے بھی ہیں' دین والے بھی ہیں' دنیا والے بھی ہیں' پیر بھی ہیں' فقیر بھی ہیں' کاروبار بھی ہیں' دولت و مال بھی ہے۔ ان ساری چیزوں سے بے نیاز ہو کے بندہ ایک اللہ کو اپنا رب بنا لے' اس کو استقامت کہتے ہیں۔

استقامت کا معنی کیا ہے؟

کاروبار چل رہا ہے' فیکٹری چل رہی ہے' کھیت گاہے جا رہے ہیں' غیر اللہ آتا ہے اور غیر اللہ صرف قبروں والے نہیں ہیں۔ ہر وہ چیز جو انسان کو ڈرانے والی یا انسان کو لالچ دینے والی ہو وہ غیر اللہ ہے۔ خیال آتا ہے فیکٹری چھوٹی ہے ایک مشین اور لگ جائے آمدن چار گنا ہو جائے گی۔ آج ایک ہزار روپیہ مہینہ آمدن ہے۔ اگر لاکھ روپے کی ایک اور مشین لگ جائے تو دس ہزار روپیہ مہینہ آمدن ہو جائے گی۔ بڑی سے بڑی چیز اور چھوٹی سے چھوٹی چیز اسی مثال پر قیاس کر لو۔ انسان اپنی زمین کی کاشت کر رہا ہے' سوچتا ہے اگر ایک بڑا ٹریکٹر اور آ جائے تو زمین کی آمدن میں اضافہ ہو جائے گا۔ انسان کرائے کے مکان میں رہتا ہے' سوچتا ہے اگر دو لاکھ روپیہ اور ہو جائے تو مکان اپنا ہو جائے گا۔ انسان دوکان کرتا ہے۔ دس لاکھ

---

[1] کیسا عجیب اتفاق ہے کہ علامہ شہید کے یہ الفاظ الہامی ثابت ہوئے۔ آپ کا یہ خطبہ جمعہ آپ کی زندگی کا آخری خطبہ ثابت ہوا۔ اس کے تین روز بعد ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کے حادثہ لاہور میں بم کے دھماکے میں آپ شدید زخمی ہو گئے اور ۳۰ مارچ ۱۹۸۷ء کو سعودی عرب میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

روپے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے' سوچتا ہے اگر بیس لاکھ روپیہ اور مل جائے تو کاروبار دس گنا ہو جائے گا۔ انسان بائیسکل' موٹر سائیکل رکھے ہوئے ہے' سوچتا ہے اگر گاڑی آ جائے گی تو عزت میں اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اب وسائل اپنے پاس نہیں ہیں۔ سوچتا ہے کہ اگر بینک سے قرضہ لے لوں' اگر کسی سے سود پر ٹریکٹر لے لوں' اگر کسی سے سود کی بنیاد پر مارک اپ کروا لوں اور مشین منگوا لوں' دس فیصدی دینا پڑے گا' پچاس فیصدی کما لوں گا۔ لالچ آ گیا' اللہ کو چھوڑ کر شیطان کے راستے پر چل کر لالچ میں حلال کو حرام میں تبدیل کر لیا۔ اس آدمی نے استقامت کی راہ کو اختیار نہیں کیا ہے۔ کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ محنت کر کے کماتا ہے۔ مشکل سے اپنی اولاد کا پیٹ بھرتا ہے۔ پڑھا لکھا ہے یا کاروباری ہے۔ جانتا ہے لاکھ روپیہ ہو جائے میرے حالات سدھر جائیں گے لیکن لاکھ روپیہ پاس موجود نہیں۔ بچے بڑی مشکل سے گزارا کرتے ہیں' آفر ہوتی ہے آؤ ہم سے لاکھ روپیہ سود کا لے لو۔ استقامت کس کو کہتے ہیں؟

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے پاؤں کی نوک آگے کر دیتا ہے۔ کہتا ہے میں اللہ کے سوا کسی کو نفع نقصان دینے والا نہیں سمجھتا ہوں۔ شرک ہے۔

بات کو یاد رکھنا۔ لوگ سمجھتے ہیں صرف قبروں کی پوجا کرنا شرک ہے۔ یہ بھی شرک ہے کہ اس نے رب کے حلال کو کافی نہیں سمجھا' لالچ میں آ کے غیر اللہ کی طرف چلا گیا۔ اللہ نے سود سے روکا۔ غیر اللہ نے سود کی اجازت دی۔ اس نے رب کو نفع نقصان کا مالک نہ سمجھا' غیر اللہ کو سمجھا۔ رب کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتا تو غیر اللہ کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ بھوکا مر جائے۔ عرش والے کی طرف نگاہ اٹھا کے کہے اللہ! تیری کبریائی کی قسم ہے بھوکا مر جانا گوارہ ہے' اولاد کو حرام کھلانا گوارہ نہیں ہے۔ اس کا نام استقامت ہے۔ لوگ استقامت کا معنی ہی نہیں سمجھتے۔ عقیدہ درست رکھو۔ نہ لالچ ڈرائے نہ لالچ بہکائے' نہ ڈر راستے سے ہٹائے۔ توحید اس کا نام ہے۔ لالچ میں پھسل جائے' تب بھی توحید نہیں اور ڈر سے پگھل جائے تب بھی توحید نہیں۔ غیر اللہ سے بے نیاز ہو۔ ایمان' حق' اختیار کیا ہے۔ ڈرتا ہے لوگ کہیں گے وہابی ہو گیا ہے۔ کس سے ڈرتے ہو؟

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ (البقرہ:۱۵۰)

عرش والے نے کہا کائنات سے نہ ڈرو' رب کائنات سے ڈرو۔ کائنات والے کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے مسلمانو! یاد رکھو استقامت کا معنی بڑا وسیع ہے۔ ہر چیز سے نہ خوف' نہ لالچ' نہ ڈر کر اللہ کے دین کو چھوڑو نہ لالچ میں آ کے اللہ کے دین کو چھوڑو اور جو رب کے لئے بھوکا مرنے کو تیار ہو جاتا ہے رب اسے بھوکا مرنے نہیں دیتا۔ پھر عرش والا اسے بھوکا نہیں مرنے دیتا۔ کیونکہ اللہ وہ ہے

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ

اللہ کی قسم ہے اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اللہ کی صفتوں کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ ہم نے اللہ سمجھا ہے صرف عبادت کے لئے نہ جس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں' ماتھا ٹیکتے ہیں۔ بس یہ اللہ ہے۔ ہمیں نہیں پتہ عطا کرنے والا بھی اللہ' چھیننے والا بھی اللہ' دینے والا بھی اللہ' لینے والا بھی اللہ' سننے والا بھی اللہ اور پکار کو پہنچنے والا بھی اللہ۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہے۔ ہمیں اللہ کی صفتوں کا علم نہیں۔ آج لوگوں کو یہی پتہ ہے کہ اللہ اس کو کہتے ہیں کہ مسجد میں جا کے جس کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں۔ باقی نفع بینکوں کے پاس ہے نقصان حکومت کے پاس ہے۔ اللہ کہاں گیا ہے؟

محمد رسول اللہ ﷺ نے جس اللہ سے ہمیں آشنا کیا ہے وہ کون ہے؟

لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد

دینے والا بھی تیرے سوا کوئی نہیں' لینے والا بھی تیرے سوا کوئی نہیں۔ یہ نبی کا اللہ ہے۔

بچپن میں قصوں میں بھی پڑھا ہے۔ مشہور واقعہ ہے۔ نبی پاک سوئے ہوئے تھے۔ ایک کافر آیا' درخت سے لٹکی ہوئی آپ کی تلوار کو اٹھایا۔ اس کو میان سے باہر نکالا اور سوئے ہوئے نبی کی گردن پہ رکھ دی' نبی کی آنکھ کھل گئی' قتل کا ارادہ لے کے آیا۔ کہا

من ينقذك من يدى؟ من يقيك منى؟

آج موت اتنی قریب ہے۔ صرف دباؤ کا فاصلہ باقی ہے۔ گردن پہ رکھی ہوئی' شہ رگ پہ رکھی ہوئی تیز تلوار

من يقيك منى

اے محمد آج تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

استقامت کا معنی سمجھو۔ جب تک امتحان دور ہے تب تک ہم مسلمان ہیں۔ جب

امتحان پڑا' کوئی بھی اسلام باقی نہیں رہا۔ اور امتحان کئی قسم کے ہیں

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (البقرہ:۱۵۵)

اللہ کہتے ہیں امتحان جانوں کے' مالوں کے' رزق کے' اولاد کے' کاروبار کے۔ ہمیں کوئی پتہ ہی نہیں کہ امتحان کس کو کہتے ہیں۔ تھوڑا سا امتحان آیا' ہمارے پیروں میں لغزش آ جاتی ہے۔ رزق کی مار ہم برداشت نہیں کرتے' کاروبار کی مار ہم برداشت نہیں کرتے۔ وقت کی مار ہم برداشت نہیں کرتے' کسی طاقت ور کی للکار ہم برداشت نہیں کرتے' کسی سانپ کی پھنکار ہم برداشت نہیں کرتے۔ پھر ہم مسلمان ہیں؟ استقامت یہ نہیں ہے۔

من يقيك مني

کون ہے جو بچائے گا۔ اتنی قریب موت دیکھ کر بھی رحمت کائنات ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ کہا اللہ

تیرے ہاتھ میں موت نہیں ہے۔ موت عرش والے کے پاس ہے۔ وہ نہ چاہے تو کائنات کی کوئی طاقت مجھے گزند نہیں پہنچا سکتی۔ نبی نے اللہ کا نام لیا کافر پہ لرزہ طاری ہو گیا۔ تلوار ڈر کے مارے چھوٹ کے دور گر گئی۔ نبی جلدی سے اٹھ کے تلوار پکڑ لیتے ہیں۔ اب وہ نیچے ہے نبی اوپر ہیں۔ پہلے نبی کے گلے پہ تلوار رکھی ہوئی' اب مارنے والے کے گلے پر تلوار رکھی ہوئی۔ کہا اب تم بتلاؤ تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

منتیں کر کے کہنے لگا تو مجھ کو معاف کر دے۔ کہا نہیں تجھ کو بھی میرا رب ہی بچا سکتا ہے۔

توحید کا درس یہ ہے نہ نفع میں کوئی نہ نقصان میں کوئی۔ ماسوا اللہ سے بے نیاز ہو جائے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا

اللہ کو ایک مان کر پھر ڈٹ جائے۔ ثابت کرے کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور اللہ صفتوں والا ہے' اللہ طاقتوں والا ہے۔ ہمارے بھائیوں والا اللہ نہیں کہ رب کے پلے میں توحید کے سوا ہے کیا؟ یہ اللہ نہیں ہے۔

جو پکڑے خدا تو چھڑا لے محمد
جو پکڑے محمد چھڑا کوئی نہیں سکتا

کیا کہتے ہو؟

قرآن کہتا ہے۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (انعام:۹۱)

او ظالموں نے اللہ کی قدر کو جانا ہی نہیں ہے۔ اللہ کی قدر کو پہچانا ہی نہیں ہے۔ بیٹے کے لئے دولے شاہ' رزق کے لئے داتا صاحب' بیماری کے لئے پاکپتن اور حاجات کو پورا کرنے کے لئے وہ نظام الدین کی درگاہ جہاں ضیاء الحق نے بھی دھاگے باندھے ہیں۔ حاجتوں کو پورا نظام الدین اولیاء کرے' رزق علی ہجویری دے' بیٹے دولے شاہ دے' بیماریاں گنج شکر دور کرے۔ پھر اللہ کے پاس کیا ہے؟

سوچو تو سہی۔ سود بنک دے' نفع حکومت پہنچائے۔ اللہ کے پاس کیا ہے؟

لوگو! آج ہماری بے دینی' بے راہ روی اور حق سے دوری کا سبب یہ ہے کہ

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

ہم نے رب کی حقیقت کو جانا ہی نہیں۔ ہمیں پتہ ہی نہیں اللہ کس کو کہتے ہیں؟ اللہ کون ہے؟

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (النمل:۶۲)

جو رات کی تاریکی میں کروٹ بدلتے ہوئے مریض کی پکار کو سن کر اسے شفاء دے دیتا ہے۔

اللہ کون ہے؟ اللہ وہ ہے

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (النمل:۶۴)

میاں بیوی آپس میں ملتے ہیں' جسم سے ایک ناپاک قطرہ نکلتا ہے' اللہ اس سے خوبصورت شکل بنا دیتا ہے۔

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (النمل:۶۳)

لوگ سمندروں میں سڑکوں کے بغیر چلتے ہیں۔ اللہ وہ ہے جو منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اللہ کون ہے؟ لوگوں نے سمجھا ہی نہیں' جانا ہی نہیں کہ اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَابِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا(النحل:۶۵)

اللہ تیری قدرت پہ قربان۔ کہا اپنے ہاتھوں سے بیج کو مٹی میں ملا کے مٹی کر دیتے ہو۔ اللہ وہ ہے جو اس مٹی کو پودے کی صورت عطا کر دیتا ہے۔

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ (الاعراف:۵۷)

زمین تشنگی کی وجہ سے مردہ ہو جاتی ہے۔ خشک زمین پر بادلوں کی بدلی برسا کے زمین کو ہرا بھرا کر دیتا ہے۔

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا(الانفال:۲)

مردہ دلوں پر قرآن کی بارش برسا کر انہیں زندہ فرما دیتا ہے۔

اللہ وہ ہے۔ ان کو پتہ ہی نہیں' اللہ کس کو کہتے ہیں؟

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا(مریم:۳)

رات کو چھپ کر تاریکی میں اپنے مولا کو پکارنے والے بوڑھے' بانجھ بیوی والے کو بچہ عطا کر دیتا ہے۔

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ

الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء:۸۷)

جو قوم سے ناراض ہو کر بھاگنے والے یونس کو مچھلی کے پیٹ میں چھپا کر مچھلی کو کشتی بنا دیتا ہے۔

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

(الانبیا:۸۳)

اس ایوب کو جس کو گھر والے بھی چھوڑ جاتے ہیں' اللہ وہ ہے جو اس کو گھر والے بھی دیتا ہے' جتنا مال چھینا گیا ہے اس سے دوگنا عطا بھی کر دیتا ہے اور شفا بھی اس طرح دیتا ہے گویا بیماری لگی ہی نہیں ہے۔

ہم نے اللہ کو جانا ہی نہیں ہے۔

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ (الانفال:۱۱)

محمد ﷺ کے کمزور ساتھی جب دشمنوں کی دہشت سے ڈر جاتے ہیں' اللہ ہواؤں کو چلا کر' دشمنوں کو نیند میں لا کر' ان کے دلوں پر مرہم رکھ کے ان کی مدد کے لئے آسمان سے جبرائیل کی قیادت میں فرشتے ارسال فرما دیتا ہے۔

اللہ کون ہے؟

اللہ وہ ہے

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ۔ (الاحزاب:۱۰)

اور پھر

اِذْ جَآئَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب:۹)

چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے مدینے کو دشمنوں سے بچا کر مومنوا ، کہ سا،

کر اکیلا ہی دشمنوں کو مار کے بھگا دیتا ہے۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

تم نے اللہ کو پہچانا ہی نہیں۔ اگر اللہ کو پہچانا ہوتا تو رب کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے دروازے پہ جانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ پھر کیا ضرورت تھی؟

آج سب کچھ رہ گیا ہے استقامت نہیں رہی۔

مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

کہ اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں۔ یہ منزل ذرا مشکل ہے۔ تھوڑے سے مرحلے اس میں طے کرنے پڑتے ہیں۔ مرحلے طے کرنے کے لئے ہم تیار نہیں۔ تھوڑی سی چکا چوند ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے' تھوڑی سی گرج ہمارے دلوں کو دہشت زدہ کر دیتی ہے' تھوڑا سا خوف ہمیں گھبرا دیتا ہے' تھوڑا سا لالچ ہمیں ورغلا لیتا ہے۔

ہماری حالت کیا ہے؟ ہم مومن ہیں؟

مومن وہ تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ایک بندے پر ناراض ہوئے' بائیکاٹ کر دیا۔ اس وقت مدینے کی بستی معمولی سی تھی۔ مدینے کا ملک چھوٹا سا تھا۔ روم کا بادشاہ اس آدمی کو پیغام بھیجتا ہے جس سے ناراضگی ہوئی ہے۔ او مدینے کی چھوٹی سی ریاست کی ناراضگی کا کیا ہے؟ آ جاؤ' میرے پاس آ جاؤ۔ میں اپنی بیٹی تمہیں دینے کے لئے تیار' بادشاہت کا حصہ دینے کے ئے تیار' دولت دینے کے لئے تیار' مال دینے کے لئے تیار ہوں۔ مومن' اب تک آنکھوں سے آنسو نہیں ٹپکے تھے' جب یہ بات سنتا ہے تو رونا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ میں اتنا گیا گزرا تو نہیں کہ دنیا کے مال پہ محمد ﷺ کی محبت کو چھوڑ دوں گا۔ یہ کیا ہے کونین کی دولت بھی اگر میری راہ میں بچھا دی جائے تو محمد ﷺ سے پلٹ کے دیکھنا بھی گوارہ نہیں ہے۔

اور ایک خبیب سولی پہ لٹکا ہوا۔ اِدھر لالچ ہے اُدھر خوف۔ سولی پہ چڑھا دیا گیا۔ میخیں گاڑنے کے لئے جلاد تیار ہو گئے۔ نیزے کی نوک سینے پہ رکھ دی گئی۔ کہا خبیب اب بھی وقت ہے' جان بچانا چاہو تو بچا سکتے ہو۔ کہا کیسے بچالوں؟

کہا زبان سے ایک مرتبہ کہہ دو' کفر نہیں' شرک نہیں' اتنی بات کہہ دو کاش آج میری جگہ محمد ﷺ کو سولی پہ لٹکایا جائے۔ آنکھیں بند کر لیں فرمایا ظالمو! یہ تو ایک جان ہے اگر سو جان ہو

تو محمد ﷺ پہ نچھاور کردوں۔ایک جان کو کہتے ہو بچالوں۔

کہا ہم یہ نہیں کہتے کافر ہو جاؤ' اسلام چھوڑ دو' پلٹ آ ؤ۔ کہتے ہیں صرف یہ کہہ دو جہاں میں کھڑا ہوں کاش میری جگہ میرا محمد ﷺ کھڑا ہوتا۔ کہا میں تو چاہتا ہوں میری گردن کٹ جائے اور میرے آقا کے پاؤں میں کانٹا بھی نہ چبھے۔تم نے کیا جانا؟ لالچ بھی اور خوف بھی دونوں آ جائیں۔ جو جی چاہے کرلیں۔ نہ لالچ ورغلا سکا نہ خوف ڈرا سکا۔ ماسوا اللہ سے بے نیاز ہوں۔ پرواہ ہی نہیں جو جی چاہے کرلو۔

سمیہؓ ایک بڑھیا عورت' جوان بیٹے کی ماں' مادر زاد ننگی کردی گئی۔ خود بھی برہنہ' خاوند بھی برہنہ اور بیٹا بھی سامنے برہنہ۔ تینوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور تپتے ہوئے ریگ زار پہ لٹا دیا گیا اور کہا گیا پلٹ آ ؤ۔ لیکن انہوں نے کہا اگر آج کی ریت کا یہ عذاب آخرت کے عذاب سے بچالے تو سودا مہنگا نہیں ہے۔ کس بات سے پلٹ آ ئیں۔ پھر بڑھیا کو دو اونٹوں کی کوہانوں سے باندھا گیا۔ ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ۔ ایک کا رخ مشرق کی طرف' ایک کا مغرب کی طرف۔ ابوجہل نیزہ اٹھائے ہوئے آیا۔ کہا سمیہ جانتی ہو تیرا انجام کیا ہونے والا ہے؟

کہا ابوجہل میرے انجام کو نہ پوچھو۔ اپنے انجام کی فکر کرو کہ اس کے بدلے میں قیامت کو تیرا انجام کیا ہونے والا ہے۔ یہ چند لمحوں کی زندگی تو گزر جائے گی۔ اس انجام کو کیا پوچھتے ہو؟

اس انجام کو سوچو جو انجام کبھی ختم نہیں ہوگا۔

کہا پلٹ جاؤ۔

کہا ابوجہل جس جنت کو میں دیکھ رہی ہوں تو دیکھ رہا ہوتا تو نہ جانے تیرا کیا حشر ہوتا؟

تو مجھ کو پلٹنے کو کہتا ہے' کوئی جنت دیکھ کے بھی جنت سے پلٹ آتا ہے؟

تو نے جنت کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ میں تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ وہ سامنے نظر آرہی ہے کہ مولائے کائنات کہہ گئے تھے

صبرا آل یاسر موعدکم الجنة

ایک دن پہلے کی بات تھی کہ نبی نے ان کو تپتی ہوئی ریت پہ ننگے تڑپتے ہوئے دیکھا اور کہا

صبرا آل یاسر موعدکم بالجنۃ

اے یاسر کے گھرانے والو! باقی تو ایک ایک کر کے جنت میں جائیں گے تم سارا خاندان اکھٹے جاؤ گے۔ ابھی کل ہی تو نبی نے کہا تھا۔ کہا مجھ کو کیا کہتے ہو میں تو اپنے نبی کے کہنے پہ جنت دیکھ رہی ہوں۔ نیزہ اٹھایا اور اس کی شرم گاہ میں مارا۔ چیخ نکلی، گردن ڈھلک گئی۔ کہا ''اللہ تو اپنے دین پہ ثابت قدم رکھنا۔''

استقامت اس کا نام ہے۔ اللہ آخری وقت کوئی بات منہ سے شکوہ کی نہ نکل جائے۔ اللہ آخری وقت میں حفاظت کرنا۔ پھر نیزہ مارا، پھر نیزہ مارا۔ جسم زخمی ہو گیا۔ پھر غلاموں کو حکم دیا، اونٹوں کو کھینچو۔ دونوں اونٹ کھینچتے ہوئے چلے گئے۔ لاش دو ٹکڑے ہو کے گر پڑی اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ سمیہ کے چہرے پہ مسکراہٹ ہے۔ اتنی تکلیف سے مارا اور لبوں سے مسکراہٹ نہیں چھین سکے۔ حیران ہو گئے کہ اتنی تکلیف کے بعد بھی مسکرا رہی ہے۔ ان کو کیا پتہ ہے؟

تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا

اور میرے رب کا وعدہ سن لو۔ استقامت والے مومنو، نہ گھبرانے والے مومنو، غیر اللہ کے سامنے نہ جھکنے والے مسلمانو، اللہ کے حلال کو حلال کرنے والو، اللہ کے حرام کو حرام سمجھنے والے مسلمانو، سن لو! تکلیفیں تو آتی ہیں، لیکن وہ راحت ملنے والی ہے جس راحت کا کوئی بدل ہو سکتا ہی نہیں۔ کہا ابھی انسان دنیا نہیں چھوڑے گا کہ آسمان کے فرشتے جنت لے کے آ جائیں گے۔ کیا کہیں گے؟

نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ۔ (حم السجدہ:۳۱)

او جانے والے خوش ہو جا۔ او دنیا چھوڑ کے رب کا مہمان بننے جا رہا ہے۔ کوئی بڑے آدمی کا مہمان بننے کے لئے جائے تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور جو رب کا مہمان بننے جائے اس کی خوشی کا اندازہ کون کرے؟ اس کی خوشی کا کیا کہنا؟

لوگو! استقامت اختیار کرو۔

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ۔

(آل عمران:۱۳۹)

استقامت اختیار کرو۔ بزدلی مت دکھاؤ۔ کمزور مت بنو۔ یاد رکھو اگر تم ڈٹے رہے تو

اللہ تمہیں غالب کر کے چھوڑے گا۔

غلبہ کس کے پاس ہے؟ اللہ کے۔

طاقت کس کے پاس ہے؟ اللہ کے۔

اختیار کس کے پاس ہے؟ اللہ کے۔

مال کس کے پاس ہے؟ اللہ کے۔

دولت کس کے پاس ہے؟ اللہ کے۔

زندگی کس کے پاس ہے؟ اللہ کے۔

منفعتیں کس کے پاس ہیں؟ اللہ کے۔

عزت کس کے پاس ہے؟ اللہ کے۔

اس کے سوا ان ساری چیزوں کا مالک اور کوئی نہیں۔ جب اس کے سوا مالک اور کوئی نہیں تو جھکنا بھی کسی دوسرے کے سامنے درست نہیں۔

و اخر دعوانا ان الحمد الله رب العلمين

❋ ❋ ❋

کبھی یاد کیا کرو گے

''کبھی یاد کیا کرو گے' لیکن اس وقت ہم نہیں ہوں گے اور تم اپنے بیٹوں کو داستانیں سنایا کرو گے کہ جب ہر طرف خوف تھا' ظلمت تھی' تاریکی تھی اور ہر طرف ظلمت کا سناٹا تھا' لوگ اہل حدیث کو اپنی بھیڑ بکریاں سمجھا کرتے تھے' ایک کمزور آدمی لاہور سے اٹھا تھا' اور اس نے کہا تھا: لوگو! سن لو! اہل حدیث کسی کی بھیڑ بکری نہیں ہیں' اہل حدیث اس کائنات کی وہ قوت اور طاقت ہیں کہ اگر اسے احساس ذوق ہو جائے تو دنیا کی کوئی جماعت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی' اس لئے یہ منفرد جماعت ہے کہ جس کے گھر جب بچہ جنم لیتا ہے تو ماں اسے لوری دیتے ہوئے کہتی ہے' بیٹا! کائنات کے سامنے کٹ جانا گوارا کر لینا' رب کے سوا کسی کے سامنے جھکنا گوارا نہ کرنا۔

او میری ملت کے جوانان رعنا' او میری قوم کے سپوتو! اُٹھو آج تمہارے مسلک اور تمہاری جماعت کو تمہاری ضرورت ہے' کس کے لئے؟ حق کی علمبرداری کے لئے! ملک میں کتاب و سنت کی عملداری کے لئے! سرور کائنات کے نام نامی کو بلند کرنے کے لئے! رب کی توحید کو عام کرنے کے لئے! شرک و گمراہی کو مٹانے کے لئے اور کتاب و سنت کو پھیلانے کے لئے!——اور ان شاء اللہ! وہ دن آنے والا ہے' جب پاکستان کی فضاؤں میں پرچم لہرائے گا تو کتاب اللہ کا لہرائے گا اور سنت رسول اللہ کا لہرائے گا —— اور اس دن کو طلوع ہونے سے دُنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔''

(جلسہ عام قصور / ۲۷ فروری ۱۹۸۷ء)